مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل و کتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ
۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
فوارہ ملتان 0322-6180738

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون....مظاہر علوم سہارن پور....دارالعلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادرونایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 92

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جارہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

مقالاتِ حکیم الامت 92

تاریخ اشاعت.....................صفر المظفر ۱۴۴۲ھ
ناشر.....................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان
بائنڈنگ.....................اشرفیہ بک بائنڈنگ...ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور	دارالاشاعت.........اُردو بازار.........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.........لاہور	قرآن محل.........کمیٹی چوک.........راولپنڈی
مکتبہ رحمانیہ.........اُردو بازار.........لاہور	مکتبہ دارالاخلاص...قصہ خوانی بازار.........پشاور
اسلامی کتاب گھر.........خیابان سرسید.........راولپنڈی	مکتبہ اسلامیہ.........امین پور بازار.........فیصل آباد
اسلامک بک کمپنی.........امین پور بازار.........فیصل آباد	ممتاز کتب خانہ.........قصہ خوانی بازار.........پشاور
مکتبہ رشیدیہ.........سرکی روڈ.........کوئٹہ	مکتبہ ماجدیہ.........سرکی روڈ.........کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ.........بہادر آباد.........کراچی	مکتبہ عمر فاروق.........شاہ فیصل کالونی.........کراچی
والی کتاب گھر...گوجرانوالہ...مکتبہ علمیہ...اکوڑہ خٹک	مکتبہ نعمانیہ...گوجرانوالہ...اسلامی کتاب گھر...ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

عرض مرتب و ناشر

پہلے مجھے پڑھئے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِحَضرَۃِ الجَلالَۃِ وَالنِّعمَۃُ لِخَاتَمِ الرِّسَالَۃِ

امابعد! اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے اپنے اکابر کی بالعموم اور حضرت اقدس حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بالخصوص نادر و نایاب کتب و رسائل کی اشاعت کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔

الحمدللہ! ایک عرصہ سے راقم الحروف حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی نادر و نایاب کتب و رسائل کی جمع و ترتیب اور پھر اشاعت کے مبارک کام میں مشغول ہے۔ کچھ عرصہ قبل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی نادر ترین کتب و رسائل اور مکتوبات اور علمی و عملی خدمات پر مشتمل سوانحی مضامین ''مقالات حجۃ الاسلام (17 جلد)'' کی اشاعت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

''مقالات حکیم الامت'' کیلئے نایاب رسائل و کتب کی تلاش میں ہمارے علم دوست عزیز جناب محمد طلحہ صاحب جو کہ لاہور میں مقیم ہیں اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی نایاب کتب کی تلاش میں موفق من اللہ ہیں۔ بعض وہ کتب و رسائل جن کے حصول سے مایوسی تھی ماشاء اللہ موصوف کی برکت سے دستیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایانِ شان جزا سے نوازیں آمین۔

''مقالات حجۃ الاسلام'' کے ساتھ ساتھ ''مقالات حکیم الامت'' کا مبارک

سلسلہ بھی جاری ہے جس میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے تقریباً 350 سے زائد منتشر اور بعض نادر ونایاب رسائل وکتب کو یکجا شائع کیا جارہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''مقالات حکیم الامت'' کی 92 نمبر جلد ہے جسے افادہ عام کیلئے علیحدہ بھی شائع کیا جارہا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں ''امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق'' ہے جوکہ سید الطائفہ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے حالات ومقالات، ملفوظات اور مکتوبات طیبات کا مجموعہ ہے۔

اس کے بعد ''کمالاتِ امدادیہ'' ہے جس میں حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنے شیخ ومرشد حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے ظاہری وباطنی اور علمی وعملی کمالات کو جمع فرمایا ہے۔ پھر ''مکتوبات امدادیہ'' ہے۔ پھر رسالہ ''خوانِ خلیل'' ہے جس میں حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کے حالات و واقعات قلمبند فرمائے ہیں۔ پھر اشرف السوانح سے ایک مضمون ''مضمون تاسع'' ہے جوکہ شیخ الہند رحمہ اللہ کے ''ذکرِ محمود'' پر مشتمل ہے۔ آخر میں ایک رسالہ ''شق الغین عن حق علی وحسین'' ہے۔

چونکہ کتاب ہذا کا اکثر حصہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ ہی سے متعلق ہے اس لیے اس کتاب کو حضرت کی سوانح کا تتمہ یا تکملہ قرار دیا جائے تو عین مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے جملہ اکابر کی مبارک نسبتوں سے نوازیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازیں آمین۔

والسلام - محمد اسحٰق غفرلہ

آخری عشرہ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بمطابق 14 اکتوبر 2020ء

اِجمالی فہرست

❁❁❁

مَقالاتِ حَکیمُ الامّت

6

اَکابر کی سیر وسوانح پر مشتمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب ورسائل

اِمدادُ المُشتاق

(الیٰ اشرف الاخلاق)

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی مظہار الجلی اعنی بہ
مَولانا مُحَمّدَ اَشرفُ علی التّھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ قطب عالم العالم شیخ العرب والعجم حضرت مولانا جناب حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے حالات و مقالات، ملفوظات و مکتوبات طیبات کا مجموعہ ہے۔ مرقومات فارسی کا اُردو ترجمہ اسی کے مقابل دوسرے کالم میں درج فرمایا ہے۔ یہ کتاب حضرت حاجی صاحب کے علم و عرفان، عشق و محبت کا گنجینہ اور جامع شریعت و طریقت ہونے کا آئینہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امدادُ المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق

چندے از تذکرہ شیخ العلماء سید العرفا حجۃ اللہ فی زمانہ وآیۃ اللہ فی اوانہ اعلیٰ حضرت مرشدنا وہادینا الحاج الحافظ محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہ وافاض علینا برکہ جمع کرداند احقر الانام اشرف برائے نام بفرمائش دلدادہ عشاق اسم بامسمی مشتاق و ملقب گردانیدش برعایت اسمائے ثلثہ وامداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق۔

نفع اللہ تعالیٰ بہا الطالبین وھدی بہا السالکین

اضطراب والتہاب حضرت محبوبی مرشدی کا نام پاک جو اس وقت لسان قلم پر آیا یاد عا کی میرے ساتھ کشاکشی کی وہ حالت ہے جس کی مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کے نام آنے پر حکایت فرمائی ہے۔

چوں حدیث روئے شمس الدین رسید — شمس چارم آسماں سرور کشید
واجب آمد چوں کہ بروم نام او — شرح کردن رمزے از انعام او
ایں نفس جاں دامنم برتافتہ است — بوئے پیراہان یوسف یافتہ است
کز برائے حق صحبت سالہا — باز گو رمزے ازآں خوش حال ہا
تا زمین و آسماں خنداں شود — عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود

گفتمِ اے دور اوفتادہ از حبیب ہمچو بیمارے کہ دور است از طبیب
لاتکلفی فانی فی الفناء کلت افہامی فلا احصی ثناء
کل شئے قالہ غیر المفیق ان تکلف او تصلف لایلیق،
ہر چہ میگوید موافق چوں نبود چوں تکلف نیک نالائق نمود
من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست شرح آں یارے کہ آں رایار نیست
خود ثنا گفتن زمن ترکِ ثناست کیں دلیل ہستی وہستی خطاست
شرح ایں ہجران و ایں سوز جگر ایں زماں بگذار تاوقتِ دگر
قال اطعمنی فانی جائع فاعتجل فالوقت سیف قاطع
صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق نیست فرواگفتن از شرط طریق
تو مگر خود مرد صوفی نیستی نقد را از نسیہ خیز ونیستی
گفتمش پوشیدہ خوشتر سریار خود تو در ضمنی حکایت گوش دار
خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں
گفت مکشوف برہنہ بے غلول باز گورنجم مدہ اے بو الفضول
پردہ بردار و برہنہ گو کہ من می نگنجم باصنم در پیرہن
گفتم از عریاں شود او درجہاں نے تو مانی نے کنارت نے میاں
آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ برنتابد کوہ را یک برگ کاہ
بیش ازیں آشوب و خونریزی مجو بیش ازیں از شمس تبریزی مگو

مگر اتنا فرق ہے کہ اس منازعت میں مولانا اپنی روح پر غالب رہے چنانچہ یہاں حضرت شمسؒ کا تذکرہ بند ہوگیا اوراحقر اپنی روح پراس لئے غالب نہ آسکا کہ اس کے ساتھ ایک دوسری روح مشتاق تقاضے میں شریک ہوگئی اس شرکت کا بقول مسلم دودل یکشود بشکند کوہ را وہ اثر ہوا جو مولانا پرایک دوسرے مقام پرایک دوسرے مضمون

کے باب میں ایسی ہی شرکت سے ہوا جس کی حکایت اس طرح فرمائی ہے۔

اے حیات دل حسام الدین بسے میل می جوشد بقسمے ساد سے

گشت از جذب چو تو علامۂ در جہاں گرد ان حسامی نامۂ

پیش کش بہر رضایت می کشم در تمام مثنوی قسم ششم

پیش کش می آرمت اے معنوی قسم سادس در تمام مثنوی

چنانچہ تتمہ مثنوی کی کتابت واقع ہوئی اس طرح میں بھی اس اجتماع روحین سے مغلوب ہو کر کچھ کچھ تذکرہ حضرتؒ کا بلا لحاظ ترتیب لکھتا ہوں اس میں زیادہ حصہ سفینہ سے ملتقط ہے اور کچھ سینہ میں محفوظ ہے۔

فاستمعوا وانتفعوا۔

احقر اشرف علی تھانوی عفا اللہ عنہ نصف اخیر شوال ۱۳۴۳ھ

حالاتِ تاریخی

حال نمبر ۱

ارباب بصیرت و اصحاب خبرت پر ظاہر ہو کہ ولادت باسعادت حضرت ایشاں بتاریخ بست و دوم ماہ صفر المظفر روز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ ایک ہزار دو سو تینتیس ہجریہ مقدسہ ﴿حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک بار فرمایا کہ حضرت کی عمر اب پچاسی یا چھیاسی سال کی ہے اور میری بہتر سال کی میری پیدائش ۱۲۴۲ھ کی ہے حضرت میں اور مجھ میں تیرہ یا چودہ سال کی کمی بیشی ہے (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۲)﴾ بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہوئی قصبہ مذکورہ وطن اجداد مادری حضرت کا ہے اسم مبارک والد ماجد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نواسۂ حضرت مستند الوقت جناب حافظ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہما نے بلقب امداد اللہ ملقب فرمایا آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت حافظ محمد امین بن حضرت حافظ شیخ بڈھا بن حضرت حافظ شیخ بلاقی بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ عبدالکریم بن حضرت شیخ عبدالرحیم بن حضرت شیخ سراج الدین بن حضرت قاضی چندن بن حضرت قاضی محمد موسیٰ بن حضرت قاضی محمد نصر اللہ خاں بن حضرت قاضی محمد یعقوب خاں بن حضرت شیخ نظام الدین بن حضرت شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ ﴿ہمارے قصبہ کے کاغذات میں اسی طرح ہے اور آگے ان کے سلسلہ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا نام بھی ہے مگر ترجیح الراجح مذکور متن میں اس غلطی کا منشا ذکر کردیا گیا ہے اور ان فرخ شاہ کی نسبت زبدۃ المقامات میں مضمون ذیل

ہے مروی است جملہ امراء و اعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ تحسین زیل ہندوستان است کہ از غزنین و کابل بدیار سندآمدہ گویند وے باوصاف جمیلہ موصوف بود و بہ ترویج اسلام و توہین عبدۂ اصنام مصروف آمد (ز ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات) اور السلسلۃ الذہبیہ میں یہ مضمون ہے یہ سلطان شہاب الدین علی جملہ ہندیہ کابلین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے جو سلوک صوفیہ سے پہلے والئی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے خروج کرکے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام و جہاد کفار اور توہین اصنام کے ہندوستان میں تشریف لائے ہیں اور پھر بامراد و بہت سا غنیمت کا مال لے کر کابل کو مراجعت فرماہوئے آخر الامر ایسی عنایت الٰہی ہوئی کہ آپ کی توجہ سلوک طریقہ علیہ حضرات چشتیہ کے طرف مصروف ہوئی اور اس طریقہ علیہ کے بزرگوں سے مستفید ہوکر کمال کے مرتبہ کو پہنچے اور ایک عالم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب و کامیاب ہوا۔ ترک سلطنت اور قبول فقر کے بعد کوہستان کابل میں آپ نے سکونت اختیار کی اور تا مدت عمر وہاں ہی رہ کر فیض رسانی خلق میں مشغول ہوئے اور انتقال کے بعد وہاں ہی دفن ہوئے۔ چنانچہ آج تک وہ موضع شاہ معروف و مشہور ہے اور قبر مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اھ بحقیسر رلج الروابط (از تتمہ سابعہ تنبیہات) اور رسالہ عرس کل میں مع ذکر ان کے والد کے یہ مضمون ہے۔ حضرت خواجہ محمود نصیر الدین اعز الدین حسین فاروقی ابن خواجہ محمود فاروقی کی شادی سلطان مسعود غزنوی ابن سلطان محمود غزنوی کی لڑکی سے ہوئی خواجہ نصیر الدین کے بیٹے سلطان شہاب الدین علی معز الدین محمد غوری عرف فرخ شاہ کابلی نے ہندوستان میں چمنستان اسلام کو دوبارہ رونق دی ان ہی کی پشت سے حضرت قطب الاقطاب غوث العالمین رفیع الدین فاروقی عرف امام نماز شاہ تھے جن کو سلطان فیروز شاہ نے سرہند شریف کا پہلا متولی بنا کر بھیجا اور آپ وہیں بس گئے آپ ہی کی نسل سے حضرت زین العابدین فاروقی تھے جن کے ایک بیٹے حضرت عبد الصمد سے حضرت مولانا آزاد گاچھی صاحب ہیں اور دوسرے بیٹے حضرت عبد الاحد حضرت امام ربانی احمد فاروقی مجدد الف ثانی کے والد بزرگوار تھے۔ اھ ۱۲ امنہ (شمائم امدادیہ ص ٦)

فائدہ: فرخ شاہ کے نسب کی تحقیق ترجیح الراجح فصل چہلم النور بابت رمضان و شوال ۱۳۴۳ھ میں ہے جس میں ان کا فاروقی ہونا اور ان کے سلسلہ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا نہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

حال نمبر۲

اور اجداد حضرت ایشاں قلبی وروحی فداہ موضع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں مسکن گزیں تھے (شمائل امدادیہ ص ۷)

حال نمبر۳

اور حضرت صاحب مدظلہ وروحی وقلبی فداہ کے دو برادر کلاں و یک برادر و ہمشیر خورد بھی تھیں بڑے بھائی ذوالفقار علی و منجھلے فدا حسین نام تھے اور تیسرے خود حضرت ایشاں اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمشیرہ بی بی وزیر النساء نام تھیں ابھی زمانہ سن حضرت ایشاں کا صرف سات سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینی بنت حضرت شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی نے انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور وقت وفات انہوں نے حضرت کیلئے ان الفاظ میں وصیت فرمائی کہ بعد میری وفات کے میرے اس تیسرے بچہ کو کسی وقت بھی کیا بروقت تعلیم کیا کسی اور وقت اور کسی وجہ سے کبھی کوئی شخص ہاتھ نہ لگاوے اور زجر وضرب نہ کرے چنانچہ بعد انتقال والدہ ماجدہ حضرت ایشاں اس کی اس وصیت کی تعمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپ کی تعلیم کی طرف کچھ توجہ والتفات نہ ہوا۔ لیکن چونکہ تائید ربانی ابتدائے خلقت سے مربی حضرت ایشاں کی تھی۔ اس زمانہ صغرسنی میں بھی باوجود عدم توجہی و مطلق العنانی کبھی لہو ولعب نامشروع میں مشغول نہ ہوتے تھے اور اپنے باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرمایا اور اپنے شوق سے اکثر حفاظ کو استاد بنایا۔ مگر تقدیرات سے کچھ ایسے موانع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ کی نہ پہنچی یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی ۱۲۵۸ھ بارہ سو اٹھاون ہجری میں چند دن میں یہاں (یعنی مکہ معظمہ میں) اس کی تکمیل ہوگئی اور سولہ سال کے سن میں وطن شریف سے ہمراہی حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا، اسی زمانہ میں چند مختصرات فارسی تحصیل فرمائے اور کچھ صرف ونحو اساتذہ عصر کی خدمت میں حاصل کی اور مولانا رحمت علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تکمیل

الایمان شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کی قرأت اخذ فرمائی (شمائم امدادیہ ص۹) فائدہ جامع کہتا ہے کہ میں نے حافظ عبدالقادر صاحب تھانوی مرحوم سے سنا ہے کہ آپ نے خوشنویسی میر پنجہ کش سے حاصل کی حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی وصلیاں بخط نسخ میں نے دیکھی ہیں بہت ہی پرزور قلم ہے اور میں نے ایک حزب البحر اعتصام و اختتام کے حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی قاضی انعام الحق صاحب رامپوری کے پاس دیکھی جوان کے والد مرحوم کے زمانہ کی ہے اور اخیر میں اپنی اجازت کا تذکرہ مع تاریخ تحریر فرمایا ہے ہر چند کہ اس میں حضرت کا نام تو ہے نہیں مگر جہاں تک میری شناخت ہے حضرت ہی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے نہایت خوشنما ہے۔

مہارت در صنائع ضروریہ

حال نمبر ۴

جناب مخدوم العالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے جو ربط نسب کا تھا حضرت مخدوم کی نانہال ہمارے خاندان میں تھی اور بہن ان کی یہاں بیاہی تھی اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت محبت و اخلاص فرماتے جزو بندی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں نے سیکھی اور اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں باندھیں۔ (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص۵)

حال نمبر ۵

ہنوز تکمیل علوم ظاہرہ میسر نہ ہوئی تھی کہ ولولہ، خداطلبی دل اخلاص منزل حضرت ایشاں میں جوش زن ہوا اور بعمر ہیزدہ سالگی دست حق پرست حضرت مولانا نصیر الدین نقشبندی مجددی غازی دہلوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ و مرید حضرت مولانا شاہ محمد آفاق قدس اللہ سرہٗ الاقدس و شاگرد و داماد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر و نیز شاگرد حضرت مستند الوقت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انار اللہ برہانہ تھے۔

طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اوراذکار طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فرمائے اور چند دن تک اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر اجازت وخرقہ سے مشرف ہوئے بعدازاں بہ الہام غیبی وبجذبہ لذت کلام نبوی مشکوٰۃ شریف کا ایک ربع قرأۃً عاشق زار رسول انور حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی پر گزارا اور حصن حصین وفقہ اکبر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ قرأۃً حضرت مولانا عبدالرحیم مرحوم نانوتوی سے اخذ کیا اور یہ ہر دو بزرگوار ارشد تلامذہ، عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے تھے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ خاتم دفتر ششم مثنوی مولانا رومیؒ وشاگرد حکیم امت محمدیہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تھے اور مثنوی معنوی حضرت محی الدین مخدومی مولانا شیخ جلال الدین رومی قدس اللہ روحہ کو جس میں معانی کتاب وسنت کو زبان فارسی میں لاکر بطرز حمید وعنوان جدید ادا فرمایا ہے اور اس شعر میں ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

خود اس نکت عیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے طرز بیان میں شور عشق بحسن اسلوب زیادہ کیا ہے اور اس ادائے خاص میں امام العاشقین تھے اور گویا کہ جذبات الٰہیہ واسرار صمدیا ان کے لئے ودیعت رکھے گئے تھے اور اصول دینیہ اور اسرار معارف ربانیہ کو انواع الانواع طریقوں سے ظاہر ہویدا فرمایا ہے بالجملہ تعریف مثنوی معنوی جو کچھ کہ کی جاوے ایک منجملہ سو کے بھی نہ ہوسکے گی ناگزیر خاموشی کی آبروریزی نہ کرکے اس قلیل فقرات پر کہ وال کثیر پر ہیں بس کیا مولانا شاہ عبدالرزاقؒ سے قرأۃ اخذ کیا اور نمک خمیر اپنے ولولہ دل کا بنایا اور شیخ مولانا عبدالرزاق نے مثنوی معنوی کو جناب حضرت مولانا شیخ ابوالحسنؒ سے قرأۃ لیا تھا اور شیخ ابوالحسن نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی مذکور خاتم دفتر ششم سے سماعۃً قرأۃً حاصل کیا تھا۔ اور حضرت مولانا مفتی نے عالم رویا میں مصنف قدس سرہ سے

پڑھا تھا اور واسطے ختم دفتر ششم کے مامور ہوئے تھے الحاصل چونکہ حضرت ایشاں نے مطالعہ مثنوی کو بطور ورد کے معمول فرمایا تھا خاطر اقدس کو ایک حرکت بلیغ پیدا ہوئی تھی اور جوش وخروش باطنی آئینہ چہرہ انور سے ظاہر ہوتا تھا اور داعیہ تکمیل سلوک ساحت سینہ صفا گنجینہ میں جلوۂ اضطرار ڈالتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی درمیان ایک دن آپ نے خواب دیکھا کہ مجلس اعلیٰ واقدس حضرت سرور عالم مرشد اتم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں غایت رعب سے قدم آگے نہیں بڑھتا ہے کہ ناگاہ میرے جدامجد حضرت حافظ بلاقی تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میاں جیو صاحب چشتی قدس سرہ کے کردیا اور اس وقت تک بعالم ظاہر میانجیو صاحبؒ سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا بیان فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا عجیب انتشار وحیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب یہ کون بزرگوار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو ان کے سپرد فرمایا اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن حضرت استاذ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت و عنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو صاحب سے ملاقات کرو شاید مقصود دلی کو پہنچو اور اس حیص و بیص سے نجات پاؤ جناب ایشاں بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سنا متفکر ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ کیا کروں آخر بلالحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی اور شدت ﴿مسافت تو زیادہ نہیں لیکن غالباً پیادہ روی کی عادت نہ ہونے سے یا موسم کی شدت سے ایسا اتفاق ہوا ہو﴾ سفر سے حیران و پریشان چلا جاتا تھا یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے بارے بہ کشش وکوشش آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال باکمال جناب ایشاں ملاحظہ کیا صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہوگیا اور آپ سے گزر گیا اور افتاں وخیزاں ان

کے حضور میں پہنچ کر قدموں پر گر پڑا حضرت میانجیو صاحب قدس اللہ اسرارہ نے میرے سر کو اٹھایا اور اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت وعنایت فرمایا۔ کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق ویقین ہے۔

یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجیو صاحب کی ظاہر ہوئی اور دل کو بکمال استحکام مائل بخود کیا۔ الحاصل ایک مدت خدمت بابرکت جناب موصوف میں حلقہ نشین رہے اور تکمیل سلوک سلاسل اربعہ عموماً وطریق چشتیہ صابریہ خصوصاً کیا اور خرقہ وخلافت تامہ واجازت خاصہ وعامہ سے مشرف ہوئے بعد عطائے خلافت حضرت میانجیو صاحب نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا جس کی رغبت ہو وہ تم کو بخشوں آپ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے خدا کو چاہتا ہوں وہی مجھ کو بس ہے حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ یہ جواب تمکین سن کر بہت مسرور وخوش مزہ ہوئے اور آپ کو بغل گیر فرما کر علو ہمت پر آفرین کی اور دعاہائے جزیلہ وجمیلہ دین اور خود حضرت میانجیو صاحب انار اللہ ضریحہ نے ۱۲۵۹ ایک ہزار دوسوانسٹھ ہجری میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد ازاں گونہ قلب مبارک میں جذبہ الٰہیہ پیدا ہوا اور آپ آبادی سے ویرانہ کو چلے گئے مخلوق سے نفرت فرماتے تھے اور جنگل پنجاب وغیرہ میں بسر فرماتے تھے اور اکثر دولت فاقہ سے کہ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے مشرف ہوتے تھے یہاں تک کہ آٹھ آٹھ روز اور کبھی زیادہ گزر جاتے اور ذرا سی چیز حلق مبارک میں نہ جاتی اور حالت شدت بھوک میں اسرار وعجائب فاقہ مکشوف ہوتے تھے بیان فرماتے تھے کہ ایک دن بہت بھوک کی تکلیف میں ایک دوست سے کہ نہایت خلوص دلی رکھتا تھا چند روپے میں نے بطور قرض مانگے باوجود موجود ہونے کے انکار صاف کر دیا اس کی اس نااتفاقی سے تکدر وملال دل میں پیدا ہو چند منٹ کے بعد تجلی توحید افعالی نے استعلاء فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ فعل فاعل حقیقی سے متکون ہوا ہے اس وقت سے خلوص اس دولت کا زائد ہوا اور

وہ تکدر مبدل بہ لطف ہوگیا اس واقعہ کو چند ماہ گزرے تھے کہ میں مراقبہ میں تھا سیدنا جبرئیل وسیدنا میکائیل علیہما السلام کو بغایت جلال ملکانی ونہایت جمال نورانی سنبل کا کل سیاہ کندھے پر ڈالے ہوئے اور سبزہ نہ اگا ہوا دیکھا محو خودرفتہ ہوگیا جولذت کہ حاصل ہوئی احاطۂ بیان میں نہیں آسکتی اور وہ دونوں تبسم کنان وزدیدہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسی طرح چلے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ راقم (مؤلف) ہیچ کارہ نے بخدمت حضرت ایشاں قلبی وروحی فداہ عرض کیا کہ تعبیر دیکھنے ان فرشتگان اولوالعزم کیا تھی۔

ارشاد فرمایا کہ مرتبہ نزدیکی کا مجھ پر ظاہر ہوا کیونکہ دیکھنا جبرئیل کا بشارت اس امر کی ہے کہ بفضلہٖ سبحانہ حصۂ وافر علم وتعلیم وارشاد وہدایت سے مجھ کو مرحمت ہوگا۔ کہ یہ خدمت ان کو تفویض ہے اور دیکھنا میکائیل کا اشارہ ہے اس طرف کہ مایحتاج به فی الدنیا بے تکلف میسر آوے کہ قسمت اور قسم رزق کی حضرت میکائیل سے متعلق ہے۔

راقم ہیچ میرز (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ فی الواقع ایسا ہی ہوا سائل چند منٹ میں ایک ادنیٰ اشارہ حضرت ایشان سے صاحب حال ہوتا ہے ایک شخص نے راس الاذکیا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی سے پوچھا کہ حضرت مخدوم عالم حاجی امداد اللہ صاحب عالم بھی ہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ عالم ہونا کیا معنی اللہ نے ان کی ذات پاک کو عالم گر فرمایا ہے اور نیز رسالۂ آب حیات میں لکھتے ہیں میں جس وقت مکہ معظمہ میں زیارت حضرت ایشاں سے شرف اندوز ہوا بوجہ تہیدستی دین ودنیا کچھ پیش کش نہ کر سکا بجز اس کے کہ ان ہی اوراق سیاہ مسودہ کو پیش کش کر کے رسم پیش کش بجالایا۔ شکریۂ عنایت گرامی کس زبان سے ادا کروں کہ اس ہدیۂ محضرہ کو قبول فرمایا۔ اور اس کے صلہ میں دعاہائے جزیلہ فرمائیں اور تصحیح وجدانی وتحسین لسانی زیادہ کیا اور میری تسکین فرمائی کہ بسبب اپنی کم مائیگی وہیچمدانی کے اس تحریر کی صحت میں جوتردد مجھ کو تھا رفع ہوگیا پھر اب اگر کوئی یہ سمجھے ضرور تھوڑا متعجب ہو کہ کجا تحقیق وتنقیح قاسم نادان اور کجا یہ صحت وتصحیح یہ تمام نورافشانی بدولت اسی شمس العارفین کے ہے اور اس جگہ میں مثل زبان دوست وقلم

واسطۂ ظہور مضامین مکنونہ دل عرش منزل حضرت ایشان ہوا ہوں ورنہ اپنی بے عمدانی اس بے سروسامانی و پریشانی پر دو شاہد عادل ہیں جن سے انکار نہیں کرسکتا۔ انتہی بترجمۃ راقم مسکین (مؤلف) نے اکثر زبان حق ترجمان حضرت ایشان قلبی وروحی فداہ سے سنا ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ مولوی محمد قاسم مرحوم کو میری زبان بنایا تھا جیسے مولانا روم کو حضرت شمس تبریز قدس سرہ کی بنایا تھا اور نیز حضرت مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ اسی زمانہ میں مراقبے میں میں نے حضرت شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین چشتی کو دیکھا۔

قدسنا اللہ اسرارہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے ہاتھ پر زر خطیر کا صرف رکھا یہ سن کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ میں نے اس لئے قدم شریف نہیں پکڑے ہیں اور میں قوت تحمل اس خدمت کی بھی نہیں رکھتا ہوں ہاں ایک قطرہ بحار سینہ باسکینہ انوار گنجینہ حضرت والا سے چاہتا ہوں کہ سوائے معارف حضرت حق کے نہیں ہے حضرت خواجہ روح اللہ روحہ نے تسکین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت سے کوئی حاجت ضروریہ دنیویہ تمہاری بند نہ رہے گی جس قدر ضرورت ہوگی بوجہ نیک رفع ہوجائے گی فالحمد للہ کہ اس وقت سے ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ حضرت خواجہ نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا اور نیز اسی دن خدمت اشہر فقرأ زمان صاحب تمکن وعرفان مولانا سید قطب علی جلال آبادی قادریؒ میں بتقریب فاتحۂ والدہ ماجدہ حضرت ممدوح گیا تھا حضرت سید صاحب موصوف بکمال عنایت واخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ میں خود آپ کے پاس ارادۂ حاضری رکھتا تھا تا کہ تم کو بشارت پہنچاؤں اور مبارکباد دوں نسبت اس واقعہ کے جو میں نے دیکھا ہے یعنی میں نے عالم واقعہ میں تمام اولیاء کو عموماً وحضرات خواجگان چشت کو خصوصاً دیکھا ذکر تمہارا سنا ایک صاحب نے ان میں سے تمہاری نسبت فرمایا کہ مصارف ان کے بہت ہیں اور آمدنی اقل قلیل۔ اس کے جواب میں بزرگان چشت نے فرمایا قدس سرہم کہ ہاں ایسا ہی تھا۔ لیکن فی الحال واسطے رفع مایحتاج بہ ان کے لئے وظیفہ مقرر کردیا گیا ہے۔ اب جس قدر کہ حاجت ہوگی عنایت ہوا کرے گا۔

واقعہ حضرت کو خواب کے قلب سے رنج ضرور ہوتا۔ الحاصل آپ اکثر غائب سے ہوتے
رہتے تھے اور چشم خوابیدہ رہتی کہ حد درجہ کثرت سے سبب ظاہری بندش وجود تھا مگر
پھر بھی یہاں سے معلوم ہوتا کہ مستغرق ہیں مگر باوجود اس کے حضرت ایشاں سے بے تکلف
تھے اور ہر وقت بیان شدہ مریدین کی فرماتے بلکہ ان کی طرف توجہ اور التفات بھی کیا
کرتے جس کا اثر ان کے ہر ایک پر ظاہر ہوتا ہے جو کوئی کہ خاص الخاص ہے اور حسب حال
بخدمت عالی کے حاضر ہوتا ہے وہ بھی درویشی کے رنگ میں ہوتا ہے اور قصہ حضرت
نواب شیفتہ کا حال مرحوم اور نواب محمود علی خاں رئیس چھتاری مشہور و معروف ہے۔

اور یہ حالت جذب و سکر الوہی تقریباً چھ ماہ تک رہی۔ راقم مسکین نور اللہ قبرہ
بطور معرفت عرض کرتا ہے کہ میں نے ثقات سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا نہ
تھا کہ آپ کے سامنے سے گزر کرتا اور متاثر نہ ہوتا اور اس پر رعب نہ ہوتا پھر توجہ
و التفات کی حالت کا کیا ذکر اور اسی حالت ذوق و شوق میں ۱۲۴۰ ایک ہزار دو سو چالیس
ہجری قدسی میں سید کائنات اشرف مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرماتے
ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھ کر خواہش زیارت مدینہ طیبہ دل عاشق منزل میں
متمکن ہوئی یہاں تک کہ بلا فکر زاد و راحلہ کے آپ نے عزم مدینہ منورہ کر دیا اور چل
کھڑے ہوئے جب ایک گاؤں میں پہنچے آپ کے بھائیوں نے کچھ زاد و راحلہ روانہ
کیا۔ حضور نے اس کو بخوشی خاطر قبول کیا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ پنجم ذی الحجہ
۱۲۴۱ھ بارہ سو اکتالیس ہجری کو بمقام بندر لیس کہ متصل بندر جدہ کے ہے جہاز سے اترے
اور براہ راست عرفات کو تشریف لے گئے اور جملہ ارکان حج بجا لائے اور مکہ معظمہ میں
حضرت مشہور آفاق مولانا محمد اسحاق محدث حنفی دہلوی ثم المکی قدس سرہٗ و حضرت
عارف باللہ شاہ قدرت اللہ حنفی ستاری ثم المکی سے کہ کرامات و خرق عادات میں مشہور تھے
فیض و فوائد حاصل کیے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ نے چند وصایا فرمائے۔

از انجملہ یہ کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا چاہیے اور یہ کہ تا امکان خود قوت

حرام ومشتبہ سے پرہیز واجب جانے کیونکہ لقمۂ مشتبہ وحرام سے برابر نقصان ہے اور مراقبہ **الم یعلم بان اللہ یریٰ** تعلیم فرمایا کہ ملاحظہ معنے صورت رویت حق تعالیٰ خود کو ملاحظہ کرے اوراس پر مواظبت رکھے تاکہ وجدان صورت ملکہ کا ہووے۔اور دوسری باتیں تعلیم فرمائیں اوراپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اورفرمایا کہ فی الحال بعد زیارت مدینہ طیبہ تمہارا ہند کا جانا قرین مصلحت ہے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ تمام تعلقات منقطع کرکے اور بہ ہمت تمام یہاں آؤگے۔البتہ چندے صبر ضروری ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ کا راستہ مامون تھا۔اورکوئی شورش بدویوں وغیرہ کی نہ تھی اورآپ کے دل شوق منزل وسخت اضطراب وقلق مدینہ طیبہ کی حاضری کا تھا کہ علت غائی اس سفر کی تھی۔خیال تھا کہ اگر وہاں جانا نہ ہوا تو گویا تمام محنت مفت رائیگاں ہوئی۔بالآخر آپ نے یہ انتشار بحضور جناب سید قدرت اللہ وسابق الذکر سے عرض کیا حضرت سید صاحب نے تسکین فرمائی اور چند بدوی مریدان خود کو آپ کے سپرد کیا اورحکم دیا کہ بحفاظت تمام ان کو مدینہ طیبہ لے جاؤ اوران کے قلب کو کوئی رنج نہ پہنچنے پائے کیونکہ ان کے ملال سے تمہاری عاقبت کی خرابی متصور ہے مولانا فرماتے ہیں۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد تادل صاحبدلے نامد بدرد

بالجملہ آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اوردل میں خیال آیا کہ اگر کوئی عامل کامل وعارف واصل بلامیری طلب کے اجازت پڑھنے درود تنجینا کی دیتا تو بہت اچھا ہوتا بارے بفضلہٖ تعالیٰ اس جوار پاک شاہ لولاک میں پہنچے اورشرف جواب صلوٰۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے اور عارف خدا حضرت شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی ثم المدنی سے ملاقات فرمائی اوراپنے شوق دلی کا نسبت قیام مدینہ منورہ کے اظہار فرمایا حضرت شاہ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ ابھی جاؤ چندے صبر کرو پھر ان شاء اللہ یہاں بہت جلد آؤگے اور صاحب جذب واحسان حضرت مولانا شاہ گل محمد خان صاحبؒ سے کہ متوطن قدیم رامپور تھے اورعرصہ تیس سال سے مجاور روضۂ

شریف تھے ملاقات کی اور ان کی خدمت سے بہت فوائد حاصل کئے اور حضرت خانصاحب موصوف نے بلا ذکر وطلب اجازت درود تنجینا کی دی کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر اس قدر میں بھی وقت نہ ہو تو اکتالیس بار تو ضرور پڑھا کرو اور ہرگز ناغہ نہ ہونے پائے کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

راقم (مؤلف) کہتا ہے کہ حضرت نے کمال خادم نوازی سے مجھ کو اس درود شریف ودیگر فوائد کی اجازت عطا فرمائی اور فقیر نے اس کو اپنا معمول کرلیا ہے اور بہت کچھ فوائد پاتا ہے اور درمیان روضہ شریفہ ومنبر کریمہ کہ **روضہ من ریاض الجنة** اس کی شان ہے مراقبہ فرمایا معلوم ہوا کہ آنحضرت وقبر مقدس خود سے بصورت حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ نکلے اور عمامہ لیا ہوا اور وتر اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے تھے میرے سر پر غایت شفقت سے رکھ دیا اور کچھ نہ فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ یہ عبارت ہے اجازت مطلقہ آنجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پیچیدہ وتر ہونا عمامہ کا اشارہ ہے طرف سلوک بعد جذب وتمکین بعد تلوین وبقا بعد فنا کے ونیز مجموعہ اشارہ اجازت واپسی وطن کا ہے۔ پس جبکہ یہ اشارہ ہو چکا تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور بفضلہ تعالیٰ بعافیت تمام مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں داخل ہوئے اور چند دن مکہ معظمہ میں رہ کر وطن کو روانہ ہوئے اور چند دن میں اللہ کی مدد سے وطن میں آپہنچے۔ اور دیدۂ منتظران کو ترو تازگی بخشی۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۱)

فائدہ

اور اس سے اوپر کے حال میں حزب البحر کی جس اجازت کا ذکر ہے اس کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی سفر کا واقعہ ہے چنانچہ وہ عبارت خاص حضرت کی لکھی ہوئی یہ ہے اجازت ایں حزب البحر از زین الدین بن محمد از اولاد حضرت خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ بتاریخ ہفدہم ربیع الثانی ۱۲۶۰ روز یکشنبہ بمقام مخہ رسیدہ گرفتہ شدہ است اور معلوم ہوتا ہے کہ پھر مخہ سے بندر لیس پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو اترے جس کا ذکر

اس حال میں ہے واللہ اعلم اور یہ امر قابل غور ہے کہ ان دو مدتوں کے درمیان ڈیڑھ برس ہوتا ہے۔ تو ڈیڑھ برس کہاں قیام رہا شاید یہ پنجم ذی الحجہ بھی ۱۲۶۰ھ ہی کا ہو تو اس صورت میں دوسرا سوال ہوگا کہ آگے نغمہ سوم شمائم میں معاودت ۱۲۶۲ھ میں لکھی ہے شاید وہ ۱۲۶۱ھ ہو اور ظاہراً اس تعارض میں حضرتؒ کی تحریر کو ترجیح ہوگی اور تعارض کو سہو ناقل پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

حال نمبر ۵

اعلیٰ حضرت فاروقی نسب حنفی المذہب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حافظ سید السادات العظام افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیہ مظہر الفیوضات المرضیہ معدن المعارف الالٰہیہ مخزن الحقائق مجمع الدقائق سراج اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین سلاسل اربعہ میں مشائخ اعلام سے بیعت چمنستان حب الٰہی کے پھول گو ظاہری علم شریعت میں علامہ دوران اور مشہور زمان مولوی نہ تھے مگر علم لدنی کے جامہ عنبر شامہ سے آراستہ اور نور عرفان وایقان کے زیورات سے سراپا پیراستہ شیخ وقت قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کو محیط انوار و برکات اور مطرح فیوض و تجلیات بنائے ہوئے تھے۔

خلقۃ یہ ضعیف و نحیف خفیف اللحم اس پر مجاہدات و ریاضات اور تقلیل طعام و منام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ہے جس کے باعث آخر میں کروٹ تک بدلنا دشوار تھا۔ آپ کا دل عشق منزل ہر وقت نشہ لقاء میں سرشار تھا۔

ایام غدر میں قصہ فساد و الزام بغاوت کے زمانہ میں مکہ معظمہ ہجرت فرمائے ہوئے اور کل چوراسی سال تین مہینہ بیس روز گوشہائے عالم دنیا کو منور فرما کر بارہ یا تیرہ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ بروز چارشنبہ بوقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ (مقبرہ مکہ معظمہ) میں مولوی رحمت اللہ کی قبر کے متصل مدفون ہوئے۔ اتاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ.

اعلیٰ حضرت گھر سے خوشحال اور موروثی جائیداد کا معقول حصہ پائے ہوئے تھے۔ جو بظاہر الحال گذران معیشت کے لئے کافی ووافی سامان تھا۔ مگر آپ کا قلب سلیم چونکہ بالطبع زہد وتوکل کا شیدا تھا اس لئے آپ نے اپنی ساری جائیداد سکنی و زرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کردی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنایا تھا۔ اعلیٰ حضرت زاویہ خمول کی زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گزاری کی جانب بہت راغب تھے اس لئے ہمیشہ اپنے کوچہ پایا اور علیحدگی ویکسوئی کو اخفاء وکتمان حال کا سبب بنایا۔ مگر بقول۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے۔ خدائی مخلوق نے جبہ سائی کو فخر سمجھا۔ اور جیسا کہ دین کا اپنے زمانہ ولادت سے حال رہا ہے۔ غربا ومساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی مجبوراً امتثالاً للامر آپ طالبین کو بیعت فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بھاوج نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائیداد آپ منتقل فرماچکے خود توکل پر بعسرت وفقر گذران ہے پھر اس پر مہمانوں کی کثرت اور نو وارد مسافروں کی زیادتی گو آپ کو بار نہ معلوم ہو۔

مگر میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں اس لئے آج سے جتنے مہمان آئیں ان کی اطلاع غریب خانہ پر فرمادیں ان کا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئے گا اول تو اعلیٰ حضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں میرے مہمان ہیں ان کی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے۔ مگر آخر بھابی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے ساتھ تھا آپ نے قبول فرمالیا اور اس روز سے مہمانوں کا کھانا دونوں وقت وہاں سے آنے لگا اعلیٰ حضرت کی بھاوج کا حسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگدل نہ

ہوتی تھیں۔ ایک دن اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔

اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر کا ظہور حضرت امام ربانی محدث گنگوہی سے شروع ہوا اس لئے علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ کے بعد چاردانگ علام سے جوق جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیٰ حضرت کو علماء کا شیخ وراہبر بننے میں وہ رتبہ علیا حاصل ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں سلفاو خلفا شاید ایک دو مل سکے اس رویا صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں۔ ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم (تذکرۃ الرشید ص ۴۵)

استفادہ علماء وقبول مشائخ تا زمان ہجرت

حال مشتمل بر قصہ بیعت حضرت گنگوہیؒ امام ربانی قطب صمدانی

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ تھانہ بھون میں داخل ہوتے ہی اول پیر محمد والی مسجد میں پہنچے دیکھا کہ ظہر کی نماز ہوچکی ہے اور اعلیٰ حضرت اپنی سہ دری میں بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں۔ حضرت مولانا حاضر خدمت ہوئے اور ختم تلاوت پر سلام مسنون عرض کر کے بیٹھ گئے اس سے قبل غالباً ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ گنگوہ اور ایک مرتبہ گزرگاہ وطن جا کر تھوڑی دیر کے لئے تھانہ بھون میں اعلیٰ حضرت کی زیارت ہوئی تھی۔ یہ پانچویں ملاقات تھی مگر یوں کہنا چاہئے وطن میں اعلیٰ حضرت کے مہمان بن کر حاضری کا عمر بھر میں آپ کو پہلا اتفاق تھا۔

اعلیٰ حضرت نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غایت درجہ خاطر و مدارات فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے حضرت امام ربانی نے (ایک عالم کے ساتھ) مناظرہ کا قصد ظاہر کیا اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہاہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں بڑے ہیں بس مباحثہ کا تو اسی جگہ فیصلہ ہوگیا اور حضرت یہ کہہ کر خاموش ہوگئے کہ حضرت آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے موقع پا کر بالفاظ مناسب بیعت ہونے کی درخواست کی اعلیٰ حضرت اطاب اللہ ثراہ نے عادت شریفہ کے موافق بیعت میں تامل ہی نہیں فرمایا بلکہ طلب صادق کو امتحان کی کسوٹی پر کس نے اور اعتقاد وشوق بڑھانے

کے لئے صورۂ انکار کے لفظ زبان پر لائے یہاں سوائے اخلاص وشوق کے کیا تھا قطبیت کا جامہ پہننے والا ایک جسم تھا جو سرتا پا طلب بنا ہوا تھا نخوتِ علم وتکبر مولویت نام کو بھی نہ تھی اور جو کچھ تھی وہ پہلی ہی گفتگو پر نکل چکی تھی۔

پس نتیجہ امتحان یہ تھا کہ جتنا ادھر سے انکار تھا اسی قدر ادھر سے اصرار اور جس قدر اس جانب سے استغناء کا برتاؤ تھا اتنا ہی اس طرف سے احتیاج وافتقار کا اظہار چونکہ پیران عظام ہمیشہ طالب صادق اور ہونہار کی تلاش میں رہتے ہیں۔اس لئے انہیں امتحان والے دو تین دن میں ایک دوسرے بزرگ نے بھی جن سے مناظرہ کرنے تشریف لائے تھے طرح طرح سے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفه۔صاحب دل کا ایک دل چونکہ ایک کا ہولیا تھا اس لئے نہ پھرنا تھا نہ پھرا اور ثابت قدم کوہ استقلال کے پاؤں ایک مخصوص آستانہ کی جانب لپک چکے اور امدادیہ دربار گہربار میں جم چکے تھے اس لئے نہ گئے تھے وڈگے چنانچہ اسی اثناء میں حافظ ضامن صاحب شہیدؒ آپ سے آنے کا سبب اور حال پوچھنے لگے تو آپ نے بے اختیار فرمایا جو ہر دل کا میلان ہے وہ قبول نہیں کرتے دوسرے اپنی طرف کھینچتے ہیں عجب قصہ ہے جناب حافظ صاحب نے دلاسا دیا اور فرمایا کہ ابھی جلدی کیا ہے چند روز ٹھہرو یہاں کے حالات دیکھو آخر جب آپ کی پختگی ہر طرح ظاہر ہوگئی تو جناب حافظ ضامن صاحبؒ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سفارش کا اجر حاصل فرمایا اور تھانہ کی حاضری سے دو تین روز کے بعد آپ کو سلاسل اربعہ میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہونے کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ذکر وشغل اور محنت ومجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا اور نہ رات کو اٹھا جائے اعلیٰ حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے اس مذکورہ پر کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت پیر کیا ہوا؟ تو

آپ نے جواب دیا اور عجیب ہی جواب دیا کہ "پھر تو مرمٹا" القصہ حضرت مولانا قدس سرہ منظوری شرط کے بعد بیعت ہوئے اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو بارہ تسبیح تلقین فرمادیں۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے وہ چارپائی جس پر آپ استراحت فرماتے تھے آپ پلنگ کے پاس بچھوالی اور آرام فرمایا۔

آخر شب میں جب اعلیٰ حضرت حسب معمول اٹھے تو حضرت مولانا کی بھی آنکھ کھل گئی مگر چونکہ بیعت کے وقت شرط ہوچکی تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے کچھ فرمایا کہ اٹھ بیٹھو یا بتلائی ہوئی دوازدہ تسبیح کا ذکر کرو لیکن قدس نفس شیخ کا پگھلا دینے والا اور کام کرنے والا سریع الفنوز فیضان پہلے ہی اپنا اثر کر چکا تھا ادھر موثر ذی التاثیر ادھر متاثر کمال درجہ وقابل تاثر اور دونوں پر طرہ مواجہت واتصال بھلا کسی طرح ممکن تھا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ بستر پر لیٹے رہتے یا نیند آجاتی دو چار کروٹیں آپ نے ضرور بدلیں اور کسی درجہ میں چاہا بھی کہ نیند آجائے مگر حق تعالیٰ کو آپ سے جو کام چند ہی روز بعد لینا منظور تھا اس کے اسباب قریبہ اسی پہلی رات سے پیدا ہونے مقدر تھے۔ پس نہ آپ کی آنکھ لگی اور نہ آپ اس ناگوار ومضطرب حالت اضطجاع وتقلب کے متحمل ہوسکے آخر خود ہی اٹھے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے ایک گوشہ میں اعلیٰ حضرت اپنے کام میں مشغول تھے دوسرے گوشہ میں آپ جاکر کھڑے ہوئے بہ نیت تہجد نوافل ادا کئے اور ذکر نفی واثبات بالجہر شروع کردیا حضرت قدس سرہ نے جس وقت اس قصہ کا خود تذکرہ فرمایا تو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آخر کار میں نے ذکر بالجہر شروع کیا گلا اچھا تھا بدن میں قوت تھی صبح کو جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اس کی ممانعت کی معلوم ہوئی یہ پہلا صلہ تھا جو شیخ کی زبان سے بہ تفاول نیک غیبی بشارت بن کر آپ کو ایک شب کی قلیل محنت پر عطا ہوا تھا۔ جس کا ادنیٰ ثمرہ یہ تھا کہ تاوصال حضرت مولانا قدس سرہ بارہ تسبیح منجملہ دیگر مراقبہ ومشاغل کے ایسی ہلکی آواز کے

ساتھ ذکر فرماتے رہے کہ جس کو حجرہ کے پاس بیٹھنے والا سن سکتا تھا بمقتضائے احب الاعمال مادیم علیه الحدیث خدا کے نزدیک اس ذکر بالجہر کی کس درجہ محبوبیت وپسندیدگی ہوگی جس کی مواظبت ابتدائی گھڑی سے انتہائی ساعت تک رہی ہو۔

ناظرین! حضرت قطب العالم قدس اللہ سرہ کے اس وقیع الشان فقرہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو خادم کے دریافت کرنے پر آپ کی سچی زبان سے ظاہر ہوا ''پھر تو مرمٹا'' صفحہ ہستی پر آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر قلم اذعان سے کندہ کرنے کے لائق ہے حقیقت میں حضرت مولانا اس کے بعد ہی مٹے آپ نے اپنے نفس کو مار دیا ہوائے نفس کو ملیامیٹ کر دیا جس پاک نام سیکھنے کا قصد کیا تھا اس میں کھپ گئے فنائیت حاصل کی اور اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ فناء عن الفناء پر پہنچے کہ اپنی فنائیت سے بھی بخبر اور فانی محض بن گئے آپ کے صفا کیش دل عشق منزل کا تیز پرواز پرندہ آستانہ امدادیہ پر حب الٰہی کا ایسا مقید وگرفتار ہوا جیسا لاسہ کا پکڑا اطیر یا قفس میں بند ہوا جانور کہ باوجود گھر کے تقاضوں اور اقارب کے بار بار بلادوں کے آپ تھانہ سے باہر نہ نکل سکے اور گو حاضری کے وقت قیام کا مطلق قصد یا خیال نہ تھا مگر دل کے ہاتھوں مجبور اور قدرت کے دست تقدیر سے معذور چلہ پورا کرنا پڑا اور روز بھی رہا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا اور کل نہیں پرسوں چلا جاؤں گا اگر کبھی ادھر سے اجازت کی طلب ہوئی تو اعلیٰ حضرت کا یہ جواب تھا کہ چلے جانا آج نہیں کل سہی اور اگر کسی وقت ادھر سے استفسار ہوا کہ کب جاؤ گے تو حضرت کی طرف سے یہ جواب تھا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا نہ ان کا جانے کو جی چاہے نہ ان کا بھیجنے کو دل چاہے۔

الفت کا جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی دردمند
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی
عشق اول در دل معشوق پیدا می شود
گر نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

یہاں تک کہ آپ کو بیعت ہوئے اور ذکر بالجہر کرتے ایک ہفتہ گزرا تھا کہ آٹھویں دن شیخ العرب والعجم کی جانب سے دوسرا صلہ عطا ہوا اور واقع ہونے والی غیبی بشارت بایں الفاظ صادر ہوئی کہ ''میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی۔ وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے حضرت قطب العالم قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وقت بہت ہی متعجب ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ وہ کونسی چیز ہے جو اعلیٰ حضرت کو حق تعالیٰ نے دی تھی اور مجھے عطا ہوئی آخر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا تھا یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مولانا کا یہ سفر زیادہ تر بہ نیت مباحثہ فقیہہ تھا اور آپ جن دو کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے۔ انہیں میں تھانہ بھون چلے آئے تھے۔ نہ دوسرا جوڑا ساتھ تھا اور نہ قیام کی نیت تھی کہ نیا بنوالیں محض بلا قصد وارادہ ٹھہرنا پڑا کچھ اوپر چالیس دن اس لئے جب کپڑے زیادہ میلے ہو گئے تو ان کو خود ہی دھولیا ورنہ میلے ہی پہنے رہے آخر اسی فیضان صحبت و مشغلہ ذکر میں چالیس دن پورے ہوئے اور حضرت قطب العالم قدس سرہ بخار میں مبتلا ہو گئے اور ادھر علالت کے باعث یہ خیال کہ اعلیٰ حضرت پر تیمارداری وخدمت مرض کا بار ڈالنا خلاف ادب ہے اور ادھر گھر والوں کے شدید تقاضوں پر تقاضے کیونکہ جو دن گزرتا تھا۔ متعلقین کا فکر بڑھتا اور خدا جانے کیا کیا وسوسے پیدا ہوتے تھے کہ بیٹھے بٹھائے بلا سامان سفروزادراہ ایک دن کو تھانہ گئے تھے۔

سبب کیا کہ ہفتے لگا دیئے اور گھر کا نام نہیں لیتے اس لئے حضرت امام ربانی نے اعلیٰ حضرت سے رخصت چاہی اور اعلیٰ حضرت نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ پورے بیالیس روز ختم فرما کر حضرت مولانا صاحب تھانہ بھون سے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت بہ نفس نفیس معہ دیگر متعلقین کے ایک جم غفیر میں بغرض مشایعت مسنونہ روانہ ہوئے اور تھوڑی دور تک ہونہار مسافر مہمان کے ساتھ ساتھ تشریف لے چلے حضرت مولانا کا اصرار تھا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں مجھے آپ کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے اور

اعلیٰ حضرت کا دل یہ چاہے کہ جہاں تک بھی طاقت یاری ہے ساتھ چلیں آخر دونوں خادم ومخدوم معہ دیگر ہمراہی احباب وہمعصر اصحاب کے پاپیادہ روانہ ہوئے اور سواری کی بہل خالی کبھی پیچھے اور کبھی آگے چلتی رہی اعلیٰ حضرت کی پدرانہ شفقت اور سادگی کے ساتھ مربیانہ محبت کا یہ اقتضا کہ مولانا سواری میں سوار ہو جائیں کیونکہ عشق کی اندرونی حرارت کے ساتھ بخارزدہ بدن کا ضعف راحت کا طالب ہے اور سعید ورشید مولانا کے غایت تادب وتکریم اور عجز وانکسار کے ساتھ خوردانہ توقیر وتعظیم کا یہ مقتضی کہ گو اعلیٰ حضرت کا قدم قدم سرچشمہ وصل وآبحیات ہونے کی وجہ سے ذریعہ فلاح دین ودنیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ قدوم منت لزوم بجائے زمین کے آپ کے دل محروق پر چل رہے اور عزت کے ساتھ کلفت کا سبب ہو رہے تھے اس لئے کچھ عجیب سماں تھا کہ نہ امام ربانی حضرت مولانا قدس سرہ غایت ادب کے باعث سواری پر سوار ہو سکتے ہیں اور نہ اعلیٰ حضرت اپنے لاڈلے روحانی بیٹے کی درخواست پوری فرما کر واپس ہوتے ہیں یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت ہی بایں خیال کہ بیماری کی حالت میں پاپیادہ چلنا مبادا چاہتے دینی بیٹے کی کلفت وماندگی اور زیارت مرض کا باعث ہو ٹھکے اور یہ مجمع کو وہیں کھڑا کر کے حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب علیحدہ لے گئے اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا حضرت امام ربانی فرماتے تھے کہ میں نے عرض کیا مجھ سے کون درخواست کرے گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تمہیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلے سفر کی آخری ملاقات کے وقت حضرت مولانا قدس سرہ کو عطا ہوا یہ وہ عطیہ ہے جس کے حاصل کرنے کی غرض سے آستانہ ڈھونڈے جاتے اور برسوں پیران عظام کی جوتیاں سیدھی کی جاتی ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ص ۷۴ ج ۱)

حال تتمہ سابق

مولانا کو وطن واپس ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ ایک عفت مآب نیک دل عورت نے آپ سے بیعت کی درخواست کی امام ربانی نے طبعی تواضع کے سبب

درخواست نامنظور فرمادی اور ٹال دیا خدا کی شان کہ اعلیٰ حضرت نانوتہ تشریف لے جانے کی نیت سے روانہ ہوئے اور اسی سفر میں گنگوہ حضرت مولانا قدس سرہ کے پاس قیام فرمایا صاحب نصیب عورت کو اپنے درد کا درمان حاصل کرنے کیلئے اس سے بہتر موقع کہاں مل سکتا تھا کہ پیر کی بے اعتنائی کا گلا دادا پیر سے کیا جائے اور باپ کی شکایت ہو تو جد بزرگوار سے ہو پس اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ دیکھئے حضرت میں مرید ہونا چاہتی ہوں اور مولانا بیعت قبول نہیں فرماتے اب کیا تھا اعلیٰ حضرت کے لطافت آمیز سوال تھے کہ کیوں صاحب سائل کی درخواست کیوں منظور نہیں ہوتی اور حضرت مولانا شرم سے پسینہ ہوئے جاتے تھے اگر جواب تھا تو کبھی یہ کہ حضرت میں اس قابل نہیں یا اس طرح کہ آقائے زمانہ تشریف فرماتے غلام کی کیا طاقت کہ کسی کا آقا بنے مگر اعلیٰ حضرت بار بار یہی فرماتے تھے کہ جب کسی کو تم ہی سے عقیدت ہو تو وہ میرا مرید ہو کر کیا نفع اٹھائے گا خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت اٹھے اور امام ربانی کو اپنے ہمراہ درخواست کنندہ عورت کے مکان پر لائے اور فرمایا لو میرے سامنے بیعت کرو۔ (مختصر تذکرۃ الرشید ص۵۳ ج۱)

حال: بعد از انکہ بفضلہٖ تعالیٰ سفر حج سے بعافیت تمام ۱۲۶۲ھ بارہ سو باسٹھ ہجری میں وطن کو معاودت فرمائی لوگوں نے اصرار و کوشش واسطے بیعت لینے کے کرنا شروع کیا اولاً جناب ایشاں نے انکار فرمایا اور چندے اس پر اقدام نہ فرمایا کیونکہ انتظام حکم و اجازۃ غیبی کا تھا یہاں تک کہ ایک بار تھانہ بھون میں خواب دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع خلفاء راشدین و دیگر اصحاب کرام تشریف رکھتے ہیں اور حضور موصوف کی عنایت و شفقت بے انتہا اپنے حال پر مبذول دیکھی نیز دیکھا کہ زوجہ شیخ فدا حسین والدۂ حافظ احمد حسین مہاجر و امین حجاج مقیم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً برائے حضرت ایشاں اپنے مکان میں کھانا پکا رہی ہیں۔

آنحضرت ان مرحومہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اٹھ تا کہ میں مہمانان امداد اللہ کے واسطے کھانا پکاؤں کہ ان کے مہمان علماء ہیں۔ یہ خواب بشارت تھی

اجازت لینے بیعت کی۔ اور اسی جگہ سے ثابت ہوا کہ اس دن سے ہجوم علماء وطلباء زیادہ سے زیادہ ہو پھر دوبارہ اشاعت غیبی اس بشارت غیبی کی تائید میں ہوئی اور فہمائش ارباب معارف عموماً حضرت پیر بھائی حافظ محمد ضامن صاحب نور اللہ مرقدہ خصوصاً اس پر موکدتر ہوئی چار وناچار بیعت لینا شروع فرمایا۔ اولاً چند آدمیوں سے عوام سے بیعت کی بعدازاں اول جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل وکمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ ﴿شمائم کے اس مضمون کی تحریر کے وقت حضرت زندہ تھے﴾ تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں گوئے سبقت لے گئے۔ بعدازاں وارث علوم دینی حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف اسرار دقائق علوم الٰہیہ میں ایک آیت آیات الٰہی سے تھے منتظم سلسلہ بیعت ہوئے نور اللہ صریحہ بعد ان کے بعد علامہ عصر حضرت مولوی عبدالرحمٰن کاندھلویؒ و حضرت مولوی محمد حسن پانی پتی و جامع علوم الٰہیہ وعالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اول مدرسہ دیوبند نور اللہ مضجعہ حضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نور اللہ مرقدہ وحضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری وجناب ادیب ادیب فقیہہ لبیب محدث اجل مفر الجبل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری اوہمہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاضاتہ وعالیجناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مراد آبادی و صاحب تالیفات کثیر وحضرت الحاج المولوی محی الدین خاں میسوری و مدرس بے نظیر وخوش تقریر حضرت الحافظ الحاج مولانا احمد حسن ڈسکوی پٹیالوی مدرس اول مدرسہ دارالعلوم کانپور سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہٗ وحضرت الحاج المولوی نور محمد مرحوم ومغفور وحضرت الحاج المولوی محمد شفیع نورنگ آبادی بلندشہری وحضرت الحاج المولوی عنایت اللہ المالوی و حضرت جامع فضل وکمال الحاج مولانا صفات احمد غازی پوری وحضرت فاضل متورع متقی الحاج محمد افضل ولایتی وحضرت ذکی رضی فاضل نقی الحاج مولانا السید محمد فدا حسین

رضوی محی الدین نگری سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ وغیرہم رزقہم اللہ سبحانہ صلاوۃ الایمان وختم اللہ علیہم علی الایمان والعرفان داخل طریقہ حضرت ایشاں ہوئے اور سلسلۂ مسترشدین میں آئے اور اکثر مجمع طائفہ ﴿گوان علماء میں بعض مسائل میں اختلاف بھی رہا ہے مگر یہاں صرف مقصود یہ ہے کہ علماء بکثرت داخل سلسلہ ہوئے تو اس اختلاف سے اس مقصود میں کوئی قدح لازم نہیں آتا۔ منہ﴾ علمائے سے تھے اور روز بروز ان کی جماعت زیادہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حد احصاء سے متجاوز ہوگئی اور اسی زمانہ میں بوجہ ہجوم واژدحام خلائق طبع گرامی بوجہ کشش غیبی کبھی کبھی سفر کو پسند فرماتے تھے۔ لیکن نفس نفیس سے تعین کسی مقام کا نہ فرماتے تھے۔

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست　　می بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آپ کا مصداق حال تھا اور اکثر انتہائے سفر بسمت پیران کلیر ودہلی بغرض زیارت قطب الدین بختیار کاکی قدسنا اللہ باسرارہ ودیگر بزرگان کے کہ ان مقامات میں آسودہ ہیں۔ ہوتا تھا اور بمقام پانی پت واسطے زیارت حضرت شیخ شمس الدین پانی پتی وحضرت شیخ کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتی کے جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی دوسرے مقامات میں بطریق ندرت اتفاق ہوتا تھا۔ اور اکابر علماء واولیاء اس نواح سے رسم محبت غالب تھی علی الخصوص شہر علماء واکبر اولیاء قطب فرید ووحید شیخ شیخی جناب حضرت الحافظ الحاج المہاجر مولانا الشاہ عبدالغنی الحنفی المجد دی الدہلوی المدنی برادر اصغر حضرت مولانا شاہ احمد سعید مذکور رحمہما اللہ تعالیٰ برحمتہ الواسعۃ سے رابطہ خلوص و اتحاد بہت زیادہ تھا۔ اور تا زمانہ وفات ان حضرات کے بعد نہایت گرم مجلس رہی اور حضرت شاہ حسن عسکری نظامی دہلوی نوراللہ مضجعہ وبردمضجعہ وحضرت مولوی محمد حیانت نظامی دہلوی نوراللہ ضریحہ وغیرہما سے بھی محبت وخلوص بغایت اختصاص تھا اور اس زمانہ میں شراب عشق الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں بکمال غلیان تھی۔ اور میں نے ثقات سے سنا ہے کہ مستقل مزاجوں کو حلقہ توجہ حضرت ایشاں میں ضبط آہ ونالہ وگریہ بکا کرنا امکان میں نہ تھا تو ناقصوں کا کیا ذکر۔ مجلس شریف ہردم وہر آن گرم رہتی تھی اور

جو کوئی شخص دو چار منٹ کو بغرض ضرورت دنیاوی یا دینی حاضر خدمت بابرکت ہوتا تھا کچھ نہ کچھ حاصل کرتا تھا و لنعم ماقیل . والارض من کاس الکرام نصیب۔

اور اسی درمیان میں غایت جوش دلی سے خیال ہجرت دل عرش منزل میں جمنے لگا اور حلقہ نشیناں کو ایک کیفیت معلوم ہونے لگی لیکن حکم غیبی سے چارہ نہ تھا اور وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آتا تھا یہاں تک کہ زمانہ غدر ہندوستان میں مشیت حق سبحانہ وتعالیٰ اس پر متوجہ ہوئی اور یہ آرزوئے دیرینہ (ہجرت کی) مدت دراز سے کانوں سینہ میں شعلہ زن تھی ۱۲۷۶ھ بارہ سو چھہتر قدسی میں ظاہر ہوئی اور تمام مدت قیام حضرت ایشاں بہ ہندوستان بطریق تعلیم وارشاد چودہ سال ہوئے بعدازاں وہ آفتاب ہدایت وارشاد مکہ معظمہ میں طالع ہوا (شمائم امدادیہ ص ۲۵)

مقدمات ہجرت حال بعض واقعات زمانۂ بدامنی ہندوستان

انہیں ایام روپوشی میں مولانا قاسم العلوم کو ایلیا، کھتلہ، لاڈوہ، پنجلاسہ اور جمنا پار کئی دفعہ آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ اور امام ربانی (مولانا گنگوہی) قدس سرہ نے قیام زیادہ تر گنگوہ یا رامپور میں کیا مگر اپنے ہادی برحق کی ہندوستان میں آخری زیارت کے شوق سے بیتاب ہو کر انبالہ، بنگری اور پنجلاسہ کے سفر کو اٹھے اور مستور الحلل مخفی طور پر اس حق کو ادا فرما کر واپس وطن ہوئے اس زمانہ کی کیفیات ایسی عجیب وغریب گزری ہیں کہ اگر کھلی کرامتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے تو کئی ورق چاہئیں اس لئے ان کو تفصیلاً چھوڑتا ہوں اور ضروری مضمون پر اکتفا کرتا ہوں۔ تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہو چکا تھا۔ اس لئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ ودو میں پھرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے وطن کو خیرباد کہی اور بہ نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ مولانا گنگوہی سے زیادہ تعلق تھا اس لئے آخری ملاقات ہند کیلئے گنگوہ تشریف لائے۔ اس وقت حضرت مولانا قدس سرہ کی عفت مآب صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب

صاحب والدہ ماجدہ کی عمر دو سال کی تھی جس وجہ تھجلا سہ ضلع انبالہ میں پہنچے ہیں تو راؤ عبداللہ خاں رئیس کے اصطبل اسپاں کی ویران و تاریک کوٹھڑی میں مقیم تھے ایک روز اسی کوٹھڑی میں وضو فرما کر چاشت کی نماز کے ارادہ سے مصلی بچھایا اور جان نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں۔

راؤ عبداللہ خاں اعلیٰ حضرت کے بڑے جاں نثار خادم اور مشہور مرید ہیں گھر کے خوشحال زمیندار اور سرکار کے نزدیک باوجاہت شخص سمجھے جاتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ اعلیٰ حضرت پر جو الزام لگایا گیا ہے اس کے قائم ہوتے اپنا مکان کھول دینا دنیاوی حیثیت سے کس درجہ خطرناک ہے کیونکہ باغی کی اعانت بھی سرکاری بغاوت میں شمار ہے مگر اس کے ساتھ ہی غلبہ حب دین اور فرطِ عشق میں اس درجہ مغلوب تھے کہ نہ مال کی پرواہ تھی نہ جان کی۔ خدا کی شان کہ جس وقت راؤ عبداللہ خاں اعلیٰ حضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھڑی سے باہر نکلے اور پٹ بند کر کے اصطبل کے دروازہ کے قریب پہنچے ہیں تو سامنے سے دوش کو آتے دیکھا اور ہکا بکا ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے خدا جانے مخبر کون تھا۔ اور کس بلا کا پتلا تھا۔

جس نے عین وقت پر روپوشی کی کوٹھڑی تک معین کر دی تھی۔ چنانچہ دوش اصطبل کے پاس پہنچی اور افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپایا۔ جہاں دیدہ و تجربہ کار راؤ صاحب دور ہی سے تاڑ گئے تھے کہ ایں گل دیگر شگفت مگر نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن اپنی جان یا عزت کے جانے ریاست و زمینداری کے ملیامیٹ ہونے اور ہتھکڑیاں پڑ کر جیل خانہ پہنچنے یا پھانسی پر چڑھ کر عالم آخرت کا سفر کرنے کی تو مطلق پرواہ نہ تھی اگر فکر و رنج یا حزن و افسوس تھا تو یہ کہ ہائے غلام کے گھر ہے اور آقا گرفتار ہو اور عبداللہ خاں کی نظر کے سامنے اس کا جان سے زیادہ شیخ پابزنجیر کیا جائے مگر اس کے ساتھ ہی راؤ صاحب ایک جوانمرد مستقل مزاج نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں

دابا اور چہرہ یا اعضاء پر کوئی بھی اثر اضطراب کا محسوس نہ ہونے دیا۔ مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھادیا۔ وہاں کا افسر گھوڑے سے اترا اور یہ کہہ کر کہ میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سنی ہے اس لئے بلا اطلاع یکا یک آنے کا اتفاق ہوا اصطبل کی جانب قدم اٹھائے راؤ صاحب بہت اچھا کہہ کر ساتھ ساتھ ہو لئے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کی افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پا کر کبھی مخبر کی دروغ گوئی کا غصہ اور گاہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہاں تک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اس حجرہ کی طرف بڑھا۔ جس میں اعلیٰ حضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہہ کر کہ اس کوٹھڑی میں کیا گھاس بھری جاتی ہے اس کے پٹ کھول دیئے راؤ عبداللہ خاں کی اس وقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ انہیں کے دل سے پوچھنا چاہئے سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلہ کا وقت آ گیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اچھلا چاہتا ہے اس لئے راضی برضا ہو کر جی ہاں اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہو گئے۔

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت کوٹھڑی کا دروازہ کھلا تخت پر مصلےٰ ضرور بچھا ہوا تھا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا افسر متحیر و حیران اور راؤ عبداللہ خاں دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر آخر مخبر کی دھوکہ دہی سمجھ کر بات کو ٹالا اور کہا کہ خان صاحب یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے، راؤ صاحب بولے جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دھویا کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اسی کی تیاری تھی افسر نے ہنس کر کہا کہ ''آپ لوگوں کی نماز کے لئے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھڑی۔ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی جگہ پڑھی جاتی ہے۔ جہاں کسی کو پتہ

بھی نہ چلے۔ لاجواب جواب سن کر افسر نے پٹ بند کر دیئے اور اصطبل کے چاروں طرف غائر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر یہ کلمات کہہ کر رخصت ہوا۔ راؤ صاحب معاف کیجئے آپ کو اس وقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ راؤ عبداللہ خاں صاحب کی نظر سے دوش کے سوار جب اوجھل ہو لئے تو واپس ہوئے اور کوٹھڑی کھول دی دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ص ۷۶)

حال: سب سے زیادہ (مولانا گنگوہی) کو اپنے روحانی باپ اعلیٰ حضرت کی مفارقت اور ہندوستان میں یتیم رہ جانے کا غم تھا جو آپ کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا راتوں کو آپ کو اس رنج میں نیند نہ آتی اور دنوں آپ اس دھن میں رہتے کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کی ایک دفعہ اور زیارت کر لوں مگر جائیں تو کہاں جائیں اور ملیں تو کس طرح ملیں نہ اعلیٰ حضرت کی کوئی جائے قیام ہیں نہ بحالت روپوشی کسی جگہ کا تعین آخر شدہ شدہ آپ کو پنجلاسہ کا پتہ چلا اور آپ بسم اللہ کہہ کر گنگوہ سے نکل کھڑے ہوئے راتوں چلتے دنوں چھپتے خاردار جنگل پیدل قطع کرتے تگری پہنچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپور کے مکان پر مقیم ہوئے یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھ کر دم فرمائی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خاں تگری کے خوشحال زمیندار اور نہایت نیک خیال دیندار شخص تھے راؤ صاحب کا حضرت مولانا سے کوئی تعارف نہ تھا۔ مگر حسن اتفاق تھا کہ راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلا طلب حاصل ہوئے۔ اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب کی عمر تین یا چار سال کی تھی۔ راؤ صاحب نے کچھ عجیب اخلاص کے ساتھ مسافر مہمان کی مدارات کی اور اور شب کو بیعت کی درخواست کرنے لگے۔ حضرت مولانا نے انکار فرمایا اور کہا کہ اعلیٰ حضرت

ابھی تشریف فرما ہیں اگر یہ قصد ہے تو وقت کو غنیمت سمجھئے غرض راؤ صاحب نے آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر رکھا اور ساتھ ہی چلنے کے متمنی و عازم ہوئے۔ حضرت مولانا نے اپنی بے سروسامانی اور اندیشہ ناک حالت ظاہر فرما کر سمجھایا کہ معیت قرین مصلحت نہیں البتہ اگلے دن آپ آئیں۔ اعلیٰ حضرت سے سفارش کا میں ذمہ دار ہوں چنانچہ ایک شب قیام فرما کر مولانا چل دیئے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اگلے دن راؤ صاحب بھی حاضر آستانہ ہوئے اور حضرت مولانا کی تقریب سے ایسی حالت میں بیعت ہوئے جس کو سراسیمگی اور چل چلاؤ کی حالت کہا جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی نے ہر چند اصرار کیا۔ کہ بندہ کو ہمرکاب لے چلیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے نہ مانا اور یہ فرمادیا۔ حضرت مولانا بادل ناخواستہ الفراق الفراق کہتے روانہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اعلیٰ حضرت نے تسلی و تشفی دی اور فرمایا میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالیٰ کو ابھی بہتیرے کام لینے ہیں۔ گھبراؤ مت ہندوستان سے نکلتے وقت تم سے ضرور مل کر جاؤں گا۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے اور مراتب میں ترقی دے۔ اسکے بعد دیر تک چھاتی سے لگائے رکھا۔ اور آخرکار پدرانہ شفقت اور مربیانہ محبت کے انداز پر خود بھی چشم نم ہوئے اور مولانا کو بھی رلایا (تذکرۃ الرشید ص ۸۰ ج ۱)

ہجرت مکہ معظّمہ و نکاح

حال: ایام عذر ہندوستان میں بوجہ بے نظمی دین و تغلب معاندانِ دین قیام ہند گراں خاطر ہوا اور ارادۂ سابقہ ہجرت و اشتیاق بالغہ زیارت روضۂ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جوش و خروش میں آیا اور ۱۲۷۶ھ بارہ سو چھہتر ہجری میں براہِ پنجاب روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں پاک پٹن و حیدر آباد سندھ وغیرہ موضع میں زیاراتِ بزرگان مقامات مذکور سے مشرف اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے ہوئے کراچی بندرگاہ پہنچے وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور انوار و برکات ہجرت ابتدائے سفر سے مشاہدہ فرمانے لگے۔ اور بعد طے منازل خیر البلاد مکہ معظّمہ

پہنچے۔ اور انوار و برکات اس مقام متبرک سے فیضیاب ہوئے اور اس مقام مقدس کو مسکن و ماوی اپنا بنایا اولاً چند سال تک جبل صفا پر اسمٰعیل سیٹھ کے رباط کے ایک خلوہ میں معتکف رہے اور مشغولی حضرت حق جل وعلا مہلت نہ دیتی تھی کہ جو دوسرے مخاطب ہوں ناچار مخلوق سے کم ملتے تھے لیکن مشاہیر علماء و شیوخ کے ساتھ (مثل شیخ یحییٰ پاشا داغستانی حنفی نقشبندی مجددی مہاجر و حضرت شیخ قائیسی شاذلی و حضرت شیخ ابراہیم رشیدی شاذلی و شیخ احمد دہان مکی وغیرہم اللہ تعالیٰ) کبھی کبھی خلوت وجلوت میں اکٹھا ہوتے تھے۔ اور کلمات رمز و اسرار و لطف و اخلاق درمیان میں آتے تھے اور باہم رسم دوستی مستحکم رکھتے تھے اور یہ حضرات کمال تعظیم و احترام حضرت ایشاں کی فرماتے تھے اور توجہ و ہمت حضرت ایشاں اس بلدہ طیبہ میں طرف تعلیم ناقصاں کے کچھ کم تھی۔ غالباً بہ نسبت ہندوستان کے ایک وہزار کا فرق تھا البتہ جو لوگ موسم حج میں ہندوستان سے آتے تھے اور رسم ارادت سابقہ رکھتے تھے بتقاضائے اخلاق کریمہ ان لوگوں سے بعنایت پیش آتے تھے اور ان کی خاطر مجلس عام میں جلوہ فرماتے تھے اور میل خاطر بطرف مثنوی معنوی حضرت مخدومی مرحومی مولانا رومی قدس اللہ سرہ، بہت زیادہ تھا جو کوئی عالم ہندوستان کا سال دو سال تک خدمت بابرکت حضرت ایشاں میں حاضر ہوتا ہے ضرور درس اس کتاب شریف کا رنگ ذکر و شغل و مراقبہ میں حاصل کرتا ہے اور دامن دل کو گلہائے معارف گوناگوں سے مملو فرماتا ہے راقم کمترین (مؤلف) نے بھی اس سعادت سے حصہ پایا ہے اور حظ حاصل کیا ہے اور پچاس اور کئی سال حضرت ایشاں نے تجرد میں بسر کئے اور مشغولی حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ میں مصروف رہے بعدازاں اشارت غیبی پہنچی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں میں ایک نور خاص و فیض خاص ہے عارف کو نہ چاہئے کہ کوئی ایک سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اختیار کرے کہ اس میں نقصان ہوگا اور منجملہ سنن سنیہ وموکدہ کے نکاح ہے۔ اس کو بجالاؤ اور انوار برکات اس سنت کے حاصل کرو۔

جب یہ اشارت غیبی صادر ہوئی ارباب اخلاص وارادت نے بھی الحاح و خواہش کی اور مبالغہ حد سے زیادہ کیا یہاں تک مرحومہ مہاجرہ بی بی نورن صاحبہ کلکتو یہ زوجۂ سید حیدرعلی مہاجر بناری مرحوم نے کہ مسترشدۂ خاص حضرت ایشاں تھیں باصرار تمام ۱۲۸۲ھ میں اکیسویں رمضان کو اپنی نواسی حضرت بی بی خدیجہ صاحبہ بنت مرحوم حاجی شفاعت خاں رامپوری کو کہ بے مادر و پدر تھیں اور انہیں نانی نے پرورش کیا تھا حبالہ نکاح حضرت ایشاں میں بعوض مہر ساٹھ ریال فرانسیسی کہ مبلغ ایک سو پچیس روپیہ کچھ زیادہ سکہ ھندی سے ہوتے ہیں دیا ہنوز کوئی اولاد ﴿ان بی بی صاحبہ نے انتقال فرمایا ان کے بعد دوسرا نکاح مخطوبہ سابقہ سے ہوا ہے۔اللہ ظلہا﴾ متولد نہیں ہوئی حق سبحانہ وتعالیٰ لم یدولم یولد وخیر الوارثین ہے فرزند صالح عطا فرمادے اور وراثت باطنیہ حضرت ایشاں اس کے سپرد کرے پھر ۱۲۹۴ھ بارہ سو چرانوے ہجری میں مجلد حارۃ الباب میں بعض یاران طریقت حضرت ایشاں ۔نے ایک مکان خریدا اور بطور خود اس کی تعمیر کی اور حضرت ایشاں کے نذر کیا اور آرزوئے قیام حضرت ایشاں اس مکان میں کی اور بہت کچھ الحاح فرمایا۔مجبوراً ان کی تمنا پوری کرنی پڑی اور اس مکان میں قیام فرمایا۔اور الی الآن اس مکان میں مسند افاضت وافادت پر متمکن ہیں اور انوار و برکات حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ طالبان کو پہنچاتے ہیں اور وقت قیام مکہ معظمہ سے نسبت حضرت کی غایت درجہ لطیف ہوئی اور رنگ بیرنگی کا ہوگیا یہاں تک کہ نظر ادراک اکثر ارباب تمکین اس نواح کی خیرگی کرنے لگی اور تاب مشاہدہ نہ لائی تو اصحاب تلوین کا کیا ذکر۔(شمائم امدادیہ ص ۳۱)

❁❁❁

ملفوظات ومکتوبات ملقب بہ
المتن الامدادی مع الشرح الارشادی

یہ ملفوظات اپنی شان افادہ میں ایسے ہیں کہ اگر استقلالاً وانصراداً چھاپے جائیں تو زیبا ہے اس لئے اس کے لئے شروع میں ایک مستقل تمہید اور مستقل لقب لکھے دیتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا قصد کرے تو یہ تمہید اول میں رہے اور اس لقب سے موسوم کر سکے مگر اس صورت میں عنوان ملفوظات ومکتوبات کو نہ لکھا جائے۔

حامداومصلیا: یہ عجالہ گویا ایک جزو ہے رسالہ امدادالمشتاق کا حقیقت اس کی یہ ہے کہ رسالۂ مذکورہ کا ایک مضمون اعلیٰ حضرت پیرومرشد حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کے ملفوظات شریفہ ہیں جو ماخوذ ہیں شمائم امدادیہ کے تین حصوں سے جن میں سے پہلا حصہ جناب مولوی عبدالغنی صاحب بہاری عظیم آبادی مرحوم کا اور دوسرا حصہ زیادہ تر مولوی احمد حسن صاحب پنجابی ثم الکانپوری مرحوم کا جمع کیا ہوا ہے۔

رسالہ کی ترتیب ونظر ثانی کے وقت بعض ملفوظات غامضہ مخصوص حصہ دوم کی توضیح کے لئے کہ یہ حصہ سب حصوں میں ادق واعمق ہے کہیں کہیں کچھ حواشی لکھنے کی بھی ضرورت پڑی اثناء کتابت میں دفعۃً قلب پر وارد ہوا کہ یہ ملفوظات مخصوص حصہ دوم بعد شرح کے فن کا ایک معتد بہ ایسا علمی ذخیرہ ہو گیا کہ اگر اس کو مستقلاً بھی شائع کیا جائے تو یہ اس کا مستحق ہے بلکہ حقیقت شناس کی نظر میں خود اصل رسالہ کا جزو ہونے کی صورت میں بھی گویا رسالہ کا روح رواں یہی جزو ہے چنانچہ ملاحظہ کے بعد اس میں خفا نہیں ہے

اس لئے اس کی ایک مستقل ہیئت بنا کر اس کا ایک مستقل لقب بھی تجویز کر دیا گیا چنانچہ اس شان سے یہ آپ کے سامنے حاضر ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع فرما دے۔

البتہ مصلحت حفاظت دین ناظرین کی بنا پر اس کے متعلق یہ وصیت ضرور کرتا ہوں کہ اس کا مطالعہ بطور خود نہ کریں بلکہ کسی محقق سے سبق کے طور پر پڑھ لیں وفی مثلہ قال المخدوم الرومی۔

نکتہ ہا چوں تیغ پولا دست تیز گر انداری تو پسر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را ہنود حیا

وهو العاصم لكل بر و آثم

مقالات شریفہ حصہ اول

ملفوظ (۱)

اکثر فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفی المشرب ہو جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کرے گا میرے رابطہ و واسطہ سے اس کو کچھ حصہ نہ ملے گا اور جو کوئی کہ فقیر سے اخلاص رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفی المشرب و حنفی المذہب ہو۔

﴿قولہ حنفی المذہب اقول یہ تخصیص تمثیل کے طور پر ہے مقصود یہ ہے کہ کسی مجتہد کا تبع ہو۔ خود رائے نہ ہو اکثر حصہ ہند میں چونکہ دوسرے مجتہد کا مذہب نہیں اس لئے حنفی کی قید لگا دی﴾

(۲) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ اب وہ زمانہ آیا ہے کہ آدمی کو ضرور ہے کہ اولاً عقائد ضروریہ اہلسنت و جماعت یاد کرے و مسائل لابدیہ متعلقہ صوم و صلوٰۃ و بیع و شرا وغیرہ وغیرہ موافق اپنے مذہب کے حفظ کرے اور کسی ایسے درویش سے کہ تبع کتاب و سنت ہو اور عقائد صحیح اہلسنت و جماعت کے رکھتا ہو اور اس کا سلسلہ متصل ہو اور کچھ دنوں کسی عارف کامل کی خدمت میں زانوئے ادب بھی تہہ کیا

ہو اور انوار و برکات اس طائفہ عالیہ سے مستفیض ہوا ہو طریقہ ذکر خدا کا اخذ کرے۔ اور مثنوی شریف حضرت مولانا روم قدس سرہ و کیمیائے سعادت حضرت امام غزالیؒ لے کر گوشہ نشینی اختیار کرے اور اختلاط مردمان ناجنس سے پرہیز کرے اور فقیر نے اپنی عادت کرلی ہے کہ سفر و حضر میں کلام اللہ شریف و دلائل الخیرات و مثنوی معنوی حضرت مولانا کو ضرور پاس رکھتا ہو اور حضر میں کوئی کتاب تفسیر قرآن مجید جو موجود ہو اور کوئی کتاب حدیث شریف خواہ مشکوٰۃ المصابیح ہی کیوں نہ ہو اور ایک رسالہ فقہ اگرچہ مالا بدمنہ ہو اور کیمیائے سعادت امام غزالی قدس سرہ بھی لوازم سفر پر زیادہ کرتا ہوں اور الحق کہ عافیت گوشہ گیری و خلوت نشینی میں ہے ﴿یہ اضافہ گوشہ گیری و خلوت نشینی کی تائید میں ہے﴾ راقم عاجز (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ حضرت ایشاں ماقلبی و روحی فداہ اربعین کو بہت پسند فرماتے ہیں اور ہر سال دو تین چلے معتکف رہتے ہیں اور علاوہ زمانہ چلہ کے بھی خلوت کو بہت پسند کرتے ہیں اور لوگوں سے کم ملتے ہیں البتہ جو لوگ کہ خالصاً لوجہ اللہ بطلب خدا حضور اقدس میں حاضر ہوتے ہیں ان سے بکمال شفقت و اخلاق ملاقات فرماتے ہیں اور نہایت درجہ عنایت و محبت کا برتاؤ ان کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔

(۳) ایک دن کسی سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مذہب مختار ہمارے بزرگوں کا جامع ہے فقہ و حدیث کا اور اختلاف علماء جو فروع میں ہے اس سے انکار نہیں ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف العلماء رحمة ایک نے حاضرین میں سے عرض کیا کہ وہ علماء کون ہیں کہ ان کا اختلاف رحمت ہے۔

فرمایا کہ وہ ایک جماعت ہے کہ اعتصام بکتاب و سنت رکھتے ہیں اور پیرو صحابہ کے ہیں (خصوص سنت خلفائے راشدین مہدیین کہ ان کی نسبت بحوائے قولہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہے اس کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور بکمال محبت و خلوص متمسک رہتے ہیں) اور یہ علماء چار گروہ ہیں۔

مفسرین ﴿مفسرین کی کوئی خاص تفصیل حضرت نے نہیں فرمائی شاید ضرورت نہ تصور فرمائی﴾ محدثین وفقہاء وصوفیہ محدثین ظاہر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتے ہیں کہ حدیث بنیاد دین اور محدثین خادم ومحافظ دین ہیں اور ان کی سعی بلیغ تنقیح وتنقید احادیث میں رہتی ہے کہ احادیث صحیح کو موضوع وضعیف سے ممتاز کرتے ہیں اور (متعصب) غیر مقلد کہ فی زمانہ دعویٰ حدیث دانی وعمل بالحدیث کرتے ہیں حاشا وکلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہوسکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں ان کے اختلاط سے احتیاط چاہئے اور فقہاء احادیث نبویہ کو روایۃً اصحاب حدیث سے اخذ کرتے ہیں اور درایۃً حضرت حق سے فیضان حاصل کرتے ہیں۔ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم **فلیبلغ الشاھد الغالب الی اخر الحدیث** یہ لوگ محدثین پر فضیلت رکھتے ہیں اور انکو فہم و ادراک بمرتبہ کمال عنایت ہوا ہے اور احادیث سے استنباط کرتے ہیں اور غور وتعمق سے احکام وحدود کو ترتیب دیتے ہیں اور ناسخ ومنسوخ مطلق مقید مجمل مفسر خاص عام محکم متشابہ میں امتیاز کرتے ہیں یہ جماعت مبین احکام ونشان اسلام ہیں۔ اور صوفیہ علوم رسوم ﴿یعنی احکام ظاہرہ﴾ اسلام ان دونوں فریق سے حاصل کرتے ہیں اور تعصب سے کوسوں دور رہتے ہیں اور عمل کتاب وسنت واجماع پر کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کہ فقہاء اجماع کرتے ہیں جو صوفی کہ علم فقہ پر محیط نہیں ہوتے احکام شرع میں فقہاء سے رجوع کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کہ فقہاء اجماع کرتے ہیں صوفیہ بھی اس پر اتفاق رکھتے ہیں اور مسائل جزئیہ فرعیہ کے جس میں فقہاء اختلاف رکھتے ہیں اس میں صوفیہ قول احسن واقوی احوط کو کہ اس میں زیادہ احتیاط ہوتی ہے اختیار کرتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ **الصوفی لامذھب لہ** اور یہ ان کے مذہب میں نہیں ہے کہ تاویلات بعیدہ کو تلاش کرتے اور شہوات کو اختیار کرتے ہوں اور راہ ہوا وہوس کی ڈھونڈتے ہوں۔

(۴) ایک شخص نے معنی تصوف کے پوچھے فرمایا کہ تصوف کے معنی ہیں

بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق سائل کو جواب دیتا ہے یعنی مبتدی سائل کو از روئے معاملات مذہب ظاہر اور متوسط کو از روئے احوال و منتہی کو از روئے حقیقت البتہ تمام اقوال میں اظہر قول یہ ہے کہ اول ابتداء تصوف علم ہے اور اوسط عمل، آخری عطاو بخشش وجذبہ الٰہی ہے۔

اور علم مراد مرید کی کشائش کرتا ہے اور عمل اس کی توفیق وطلب پر مدد کرتا ہے اور بخشش مرتبہ غایت رجا کو کہ احاطہ بیان سے باہر ہے پہنچاتی ہے اور حق سبحانہ کے ساتھ واصل کرتی ہے اور اہل تصوف تین قسم کے ہیں یعنی تین مراتب رکھتے ہیں اول مرید کہ اپنی مراد طلب کرتا ہے دوم متوسط کہ طلبگار آخرت ہے سوم منتہی کہ اصل مطلوب تک پہنچ گئے ہیں اور انتقالات احوال سے محفوظ ہیں۔

(۵) پھر ارشاد ہوا کہ طالب طریق تصوف کو چاہئے کہ ادب ظاہری و باطنی کو نگاہ رکھے ادب ظاہر یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحسن ادب وکمال تواضع واخلاق پیش آوے اور ادب باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات احوال و مقامات میں با حق سبحانہ رہے حسن ادب ظاہر سرنامۂ ادب باطن کا ہے اور حسن ادب ترجمان عقل ہے بلکہ **التصوف کله ادب** دیکھو حق تعالیٰ اہل ادب کی بزرگی کی مدح فرماتے **ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول الله اولئک الذین امتحن الله قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم.** جو کوئی کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیرات ومبرات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قرب حق سے بھی محروم ہے۔

از ادب پرنور گشت است ایں فلک وزادب معصوم پاک آمد ملک

(۶) ایک شخص نے حاضرین سے عرض کیا کہ صوفی کون ہے اور ملامتی کون؟ فرمایا صوفی وہ ہے کہ سوائے اللہ کے دنیا وخلق سے مشغول نہ ہو۔ اور رد وقبول مخلوق کی پروا نہ رکھے اور مدح وذم اس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو چھپاوے اور بدی کو ظاہر کرے۔ ﴿ قولہ نیکی کو چھپائے اقول یعنی نیکی سے مراد طاعت اور

ہدی سے مراد غیر طاعت نہ کہ معصیت یعنی مباحات کا اخفاء نہ کرے ﴾

(۷) ایک آدمی نے فقر کے معنی دریافت کئے فرمایا فقر دو طرح پر ہے اختیاری و اضطراری فقر اختیاری کہ واسطے رضائے حق کے ہو دولت مندی سے بدرجہا افضل ہے کہ حدیث الفقر فخری میں اسی فقر کی طرف اشارہ ہے اور فقر اضطراری عوام کو ہلاکت کفر تک پہنچاتا ہے۔ کہ حدیث کادالفقران یکون کفراً سے یہی ہے اور معنی فقر کے محتاجی ہیں اور فقیر حقیقی وہ ہے کہ اپنے نفس سے بھی محتاج ہو یعنی مالک اپنے نفس کا بھی نہ رہے کیونکہ جس قدر فقیر کا ہاتھ ہر چیز سے خالی ہوگا اسی قدر اس کا دل ماسوی اللہ سے خالی ہوگا اور فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو جائے گا۔ ﴿قول حدیث الفقر فخری اقول روایت بالمعنی کے اعتبار سے حدیث کہہ دیا احیینی مسکینا سے اس کا مضمون مستنبط ہوسکتا ہے ﴾

(۸) ایک دن بطور نصیحت کے بیان فرمایا کہ ہرگاہ ہرگز گرد دنیا کے نہ جاؤ اور دل کو اس کا گرویدہ بناؤ کیونکہ دنیا کی مثال مثل آدمی کے سایہ کے ہے اگر کوئی سایہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کے آگے آگے بھاگتا نظر آئے اور اگر سایہ کو پس پشت کرے وہ خود پیچھا نہ چھوڑے۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ جو کوئی دنیا کو ترک کرتا ہے دنیا اس کا پیچھا کرتی ہے اور جو کوئی طلب دنیا میں کوشش کرتا ہے اس سے کوسوں دور رہتی ہے اور ترک کرنے والے کو تلاش کرتی ہے۔

(۹) ایک دن ایک شخص نے سوال کیا کہ طالب راہ حق کو کیا کیا ضرورت ہے فرمایا اول طالب شے کو لازم ہے کہ حقیقت و ماہیت شے مطلوبہ کی دریافت کرے تاکہ رغبت اس کے حاصل کرنے کی دل میں پیدا ہو پس جو شخص کہ ارادہ کرے کہ صوفیوں کے طریق و (راہ حق) پر چلے اولاً ماہیت و حقیقت و غایت تصوف (کہ راہ حق ہے) معلوم کرے۔ بعد ازاں ان کے اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی کو سمجھے خصوصاً اطلاقات کو کہ ان کے حال و قال و تصنیفات میں آتے ہیں جانے اور خاص خاص اصطلاحات کہ ان کے کلمات میں پائی جاتی ہیں ان سے واقف ہوتا کہ

تابعداری ان کے افعال واقوال واحوال کی کر سکے کیونکہ کثرت مدعیان کذاب سے حال محققان باصواب کا مجہول ہوکر فساد واقع ہوتا ہے اور اس بارے میں یعنی بیان اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی واخلاق صوفیان میں کتاب لاجواب آداب المریدین مصنفہ حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی بہت عمدہ ہے۔ ہر زمانہ کے علماء ظاہر وباطن نے اس کو بنظر قبول دیکھا ہے۔ طالبان طریقہ صوفیہ کو عموماً اور متعلقین فقیر کو خصوصاً لازم وضرور ہے کہ کتاب موصوف کو پیش نظر رکھیں اور اس پر عمل کریں تاکہ آداب اس قوم بزرگ کے حاصل ہوں۔

(۱۰) ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت وجود کا سوال کیا فرمایا کہ یہ مسئلہ حق وصحیح مطابق للواقع ﴿عقلی ونقلی وکشفی تینوں طرح سے ہے ۱۲﴾ ہے اس مسئلہ میں کچھ شک وشبہ نہیں معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قول واقرار نہیں ہے البتہ حال وتصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تقین اور تصدیق قلبی کافی ہے اور استتار اس کا لازم اور افشانا جائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحد ے دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفا سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسرے کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچتے ہیں اس مسئلہ سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد وقعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے۔ (حصہ شمائم امدادیہ)

مقالات شریفہ حصہ دوم

ترجمہ ملفوظ از رسالہ امداد الصادقین جمع کردہ مولانا صادق الیقین رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) فرمایا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے اقرار باللسان اشارہ طرف شریعت کے ہے اور تصدیق بالجنان سے مطلب طریقت ہے پس ایک بغیر دوسرے کے کام کا نہیں۔ اقرار بدون تصدیق نفاق ہے اور تصدیق بلا اقرار بیکار۔ ﴿قولہ اشارہ اقول لفظ اشارہ میں اشارہ ہے کہ شریعت کی یہ

حقیقت نہیں حقیقت اصطلاحیہ اس کی اصلاح اعمال ظاہرہ ہے اس کی مثال اقرار ہے وامثالہ اور طریقت اصلاح اعمال باطنہ ہے اس کی مثال تصدیق ہے وامثالہ ۱۲ قولہ بلا اقرار بیکار اقول یعنی پورے آثار اس پر مرتب نہیں ہوتے ﴾

(۱۲) فرمایا کہ ہو الظاہر کنایہ شریعت سے اور ہوالباطن طریقت سے۔ اگر شریعت نہ ہوتی اسمائے الٰہیہ کا عرفان نہ ہوتا اور صفات اسماء ظاہر نہ ہوتے مثلاً غفاری حق تعالیٰ کیونکہ جب شریعت قائم نہ ہوتی منہیات نہ معلوم ہوتے پس اظہار غفاری خداوند کریم کہاں سے ہوتا اور اسی طرح منتقم وغیرہ۔ ﴿قولہ ہوالظاہر کنایہ شریعت سے اقول مراد یہ کہ شریعت مظہر ہے اسم ظاہرہ کا وکذا مابعدہ ۱۲ قولہ اگر شریعت نہ ہوتی اقول یہ ایک مستقل راز ہے خطاب بالشریعت کا جس میں شریعت سے ظہور اسماء کا دوسرے طور پر مذکور ہے ۱۲ قولہ اسمائے الٰہیہ کا عرفان نہ ہوتا اقول یعنی عرفان تام ۱۲ قولہ اور صفات اسماء ظاہر نہ ہوتے اقول عطف تفسیری ہے یعنی عرفان بالکنہ تو ناممکن ہے عرفان بالوجہ ممکن ہے اس وجہ کی حقیقت صفت ہے وہ بھی نہ ہوتا ﴾

(۱۳) فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آیۂ کریمہ **وماخلقت الجن والانس الالیعبدون** میں لفظ عبد جو اختیار فرمایا اس میں نکتہ ہے کیونکہ غلام میں اور مزدور (نوکر) میں بہت بڑا فرق ہے۔ مزدور وملازم سے معین کام جو اس سے متعلق ہو لے سکتے ہیں بخلاف غلام کے کہ اس کے واسطے کوئی خدمت متعلق کریں سب پھبتا ہے۔ اسی طرح آدمی کو بھی کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ تمام مخلوق میں ایک ایک صفات کا ظہور ہے اور انسان جامع ہے۔ **وھذا ھو الحد معانی القول المشھور طرق الوصول الی اللہ بحدد انفاس الخلائق.** ﴿قولہ کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اقول یعنی اور مخلوق کو خاص خاص عبادت میں لگایا ہے انسان کی عبادت بہت قسم کی ہے حتی کہ بعض اوقات اس کے لئے ایسے امور عبادت ہیں جو ظاہراً عبادت نہیں۔ جیسے سونا، استنجا کرنا، کھانا پینا، شہوت وغضب کے مقتضیات میں مشغول ہونا جبکہ حدود وصول کے اندر ہوں ﴾

(۱۴) فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ

حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ حضرت غوث اعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہئے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگرچہ اللہ فرماتا ہے **فضلنا بعضهم على بعض** جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں ہے کہ محض رائے سے ایسی جرأت کریں البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت باعتبار محبت کے دینا مضائقہ نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے اس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے قدمی علی رقاب اولیاء اللہ فرمایا تو حضرت معین الدین نے فرمایا یا **جل على عينى** یہ ثبوت افضلیت حضرت غوث پاک کا ہے میں نے کہا کہ اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب کی حضرت غوث پر ثابت ہوسکتی ہے نہ برخلاف اس کے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث اس وقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے۔ اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت یعنی نزول میں اور نزول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے باعتبار مراتب مردان کے تین معنی ہیں لامعبود لامطلوب لاموجود الا اللہ اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔

(۱۶) فرمایا کہ کفر مظہر ایمان ہے وبرعکس اس کے اگر کفر مخلوق نہ ہوتا کوئی ایمان کو کیونکر جانتا۔ (حاشیہ) قولہ کوئی ایمان کو کیونکر جانتا اقول **لان الاشياء تعرف باضدادها** مقصود کفر کی حکمت تکوینیہ کا بیان کرنا تھا۔

(۱۷) فرمایا سیر تین طرح پر ہے سیر الی اللہ و فی اللہ و من اللہ۔

(۱۸) فرمایا عاشق دو طرح پر ہے عاشق ذاتی و عاشق صفاتی اور مرتبہ عاشق ذاتی کا عاشق صفاتی سے زیادہ ہے کیونکہ عاشق ذاتی پر جو کچھ وارد ہوتا ہے اس کو ذاتِ الٰہی سے جانتا ہے پس اس وجہ سے رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے۔ ایک دن

حضرت غوث الاعظم سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے آپ نے ہمت وتوجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا وہ ساتوں آدمی کہ عاشق ذات اور مرتبہ رضا وتسلیم میں ثابت قدم تھے اس امر حضرت غوث کو خلاف خیال کر کے آپ سے ناخوش ہوئے اور اپنی مجلس سے علیحدہ کر دیا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے مسلم رکھے ہیں دریافت ہوا کہ ایک درندے نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھ کو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا وہ ساتوں آدمی پیش کیئے گئے اور اس درندے نے گوشت ان مردان خدا کا کھانا شروع کیا۔ جس وقت درندہ دانت مارتا تھا وہ لوگ ہرگز دم نہ مارتے تھے یہاں تک کہ تمام گوشت اپنا راہ مولیت میں نثار کر دیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

﴿قولہ اور مرتبہ عاشق ذاتی کا اقول یعنی جس کا التفات بالذات صرف ذات کی طرف ہوتا ہے ۱۲ قولہ رضا وتسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے اقول اور عاشقان صفات کو خاص خاص صفت کی طرف التفات ہوتا ہے اس لئے اس کے مقابل صفت کے آثار پر اس کی رضا صرف عقلی ہوتی ہے﴾

(۲۰) ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ تمام آدمی کیا مشرک اور کیا کافر و کیا مومن سب کو خدا کی رسائی ہوسکتی ہے اسلام شرط نہیں ہے ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے البتہ مرتبہ حقائق میں یہ درست ہے کیونکہ مرجع تمامی خلائق اللہ جل شانہ فرماتا ہے **مامن دابة الاهو آخذبنا صيتها ان ربى على صراط مستقيم** پس تمامی مخلوق صراط مستقیم پر ہے اور اسی وجہ سے **اهدنا الصراط المستقيم** پر کفایت نہ فرمایا **انعمت عليهم** کی قید لگائی پس اس طور پر **صراط مستقيم** مرادف طریق نجات کا نہیں ہے اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اور کونین میں مظاہر اسماء وصفات لطف وقہر ہیں لیکن مرتبہ صورت میں جدا و متمائز ہیں۔ ﴿قولہ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے اقول اس لئے ہر اسم کے مظہر کو اس اسم تک واصل تکویناً دیکھ کر واصل سمجھتے تھے مگر یہ وصول شرعاً مطلوب نہیں البتہ حقائق

میں اس لئے صحیح ہے کہ ہر اسم حقیقت ہے ایک شے کی ۱۲ قولہ اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اقول یعنی ان حقائق کی حقیقت میں ﴾

(۲۱) اثنائے درس احیاء العلوم میں زبان فیض ترجمان سے فوائد عجیبہ بیان فرمارہے تھے مولانا اشرف علی صاحب نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہوگئی ارشاد فرمایا بزرگان زیارت آثار بزرگان میں برکت ہوتی ہے۔

(۲۲) فرمایا **انما الاعمال بالنیات** تصوف کی جڑ ہے۔

(۲۳) فرمایا خوشبو لگاتے وقت سب نیتوں سے عمدہ نیت یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کی نیت کرے **فان اللہ جمیل یحب الجمال**۔

(۲۴) فرمایا ایک آدمی نے حضرت امام اعظمؒ کی غیبت کی آپ نے ایک طبق دینار کا اس کو ہدیۃً دیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسا الٹا معاملہ ہے امام صاحب نے فرمایا **ھل جزاء الاحسان** الاحسان اس شخص نے مجھ کو نعمت اخروی دی تو کیا میں اس کو دنیا کی نعمت بھی نہ دوں۔

بدی رابدی سہل باشد جزا　　اگر مردی احسن الی من اسا

(۲۵) فرمایا کہ اس زمانہ میں فتوے پر عمل کرنا ہی تقویٰ ہے ایک متقی نے کسی کے گھر میں خط لکھا اور ذرا سی خاک لے کر خشک ہونے کو خط پر ڈال دی چونکہ بلا اجازت خاک لی تھی مواخذہ کیا گیا۔

(۲۶) فرمایا اگر نیت درست ہو تو آدمی آیۂ **وھم فی صلوتھم دائمون** میں داخل ہو جائے یعنی حضور دائم میسر ہو۔(حاشیہ) قولہ یعنی حضور دائم میسر ہو اقول یعنی دوام کی ایک تاویل کے اعتبار سے۔

(۲۷) فرمایا کہ تواضع نفاق کے ساتھ ممنوع ہے۔

(۲۸) فرمایا کہ ایک بزرگ حضرت بایزید بسطامیؒ کی نماز جنازہ میں

شریک نہ ہو سکے لوگوں نے ان سے سبب دریافت کیا جواب دیا کہ اصلاح نیت میں کوشش کرتا تھا صحیح نہیں ہونے پائی کہ نماز ختم ہوگئی۔ ﴿قولہ صحیح نہیں ہونے پائی اقول چنانچہ اگر ہم لوگ ایسے وقت دل کو ٹٹولیں کہ اگر بجائے اس جنازہ کے کوئی دوسرا جنازہ ہوتا جس سے نہ خود کوئی تعلق ہوتا نہ اس کے زندہ متعلقین سے تو کیا اس اہتمام سے اس جنازہ میں شرکت کرتے تو یہی جواب ملے گا کہ نہیں تو پھر کیونکر کہا جائے کہ محض ادائے حق مسلم اس نماز کی بناء ہے﴾

(۲۹) احیاء العلوم کا درس ہو رہا تھا مضمون یہ تھا کہ معاصی نیک نیتی سے طاعت نہیں ہو سکتے ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے بلکہ حدیث شریف **جف القلم بما ھو کائن** کے معنی یہی ہیں اور جو کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **یبدل اللہ سیئاتھم حسنات** مراد سیئات سے وہ طاعات ہیں کہ اصل نیت میں طاعت تھی مگر بسبب عوارض کے سیئات ہوگئی حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بے انتہا فضل سے ان عوارض کو دفع کر کے اس طاعت کو قبول فرماتا ہے تبدیل سے یہ مراد ہے۔ ﴿قولہ حدیث **جف القلم بما ھو کائن** کے معنی یہی ہیں۔ اقول یعنی بعض اکابر کے نزدیک کہ حسنہ وسیئہ برابر نہیں جو حسنہ ہے حسنہ ہے جو سیئہ ہے سیئہ ہے۔ قولہ تبدیل سے یہ مراد ہے اقول اور اگر ظاہری معنی بھی مراد ہوں تو تبدیل کی صورت ایک کو محو کر کے دوسری عطا کرنا ہے نہ کہ انقلاب ایک کا دوسرے کے ساتھ﴾

(۳۰) وحدت الوجود کا ذکر فرماتے تھے مگر کلام بہت عالی تھا اس لئے لکھا نہ گیا۔

(۳۱) فرمایا اخوت کی تین قسمیں ہیں اخوت نسبی کہ تمام آدمی اولاد آدم ہیں۔ اخوت ایمانی **انما المؤمنون اخوۃ** اخوۃ عارفین **لانفرق بین احدمن رسلہ** ﴿قولہ **لانفرق بین احدمن رسلہ**، اقول یعنی ایسا اتحاد کہ ایک کے انکار سے سب کے فیوض سے محروم رہ جائے﴾

(۳۲) فرمایا کہ جناب مولوی رحمت اللہ صاحبؒ نے ایک دن فرمایا کہ اجازت ہو تو حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ کو آپ کے مراتب سے اطلاع دوں؟ آپ نے جواب دیا کہ انتہائے عنایت سلطانی یہی ہوگی کہ اپنے حضور میں طلب

فرمائیں گے جیسا کہ آپ کو طلب کیا تھا اور میں مکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا البتہ سلطان کی دعا چاہتا ہوں کیونکہ دعائے سلطان عادل مستجاب ہوتی ہے اور یہ استدعا سلاطین کے حضور میں بہت دشوار ہے پس مناسب ہے کہ آپ میرا اسلام سلطان سے کہہ دیں کیونکہ جواب سلام ضرور دیں گے اور سلام دعا ہے پس اتنا ہی کافی ہے۔ تفریع اسلام کو طریق مسنون ہے ترک کر کے اداب عرض کرنا نہ چاہئے۔

(۴۳) فرمایا کہ آیۂ و علم ادم الاسماء کلها میں علمائے ظاہر خیال کرتے ہیں کہ مراد اس سے اسمائے عرفیہ ہیں اور علمائے باطن کے نزدیک حق یوں ہے کہ اس سے مراد حقائق اسماء ہے۔

(۴۴) فرمایا کہ علماء آپس میں تنازع کر کے العلم حجاب الاکبر کے مصداق بن جاتے ہیں۔

(۴۵) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفیہ بدعات اختیار کرتے ہیں یہ کسی طرح یقین نہیں ہوتا کیونکہ صوفی کو جب صفائے قلب میسر ہووے جو کچھ کہے گا حق کہے گا اور زبان حق سے کہے گا۔ ﴿قولہ جو کچھ کہے گا اور زبان حق سے کہے گا اقول اور جو بدعات کے مرتکب ہیں وہ حقیقی صوفی ہی نہیں﴾

(۴۶) فرمایا کہ نیت نماز کی اول سے آخر تک نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے لیکن علماء وفضلاء نے غایت رحم سے بنظر سہولت فتویٰ صرف اول نماز میں نیت کا دیا ہے امید ارحم الرحمین سے ہے کہ قبول فرمائے۔ ﴿قولہ نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے اقول یعنی حضور تام دائم شرط کمال صلاۃ ہے پس صوفیہ وعلماء میں حقیقی اختلاف نہیں﴾

(۴۷) فرمایا کہ آیۂ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین علمائے ظاہر نے یقین سے موت مراد لی ہے لیکن نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں علم الیقین عین الیقین اور سب سے بڑھ کر حق الیقین اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ جب آدمی مرتبہ موتوا قبل ان تموتوا پر پہنچتا ہے تب حاصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے آپ میں

نہیں رہتا اور اس رتبہ پر پہنچ کر تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں اور آیت میں ان کے مذاق پر بھی مرتبہ مراد ہے لیکن یہ حالت صرف لمحہ دو لمحہ رہتی ہے۔

لیکن جن کو جامعیت میسر ہے وہ اس حالت میں بھی عبادت کو ترک نہیں کرتے ہیں کیونکہ عبادت تذلل ہے اور محبوب (خدا) کی محبوب ہے۔

﴿قولہ یقین سے موت مراد لی ہے اقول اور تفسیر یہی ہے۔ قولہ نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں اقول اور یہ تاویل بطور علم اعتبار کے ہے۔ منہ قولہ اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا۔ اقول یہ ماقبل کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک قید زائد ہے اور ماقبل کے مغائر ۱۲ قولہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہے اقول کیونکہ شرط تکلیف ہوش وحواس کی درستی ہے ۱۲ منہ قولہ عبادت کو ترک نہیں ہیں اقول یعنی تھوڑا بھی افاقہ ہو گو وہ درجہ ایجاب تکلیف تک نہ ہو جیسے معتوہ بیہوش نہیں مگر مکلف نہیں ۱۲ منہ﴾

(۳۸) فرمایا کہ جنت العارفین لیس فیھا حور ولا قصور وما فیہ شیء الاولی ارنی۔ اس میں محض تجلیات الٰہی ہوتے ہیں اقول حور وقصور کی نفی اور تجلیات کا درجہ حصر میں اثبات باعتبار ملتفت الیہ ہونے کے ہے۔

(۳۹) فرمایا کہ چار مسئلوں میں متفکر تھا بعونہ تعالیٰ منکشف ہو گئے (۱) وحدت الوجود (۲) تقدیر (۳) روح (۴) مشاجرات صحابہ۔

(۴۰) فرمایا کہ محبوبان خاص جب تقدیر پر اطلاع پاتے ہیں اس کے موافق عمل کرتے ہیں اور عجلت کے ساتھ اس کو انجام دیتے ہیں کیونکہ اس کے ہونے پر ترقی (مدارج) موقوف ہوتی ہے پس چاہتے ہیں کہ اس امر سے فارغ ہو کر درجات عالیہ پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ بعد ارتکاب اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں برادران یوسف علیہ السلام نے ایک امر شنیع کیا اور مرتکب گناہ کبیر کے ہوئے باوجود اس کے علماء کا ان کی نبوت میں اختلاف ہے اور انبیاء کبائر (گناہ) سے معصوم ہیں قبل نبوت وبعد نبوت اسی پر مشاجرات صحابہ کو قیاس کر لینا چاہئے ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ ضروری ہونا ہے پس تعجیل در تعجیل جہاں تک امر محبوب میں ہو خوب ہے اور یہی وجہ تھی کہ دن کو لڑائی لڑتے تھے اور

رات کو ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ ﴿قولہ اس کے موافق عمل کرتے ہیں اقول مگر، مقدر اگر امر غیر مباح ہو تو اس کو مباح نہیں سمجھتے ۱۲ منہ قولہ ترقی مدارج موقوف ہوتی ہے۔ اقول یعنی بواسطہ توبہ کے ۱۲ منہ قولہ تعجیل جہاں تک امر محبوب میں ہو اقول یہ محبوبیت تکوینیہ ہے تشریعیہ نہیں ۱۲ منہ قولہ خوب ہے اقول یہ خوبی بواسطہ ہے یعنی توبہ کا سبب بن جانے سے نہ کہ فی ذاتہ ۱۲ منہ﴾

(۴۱) فرمایا کہ نظر بعض عارفین کی اسباب پر نہیں ہوتی اور یہ باعث زیانِ و محل عتاب ہے وہ لوگ اسباب کو محض بے سود سمجھتے ہیں حتیٰ کہ دعا بھی نہیں مانگتے بلکہ ان کے نزدیک دعا منع ہے اور یہ غلطی ہے البتہ اگر مقام رضا کا غلبہ ہے تو مجبوری ہے۔

﴿قولہ اگر مقام رضا کا غلبہ ہے تو مجبوری ہے اقول اور اس کا غلط ہونا اس وقت ہے جب درجہ رائی میں ہو﴾

(۴۲) دعا کی چار قسمیں ہیں اول دعائے فرض مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کے واسطے ہلاکی کی دعا کرے پس اس پر یہ دعا کرنا فرض ہے دوم دعائے واجب جیسے دعائے قنوت سوم دعائے سنت جیسے بعد تشہد اور ادعیہ ماثورہ چہارم دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے کیونکہ دعا میں تذلل ہے اور تذلل ہے اور تذلل حق تعالیٰ کو محبوب ہے لہٰذا الدعاء مخ العبادة وارد ہوا ہے۔

﴿قولہ دعائے عبادت اقول مراد عبدیت و تذلل یعنی محض اظہار عبدیت ہی مقصود ہو اور دوسرے اقسام میں جو دوسرے اوصاف ہیں وہ نہ ہوں ۱۲ منہ﴾

(۴۳) ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے عیادت کو آئے اور کہا آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا حضرت شاہ صاحب نے تشریف لاکر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا

شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔ یہ مقام عبودیت تھا اور تذلل وعبدیت محبوب (غدا) کو محبوب ہے اور اسی میں رضا وتسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے۔

﴿قولہ اللہ اللہ مقام الوہیت ہے قولہ الوہیت سے مراد عروج اور عبودیت سے مراد نزول عارفین پہچانتے ہیں کہ اس وقت مرض سے نزول مقصود ہے جب تک اس کے آثار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس مقصد کے انتظار میں مرض زائل نہیں ہوتا ۱۲ منہ﴾

(۴۴) فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

﴿قولہ ہمارے واسطے حجت کافی ہے اقول یعنی ان کے مقابلہ میں جو منع میں افراط کرتے ہیں باقی جن کا منع کرنا بنا بر منکرات کے ہے اس کی تائید تو خود اس ملفوظ میں ہے باقی منکرات کیا کیا ہیں اس میں اجتہادی اختلاف ہوسکتا ہے ۱۲ منہ قولہ مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ اقول جو دوسروں پر حجت نہیں ۱۲﴾

(۴۵) مولانا اشرف علی صاحب نے استفسار فرمایا کہ رویت حق تعالیٰ کی اس عالم میں ممکن ہے یا نہیں؟ فرمایا ممکن ہے معنی آیۃ **لاتدرکه الابصار وهو يدرک الابصار** کے یہ ہیں کہ اس بصارت ظاہری سے رویت حق تعالیٰ ممکن نہیں ہے اور جب نظر بصیرت (باطنیہ) حاصل ہوجاتی ہے بصارت (ظاہری) پر غالب آتی ہے۔ پس عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو اس کی غلطی ہے۔ دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرلے رویت بدستور رہے دوسرے یہ کہ دید آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے بخلاف آں دید کے کہ محتاج نور بصیرت ہے بدون پرتو اس نور کے غیر ممکن ومحال ہے پھر مولانا نے استفسار فرمایا کہ خطاب لن ترانی حضرت موسیٰ علیہ

السلام سے کیوں کیا گیا؟ ارشاد فرمایا کہ اس میں نفی رویت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور یہ درست ہے کہ عارف دیکھتا ہے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتا بلکہ دیدۂ حق سے دیکھتا ہے اور نیز اس میں نفی رویت ذات ہے کیونکہ فنائے عبد اس کو لازم ہے اور جب فنا ہوا پھر رویت کجا۔ ﴿قولہ عارفہ حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اقول مراد دیکھنے سے وہ ادراک ہے جو اس عالم کے استعداد کے مناسب ہو چنانچہ متعارف دیکھنے سے وہ ادراک ہے جو اس عالم کے استعداد کے مناسب ہو چنانچہ متعارف دیکھنے کی نفی آگے خود اس ملفوظ میں ہے اسی طرح جو ادراک اس عالم کی استعداد سے زائد ہے اس کی بھی آگے نفی ہے فی قولہ نفی رویت ذات ہے ۱۲ منہ قولہ فنائے عبد اس کو لازم ہے اقول یعنی اس عالم میں بوجہ نقص استعداد کے ۱۲﴾

(۴۶) فرمایا کہ ایک دن دو طالب علم آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ نماز بدون حضور قلب درست نہیں ہے کیونکہ لاصلوٰۃ الابحضور القلب وارد ہوا ہے۔ اور دوسرا حضرت عمرؓ کے قول سے استدلال کرتا تھا۔ کہ آنحضرت فرماتے ہیں انی اجهز الجيش وانا فی الصلوة اس سے زیادہ کون امر منافی نماز ہو سکتا ہے آخر الامر آپ (حضرت صاحب) سے محاکمہ چاہا ارشاد ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ مقربوں کو جب بادشاہوں کی حضوری ہوتی ہے امور لاحقہ عرض کرتے ہیں اور استخراج چاہتے ہیں اور بجا آوری خدمت کی کوشش کرتے ہیں پس یہ عین حضوری ہے نہ منافی حضوری ﴿حاشیہ﴾ قولہ لا صلوة الابحضور القلب وارد ہوا ہے اقول یعنی یہ مضمون حدیث کا ہے جس کے یہ الفاظ ہیں لاصلوة لمن لايتخشع رواہ الدیلمی مرفوعا کمافی کنز العمال قولہ یہ عین حضوری ہے اقول یعنی جب باذن ہو خواہ اذن کلی ہو یا جزئی ہو﴾

(۴۷) فرمایا کہ الولاية افضل من النبوة حق ہے لیکن مراد ولایت سے ولایت نبی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ولایت توجہ الی اللہ ہے اور نبوت توجہ الی الخلق اور توجہ الی اللہ توجہ الی الخلق سے بہر حال افضل ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ولایت میں مستغرق ہوتے تھے توجہ الی الخلق جو لازمہ نبوت ہے کم ہو جاتی تھی پس

فرماتے تھے کلمینی یا حمیراء تا کہ حضرت عائشۃ الحمیراء رضی اللہ عنہا کی گفتگو سے توجہ الی الخلق عود کرے اور جب نبوت کہ توجہ الی الخلق سے مراد ہے غالب ہو کر شفقت وترحم بحال خلق اس مرتبہ ہو جاتا تھا کہ ولایت میں نقص توجہ پیدا ہو تو ارشاد ہوتا تھا ارحنی یا بلال تا کہ ذکر الٰہی سے توجہ الی اللہ حالت اصلی پر آ جاوے۔ ﴿قولہ پس فرماتے تھے کلمینی یاحمیرا، اقول عمدۃ القاری میں نسائی سے آپ کا حضرت عائشہ کو حمیرا فرمانا مذکور ہے اور کلمینی روایت بالمعنی ہے مسلم میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ سنت فجر کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی مجھ سے باتیں فرماتے اور ظاہر ہے کہ باتیں کرنے والا مخاطب کو حالاً امر کرتا ہے کہ تو بھی کلام کر۱۲ قولہ ارشاد ہوتا تھا ارحنی یا بلال اقول فی شرح الاحماء اخرجه احمد وابوداؤد والبغوی والطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارة والخطیب وار حنامنه ای اسقطه عناد حفف عنا اه﴾

(۴۸) فرمایا کہ مراتب یقین تین ہیں علم الیقین مرتبہ ادنی، عین الیقین، مرتبہ وسطٰی حق الیقین، مرتبہ اعلیٰ ہے۔ عین الیقین سے علم الیقین میں جانا حسنات الابرار وسیئات المقربین ہے۔ حق الیقین مرتبہ فنا فی الفنا ہے مثال اس کی یوں ہے کہ علم حرارت آتش کا علم الیقین ہے اور جب اس پر انگلی رکھی جائے عین الیقین ہو۔ اور جب لوہے کو خوب آگ میں سرخ کیا جائے اور اس وقت لوہا انا النار کہے بجا ہے یہ مرتبہ حق الیقین ہے اور اس مرتبہ میں عبادت ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا تاہم جس کو جامعیت نصیب فرمائی ہے شریعت سے باز نہیں رہتا۔ ﴿قولہ لوہا انا النار کہے بجا ہے اقول یعنی تاویل سے۱۲ قولہ عبادت ساقط ہو جاتی ہے۔ اقول بوجہ مغلوبیت عقل کے۱۲ قولہ یہ مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا اقول اکثر آنی ہوتا ہے۱۲ قولہ شریعت سے باز نہیں رہتا۔ اقول یعنی مغلوبیت کے ضعیف کرنے کا قصداً اہتمام کرتا ہے جیسے وساوس غیر اختیاریہ پر مواخذہ نہیں لیکن ایک شخص ایسا اہتمام کرتا ہو کہ وساوس آنے نہ پائیں اس کی بڑی ہمت ہے۔۱۲﴾

(۴۹) فرمایا کہ الایمان بین الخوف والرجاء یہی خوف ورجاء جب

مرتبہ علیا کو پہنچتا ہے اور دوسری کیفیت پیدا کرتا ہے قبض وبسط کہا جاتا ہے اور جب زیادہ ترقی حاصل ہوتی ہے انس و ہیبت سے نام ہوجاتا ہے حقیقت واحدہ ہے کہ اختلاف کیفیات سے اختلاف اسماء ہوجاتا ہے۔ کما ان النفس واحدة وما اختلاف الکیفیات تسمی تارة بالامادة وتاره باللوامة وتارة المهلمة وتارة بالمطمئنة.

(۵۰) اگر حالت بسط میں عبادت بجالایا ظہور تمیم ہے تکبونہ اس وقت ہوگا کہ حالت قبض میں بھی کوئی فتور نہ ہو اور ترک عبادت نہ کرے جیسا کہ بتھیرے آدمی گمراہ ہوجاتے ہیں۔ شیخ کامل اس کا دفعیہ کرسکتا ہے۔ ﴿قولہ آدمی گمراہ ہوجاتے ہیں اقول اس طرح سے کہ قبض سے قبض اغلاط میں بتلا ہوجاتے ہیں۔۱۲منہ﴾

(۵۱) فرمایا مشہور ہے کہ بوجہ دعائے ابراہیم بن ادہمؒ ان کے صاحبزادہ حضرت محمود نے وفات پائی لیکن محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بوجہ غایت محبت و شفقت پدری حضرت ابراہم نے ان کوایک دم سے بھر دیا ان سے تحمل نہ ہوسکا۔ اس وجہ سے انتقال کیا جیسا حضرت خواجہ باقی باللہ نے نان پر کوتوجہ اتحادی دی اور اس کوتحمل دشوار ہوگیا۔ ﴿قولہ محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے اقول غالباً ذوق اس کا مرجح ہے۔ اور اس پر استدلال بھی ہوسکتا ہے کہ بددعا کرنا ان کی شان سے بعید تھا اور فیض پہنچانا ان کی شان کے مناسب ہے باقی یہ کہ جوفیض بھی موجب ہلاکت ہوجائے اس کا القا کیسے جائز ہوا جواب یہ ہے کہ اس کا احتمال نہ تھا تو یہ غلطی طبیب حاذق کی سی غلطی ہے جس پر مواخذہ نہیں﴾

(۵۲) فرمایا مشہور ہے کہ حضرت محمودنسبت شیوخ کی سلب کر لیتے ہیں یہ غلط ہے بزرگوں سے عطا ہوتا ہے نہ کہ برعکس اصل یہ ہے کہ نسبت شیوخ کی اس مقام متبرک میں نسبت انبیاء علیہم السلام کے آگے پست ہوجاتی ہے۔

جیسے کہ آفتاب کے سامنے چراغ نہیں جلتا ﴿قولہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے آگے پست ہوجاتی ہے اقول جو کہ مکہ معظمہ میں مدفون ہیں﴾

(۵۳) فرمایا الا یمان بین الرجاء والخوف جب عمل خیر کرے تو

امید قبولیت کی رکھے کہ موقع رجاء کا ہے ایسے وقت میں عدم رجاء گناہ ہے۔ ﴿قولہ جب عمل خیر کرے۔ اقول رجاء کا موقع بتلانا مقصود ہے یعنی بدون عمل کے جو رجا سمجھا جاتا ہے وہ غرور ہے صرح بہ الغزالی اور یہ مقصود نہیں کہ عمل کے وقت خوف نہ ہو۔ ۱۲﴾

(۵۴) فرمایا **الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ** اور **من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف** وغیرہ کو صوفیہ نے حدیث کہا ہے دراصل یہ سب احادیث ہیں اور دوسری حدیث میں بجائے اہل تصوف اہل الذکر صراحۃً موجود ہے اور اہل الذکر اہل تصوف ہیں پس حدیث نقل بالمعنی ہوگی۔ اگر اس سے قطع نظر کیا جائے پس حدیث دو نوع کی ہیں (۱) حدیث بالمعنی المتعارف اور (۲) حدیث کشفی چنانچہ فرمایا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے **من رانی فقد رأ الحق** اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ **من رانی فقد رانی یقیناً فان الشیطان لاتمثیل بی** دوم یہ کہ من رانی فقد رأ اللہ تعالٰی پس جب زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میسر ہوئی یا دیدار پروردگار جو کچھ مسموع ہوگا یا قلب پروارد ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوگا یا خدائے پاک کی طرف سے پس حدیث کشفی نام رکھنے میں کیا مضائقہ ہے اور ہمارے علماء اس زمانہ میں جو کچھ قلم میں آتا ہے بے محابہ فتوے دے دیتے ہیں علمائے ظاہر کے لئے علم باطن بہت ضرور ہے بدون اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا۔ ﴿قولہ الشیخ فی قومہ الخ اقول اورہ ابن حبان والدیلمی بسند ضعیف اور گو مراد اس حدیث میں شیخ سے کبیر السن ہے مگر اشتراک علت سے کہ زیارت عقل ہے مرشد کو بھی شامل ہے کہ وہ عقل دین رکھتا ہے اور دوسری حدیث میری نظر سے نہیں گزری نہ اہل التصوف کے لفظ سے نہ اہل الذکر کے لفظ سے مولانا رومی اس مثنوی میں لائے ہیں مگر معنے یہ بھی ثابت ہے۔ اس طرح سے کہ حدیث ہے **انا جلیس من ذکرنی** اس کے ساتھ ایک مقدمہ عقلیہ یا عادیہ منضم کر دیا جائے جلیس الجلیس جلیس پس لازم آیا کہ جلیس اہل ذکر جلیس حق ہے اور اس سے من اراد الخ لازم آ گیا اور دوسری توجیہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث

منامی کو علماء نے بھی حدیث کہا ہے اور فقد رای الحق کی دوسری تاویل قواعد کے خلاف نہیں کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ اور کشف یا رویا میں جو حق تعالیٰ سے سنے گا وہ حدیث قدسی ہوگی اور آگے جو بعض علماء کی شکایت ہے اس میں بے محابا کی قید بھی ہے یعنی محمل حسن کے ممکن ہوتے طعن اور گستاخی نہ چاہئے۔ جیسا کہ اس پر کا حاشیہ اس پر دال ہے۱۲ اقولہ بے محابا فتوے دے دیتے ہیں۔ اقول یعنی صوفیہ کو جاہل و وضاع حدیث کہتے ہیں البتہ اگر تفصیل کر دیا کریں تو مقصود بھی حاصل ہو جائے اور مقبولانِ الٰہی کی توہین بھی نہ ہو۔۱۲﴾

(۵۵) فرمایا ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکاتہ کا بعید نہیں۔ ﴿قولہ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں اقول حضرت کا طبعی حسن ظن اس کا منشا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے مقصود یہ ہے کہ جب بعض کا اجتہاد اس طرف گیا ہے گو اس اجتہاد کی صحت کا احتمال نہ ہو لیکن صاحب اجتہاد یا اس کی تقلید کرنے والا اس قدر ملامت کا محل نہیں ہے آداب احتساب سے ہے کہ ایسے موقع پر نرمی سے سمجھا دیا جائے البتہ اگر وہ اہل حق سے عناد رکھتے تو اس عناد میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور عالم خلق عالم مادی کو کہتے ہیں اور عالم امر مجردات کو اور روح مجردات سے ہے اور احتمال کا لفظ نص ہے اس میں کہ جزم اس اعتقاد کا جائز نہیں اور نہ احتمال مخصوص ہے اس مجلس کے ساتھ جس کا نام مجلس مولد ہو۔۱۲ منہ﴾

(۵۶) فرمایا واسطے تقویت حافظہ کے یا علیم علمنی مالم اکن اعلم یاعلیم اکتالیس بار بعد نماز عصر پڑھنا چاہئے۔ اور سورۂ فاتحہ بعد نماز فجر گیارہ بار پڑھنا چاہئے یا روئی پر لکھ کر کھالیں۔

(۵۷) فرمایا۔

یک زمانے صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس میں زمان عام نہیں ہے بلکہ مخصوص ہے جب ان لی مع اللہ وقت میسر ہو وہ وقت مراد ہے۔ ﴿قولہ وہ وقت مراد ہے اقول یہ بھی اس کا ایک محل ہے۔ جو ظاہراً توجیہات کا محتاج نہیں اور لی مع اللہ وقت الخ اس کو بعض کتب تصوف میں حدیث لکھ دیا ہے۔ مگر سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کے حدیث ہونے کی نفی کر کے اس کے معنی کو شمائل ترندی کی حدیث تجزیہ اوقات سے مستند کیا ہے﴾

(۵۸) فرمایا کہ ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کے لئے خدمت کرنا چاہئے جیسے کہ حضرت شاہ بھیکؒ مرید حضرت شاہ ابو المعالی قدس سرہ اپنے مرشد کی انواع اقسام کی خدمت کرتے تھے اور بڑی مشقت کرتے تھے دن کو دن اور رات کو رات نہیں جانتے تھے۔ ایک دن حضرت شاہ صاحب نے نکال دیا۔ یہ نکالنا بزرگوں کو محض ظاہری ہوتا ہے لیکن قلب سے کھینچتے ہیں۔ حضرت شاہ بھیک صاحب شہر کے گرد گھومنے لگے۔ ایک دن شاہ صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ تم نے ایسے بے حس آدمی کو کیوں نکال دیا اگر وہ ہوتا تو کوئی کام ہی کرتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے نکال دیا ہے تم نے تو نہیں نکالا تم بلالو۔ غرضیکہ شاہ بھیک کو طلب کر کے کوٹھے کی چھت بنانے کا حکم دیا حضرت شاہ بھیک صاحب بتکلف اکیلے بنانے لگے اور بڑی بڑی لکڑیوں کو کاٹ وتراش کر چھت بنانا شروع کیا حضرت کو یہ خدمت پسند آئی چونکہ ان کی مشقتیں انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب نے ایک دم میں توجہ باطنی سے کمال کو پہنچا دیا یہ ان کی محنت کا پھل تھا۔ ﴿قولہ ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کیلئے اقول مراد ولایت سے مقبولیت نہیں بلکہ بعض کیفیات متعلقہ مقبولیت مجازاً اور قصہ کے آخر میں لفظ کمال سے بھی یہی مراد ہے﴾

(۵۹) فرمایا یجوز تصور المطلوب علی صورۃ الشیخ اذا کان الطالب عارفا فاکشف. ﴿قولہ عارفاً...... فاکشف اقول لانہ لا یعتقدہ ذات صورۃ بل یعقیدھا لشیخ مظھرا کاملا للمطلوب فلا یقع فی الاتحاد والحلول﴾

(۶۰) اکثر اوقات فرماتے ہیں کہ مجھ میں کچھ نہیں ہے البتہ یہ امید ہے کہ تم لوگوں کے توسل سے میری بھی نجات ہو جائے اور موافق اعتقاد وگمان تم لوگوں کے مجھ کو بھی حصہ رحمت خدا سے ملے بوجہ تم لوگوں کے اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے اور گونہ اس کے ذکر میں مشغولی ہوتی ہے۔

(۶۱) فرمایا کہ ضیاء القلوب کو میں نے نو جزو میں لکھا تھا چار جزو کی اجازت ملی اور پانچ جزو ثمرات میں تھے ممنوع الاظہار والافشا ہو گئے۔

(۶۲) فرمایا کلام اللہ تعالیٰ کا حقیقت میں نفسی ہے پھر بھی الفاظ کو کلام اللہ کہتے ہیں یہی حال تمامی صفات کا ہے یہی معنی ہیں ہمہ اوست ووحدت الوجود کے اور یہی ہے بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش الحدیث ﴿قولہ یہی حال تمامی صفات کا ہے۔ اقول کہ ان کو اپنے مظاہر کے ساتھ خاص تعلقات ہیں۔ گو بعینہ کلام نفسی وکلام لفظی کا سا تعلق نہیں کیونکہ کلام لفظی تعبیر ہے اس کلام نفسی کی اور اسی وجہ سے اس کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف جائز ہے بلکہ واجب ہے بخلاف دوسرے مظاہر صفات کے مثلاً اکل زید کہ مظہر قدرت حق ہے مگر اکل کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر یہاں تشبیہ نفس تعلق ظاہریت ومظہریت میں ہے اس تعلق ظاہریت ومظہریت کو صوفیہ اصطلاح میں غیبت کہتے ہیں اور ہمہ اوست ووحدۃ الوجود جو کہ ترجمہ ہے غیبت کا اس سے بھی یہی مراد ہے بی یسمع سے بھی تعلق خاص مفہوم ہوتا ہے جو معنی اس تعلق سے متقارب ہے﴾

(۶۳) فرمایا ایک آدمی خاندان نقشبندیہ میں مرید تھا۔ لیکن اس کی طبیعت ذکر بالجہر سے مناسب تھی اور ذکر جہر سے اس کو لذت ملتی تھی۔ اس کے مرشد نے تلقین ذکر خفی کی ترک جہر سے انقباض ہو گیا اور وہ لذت جو حاصل ہوئی تھی جاتی رہی مجھ سے اپنا حال بیان کیا میں نے کہا کہ ہر شخص کو ایک ذکر مخصوص سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو خفی سے بعض کو جلی سے بعض کو خیال وتصور سے تمہارے لئے ذکر جلی مناسب ہے نہ خفی اس نے مرشد کی تعلیم کا عذر کیا میں نے جواب دیا کہ جب یہ عذر تھا تب عرض حال کرنا ضرور تھا جب مدینہ منورہ میں پہنچے۔ ایک برادار شادی کے پاس ان کے

حسب درخواست ضیاء القلوب نقل کے واسطے لے گیا وہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کا ذکر نفی واثبات اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ جب لا الہ کہتے تاریکی ہوجاتی اور چادر وغیرہ کچھ نہ رہتی سب فنا ہوجاتی اور جب الا اللہ کہتے ایک نور ظاہر ہوتا یہ دونوں کیفیت معلوم ہوتی تھیں ایک شخص یہ حالت دیکھ کر معبر رہتا تھا جب تحقیق کیا امر واقعی دریافت ہوا کہ یہ آثار ان حضرت کا ہے غرضیکہ انہوں نے ضیاء القلوب لے کر ان نقشبندی کو واسطے نقل کے دی ہنگام نقل فیض ظاہر ہوا اور انبساط حاصل ہوا شکریہ بجا لائے اور ضیاء القلوب اپنے واسطے نقل کی۔ ﴿قولہ سب فنا ہوجاتی اقول یعنی باعتبار ادراک کے نہ کہ واقع میں﴾

(٦٤) فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بزرگوں کے حالات کی چھان بین میں رہتے ہیں یہ امر مذموم اور ممنوع ہے **قال اللہ تعالیٰ لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم** بزرگوں کے حضور میں اپنے دل کی نگہداشت کرنا چاہئے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل

ایک دن ایک صاحب میرے پاس آئے اور اپنی نسبت سے میرا تفتیش حال کرنے لگے میں نے کہا کہ یہ امر بہت برا ہے اہل نسبت اگر اپنی پونجی چھپانا چاہے تو پتہ بھی نہ لگنے دے یہ سن کر میرے زانو پکڑ لئے اور عذر کرنے لگے۔ ﴿**قولہ قال اللہ تعالیٰ لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم** اقول اس سے استدلال باشتراک علت ہے **وھوا لاطلاع مالا یرید صاحب البیت الاطلاع علیہ**﴾

(٦٥) فرمایا کہ **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے **لہ الخلق والامر** عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ ﴿قولہ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے اقول یعنی جس کو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اس قرب کے مکشوف ہونے پر بلا واسطہ خطاب کرسکتا ہے ورنہ یوں سمجھ لے کہ ملائکہ پہنچادیں گے البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہو تو اس کا اظہار ممنوع ہوگا﴾

(٦٦) فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں نو ہوں یا گیارہ۔

(٦٧) ایک آدمی نے پوچھا کہ ہمہ اوست ولا موجود کے کیا معنی؟ فرمایا کہ دونوں مرادف ہیں جو کوئی طالب علم ہو اس کے معنی سمجھ سکتا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس نقشہ کسی عمارت کا اپنے ذہن میں خیال کرے اور تصور کرے پس اصل میں وجود و قیام عمارت کا ہو گیا بعدہ جو درو دیوار ظاہر ہوں گے وہ پرتو حاضر فے الذہن کے ہوں گے۔ اسی طرح صفات اللہ کے ہیں مثل علم و قدرت اور تمامی کائنات پرتو انہیں دو صفت کے ہیں۔ تمام مخلوق علم حق تعالیٰ میں تھی اسی کے موافق ظاہر ہوئی بس یہ سب پرتو و ظل الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں لامحالہ لاموجود الا اللہ و ہمہ اوست پیدا ہے جملہ اول فانی آخر فانی اور درمیان میں جو کچھ ظاہر ہوا محض خیال و تصور ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کشفی ہے میں کہتا ہوں کہ کشفی بھی ہے اور عقلی و نقلی بھی نہ صرف کشفی عقل کے کئی اقسام ہیں عقل معاش و معاد عقل کل و جزو معقولی جو عقل معاد نہیں رکھتے محض نامعقول ہیں۔ ﴿قولہ اس کی مثال یوں ہے اقول یعنی تقریب فہم کے لئے نہ کہ بعینہ یہی حال ہے تعالیٰ اللہ ١٢ قولہ اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں اقول یہاں ایک مقدمہ مطوی ہے وہ یہ کہ پرتو اور ظل کا وجود مستقل نہیں پس وجود حقیقی و مستقل صرف حق تعالیٰ کے لئے ہوا اور صفات کو پہلے ہی تغائر نہیں پس وجود حقیقی واحد ہی ہوا ١٢ قولہ جملہ اول فانی آخر فانی اقول یعنی جملہ اشیاء اول بھی معدوم تھی پھر بھی معدوم ہوں گی جس سے ان کے وجود کا غیر مستقل ہونا ثابت ہوا پس وجود مستقل واحد ہی ہوا اور خیال و تصور تشبیہا فرمایا وجہ تشبیہ عدم استقلال کی صفت ہے جو کہ خیال و تصور میں اظہر ہے ١٢ قولہ عقل کل و جزو اقول کل بمعنی کامل ١٢﴾

(٦٨) فرمایا کہ شیطان انواع و اقسام سے انسان کو وسوسوں میں ڈالتا ہے کبھی بالکلیہ عبادت سے پھیر دیتا ہے اور کبھی عبادت اعلیٰ سے ادنیٰ پر مائل کرتا ہے۔

حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود

کبھی حج رب البیت سے باز رکھ کے رغبت حج مکان کی دیتا ہے اور جہاد اکبر

سے جہاز اصغر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ﴿قولہ رغبت مج مکان کی دیتا ہے اقول یعنی باوجود فرض نہ ہونے کے۔۱۲﴾

(۶۹) فرمایا کہ تمام لطائف بالائے عرش ہیں۔ تصور کرنا چاہئے کہ ان کے حقائق سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ ﴿قولہ تمام لطائف بالائے عرش ہیں اقول یہ کنایہ ہے لا مکانی ہونے سے اس لئے کہ وہ مجرد ہیں اور عرش منتہی ہے امکنہ کا پس وراء العرش کنایہ ہوا لا مکان ہے۔۱۲﴾

(۷۰) فرمایا کہ مذہب وملت عشق جدا ہے جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

ملت عاشق زملت ہا جدا است عاشقاں را ملت و مذہب خدا است

مجھ کو اس آیت سے تسکین وتشفی ہوگئی ماعلیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء۔ ﴿قولہ مذہب وملت عشق جدا ہے اقول یعنی جب اس کا سکر وغلبہ ہو۔ ورنہ معذوری کی کوئی وجہ نہیں ۱۲ منہ قولہ مجھ کو اس آیت سے تسکین وتشفی ہوگئی۔ اقول یعنی اس مضمون میں کیونکہ آیت کا حاصل ان کی باطن کی تفتیش نہ کرنا ہے۔ کما صرح المفسرون بہ اور مبنیٰ اس عدم تفتیش کا اس جماعت کے باب میں ان کا عاشق ہونا ہے۔ کما دل علیہ وصفھم بقولہ یریدون وجھہ اس سے مستنبط ہوا کہ اگر ان کی کوئی باطنی حالت معذوری کی ہو اور قرائن قویہ اس پر دال ہوں تو ان کے باب میں کاوش نہ کی جائے۔۱۲﴾

(۷۱) اور فرمایا کہ جو کچھ مثنوی میں ہے اس کی تعلیم روحانی جس کو حضرت مولانا روم نے فرمائی ہے۔

(۷۲) ذکر وفات وحیات ومجددیت حضرت سید احمد صاحبؒ کا ہوا فرمایا کہ معتقدین ان کو مجدد اس صدی کا کہتے ہیں اور بعضوں کا اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر قرائن وآثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہید ہوئے ہیں اور اس ضمن میں واقعہ دیوبند کا بیان فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ آدمیوں نے حضرت کا بدن پایا سر کہ بموجب وصیت کے جدا کر دیا گیا تھا نہیں ملا۔ امر سنگھ نے بتعظیم واکرام عام مزار تیار کیا۔ ﴿قولہ واقعہ دیوبند کا بیان فرمایا۔ اقول یعنی وہاں ایک بزرگ نے حضرت سید صاحب کو بعد شہادت دیکھا ۱۲ قولہ سر کہ

بموجب وصیت کے جدا کر دیا گیا تھا۔اقول اس کی تحقیق میں نے نہیں سنی کہ ایسا کیوں کیا گیا۔۱۲﴾

(۷۳) فرمایا کہ میں تین سال کا تھا کہ سید صاحب کی آغوش میں دیا گیا اور انہوں نے مجھ کو بیعت تبرک میں قبول فرمایا۔

(۷۴) فرمایا کہ انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق (حاشیہ) قولہ اور باطن حق اقول باطن حقیقت کو کہتے ہیں جس کا مظہر انسان ہے باطن کو جزء انسان نہ سمجھنا چاہئے ورنہ محال عقلی ونقلی لازم آوے گا۔۱۲

(۷۵) فرمایا نظر عارف کی اول ظاہر پر پڑتی ہے بعدہ مظاہرہ پر اس لئے اول کہتا ہے هذا ربی پھر کہتا ہے لا احب الا فلین۔

(۷۶) فرمایا یعنی۔

من آن وقت کردم خدارا سجود کہ ذات وصفاتِ خداہم نہ بود

کے یہ ہیں کہ جس وقت ظہور یعنی ذات وصفات حق تعالیٰ کا نہ ہوا تھا۔ محض مرتبہ اعیان کا تھا اس وقت بھی اس مرتبہ میں میں اس کی عبادت میں تھا۔﴿قولہ جس وقت ظہور یعنی ذات وصفات حق تعالیٰ کا نہ ہوا تھا اقول یعنی مضاف محذوف اور اعیان ثابتہ کے مرتبہ میں عبادت کی حقیقت تو تعلق علمی ہے حق تعالیٰ کا اس کی عبادت فی وقتہا کے ساتھ اور اس میں قابل کی تخصیص نہیں مقصود غالبًا یہ ہے کہ جب کسی کے قول کی تاویل ہو سکے اس پر لعن وطعن نہ کریں گو وہ قول غیر مفید ہی ہو۔۱۲﴾

(۷۷) فرمایا عالم قدیم ہے مرتبہ اعیان میں کیونکہ یہ پرتو صفات الٰہیہ کا ہے اور صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں۔﴿قولہ فرمایا عالم قدیم ہے اقول مقصود غالبًا یہ ہے کہ اگر کسی عارف کے کلام میں قدم عالم کا پایا جائے تو اس کی یہ تاویل ہے نہ یہ کہ بلاضرورت قدم عالم کو گاتا پھرے۔۱۲﴾

(۷۸) فرمایا جو کچھ ایک نگاہ میں حاصل ہوتا ہے دیرپا نہیں ہوتا اور جو ریاضت سے رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے قائم رہتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے الذین جاھدوا فینا پس مجاہدہ بہتر وخوب ہے اس آیت کے دو معنی ہیں اول یہ کہ مجھ میں مجاہدہ کر کے فنا

ہوتے ہیں اور دوسرے معنی مشہور ﴿قولہ یہ کہ مجھ میں مجاہدہ کر کے فناہ ہوتے ہیں۔ اقول یعنی جاہدوا متضمن ہے معنی فنا کو یعنی جاھدوا ویفنون فینا اور معنی مشہور فی بمعنی لام یعنی لنا ۱۲﴾

(۷۹) فرمایا پاس انفاس جو صحبت شیخ میں دفعتہً میسر ہو جاتا ہے دیر پا نہیں ہوتا اور جو خیال سے رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے دیر پا ہوتا ہے اس میں اسرار ہیں ورنہ ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اول سے تمام مخلوق کو عارف پیدا کرتا اور حاجت ریاضت کی نہ ہوتی۔

(۸۰) فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں سے مشقت نہیں ہوسکتی طلب کمال کرتے ہیں اور میں باوجود ضعف کے ایک دم میں دو سو پچاس ضرب کرتا تھا مولوی نورالحسن صاحب کاندھلوی نے اس قدر کثرت درود شریف کی کی تھی کہ بے اختیار زبان پر جاری ہو جاتا تھا اور یہ قدرت نہ ہوتی تھی کہ زبان کو روک لیں۔ یہاں تک کہ پاخانہ میں زبان کو دانتوں سے دباتے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو درود شریف منہ سے نکل جائے۔

(۸۱) فرمایا میں نے مثنوی شریف تین بار حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجانوی پر عرض کی اور تحقیق بعض مقامات کی مولوی ابوالحسن کاندھلوی سے کی۔

(۸۲) فرمایا کہ ایک مرید بہت غبی تھا مرشد نے چند اشغال تعلیم کئے باوجود مشقت و چلہ کشی کچھ اثر ولذت پیدا نہ ہوئی۔ عرض کیا کہ اب کیا کروں فرمایا دیوار میں سر دے مارو وہ طالب صادق مستعد ہو کر دیوار کے پاس گیا اور قریب تھا کہ دیوار پر سر مار کر جان نثار کر دے کہ دفعتہً بے ہوش ہو کر گر پڑا ندا آئی کہ اس سے (مرشد سے) کہو کہ میرے دوستوں کا سر پھوڑواتا ہے۔ دونوں پیر و مرید کیفیت وجد میں ہو گئے پیر لذت خطاب سے بیتاب ہو گیا

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

عبس وتولی ان جاءہ الاعمی اور مرید درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ ﴿قولہ دیوار میں سر دے مارا قول معنی حقیقی مقصود نہ تھے اور تھا غبی معنی حقیقی سمجھ گیا اور اسی پر عتاب ہوا کہ غبی سے ایسی بات کہی کہ وہ غلط سمجھ گیا اس کو تعلیم حقیقت کی کرنا چاہئے تھا کہ کیفیت مقصود نہیں﴾

(۸۳) فرمایا اصل ذوق شوق محبت ہے کشف و کرامات ثمرات زائدہ ہیں ہوئے ہوئے نہ ہوئے نہ ہوئے عارف اس کو ایک جو کی برابر نہیں سمجھتے بلکہ اکثر حجاب ہوتا ہے۔ ﴿قولہ اصل ذوق شوق ومحبت ہے اقول عطف تفسیری ہے گو ذوق شوق درجہ شورش میں نہ ہو﴾

(۸۴) فرمایا کہ تمام فنون میں پندار (خود بینی) ہوتی ہے اور پندار حجاب ہے چونکہ علم میں زیادہ پندار ہے لہٰذا العلم حجاب الاکبر کہا گیا پس دراصل حجاب غرور و پندار ہے۔ اور اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ الغیبة اشد من الزنا کیونکہ غیبت میں پندار ہے اور زنا میں اعجاز وانکسار۔ آدم علیہ السلام و ابلیس علیہ اللعن دونوں سے خطا ہوئی آدم علیہ السلام بوجہ عجز وانکسار مقبول ہوئے اور ابلیس اپنے حجاب کی وجہ سے مردود ہو گیا۔ فرمایا گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں باہی وجاہی آدم علیہ السلام کی خطا باہی ہے اور ابلیس کا گناہ جاہی۔ زناہ گناہ باہی ہے غیبت گناہ جاہی اس لئے یہ اشد ہے۔

(۸۵) فرمایا کہ حلقہ میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں۔ جیسے سماع چند شرطوں سے مضائقہ نہیں زمان یعنی وقت نماز نہ ہو مکان یعنی محفوظ جگہ ہو کہ شور و شغب وہاں نہ پہنچ سکتا ہو اخوان یعنی تمام آدمی ہم جنس ہوں یہاں تک کہ قوال بھی اہل ذکر ہو جب سب باتیں یکجا ہوتی ہیں لذت و کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿قولہ تمام آدمی ہم جنس ہوں اقول یعنی طالبان حق ہوں جیسا آگے قوال کو اہل ذکر کہا گیا اور اسی سے لازم آ گیا کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو۔ ورنہ ایسا شخص طالب حق کہاں ہوگا۔۱۲﴾

(۸۶) فرمایا کہ اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روح سے مستفیض ہوا ہو جیسے حضرت اویس قرنی زیارت جناب رسالت مآب سے معذور رہے مگر آنحضرت سے فیضیاب ہوئے اسی مناسبت سے اویسیہ اویس سے منسوب کیا گیا جیسا کہ حضرت حافظ روحانیت حضرت علیؓ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیت بایزید بسطامی قدس سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے فیضیاب ہوئے اور بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے کہ جنگ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عثمانؓ کی غیبت میں بیعت لی اور یہی توجیہ ہے بعینہ مشائخ کی کہ مرید کی غیبت میں کرتے ہیں۔ ﴿قولہ بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے اقول یعنی من وجہ ۱۲﴾

(۸۷) فرمایا کہ قلندریہ وہ گروہ ہے کہ روشن ملامت اختیار کر لی ہے اور اس زمانہ میں قلندر اس کو کہتے ہیں کہ چند فخر عات و مہملات فرضی کا جواب ان کو دے سکے البتہ ان میں بھی بعض کامل و نیک ہوتے ہیں۔ ﴿قولہ قلندریہ وہ گروہ ہے اقول یہ بھی ایک اصطلاح ہے ورنہ متقدمین کے نزدیک قلندر مقلل اعمال کو کہتے ہیں اور ملامتی کاتم اعمال کو لیکن اس اصطلاح مستحدث پر وہ شخص مخالف شرع نہیں ہوتا اور مخالف شرع سے اس کی تفسیر کرنا لوگوں کو اس غلطی میں ڈالنا ہے کہ جن پہلے بزرگوں کا ذکر قلندروں میں دیکھا جاوے گا ان پر گمان خلاف شرع ہونے کا ہوگا۔ آگے جو ان میں بعض کو نیک بتلایا ہے وہ واقع میں ان میں نہیں ہیں تستر حالت کے لئے اپنے کو ان میں داخل کر لیا ہے مگر مخالف شرع نہیں ہیں لیکن محققین اس کو بھی پسند نہیں کرتے بلکہ ان کا مسلک وہ ہے جو اس کے مابعد ملفوظ میں ہے﴾

(۸۸) فرمایا صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہئے سیرت اللہ تعالیٰ درست کر دے گا کیونکہ وہ واہب فیاض ہے۔ دریافت کیا گیا کہ ساحران موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ ایمان ہوئے اور فرعونیاں کافر رہے اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ ساحروں نے صورت موسوی اختیار کی تھی اس کے طفیل میں وہ نیک ہوئے۔

(۸۹) فرمایا اولیاء اللہ اپنے کو چھپانا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے وہ چھپاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو خدمت تعلیم و تلقین کی تفویض فرما کر ظاہر کرتا ہے امام مہدی علیہ السلام اپنے کو چھپانا چاہیں گے مگر ندائے غیبی **هذا خليفة الله المهدی** راز ظاہر کر دے گی۔

(۹۰) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ **و ان من قرية الا خلافيها نذير** حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہوگی اولیاء اللہ وہ

عائم عالم کے ہیں یعنی ستون ﴿قوله قال الله تعالٰی وان من قریة الا خلافیها نذیر اقول تائید ہے اشتراک علت سے کیونکہ غایت ہدایت دونوں جگہ مشترک ہے ۱۲ قولہ تین سو ساٹھ اولیاء شریک ہوتے ہیں اقول غالبًا یہ باعتبار اکثر حالات کے ہوگا ۱۲ قولہ جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے اقول کیونکہ ان کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آجانا احادیث میں وارد ہے۔۱۲﴾

(۹۱) فرمایا کہ بالکل غذا ترک نہ کرنا چاہئے نہ اس قدر کھانا چاہئے کہ نفس امارہ قوی ہو جائے اور اسی وجہ سے خصی (ہجڑا) ہونا ممنوع ہے بلکہ ایک چوتھائی معدہ خالی رکھنا کافی ہے۔

(۹۲) فرمایا کہ صوفیہ نے اذکار اس لئے مقرر کئے ہیں کہ انسان صفات بشریہ سے نکل کر متصف بصفات اللہ ہو جائے پس کوشش کرنا چاہئیں۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود مرد باید کہ ہراساں نہ شود

ہمت مرداں مدد خدا است بے کم و کاست ہے اللہ خلقکم وما تعملون جو کچھ افعال وغیرہ سے ظہور میں آتا ہے منجانب اللہ ہے باوجود اس کے بھی توجہ وصرف ہمت بھی عجیب امر عظیم ہے ہمت شرط ہے بعد محنت ومشقت فیوض وبرکات از جانب مبداء فیاض وارد ہوتے ہیں۔ ﴿قولہ متصف بصفات اللہ ہو جائے اقول کما قیل تخلقوا باخلاق الله اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے لئے صرف اذکار فی ہیں بلکہ اذکار معین ہیں اور تدبیر اس تخلق کی مجاہدہ ہے۔۱۲﴾

(۹۳) فرمایا کہ کوئی چیز قریب تر انسان کے خدا سے نہیں ہے لیکن دیدۂ بنیا نہیں ہے آئینہ جب صاف ہوتا ہے عکس نظر آتا ہے قلب جب صاف ہوتا ہے مبصر ہوتا ہے اور اپنا چہرہ نہیں معلوم ہوتا مگر آئینہ کے ذریعہ سے اسی طرح مشاہدہ اللہ تعالٰی کا بواسطہ قلب ہوتا ہے جب واسطہ درست ہوتا ہے کام آتا ہے مثل آئینہ کے فی الواقع آدمی خود اپنا حجاب ہے۔ پندار (خودی) حجاب اکبر ہے۔

(۹۴) فرمایا اذکار واشغال کیلئے استعمال مفرّیات و مرطبات ضرور رکھنا چاہئے اور نسخہ سہل الاصول ومفید یہ ہے شکر سفید ایک سیر روغن زرد ایک سیر مرچ سیاہ ۲۵ تولہ سفوف کر کے سب ایک جا کر لے ایک دو تولہ علی الصباح کھالیا کرے بدون مرطبات کے دماغ میں یبوست آجاتی ہے اور دیوانگی وجنون عارض ہوجاتا ہے اور شیخ کو حکیم ہونا چاہئے تاکہ طالب کے علاج میں نشیب وفراز پر نظر رکھے حرارت (نار) کہ لطیف ہے ظاہر نہیں ہوتی جب تک کہ کثیف میں نہ مل جائے جیسے چراغ کہ بدون تیل وفتیلہ کثیف روشن نہیں ہوتا اسی طرح قلب وجسم کو کہ عناصر سے مرکب ہے قیاس کرنا چاہئے۔

(۹۵) فرمایا کہ لوگوں نے تصور شیخ کو کفر وشرک لکھا ہے بدلیل ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون اور تصور نور کو روا کہا ہے میں کہتا ہوں کہ عوام کی نظر ظاہر پر تھی لہٰذا رجز کیا گیا اور نظر صوفی کی باطن (وحقائق) پر ہوتی ہے شیخ چونکہ میزاب رحمت الٰہی ہے عارف اس سے آب فیض حاصل کرتا ہے اور میزاب پر توجہ بالذات نہیں رکھتا۔

اگر شیخ سے غیر نور بھی غیر ہے پس یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ ﴿قولہ اگر شیخ غیر ہے نور بھی غیر ہے اقول یعنی اگر واسطہ کے درجہ میں بھی اس کی طرف توجہ ممنوع ہے اس لئے کہ وہ غیر ہے تو وہ نور بھی غیر ہے اس کا تصور کیسے جائز ہے﴾

(۹۶) فرمایا ایک درویش مجھ کو بھٹہ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ اس میں ایک شخص نے حبس دم کیا ہے جوگی وغیرہ تمام مخلوق پرستش حق (بگمان خود) کرتے ہیں اور اہل باطل کو صفائے نفس حاصل ہوسکتا ہے لیکن وہ سیر اسم مضل میں رہ جاتے ہیں۔ (حقیقۃ الحقائق) تک نہیں پہنچتے بخلاف اہل حق کے کہ سیر اسم ہادی وغیرہ کی بھی کرتے ہیں اور اس سے متجاوز بھی ہوتے ہیں۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ روند

﴿قولہ اہل باطل کو صفائے نفس حاصل ہوسکتا ہے اقول یعنی صفات رذیلہ سے گو بدون ازالہ عقائد رذیلہ کے وہ صفات موجب قبول نہیں ۱۲ قولہ اور اس سے متجاوز بھی ہوتے ہیں اقول تجاوز سے

ترک مراد نہیں بلکہ سبق مراد ہے۔ کما قال تعالیٰ بعد ذکر اصحاب المیمنۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون پس اسم ہادی کا فیض اصلاح اعمال واحوال ہے جو کہ اختیاری ہے اور اس سے سبق اجتباء ہے جو کہ غیر اختیاری ہے وجمع بینھما فی قولہ تعالیٰ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب جعل الاجتباء ثمرۃ مشیۃ نفسہ والھداۃ ثمرۃ الآیۃ ۱۲

قولہ چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زوند۔ اقول یہ اہل باطل کے حق میں فرمایا۔۱۲﴿

(۹۷) فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب شیخ اکبر سے نقل کرتے تھے کہ نار موجب حیات ہے یہ درست نہیں ہے بلکہ نار مظہر قابض ہوا مظہر باسط آب مظہر محی زمین مظہر ممیت اور مراد شیخ کی نار سے حرارت غریزی ہے نہ یہ نار۔

(۹۸) فرمایا بعضے کثرت ذکر سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر دم ذکر کرنا بدعت ہے اور بے اصل میں کہتا ہوں آیات کثیرہ سے دوام ذکر ثابت ہے یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض الایۃ پس احوال انسان اس ایک حالت سے خالی نہیں ہے اب وہ کون سی حالت ہے کہ جس میں ذکر نہ ہوگا اور فرمایا ہے فاذکرونی اذکرکم وہ کون آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کو خدا یاد نہ کرے اور فرماتا ہے قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون اس سے ثابت ہے کہ ہر دم اللہ اللہ کرنا چاہئے اور ارشاد ہوا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴿قولہ اس سے ثابت ہے کہ ہر دم اللہ اللہ کرنا چاہئے اقول بوجہ اطلاق گو آیت میں ایک استفہام کے جواب میں ہے مگر جو ایک نعمت یعنی انزال کتاب کی ولایت کی حیثیت سے مطلوب الذکر ہے وہ ولی نعم غیر متناہیہ ہونے کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ مطلوب الذکر ہوگا۔۱۲﴿

(۹۹) فرمایا کہ عارف کو نعمائے دنیوی سے بھی ترقی ہوتی ہے کیونکہ نعمائے دنیوی عکس نعمائے اخروی ہیں جیسے کوئی شخص کسی بیابان میں شدت حرارت سے بہت پیاسا اور تکلیف میں ہو اور یکبارگی ایک پیالہ ٹھنڈا پانی اس کو مل جائے تو وہ پی کر بے اختیار الحمدللہ وسبحان اللہ کہنے لگے اور کیفیت مستانہ اس پر طاری ہو

پس اگرچہ پانی نعمت دنیوی تھا لیکن باعث کیسے امر نیک کا ہوا اسی طرح نعمت دنیاوی میں عارف کی نظر رہتی ہے۔

(۱۰۰) فرمایا ایک شخص کو خواب میں کیفیت حاصل ہوتی تھی خورد ونوش و عبادت نفل بالائے طاق رکھ کر سویا کرتا تھا اسی طرح ایک آدمی بہت کھاتا تھا لوگوں نے سب دریافت کیا جواب دیا کہ پانی پینے میں کیفیت حاصل ہوتی ہے اور زیادہ خوری سے پانی زیادہ پیا جاتا ہے پس یہ ذریعہ قرب محبوب ہے۔ ﴿قولہ فرمایا ایک شخص کو خواب میں کیفیت حاصل ہوتی تھی اقول یہ کاملین کے حالات ہیں ناقص کو قیاس نہ کرنا چاہئے۔

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں میخور

کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد﴾

(۱۰۱) فرمایا فیضان کی تین قسم ہیں فیضان حالی جیسا کہ عبداللہ نومسلم حلقہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میں آیا اور گریہ شروع کر دیا۔ حافظ صاحب نے اس کے آنسو اپنی انگلیوں میں لے کر اپنی آنکھوں کے نیچے لگائے بجرد اس کے ایک کیفیت ساری محفل پر طاری ہوگئی اور سب وجد میں آ گئے۔ یہ فیضان حالی ہے قسم دوم فیضان قولی کہ کوئی عارف کچھ کہے اور اس سے وہ فائدہ مرتب ہو جو سالہا سال کی عبادت میں ممکن نہ ہو قسم سوم فیضان فعلی کہ ریاء شیخ اخلاص مرید سے بہتر ہے جیسے کہ شیخ کوئی عمل اس نیت سے کرے کہ مرید بھی اس پر عمل کریں۔

(۱۰۲) فرمایا کہ ایک شخص محب اللہ کہ پہلے قوم ہنود سے تھا مجاہدہ کیا کرتا تھا اور معنی توحید کے پوچھا کرتا تھا اور کسی سے اس کا مطلب حاصل نہ ہوتا تھا میرے پاس آیا اور کیفیت بیان کی۔ اثناء گفتگو میں ایک لفظ زبان سے نکل گیا اور وہی مطلب تھا اس نے درخواست اسلام کی میں نے فوراً مقراض لے کر اس کے سر کے بال تراش کر داخل اسلام کیا اور اس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہنچتی تھی بعدہ پہاڑ پر چلا گیا تھوڑے دنوں بعد زیارت سے مشرف ہوا اور پھر چلا گیا اس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوگئی

اور وہاں کے راجہ ووالیان ملک اس کے بڑے معتقد ہوئے۔ ﴿قولہ اس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوگئی اقول یعنی غیبی طور پر پہاڑی لوگوں کی نفع رسانی وکار براری اس کے متعلق ہوگئی ۱۲﴾

(۱۰۳) فرمایا کہ جتنے ہی شدائد مثل قریطینہ وغیرہ حرم محترم کی راہ میں حائل ہوتے جاتے ہیں اتنی ہی کشش زیادہ ہوتی جاتی ہے مقام حیرت ہے اور یہ حیرانی محمود ہے کہ علم سے ہوتی ہے اور حیرانی مذموم وہ ہے کہ جہل کی وجہ سے ہو حیرانی عارف کی حیرانی محمود ہے اس میں ایک لذت وکیفیت پاتے ہیں اور یہ سراسیمگی صرف ظاہری ہے۔

(۱۰۴) فرمایا کہ جستجو سے حاصل نہیں ہوتا مگر کرنا چاہئے یہی معنی عبدیت کے ہیں۔

یابم او را نیابم جستجوئے می کنم　　　حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

﴿قولہ جستجو سے حاصل نہیں ہوتا۔ اقول یعنی جستجو موثر حقیقی نہیں مگر کرنا اس لئے چاہئے کہ حسب وعدۂ حق موثر حقیقی یعنی عنایت حق کا سبب ہے۔۱۲﴾

(۱۰۵) فرمایا کہ ایک طالب ایک بزرگ سے نسبت رکھتا تھا میرے پاس آیا اس کے مرشد نے چونکہ ایک لطیفہ میں کچھ صفائی حاصل کی تھی دوسرے میں مشغول کر کے مرید کو سیر لطائف میں ڈال رکھا تھا میں نے کہا کہ اپنے پیر سے کہو کہ بہت اچھی طرح سے پہلے ایک لطیفہ کی صفائی کی کوشش کریں تو ذرا سی توجہ سے تمام لطائف میں صفائی ہوجائے جب صفائے قلب حاصل ہوجائے گا تمام جسم وتمام لطائف کی اصلاح ہوجائے گی تمام جسم ذاکر ہے لیکن تو بے خبر ہے ان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم۔

انسان خود اپنا حجاب ہے۔

چشم بندولب بہ بند وگوش بند　　　گرنہ بینی نورِ حق برمن بخند

اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وقت ذکر وشغل چشم وگوش وغیرہ میں روئی رکھ لے تا کہ کوئی خلل ذکر میں واقع نہ ہو دوم یہ کہ تمام اعضاء کو امور ممنوعہ سے محفوظ رکھیں آنکھ کو دید بد سے کان کو آواز مذموم سے وعلیٰ ہذا القیاس۔

(۱۰۶) فرمایا کہ جو خود محتاج و قائم بالغیر ہے دراصل وجود نہیں ہے جیسے کاغذ پر جو حروف لکھے جاتے ہیں وہ کاغذ سے قائم ہیں دراصل بے بنیاد ہیں۔ ﴿قولہ دراصل وجود نہیں ہے اقول یعنی وجود معتد بہ و مستقل نہیں۔۱۲﴾

(۱۰۷) فرمایا کہ قم باذنی قرب نوافل ہے مرتبہ الوہیت میں کہ عروج میں ہے پیش آتا ہے جیسا کہ شمس تبریز پر گذرا اور قم باذن اللہ قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد العروج پیش آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے شرک و کفر کہنا اس کو بھی جہل ہے۔ ﴿قولہ قم باذنی قرب نوافل ہے اقول جس کی تعبیر اصطلاحی اس عنوان سے کرتے ہیں کہ عبد فاعل ہو اور حق تعالیٰ الہ اور قرب فرائض کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور عبد الہ اور یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ سوقم باذنی میں احیاء کی اسناد عبد کی طرف ہے اور باذن اللہ میں حق کی طرف تفصیل و تحقیق اس مسئلہ کی مسائل مثنوی میں مذکور ہے۱۲ قولہ شرک و کفر کہنا اس کو بھی جہل ہے اقول جس کا منشا ناواقفی ہے فن سے۱۲﴾

(۱۰۸) فرمایا کہ حضرت ابوبکر خاتم الصدیقین و حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و حضرت عیسیٰ خاتم الولایت ہیں اور اس کی تعلیم کریں گے۔

(۱۰۹) فرمایا بعض فقراء خلق سے خصوصاً امرا سے روپوشی کرتے ہیں۔ حالانکہ فرمایا بزرگوں نے نعم الامیر علی باب الفقیر جو امیر کہ مجھ فقیر کے پاس آیا نعم ہو کہ آیا اس سے پرہیز کرنا خبث نفس ہے اور کبر و نخوت شیطان غرور میں ڈالتا ہے حق تعالیٰ تو اپنے بندوں کو میرے پاس بھیجے اور میں ان سے اعراض کروں ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہئے اور باطن میں حق کے ساتھ اگر پانی کشتی کے اندر آوے کشتی غرق ہو جاوے اور اگر باہر رہے باعث نجات کشتی ہے۔

آب در کشتی ہلاک کشتی است آب از بیرونِ کشتی پشتی است

اسی طرح محبت مال و اولاد وغیرہ دل سے دور کر دینا چاہئے کیونکہ موجب حجاب ہے قلب میں سوائے محبت خدا کے کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہئے۔ ﴿قولہ خصوصاً امرا

سے روپوشی کرتے ہیں۔ اقول یعنی ان کو حقیر سمجھ کر ۱۲ قولہ اور میں ان سے اعراض کروں اقول حالت کمال کی یہی ہے لیکن ابتداء میں خلوت کی ضرورت ہوتی ہے ۱۲ قولہ ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہئے اقول جن میں امرا بھی آ گئے ۱۲ قولہ کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہئے اقول پس غیر کی محبت مع ہے نہ کہ اس کا وجود اور تلبس ۱۲﴾

(۱۱۰) فرمایا باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ساری چیزیں آدمی کے جسم میں موجود ہیں اگر سردی کا تصور کیا جائے جاڑا معلوم ہونے لگے۔

(۱۱۱) فرمایا کہ اس زمانہ میں نفع زیادہ ہوتا ہے جو چیز بزرگوں کو دس سال میں حاصل ہوتی تھی فی الحال دو تین برس میں مل جاتی ہے زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دس نیکیاں ایک کے برابر تھیں اور اس زمانہ میں ایک نیکی دس پر غالب ہے کیونکہ ہم لوگوں کی ہمتیں لیت ہوگئی ہیں فضل الٰہی ادنیٰ ہمت میں متوجہ ہو جاتا ہے۔﴿ قولہ دس نیکیاں ایک کے برابر تھیں اقول باعتبار ثواب کے نہیں اس میں تو ایک نیکی برابر دس کے ہے بلکہ باعتبار اثر کے چنانچہ حدیث میں ہے کہ میرے زمانہ میں اگر مامور بہ کا عشر بھی چھوڑ دے ہلاک ہو جائے یعنی وہ نو حصہ بھی کافی نہ ہوں پورے دس کے دس حصے ہوں تب وہ سب مل کر ایک مامور بہ سمجھا جائے یہی مراد ہے اس عبارت سے اور دوسرے جملہ سے وہ مراد ہے جو اس حدیث کا تتمہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آوے گا کہ اگر مامور بہ کا عشر بھی کوئی ادا کرے تو اس کو نجات ہو جاوے گی۔ ۱۲ منہ﴾

(۱۱۲) فرمایا کہ تمام عالم کہ اعیان ثابتہ تھے باعتبار باطن قدیم ہیں اور بہ اعتبار ظاہر عادت (ناواقف) کہتے ہیں کہ مذہب صوفیہ مثل دہریوں کے ہے یہ غلط محض ہے صوفیہ باعتبار باطن (معنی) قدیم کہتے ہیں بخلاف دہریہ کے باعتبار اس صورت (موجودہ عالم) ظاہری کے قدیم کہتے ہیں۔﴿ قولہ باعتبار باطن (معنی) قدیم کہتے ہیں اقول تو درحقیقت عالم کو قدیم نہیں کہتے کیونکہ وہ عالم نہیں اعیان ثابتہ مرتبہ عالم کا ہے جو کہ صفت ہے اور عالم اس کا مظہر کبھی اس کو عالم مجازاً کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے عالم جبروت و عالم لاہوت کے اطلاق میں ۱۲﴾

(۱۱۳) فرمایا کہ انی انا ربک فاخلع نعلیک جو طور پر آواز آئی تھی وہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی سب انسان میں موجود ہے خلق اللہ ادم علی صورتہ نزدیک علماء ظاہر کے مرجع صورت کا آدم ہے یعنی خلق آدم کا اس کی صورت پر عجیب وعمدہ ہوا ہے۔ اور نزدیک صوفیہ کے صورت کا مرجع (لفظ) اللہ ہے۔﴿ قولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آتی تھی۔ اقول باطن سے مراد جوف نہیں بلکہ وہ حقیقت مخفیہ جس کے مظہر موسیٰ علیہ السلام ہیں باطن اس کا لقب باعتبار حالت قبل ظہور کے ہے اور ظاہری اس کا لقب باعتبار حالت بعد ظہور کے ہے ۱۲ قولہ اور نزدیک صوفیہ کے صورت کا مرجع لفظ اللہ ہے۔ اقول مسئلہ مشکل ہے مگر اجمالاً اتنا سمجھنا ممکن ہے کہ صورت ظہور کو کہتے ہیں انسان چونکہ مظہر کامل صفات خداوندی کا ہے اس لئے یہ فرمایا گیا ۱۲﴾

(۱۱۴) فرمایا ہمارا دین معقول ہے نامعقول نہیں ہے البتہ عقل معاد درکار ہے۔ ایک قطرہ منی نکلنے سے تمام بدن نجس ہوجاتا ہے۔ اس میں بھی ایک وجہ ہے (دوسرے دن) ارشاد فرمایا کہ منی ہر ہر جزو واعصاب سے نکلتی ہے بخلاف پیشاب کے کہ اس کے واسطے ایک مقام مقرر ہے۔

(۱۱۵) فرمایا کہ اولیاء اللہ کو معراج روحانی ہوتی ہے اور معراج جسمانی مخصوص حضرت رسالت پناہ سے ہے بخلاف معراج معنوی ہے۔﴿ قولہ معراج روحانی ہوتی ہے۔ اقول ایہام کے سبب اس کو عروج کہتے ہیں الصلوٰۃ معراج المومنین اس کی اصل ہے﴾

(۱۱۶) فرمایا ایک مرشد نے مراقبہ اللہ حاضری کا تعلیم فرما کر مرید سے کہا کہ یہ کبوتر ایسی جگہ ذبح کر جہاں کوئی نہ ہو۔ چونکہ تصور اللہ حاضری کا کیا تھا کوئی جگہ خالی نہ تھی کہ ذبح کرتا۔ واپس آ کر کہا کہ ہر جگہ اللہ حاضر وموجود ہے کہاں ذبح کروں مرشد نے کہا کہ اب تو پختہ ہوا اللہ پاک سب جگہ موجود ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے اور اس کو کوئی نہیں جیسے کوئی شخص چلمن ڈال کر بیٹھے وہ سب کو دیکھے گا اور اس کو کوئی نہ دیکھے گا۔

(۱۱۷) ایک بزرگ مراقبہ اللہ حاضری میں مستغرق تھے ہر دم متحیر رہتے تھے۔ کوئی طواف میں کوئی نماز کوئی وظیفہ میں غرضیکہ ہر کوئی عبادت میں مصروف رہتا

تھا لیکن یہ اگر طواف کا قصد کرتے تو متحیر ہو کر کھڑے رہ جاتے اور نماز شروع کرتے تو
حیرت میں رہ جاتے تمام ارکان کجا ایک عورت بھی اسی حال وحیرت میں تھی۔ جانور
اس کے سر پر بیٹھتے تھے مگر اس کو خبر نہ ہوتی تھی یہ حیرت محمودہ ہے۔

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

(۱۱۸) فرمایا کہ تمام عالم برباد ہے کیونکہ زمین گاؤ پر ہے اور گاؤ مچھلی پر مچھلی پانی پر پانی ہوا پر پس تمام عالم برباد (ہوا پر) اور ناپائیدار ہوا۔ ﴿قولہ پس تمام عالم برباد اقوال یہ لطیفہ ہے۔۱۲﴾

(۱۱۹) فرمایا علماء ایک تجلی حق ہے اس کو بعضے مخلوق کہتے ہیں اور بعضے غیر مخلوق۔ ﴿قولہ علماء ایک تجلی حق ہے اقول جو کہ حدیث کان فی علماء میں واقع ہے اس کی توجیہ مختلف ہے اگر کوئی مرتبہ الٰہیہ مراد ہے تو صیف کا تجلی ہونا ظاہر ہے اور اگر کوئی مرتبہ کونیہ مراد ہے تو تجلی بمعنی مطلق ظہور ہے اور حادث بھی ظہور سے قدیم کا ۱۲﴾

(۱۲۰) فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجلی بصورت آگ (شعلے) کے ہوئی جس صورت میں تجلی ہو حق ہے موسیٰ علیہ السلام مجاز (یعنی آگ ظاہری) سے حقیقت کو پہنچے۔ اس لئے کہ وہ تجلی ظہور نور الٰہی تھی۔ ﴿قولہ جس صورت میں تجلی ہو حق ہے۔ اقول میں نے متجلی حق ہے گو بواسطہ حادث کے ہو بلا اتحاد و بلا حلول ۱۲ قولہ (آگ ظاہری) سے حقیقت کو پہنچے۔ اقوال یعنی واصل الی الحقیقۃ ہوئے باعتبار ادراک وتوجہ کے ۱۲﴾

(۱۲۱) فرمایا کہ اس عالم میں بھی رویت حق تعالیٰ ہوتی ہے۔ لیکن انسان اس وقت آپ میں نہیں رہتا (یعنی حواس ظاہری وپندار خودی سے معطل ہو جاتا ہے) پس ادراک نہیں ہوتا اور اس فنا میں علم فنا باقی رہتا ہے اس سے بڑھ کر وہ مرتبہ ہے جس میں علم فنا بھی فنا ہو جاتا ہے۔ ﴿قولہ رویت حق تعالیٰ ہوتی ہے اقول رویت ذات کی مراد نہیں بلکہ تجلی مثالی مگر وہ مثال دوسرے مظاہر سے اقرب ہے اس لئے اس کو رویت کہہ دیا گیا ۱۲ امنہ﴾

(۱۲۲) فرمایا کہ مراتب (عرفا) چار ہیں۔ مجذوب۔ سالک۔ مجذوب

سالک۔ سالک مجذوب اور یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ ایک آدمی قوم ہندو ناتھو نامی حالت جذب میں تھا ایک دن مجھ سے کہا کہ اولے گریں گے ایسا ہی ہوا اگر کافر سے ایسا ظاہر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں اور ایسے آدمی حالت کفر میں مرتے ہیں۔

(۱۲۳) فرمایا کہ اس شعر سے مجھے خلجان تھا۔

علم حق در علمِ صوفی گم شود این سخن کے باورِ مردم شود

حضرت مولانا روم کو عالم معاملے میں دیکھا فرمایا کہ **ملکی اعظم من ملک الله** قول بایزید کا ہے تم نے نہیں سنا۔ اس میں غور کرو فوراً معنی شعر کے سمجھ میں آگئے ملک بایزید کا خدا ہے اور ملک خدا تمام کائنات ہے اور خدا اعظم ہے سب سے پس **ملکی اعظم من ملک الله** کے معنی حاصل ہو گئے اور یہی معنے شعر کے ہیں علم صوفی خدا ہے (حق) اور علم خدا تمام مخلوقات کہ مظہر اُس کے علم کی ہے۔ پس حق کے مقابلہ میں مخلوقات کیا چیز ہے۔

(۱۲۴) فرمایا کہ بوجہ سمجھنے معنی وحدت الوجود کے بہت سے فرقے ہو گئے بعض قائل بحلول وبعضے اتحادیہ ہوئے۔

(۱۲۵) فرمایا کہ مبتدی کی نظر اول مظاہر پر پڑتی ہے اور منتہی کی نظر اول ظاہر پر (حق پر) پڑتی ہے۔

(۱۲۶) فرمایا کہ اقسام تفصیلہ فنا کے بہت ہیں اوصاف ذمیمہ اوصاف حمیدہ میں فنا ہوتے ہیں جیسے قناعت میں حرص اور اسی طرح ہے۔

(۱۲۷) فرمایا کہ مقام حق الیقین کا ہمیشہ نہیں رہتا ہے کبھی دن میں ایک بار اور کبھی ہفتہ میں ایک بار موافق قرب (مرتبہ) کے ہوتا ہے اس مرتبہ میں تکالیف (شرعیہ) جاتے رہتے ہیں بعضے جب اس مرتبہ پر پہنچتے ہیں غلطی سے نماز روزہ وغیرہ سب ترک کر دیتے ہیں وقت غلبۂ حال وبیخودی کے اگر نماز روزہ ترک ہو جاوے معذوری ہے اور اگر بغیر اس حالت کے ترک کرے گا عندالشرع گنہگار و ماخوذ ہوگا۔ باوجود کھانے و پینے

اور بولنے وچلنے وغیرہ کے ترک نماز گناہ ہے اگر اپنی حالت (اختیاری) میں نہ رہے اور کوئی کام آپ سے نہ کرسکتا ہو اس حالت میں ترک نماز مضائقہ نہیں ہے (بلکہ یہ ترک کیسے ہوا کیونکہ ترک تو قصداً ہوتا ہے اور یہ حالت بیخودی میں واقع ہوا۔﴿ قولہ نماز روزہ وغیرہ سب ترک کردیتے ہیں۔اقول جس کا منشا یہ ہے کہ جہل سے اس کے اثر باقی کو جو کہ غلبہ کے درجہ کا نہیں ہوتا موثر کے حکم میں سمجھ جاتے ہیں جو کہ درجۂ غلبہ تک تھا ۱۲﴾

(۱۲۸) فرمایا عارف کی نظر پہلے ظاہر پر پڑتی ہے پھر مظاہر پر اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج و چاند کو دیکھ کر کہا ھذا ربی جس چیز پر نظر کرو اس کے صفات کے مظہر ہیں دیوار دل میں صفت قیومی ہے اور جامع وصی یہ سب کیا ہے اور کہاں سے ہے۔﴿ قولہ دیواروں میں صفت قیومی ہے اقول یعنی اس صفت کا ظہور ۱۲ قولہ جامع وحی اقول یعنی بعض مخلوقات مظہر ہیں صفت جامع وصفت حی کے ۱۲﴾

(۱۲۹) فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ وحضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔﴿ قولہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا۔اقول یعنی اسرار مخفیہ پر قصد سے ان کو اطلاع نہیں ہوسکتی ۱۲ قولہ ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اقول یعنی بعض اوقات جیسے بعض مدرکات عقل بعض اوقات فکر سے مدرک ہوجاتے ہیں ۱۲ قولہ اصل میں یہ علم حق ہے اقول اسی کا ظہور اس محل میں ہوگا قولہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے اقول اور عارف بلا اذن توجہ نہیں فرماتا سو ممکن ہے کہ آپ نے توجہ نہ فرمائی ہو یہ ایک جواب ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ توجہ سے کبھی انکشاف نہیں ہوتا ممکن ہے کبھی ہوتا ہو کبھی نہ ہوتا ہو پس دعویٰ موجبہ جزئیہ کا ہے اور سالبہ جزئیہ اس کا نقیض نہیں ۱۲﴾

(۱۳۰) فرمایا کہ نزدیک حضرات نقشبندیہ کے واسطے طے مقامات کے دوائر مقرر ہیں دراصل وہ حجاب ہیں۔﴿ قولہ وہ حجاب ہیں اقول یعنی بعض حالت میں جبکہ ان

ہی کو مقصود سمجھ لے ۱۲﴾

(۱۳۱) فرمایا کہ آدمیوں میں تین قسم کے لوگوں کا مجھے بڑا خیال رہتا ہے (۱) طالب علم اور وہ آدمی کہ بصورت فقیر و درویش ہو (۲) سید۔ (۳) جو کوئی عمر میں اپنے سے بڑا ہو کر اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں ان سے خدمت لینا مجھے بہت شاق ہوتا ہے۔

﴿قولہ اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں اقول جس کے سبب سے قلب میں ان کی عظمت ہوتی ہے ۱۲﴾

(۱۳۲) فرمایا کہ ایک بزرگ نے ابلیس کو دیکھا کہ گرد میں لوٹ رہا ہے پوچھا کہ اے ملعون بچھتر کیا (آفت) پڑی کہا کہ حبیب عجمی کو چھینک آئی اس سے میں درہم و برہم ہو گیا۔

(۱۳۳) حضرت مولانا اشرف علی نے استفسار کیا کہ بعض کتب میں مدح ابلیس کی پائی جاتی ہے کہ چونکہ توحید و عشق اس کا اعلیٰ درجہ کا تھا۔ سجدۂ آدم گوارا نہ کیا فرمایا کہ ابلیس نابکار نے ظاہر پر نظر کی اور کہا خلقتنی من نار و خلقته الآیہ۔ یہ نہ سمجھا کہ یہ خطاب کس نے فرمایا ہے اور واجب الاتباع ہے اور نظر باطن پر نہ کی کہ آدم مظہر کس کے ہیں کیا ہم بیت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ وہ پتھروں سے بنایا گیا ہے نہیں لیکن چونکہ یہ اس کا (خدا کا) مظہر ہے پس مسجود الیہ ہوا وہ نابکار ابلیس مظہر مضل تھا اپنی حقیقت میں واصل ہوا اور اپنی مراد کو پہنچا۔ ایک درویش بھی اس کو عاشق کہتے تھے۔ اور یہ کہ بے مراد ہے غلط ہے کیونکہ معنی بیمرادی عاشق کے اور ہیں کہ وصال معشوق میں اس طرح سے فنا ہوجاوے کہ لذت وصال و مکالمت کی نہ پاوے (تمیز نہ کر سکے) اللہ تعالیٰ اس کے (شیطان کے) مکر سے محفوظ رکھے۔ ایک دن میں پیشاب کرتا تھا ایک نور چاروں طرف سے محیط ہو گیا اور تجلی نمودار ہوئی غیب سے القاء ہوا کہ لاحول پڑھ چونکہ اس حالت (پیشاب کرنے کی) میں معذور (زبان سے پڑھنے میں) تھا۔ اپنے دل میں لاحول کہا (نور) غائب ہو گیا۔ حضرت غوث الاعظمؒ پر ایک ابر سایہ ڈالتا تھا ایک دن میں اس میں ایک چہرہ نورانی حسین نمودار ہوا۔ اور چونکہ حضرت پیاسے تھے سونے کے پیالے میں پانی

پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا طلائی برتن میں پینا شریعت میں ممنوع ہے جواب دیا کہ میں جنت سے لایا ہوں کیونکہ وہاں استعمال ظروف طلائی جائز ہے آپ نے فرمایا کہ جب تک اس عالم ناسوت (دنیائے فانی) میں ہوں حرام ہے (چہرہ نے) کہا کہ تمہارے علم نے تم کو بچالیا پیالہ پھینک کر غائب ہوگیا۔ مکائد شیطانی سے بچنے کے لئے علم حاصل کرنا لابدی ہے حضرت نظام الدین بلخی حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں آئے فرمایا اول تحصیل علم کرو عرض کیا کہ عمر شریف آخر ہوآئی ہے شاید حضرت کو پھر نہ پاؤں فرمایا میں موجود رہوں گا۔ جلال الدین تھانیسری میرا خلیفہ موجود ہے گویا کہ میں خود موجود ہوں اس سے تحصیل کرنا۔ ﴿قولہ استفسار کیا اقول مقصود یہ تھا کہ حقائق کی رو سے اس کا کیا جواب دیا جاوے ۱۲ قولہ اور اپنی مراد کو پہنچا۔ اقول مراد بتقاضائے استعداد ۱۲ قولہ بے مراد ہے غلط ہے اقول ایک وجہ تو غلطی کی وہ ہے جو حاشیہ سابقہ میں گزری یہاں دوسری وجہ ہے کہ اگر اس مراد سے قطع نظر کر کے مردودیت کو نامرادی کہا جائے تب بھی ہر نامراد کا عاشق ہونا لازم نہیں البتہ ہر عاشق نامراد ہے اور نامرادی کے وہ معنی ہیں جو آئندہ مذکور ہیں ۱۲﴾

(۱۳۴) فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل شہیدؒ موحد تھے چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہؒ وغیرہ پر انکار فرمایا وحدت الوجود کے قائل تھے ان کے مرشد حضرت سید صاحب مسلک وحدت الشہود کار کھتے تھے باہم گفتگو ہوئی سید صاحب کچھ کبیدہ ہوئے عرض کیا کہ یہ اور بات ہے کہ دن کو رات کہئے یہ حکایت مقام محہ میں واقع ہوئی۔ ایک شخص نے اس کو مجھ سے بیان کیا جو اس مجلس میں حاضر تھے۔ وحدت الوجود میں آپ نے (مولانا اسماعیل نے) مثنوی بھی تصنیف فرمائی ہے۔ ﴿قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہؒ وغیرہ پر انکار فرمایا اقول یعنی بعض مسائل پر ۱۲ قولہ مثنوی تصنیف فرمائی ہے اقول مقام آرہ میں چھپ گئی ہے ۱۲﴾

(۱۳۵) فرمایا کہ تجلی ذاتی سیاہ مثل غلاف خانہ کعبہ و دیدۂ چشم کے ہے۔ ﴿قولہ تجلی ذاتی سیاہ اقول یہ ایک اصطلاحی امر ہے اس نوع کی تجلی کو تجلی ذاتی کہتے ہیں یہ نہ سمجھا

جاوے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے ۱۲﴾

(۱۳۶) فرمایا کہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے بلکہ جسم مثالی پر کہ خواب میں نظر آتا ہے ونیز روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے عذاب نہ ہوگا وہ مثل آفتاب کے ہے اور روح حیوانی مانند چراغ۔ ﴿قولہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے اقول ورنہ اگر اس جسم کو درندہ کھا جائے یا وہ خاک ہو جاوے تو چاہئے کہ عذاب ہی نہ ہو اور یہ باطل ہے ۱۲ قولہ روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے عذاب نہ ہوگا اقول بلکہ اس روح انسانی پر ہوگا جو روح اعظم نہیں ہے بلکہ ہر انسان میں جدا جدا ہے اور روح اعظم واحد ہے اور ان سب ارواح کی مربی ہے اس کی شان مثل ملائکہ کے ہے کہ کائنات کے مدبر و مربی ہیں امر و نہی تکلیفی کے وہ مخاطب نہیں اور اس روح کا وجود کشف سے معلوم ہوا ہے روح حیوانی ان کے علاوہ ہے جس کو اطباء روح کہتے ہیں اور ظاہراً اس عبارت میں روح حیوانی روح انسانی غیر مشترک کو مجازاً کہہ دیا ہے بقرینہ تقابل ۱۲﴾

(۱۳۷) فرمایا **من عرف نفسه فقد عرف ربه** میں نفس حقیقی مراد ہے اہل ظاہر کے نزدیک اس کے دوسرے معنی ہیں اور نزدیک اہل تحقیق و اہل باطن کے اور معنی ہیں دوسرے معنی جب دل میں آویں گے بیان کروں گا۔ جب کوئی شخص طالب ہوتا ہے اور مجمع (صحبت) میں کوئی غیر نہیں ہوتا زبان پر (مطلب) آتا ہے جیسے دودھ کہ سب عورتوں کی پستان میں موجود ہے لیکن جب تک اس کا کھینچنے والا نہیں ہوتا نہیں نکلتا۔ جب نکلنے کا وقت آتا ہے کھینچنے والا پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۳۸) فرمایا کہ اشیاء حسیہ عالم مظہر مدل ہے مگر ان کا حق کہنا بے ادبی ہے۔ ﴿قولہ ان کو حق کہنا بے ادبی ہے اقول لینے عارف کے لئے گو وہ اصطلاح اور تاویل سے کہتا ہو اور جاہل کے لئے تو بالکل ہی کفر و شرک ہے۔ کیونکہ وہ اصطلاح بھی نہیں جانتا جو تاویل کرے ۱۲﴾

(۱۳۹) فرمایا کہ عاشق کی کئی قسمیں ہیں عاشق ذاتی کہ نامراد ہو۔

گر مرادت را مذاق شکر است بیمرادی نیمرادِ دلبر است

اگر ایسا شخص بیمار ہو کر حرم میں نماز نہ پڑھ سکے کبھی تاسف نہیں کرتا ان کے

نزدیک نعم وقہر برابر ہے۔

پس زبون وسوہ باشی دِلا گر طرب راباز دانی از بلا

اور عاشق صفاتی وعاشق احسانی جیسے ہم لوگ اور عاشق حسنی۔

(۱۴۰) شدائد حج کا ذکر چلا فرمایا یہ شدائد دلیل عظمت حرمین ہیں۔

رنج وراحت شد چو شد مطلب بزرگ گردِ گلہ توتیائے چشم گرگ

اور جو لوگ طالب صادق ہیں ان شدائد کو حصول مطلب کے مقابلہ میں کچھ نہیں گنتے۔

متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔

(۱۴۱) فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب نے مجھ کو چار چیزیں تلقین فرمائیں (۱) طلب رزق حلال (۲) تمام عالم سے اپنے کو بدتر سمجھنا (۳) مراقبہ احسان (۴) ترک اختلاط غیر جنس۔

(۱۴۲) فرمایا کچھ موجود نہیں ہے سب فنا ہے جس چیز کے اول وآخر فنا ہے اس کی حالت متوسط کا کیا اعتبار الوجود بین العدمین عدم کالطھر بین الدمین دم۔ ﴿قولہ کچھ موجود نہیں ہے اقول یعنی موجود معتد بہ بقرینہ مابعد ۱۲﴾

(۱۴۳) فرمایا کہ حضرت سید حسن دہلوی کے ملقب بہ رسول نما ہیں دو ہزار روپیہ لے کر زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کرتے تھے یہ تدبیر واسطے مجاہدہ وتزکیہ نفس کے تھی جب محبت مال کی قلب میں نہ رہی پس مجاہدہ نفس حاصل ہوا اور قابلیت زیارت حضور پرنور پیدا ہوگئی میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ ﴿قولہ دو ہزار روپیہ اقول یا ایک ہزار کچھ شک سا ہے ۱۲﴾

(۱۴۴) فرمایا فدا حسین رسول شاہی نام جو شخص دہلی میں تھا صاحب باطن تھا شاہ عبدالعزیز صاحب نے کسی کو مناظرہ کے لئے نہیں بھیجا جو مشہور ہے غلط ہے۔ ﴿قولہ صاحب باطن تھا اقول یہاں باطن سے مراد ریاضت ومجاہدہ سے جو کشف وتصرف حاصل ہو جاتا ہے خواہ

مقبول نہ ہو کیونکہ قبول بدون اتباع شریعت حاصل نہیں ہوتا ۱۲ اقولہ جو مشہور ہے غلط ہے اقول حضرت کو یہ روایت کسی غیر ثقہ سے پہنچی ہوگی اور اجتہادا اس کو حضرت شاہ صاحبؒ کے طرز کے خلاف سمجھا ہوگا ۱۲﴾

(۱۴۵) فرمایا کہ مجذوب جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں زبان سے کہہ ڈالتے ہیں اور سالک زبان کو روکے رہتے ہیں لیکن لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دل کو خطرات وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اپنے دل پر مراقب رہیں مبادا اثر دل مکدر قلب اہل باطن پر پڑے اور کچھ اس کی زبان پر آجاوے تو شرمندگی ہو اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نبا شید از گمان بد خجل

﴿قولہ دل کو خطرات وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اقول اور ان کے زبان پر نہ لانے سے یوں نہ سمجھیں کہ ان کو ادراک نہیں ہوا ممکن ہے ادراک ہوجاوے اور ممکن ہے کہ کبھی زبان پر بھی لے آویں ۱۲﴾

(۱۴۶) فرمایا کہ جب عرفان حاصل ہوجاتا ہے تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں۔ ﴿قولہ تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں اقول موثر حقیقی کے مشاہدہ سے سب کو مثل مضطر کے دیکھتا ہے اور محقق گو کالمضطر نہ دیکھے مگر اس کا انکار اعتراضاً نہیں ہوتا اصلاً ہوتا ہے ۱۲﴾

(۱۴۷) فرمایا زبان ظہور مہدی بہت سخت وخوفناک ہے اکثر لوگ مخالف ہوں گے وہ خود امام مستقل ہوں گے تقلید حنفی وشافعی کی اس وقت نہ رہے گی اکثر علماء اسی وجہ سے مخالفت کریں گے اللہ تعالیٰ اس وقت ایمان سلامت رکھے برحمۃ وبحرمۃ نبیہ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۴۸) فرمایا کہ اس زمانہ کے بعض نقشبندیہ اپنے کو تمام خاندانوں سے افضل سمجھتے ہیں اور پابندی شریعت کو دلیل لاتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں ہے کہ مخالف شریعت کا ہو اور اس کو کوئی لطف عرفان کا حاصل ہوا ہو۔

(۱۴۹) فرمایا انوار کی چار قسمیں ہیں انوار ذاتی۔ انوار صفاتی۔ انوار آثاری۔ انوار افعالی اور انوار لطائف انوار صفاتی کی قسم سے ہیں۔ ﴿قولہ انوار لطائف اقول مراد وہ

انوار ہیں جن کا ادراک لطائف سے ہوتا ہے نہ وہ جن سے خود لطائف متصف ہیں۔۱۲﴾

(۱۵۰) فرمایا کہ بعضے لوگ ہمارے قافلہ میں ایسے موجود ہیں کہ اپنے دل میں کچھ بات خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں (دل ہی میں کہ) اگر یہ (حضرت صاحب قبلہ مدفیضہ) مطلع ہو کر بتلادیں تو البتہ شیخ ہیں بزرگوں کا امتحان لینا بے ادبی ہے ان کو کیا ضرورت ہے کہ تمہارے دل کا حال بیان کریں بزرگوں کے حضور میں چاہئے کہ کاسۂ دل کو خالی آگے رکھ کے تمنا و آرزو و اخذ فیض کی کریں شاید کچھ حاصل ہو جائے۔

(۱۵۱) فرمایا کہ بعضے کہتے ہیں کہ ہم کو اپنے سینہ سے کوئی چیز (فیض) دیجئے شیخ کا کام تخم ریزی ہے اور آبپاشی وغیرہ کام مرید کا ہے مگر شیخ کی توجہ سے قلب ذاکر ہو گا دیرپا نہیں ہو سکتا۔ جب چھوڑ دیا جائے گا اور ذکر نہ کیا جاوے گا قلب اصلی حالت (سابق) پر رجوع کرے گا بعد اس کے پھر اس وقت ذاکر ہو گا جب نفی و اثبات کی مداومت کی جاوے اور محنت کے ساتھ قلب ذاکر کیا جاوے رفتہ رفتہ ذکر قلب حاصل ہو گا۔

(۱۵۲) فرمایا کہ اس زمانہ میں جہاں ذرا سا اثر ذکر کا قلب پر پیدا ہوتا ہے قبل اُس کے پختہ ہونے کے دوسرے لطیفہ پر (طالب) متوجہ ہو جاتے ہیں اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(۱۵۳) فرمایا کہ توجیہ و شفقت بزرگان ہمیشہ فقیر پر (حضرت صاحب مدفیضہ پر) مبذول رہی ایک دن مدینہ منورہ میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی خدمت میں عیادت کے لئے گیا انہوں نے اپنے بھائی شاہ عبدالغنی صاحب سے فرمایا کہ میری بیماری تک خدمت حاجی صاحب کی تمہارے ذمہ ہے۔

(۱۵۴) فرمایا کہ غیر مقلدین انکار تقلید کرتے ہیں یومنون بالغیب میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے حنفی و شافعی کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کا حکم کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ تقلید کوئی چیز نہیں ہے ہم تقلید نہیں کرتے تم بھی نہ کرو مستلزم اس کا ہے کہ ہمارے طریقہ پر چلو اور ہماری پیروی اختیار کرو۔ پس اس

میں بھی حکم تقلید کا کرتے ہیں۔ ﴿یومنون بالغیب میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے اقول کیونکہ اکثر عوام مومنین دلیل نہ جانتے تھے اور نہ سب اہل مشاہدہ تھے پھر ایمان تقلیدی نہ ہوا تو کیا ہوا جب اصول میں تقلید شروع ہے فروع میں کیسے انکار کیا جاوے گا۔۱۲﴾

(۱۵۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دہلی کے بازار میں چلا جاتا تھا ایک عاشق مزاج کو دیکھا کہ ایک دکان پر بیٹھا ہوا بڑے ذوق وشوق سے رسالۂ دردنامۂ غمناک کہ مصنفہ میرا (حضرت صاحب کا) ہے پڑھتا ہے اور اُس پر کیف طاری ہے میں نے کہا کہ مجھ کو قال تھا اور اس کو حال ہے دوسرے دن پانی پت کے راستہ میں بھی ایک آدمی کو اسی حالت سے دیکھ کر میں نے پوچھا کیا پڑھتے ہو وہ غصہ ہوکر کہنے لگا کہ اپنی راہ لو تم کیا جانو (کہ کیا پڑھتے ہیں) میں ہنسنے لگا جب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ مصنف رسالہ تھے حاضر ہوکر خطا معاف کرائی اور آمد ورفت رکھنے لگا۔

(۱۵۶) مولانا اشرف علی صاحب نے ایک حکایت بیان کی کہ حضرت فرید الدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے مرشد سے شکایت عدم رویت حق تعالیٰ کی کی جواب دیا کہ اس وقت نماز عشاء کی نہ پڑھو مقصد حاصل ہو جائے گا اُس کو تعجب ہوا اور فرض کا ترک کرنا گوارا نہ ہوا صرف سنت نہیں پڑھی رات کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (خواب میں) کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کیا کیا کہ تو نے میری سنت ترک کردی صبح کو اس (مرید) نے مرشد سے کیفیت بیان کی انہوں نے کہا اگر فرض (نماز) ترک کرتے خدا کا دیدار حاصل ہوتا فرمایا کہ گناہ کرنے سے بعد واعراض ہوتا ہے نہ کہ قرب ووصل لیکن چونکہ اس شخص کو خدا کی طرف سے کشش تھی اور مرتبہ محبوبیت میں تھا نماز ترک کرنے سے اس کا مرتبہ گھٹ جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ تھا پس واسطے تنبیہ کے لامحالہ تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا۔ ﴿قولہ تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا اقول فی الواقع اسرار کو عارفین سمجھتے ہیں ہم اندھوں کو نہ چاہئے کہ دم حقیقت کا بھر کر شریعت کے خلاف کریں پیر کو مرید کا مقام معلوم تھا کہ اس کی نماز وقت پر ضرور ہو جائے گی تو واقع میں ترک نماز کو جائز نہیں رکھا۱۲﴾

(۱۵۷) فرمایا کہ مولانا فخر الدین شاہ ولی اللہ و خواجہ میر درد و مرزا مظہر جانجاناں رحمہم اللہ تعالیٰ کی کسی شخص نے ضیافت کی اور اپنے گھر بٹھا کر خود غائب ہوگیا اور بہت دیر کے بعد یہاں تک کہ وقت نماز کا آ گیا آ کر دو پیسے سب کے ہاتھ پر رکھ دیئے مولانا صاحب پر چونکہ اخلاق رحمت وانکسار غالب تھا آپ نے اس کی تعظیم اور پیسوں کو سر و چشم سے لگا کر قبول کیا اور مرزا صاحب چونکہ بہت نازک طبیعت ولطیف مزاج تھے (یہاں تک کہ زمانہ بچپن میں بدصورت دایہ کی گود میں نہ جاتے تھے) کہنے لگے کہ میاں اگر یہی ارادہ تھا تو خواہ مخواہ اتنی دیر کی اور دوسرے حضرات نے کچھ نہیں کہا۔

(۱۵۸) فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت مرزا صاحب سے شکایت سماع خواجہ میر درد کی کی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی آنکھوں کا مریض ہوتا ہے اور کوئی کانوں کا ان کو کانوں کا مرض ہے اور مجھ کو آنکھوں کا کہ حسن پرست ہوں۔ ﴿قولہ اور مجھ کو آنکھوں کا کہ حسن پرست ہوں اقول یہ مقتضیٰ لطافت طبع کا تھا جیسا کہ دایہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ خواہش نفسانی جو کہ اس وقت بلائے عام ہے نعوذ باللہ ۱۲﴾

(۱۵۹) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے۔ یہ وہی زمانہ ہے اس زمانہ میں پورا دین نہ مکہ میں ہے نہ مدینہ میں اس زمانہ میں دیندار وہ ہے جو پہاڑ پر جا کر مصروف ذکر الٰہی ہوا ایک وہ زمانہ تھا کہ اہل مکہ بیع و شرا میں ایک کلام کہتے تھے اگر کوئی کچھ کمی و بیشی کہتا تھا تو دکاندار تعجب سے اس کو دیکھ کر کہہ دیتا تھا حی رح (چلے جاؤ) اور اب ہندیوں کے اختلاط کی وجہ سے دروغ و فریب چل گیا ہے (وائے قسمت! ہندیو اب بھی جاگو۔ دیکھو تمہارا کیا حال ہے اور کیسے الزام کے ملزم بنے ہو افسوس) اور مظالم حکام و کج خلقی عوام اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ ہر شے میں تشدد بڑھ گیا ہے ایک وقت کرایۂ مدینہ طیبہ صرف پانچ چھ ریال تھا اور اب نوبت چالیس تک پہنچ گئی ہے اور اگلے وقت میں کوئی حرم مدینہ میں دھیمی آواز سے بھی بات نہیں کرتا تھا اگر کوئی بولنا چاہتا تھا شف حیات النبی کہہ کر خاموش کر دیتے تھے

اور سارے شہر میں نزاع وفساد اور زور سے بولنا معدوم تھا اتنا ادب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور اب بالکل حالت بدل گئی ہے تاہم ان کے اخلاق باوجود تغیر وکمی کے اور ہیں اور اہل مکہ کے اور وہ (اہل مدینہ) نور اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہیں اور یہاں (مکہ مکرمہ میں) ظہور صفات جلالیہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۱۶۰) ایک شخص آیا اور بہ آواز بلند رونے لگا اور کیفیت علالت اپنی زوجہ کی بیان کرنے لگا فرمایا بھلا یہ کون سا موقع رونے کا روح قفس سے رہا ہوتی ہے اور وطن اصلی کو جاتی ہے یہ امر قابل مسرت ہے نہ لائق رنج کہا اس سے مجھ کو آرام تھا فرمایا جب وہ نہ تھی تب تیرا کام کیسے ہوتا تھا کہا پہلے سے میرے پاس ہے ہنس کر فرمایا کیا اس کو ساتھ لائے ہو؟ جب شکایت شروع کی فرمایا شکایت اس مقام کی بھلا نہیں معلوم ہوتی عرض کیا کہ میرا ارادہ مدینہ طیبہ کا تھا فلاں شخص کفیل زاد وسامان کا ہوا ہے اور وعدہ کیا ہے فرمایا یہ شرک کی باتیں مت کرو خاموش رہو۔ ﴿قولہ کیا اُس کو ساتھ لائے ہو اقول یعنی ماں کے پیٹ سے ۱۲﴾

(۱۶۱) فرمایا کہ میں نے وقت تہجد کے ایک شخص قوی ہیکل زشت رو کو دیکھا کہ دہنی طرف آ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا ناگاہ دو آدمی آئے اور اُس کو پکڑ کر لے گئے اس کے بعد دیکھا کہ دو آدمی اور بائیں طرف سے مجھ کو ایذا پہنچانا چاہتے ہیں میں نے ان کو جھڑک دیا وہ غائب ہو گئے ایک خادم نے عرض کیا کہ حضور کے دشمن ذلیل ہوں گے فرمایا نفس وشیطان یہی دشمن ہیں شاید یہی آئے ہوں اور اگر کوئی بلاوجہ میرے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا خود اس پر الٹ پڑے گا۔

(۱۶۲) فرمایا کہ مرتبہ اولی رجاء وخوف ہے بعدہ قبض وبسط وبعدہ ہیبت وانس۔ بعض کو ہیبت ہوتی ہے اور بعض کو اُنس اور بعض کو دونوں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جامع تھے ان دونوں کے اسی وجہ سے جب انس غالب ہوتا تھا ارشاد فرماتے تھے کلمینی یا حمیرا تاکہ طرف سے اپنے منصب نبوت کے رجوع فرماویں اور شفقت برحال مخلوق کم نہ ہو اور جب ہیبت غالب ہوتی فرماتے ارحنی یا

بلال تا کہ توجہ الی اللہ میسر ہو۔ ﴿قولہ مرتبہ اولی رجاء خوف ہے اقول یعنی اسی خوف و رجا کو اگلے مقام میں قبض وبسط وانس وہیبت کہتے ہیں ۱۲﴾

(۱۶۳) (لطیفہ) ایک خادم (حضرت صاحب کے) نے کسی کتاب میں کلمۂ امداداللہ پڑھا اور کہا نام نامی حضور کا اور مدح وثنائے عالی پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے ہنس کر فرمایا۔ جہاں نظر کرو امداداللہ ہے ظہور (عالم) کا امداداللہ سے ہے اگر مدح وثناء امداداللہ نہ کریں کمبختی آوے۔

(۱۶۴) ایک سائل آ کر بیٹھا آپ نے کچھ پیش فرمایا وہ لے کر چلا گیا ارشاد فرمایا کہ وہی دیتا ہے اور وہی دلاتا ہے میں نے ہر چند چاہا کہ زیادہ ہاتھ میں آوے بار بار اسی قدر آتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کی قسمت میں نہ تھا۔ بلکہ اسی قدر تھا۔

(۱۶۵) فرمایا جب تک کہ اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں طبیعت منبسط وخوش رہتی ہے اور جب کوئی غیر آ جاتا ہے منقبض وست ہو جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ جلد اس کو رخصت کیجئے۔ ﴿قولہ فرمایا جب تک اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں اقول چونکہ وہ سائل طالب دنیا تھا اس لئے اس تقریب سے یہ مضمون فرمایا اور آئندہ مضمون سخاوت کے متعلق بھی اسی تقریب سے ارشاد ہوا اسی طرح اشیاء کا مذموم مطلق نہ ہونا بوجہ مظہریت صفت کمال کے ۱۲﴾

(۱۶۶) گدا سخاوت کا آئینہ ہے جسے چہرہ کے حالات بدون آئینہ کے معلوم نہیں ہوتے ایسے ہی صفت سخا مخفی ہے بدون گدا کے۔

(۱۶۷) اگر غور کیا جاوے تو کوئی چیز من کل الوجوہ مذموم نہیں ہے کیونکہ حقیقت تمام اشیاء کی اعیان ثابتہ ہے اور وہ علم الٰہی ہے اور علم الٰہی تمام تر محمود ہے پس کوئی چیز مخلوقات سے بہ نسبت حق تعالیٰ کے مذموم نہیں ہے ذم ومدح (بھلائی برائی) جو کچھ ہے باعتبار ہمارے ہے۔

(۱۶۸) فرمایا کہ ایک دن مجھ سے اور فلاں مولوی صاحب سے گفتگو ہونے لگی بڑا مجمع ہو گیا میں نے پوچھا کہ تحصیل علم سے کیا غرض ہے کہنے لگے مجہولات کا

جاتا۔ اثنائے گفتگو میں نے کہا کہ مقصود تحصیل علم سے اگر صرف جاننا ہے تو مسجد منہدم کر کے مدارس بنوانے چاہئیں۔ مولوی صاحب ساکت ہو رہے یوں ہی دیر تک گفتگو رہی میں مختصر جواب دیتا رہا بعدہ تمام رات مولوی صاحب بیقرار رہے اور میں پشیمانی میں گرفتار رہا کہ مجھ کو زیبا نہ تھا کہ عالم سے مقابلہ کروں۔ صبح کو مولوی صاحب نے آدمی بھیج کر صلح کر لی افسوس کہ اب میرے دوستوں میں کوئی نہیں رہا۔

(۱۶۹) جب مثنوی شریف ختم ہوگئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز اور شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا ﴿قولہ اُس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی اقول یہ مطلب نہیں کہ اُس کو سامنے رکھ کر بلکہ اُس موقع پر بلا اعتقاد توقف وصول ثواب شربت پر تلاوت ۱۲ قولہ نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے اقول یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی تحقیق ہے فقہ حنفی میں اس میں تفصیل ہے کہ اس عمل کی مطلوبیۃ بالذات کے وقت تو یہی حکم ہے ورنہ رضوان عوام کے لئے اصل سے بھی منع کر دیا جاوے گا آگے تفریعات اسی تحقیق اجتہادی پر ہیں جس میں تفصیل ذکر کا قائل متفق ہوگا مگر چونکہ حضرت کا اجتہاد بعض علماء کے موافق ہے اس لئے حضرت کو معذور رکھا جاوے گا ۱۲ قولہ اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ اقول البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرے زیادتی ہے ۱۲﴾

(۱۷۰) ایک شخص نے اجمیر شریف کہا دوسرے نے کہا کہ اجمیر اجمیر ہے شریف کیونکر ہوگیا اس نے جواب دیا تمہارا مزاج کو شریف کہا جاوے اس پر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت پر کہ مقبولان الٰہی کی وجہ سے پیدا ہوئی (شرافت) اس کا ایسا انکار۔

(۱۷۱) جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں نم کنومة العروس عرس کو رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب عشرۂ محرم کے دن بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے بادشاہ چونکہ سونے کے کڑے پہنے تھا آستین سے بند کرلیا اور جب تک مولانا بیٹھے رہے مودب بیٹھا رہا اس مجلس میں سر الشہادتین پڑھی جاتی تھی ایک خادم نے عرض کیا کہ اگلے بادشاہ درویش ہوتے تھے فرمایا بادشاہ دراصل وہی ہے جو گدا ہے۔

گدا بادشاہ ست و نامش گدا

البتہ اہل ہند مولد شریف میں اکثر ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ جن میں پیغمبروں کی اہانت ہوتی ہے یہ بڑا گناہ ہے ایک خادم نے عرض کیا ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

غلامے بود یوسفؑ زر خریدہ

فرمایا کہ یہ مقام توحید ہے خدا کے آگے بھی عزت ہے ذلت نہیں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کیا اگر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جائے تو بھی درست ہے ﴿قولہ اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے اقول تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصود کے سمجھنا غلو ہے اور یہاں بھی وہی حاشیہ دیکھ لیا جاوے جو اس سے اوپر والے کے قبل کے ملفوظ پر ہے ۱۲ قولہ یہ مقام توحید ہے اقول یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام توحید میں یہ کہا ہے تو اس مقام پر آپ کے تعین پر نظر نہیں ہوگی بلکہ مبداء تعین پر اور وہ حقیقت الٰہیہ ہے جس کے مظہر حضور اقدس ہیں ۱۲﴾

(۱۷۲) فرمایا جب کوئی عارف کوئی کام کرتا ہے اُس کو خدا کی طرف سے وسعت زمانی مرحمت ہوتی ہے حضرت امام العارفین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر قریب باون سال کے تھی اور تصانیف ان کی بے شمار ہیں کہ اتنی امت میں غیر ممکن ہیں یہ وسعت زمانی تھی یونہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم مبارک رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے عالم خلق و امر سب خدا کے دست (قدرت) میں ہے جس سے چاہے اس سے متعلق فرمادے تمہارے اوپر خدا کا فضل و رحمت ہے کہ اتنی قلیل مدت میں اتنا ترجمہ کرتے ہو یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا (الحمدللہ کہ صرف چند دن کے قیام میں جو خدمت اس سے و جناب حاجی محمد مرتضیٰ خاں صاحب سے ہوسکی اس کے باب میں حضور نے اکثر زبان فیض ترجمان سے ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے فالحمد للہ علی ذلک ۱۲ مترجم۔

﴿قولہ قرآن ختم کر دیتے تھے اقول مجھ کو اس روایت کی تحقیق نہیں ۱۲ قولہ یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا۔ اقول وقت ترجمہ تنویر کے ۱۲﴾

(۱۷۳) فرمایا پستی عجب چیز ہے زمین میں کہ پستی ہے کیسے کیسے پھول اگتے ہیں۔ اور پہاڑوں و پتھروں میں (باوجود رفعت) کچھ نہیں (پیدا ہوتا) اور پانی پستی میں ہوتا ہے اس میں کیسے کیسے فائدے ہیں۔ ﴿قولہ کچھ نہیں (پیدا ہوتا) اقول اور جہاں ہوتا ہے انہیں اجزائے ارضیہ کی بدولت ۱۲﴾

(۱۷۴) فرمایا کہ جب آدمی کسی کام میں بخوبی مصروف ہو کر کوشش کرتا ہے اور بالکل اُسی کا ہو جاتا ہے تو اس کام میں صفت الٰہی ظہور کرتی ہے اور وہ کام عجیب الصنعۃ نظر آتا ہے کیونکہ اس میں خدا کی صفت ہوتی ہے لیکن (افسوس) اس کا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ یہ میری کاریگری ہے جیسا کہ اہل صنائع جدیدہ خیال کرتے ہیں۔ ﴿قولہ اس کام میں صنعت الٰہی ظہور کرتی ہے اقول مراد صنعت کی شان خاص ورنہ مطلق صنعت کا ظہور تو ہر موضوع میں ہے ۱۲﴾

(۱۷۵) فرمایا کہ نزول مولانا روم علیہ الرحمہ کا بہ نسبت نزول شیخ اکبر کے کامل ہوتا ہے۔

(۱۷۶) فرمایا کہ شیخ خاں صاحب خلیفہ حضرت میانجی شاہ نور محمد صاحب قدس سرہ میرے برادر ارشادی جب قریب رحلت ہوئے وقت نزع لوگوں نے تلقین کلمہ شروع کیا اور وہ منہ پھیر لیتے تھے سب کو تعجب تھا کہ ایسے بزرگ کی یہ حالت ہے کہ جس سے سوء خاتمہ کا خیال ہوتا ہے۔ جب حضرت مرشد تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا الحمدللہ لیکن یہ لوگ مجھ کو پریشان کرتے ہیں اور مسمیٰ سے طرف اسم کے لاتے ہیں پس مراتب لوگوں کے مختلف ہیں اعراض کلمہ سے سوء خاتمہ پر استدلال نہ کرنا چاہئے ممکن ہے اس میں کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا ﴿قولہ ممکن ہے اس میں کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا اقول پس وہ شخص معذور ہوگا لیکن اس سے زیادہ کمال جامعیت ہے کہ باوجود مشاہدہ مسمیٰ کے اسم کا حق بھی ادا کرے ۱۲﴾

(۱۷۷) فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لباس عمدہ پہنتے تھے اور کھانا لذیذ کھاتے تھے یہ سب عکس نعمائے اخروی تھا اور وہ عکس صفات حق تعالیٰ تھی۔ حضرت شیخ ان عکوس میں معائنہ اصل کا کرتے تھے پس یہ چیزیں ان کے واسطے بمنزلہ آئینہ کے تھیں۔

(۱۷۸) فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق ہے عورت آئینہ مرد اور مرد آئینہ حق پس عورت مظہر و آئینہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر و نمایاں ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہئے۔ ﴿قولہ فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اقول یعنی بلا واسطہ ورنہ عورت بھی مظہر ہے حق کی مگر بواسطہ اور منشا اس کا تکون حوا کا ہے آدم علیہ السلام سے قولہ ملاحظہ کرنا چاہئے اقول یعنی حلال عورت میں اور حرام سے بجز بعد و حرمان کے کیا ہے ﴾

(۱۷۹) فرمایا کہ جب میں (حضرت صاحب) پہلے مکہ آیا تو نوبت فاقوں کی پہنچ گئی کئی کئی دن تک اتفاق کھانے کا نہیں ہوتا تھا میں نے عرض کیا کہ بارالٰہا مجھ میں طاقت امتحان نہیں ہے بعدہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو دیکھا کہ فرماتے ہیں

کہ لاکھوں روپیہ کا خرچ تمہارے ہاتھوں مقرر ہوگا میں نے عرض کیا کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا ہنس کر فرمایا کہ تمہاری حاجت بند نہیں رہنے کی اس وقت سے خرچ ماہانہ کہ اقل مرتبہ سو روپیہ ہے خدا اپنے خزانہ رحمت سے پہنچاتا ہے۔

(۱۸۰) فرمایا کہ **الله لا اله الا هو له الاسماء الحسنى** الآیہ۔ اس آیت میں ایک راز مکنون ہے۔ پہلے نفی غیر کی فرما کر اثبات وحدۃ الوجود کا فرمایا ہے بعدہ فرماتا ہے کہ سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء صفات میری ہے یعنی جو کچھ غیر ذات اس کے معلوم ہو وہ سب مظاہر صفات ہیں۔ ﴿قولہ وہ اسماء وصفات میری ہے اقول مطلب یہ ہے کہ جب **لا اله الا هو** سے غیر کی نفی ہوگئی تو سوال وارد ہوا کہ یہ کائنات کیا ہیں؟ **له الاسماء الحسنىٰ** میں اس کا جواب ہے کہ ان کے جو اسماء ہیں یہ کائنات ان کے مظاہر ہیں موجود مستقل نہیں یہ باب اشارہ ہے تفسیر نہیں ۱۲﴾

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا۔ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا۔ **ماتلک بیمینک یاموسی** تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ **هي عصاي اتوكاء عليها واهش بها على غنمي ولي فيها مارب اخرى** الآیہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ادب یا غزالی** ۔﴿قولہ ادب یا غزالی اقول یہ کسی بزرگ کا کشف ہوگا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز ان بزرگ کو مکشوف ہوئی ہوگی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہوگیا وہ معراج جسدی حضور کی مراد نہیں کہ ابعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت ان کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲﴾

(۱۸۲) فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی جب ختم ہوئی تبرکا دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں۔ ﴿قولہ اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں اقول البتہ اصرار بالمعنی المذکور افراط ہے اور ملفوظ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جاوے ۱۲﴾

(۱۸۳) ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور یک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال توجہ سے سن رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون سی کتاب ہے کہا گیا احیاء العلوم حجۃ الاسلام امام غزالی کی ہے فرمایا کہ یہ لقب عطیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۱۸۴) فرمایا کہ نیستی و عدم ایک لذیذ چیز ہے ہر شخص اپنے عدم کا عاشق ہے دیکھو جب تعجب ہوتا ہے سونا اختیار کرتا ہے اور نیند ایک قسم کا عدم ہے۔

(۱۸۵) فرمایا کہ اگر تمامی جسم و صفات سے ایک چیز کو لو اور اس میں غور کرو مثلاً تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے اور کون کہتا ہے آخر نوبت خدا تک پہنچ گئی اور ماسوائے خدا معدوم و فنا معلوم ہوگا مجھ کو رگ رگ میں وہی نظر آتا ہے۔ ﴿قولہ تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے اقول یعنی موثر کون ہے اور اس کے مشاہدہ کا جب غلبہ ہوتا ہے مظہر کی طرف التفات نہیں رہتا اور اس کی صفت کی اسناد غلبہ کے سبب موثر کی طرف متوہم ہونے لگتی ہے جملہ کون کہتا ہے کا منشا یہی ہے ۱۲﴾

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم** مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے **لاتقنطوا من رحمۃ اللہ** اگر مرجع اس کا کلمہ ہوتا فرماتا **من رحمتی** تا کہ مناسبت **عبادی** کی ہوتی۔

ارشاد فرمایا اے (حاشیہ) قولہ مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اقول اتنی اور بزرگوں کے کلام میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔ یہ مرتب حقیقت میں ہے جیسا اس کا مبنی واصل بحق ہونا اوپر فرمایا ہے جس کو عارفین ہی سمجھ سکتے ہیں اور باعتبار ظاہر کے چونکہ عبد بمعنی عابد آتا ہے اس لئے احتیاط کی جاتی ہے البتہ عبد بمعنی مملوک لے کر توجیہ ممکن ہے مگر عوام کو ابہام سے بچانا بھی واجب ہے۱۲ قولہ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا اقول منشا اس تقریر کا فناء فی الشیخ ہے اس لئے حجت نہیں ۱۲

(۱۸۷) ایک دن فرمایا کہ یہ مکان جس میں میری نشست ہے نشستگاہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

(۱۸۸) فرمایا کہ یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ای من المتقین. یہ خطاب ان مومنین سے ہے کہ جو ایمان کامل رکھتے ہوں نہ مطلق مومنین پس جو کوئی اولی الامر صاحب باطن ہوا اور تزکیہ نفس و تصفیۂ قلب کر چکا ہو وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں کیونکہ منکم فرمایا ہے یعنی اے صحابہ جیسے کہ تم کامل الایمان صافی القلب پاک طینت ہو ایسے ہی اگر اولی الامر بھی ہوں تو واجب الطاعت ہیں ورنہ نہیں وھکذا المومن مراۃ المومن مراد اس سے مومن کامل ہے نہ مطلق مومن کیونکہ مراءۃ وہی ہوگا جو کہ صاف وشفاف ہو پس جس شخص کا قلب صاف ہو وہ قابلیت مرأۃ (آئینہ) ہونے کی رکھتا ہے ورنہ نہیں۔

﴿قولہ وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں اقول یعنی علی الاطلاق کیونکہ ایسا شخص خلاف اللہ ورسول کے ہرگز نہ کہے گا ورنہ امور موافقۃ للشرع میں ظاہری اولی الامر کی بھی اطاعت واجب ہے البتہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۱۲﴾

(۱۸۹) فرمایا کہ اوتاد جمع وتد کی ہے بمعنی میخ چونکہ ان کی بدولت آفات و زلزلات سے حفاظت رہتی ہے لہٰذا اوتاد کہتے ہیں اور ابدال کہ سات ہیں اور ہر اقلیم میں مقرر ہیں جب ایک ان میں سے فوت ہوتا ہے دوسرا قائم کیا جاتا ہے اسی وجہ سے

ان کو ابدال کہتے ہیں میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔

(۱۹۰) فرمایا کہ اولیائی تحت قبائی اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مخفی فرمایا۔ اس میں ایک مصلحت ہے کیونکہ اگر لوگ باوجود ظہور ان کی مخالفت کرتے تو معاتب اور معذب ہوتے اس لئے کہ وہ (اولیاء) متصف بصفات الٰہی میں ان کی مخالفت (گویا) مخالفت حق ہے اور جو کوئی مخالف حق ہو وہ مردود مقہور قابل عذاب ہے اور حالت ناواقفیت میں معذور ہیں۔ ﴿قولہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مخفی فرمایا اقول یعنی ان کی ولایت کو نہ اُن کی ذات کو ۱۲﴾

(۱۹۱) فرمایا کہ حرمین میں بعض امور عجیب و پسندیدہ ہیں۔ وحدت الوجود لوگوں میں بہت مرتکز ہے۔ میں مدینہ میں مسجد قبا کی زیارت کو گیا ایک آدمی کو دیکھا کہ اندر مسجد کے جاروب کشی میں مشغول ہے جب زیارت سے فارغ ہو کر میں باہر آیا اور جوتا پہننے کا قصد کیا تو سنا کہ کہتا ہے یا اللہ یا موجود اور دوسرا جو بیرون مسجد تھا کہتا تھا بل فی کل الوجود اس کو سن کر مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی بعد وہ لڑکوں کو شغدف میں دیکھا کہ کھیل رہے ہیں اور ایک لڑکا کہہ رہا ہے یا اللہ لیس غیرک اس سے میں نہایت بیتاب ہوا اور کہا کیوں ذبح کرتے ہو اور تنازع کی حالت میں جب کوئی صل علی النبی کہہ دیتا ہے غیض و غضب بالکل کافور ہو جاتا ہے اور درود پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اتنی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے ہیں اور شجاعت و سخاوت عرب کی مشہور ہے۔ رجبی میں بڑی خوشی کرتے ہیں اور جو کچھ ایک سال میں پیدا کرتے ہیں مدینہ منورہ میں جا کر خرچ کر ڈالتے ہیں اور بعد واپسی کے شکریہ کی دعوت کرتے ہیں اتنی الفت و محبت حضرت (روحی فداہ) کے ساتھ رکھتے ہیں نیک بات جس طرح کی جائے عمدہ ہے۔ ﴿قولہ نیک بات جس طرح کی جائے عمدہ ہے۔ اقول ملفوظ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جائے ۱۲﴾

(۱۹۲) فرمایا کہ تطویل دعا واسطے عوام کے ہے اور عارف کے لئے اس قدر کافی ہے۔ اللھم اسئلک رضاک والجنة واعوذبک من سخطک والنار. ﴿قولہ عارف کے لئے اس قدر کافی ہے اقول کیونکہ اس کی اصل عبادت ذکر ہے جس کی اصل حدیث میں بھی ہے من شغل قراء ة القرآن عن دعائی ومسئلتی الخ اخرجه العراقی عن ابن شاهین ۱۲﴾

(۱۹۳) فرمایا کہ آیۃ انک لاتسمع الموتی میں نفی سماع حواس خمسہ ظاہرہ سے مراد ہے نہ مطلقاً اسماع اور استماع موتی حواس باطنیہ سے پیغمبروں و اولیائے کرام کو ممکن ہے جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے وہکذا قولہ تعالیٰ لاتدرکه الابصار الآیہ نیز رویت حق تعالیٰ دنیا میں ممکن ہے آیۃ میں نفی ادراک کی فرمائی ہے نہ نفی رویت کیونکہ جب رویت حاصل ہوتی ہے فنائیت محیط ہوجاتی ہے اور ہوش وحواس کچھ باقی نہیں رہتے پھر ادراک کیسے ہوسکتا ہے بعضوں کا گمان ہے کہ اس دیدۂ ظاہر سے رویت میسر ہوئی یہ غلط ہے رویت اس کے حواس باطنیہ سے متعلق ہے نہ حواس ظاہرہ سے اور جیسا کہ حواس ظاہرہ کے لئے نور آفتاب وغیرہ شرط ہے ویسے ہی حواس باطنیہ کے لئے نور حق تعالیٰ شرط ہے فانه ینظر بنور الله ورایت ربی بربی کے یہی معنی ہیں اگر مرشد کچھ تعلیم کرے اور وہ خلوت میں کسی تاریک جگہ میں کیا جائے تو انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے اللھم ارزقناہ ﴿قولہ جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے اقول یعنی یہاں بھی نفی باعتبار بصر حسی کے ہے نہ مطلقاً اور یہ ایک توجیہ ہے منجملہ توجیہات رافعہ اشکال کے اور متعین نہیں یہ اس وقت ہے جب ادراک رویت کو عام لے لیا جائے دوسرا جواب آگے ہے یعنی ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی مگر یہ رویت آخرت کی سی نہیں ہے محض تجلی مثالی ہے ۱۲ قولہ بعضوں کا گمان ہے کہ اس دیدۂ ظاہر سے رویت میسر ہوئی اقول یہ تفریع ہے ماقبل پر باعتبار توجیہ اول کے ۱۲ قولہ اگر مرشد کچھ تعلیم کرے اقول یہ مضمون نور حق کے مناسبت سے فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ انوار انوار حق ہوں کبھی لطائف کے انوار ہوتے ہیں کبھی اخلاط کا اشتعال اور یہ مشاہدہ لازم نہیں ۱۲﴾

(۱۹۴) فرمایا کہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا الآیہ یہ دعا جامع وکافی ہے ایک آدمی بہت روتا تھا پوچھا کہ اس کی ذات رحیم وغفور ہے کیوں اتنا روتے ہو اس نے کہا کہ اپنے گناہوں سے ڈر کر میں نہیں روتا کیونکہ اگر میرے گناہ آسمان وزمین وپہاڑوں کے برابر ہوں تو بھی خدا کی رحمت اس پر غالب ہے اُس کی وسعت رحمت ہے میں ذرا بھی (گناہوں کا) خوف نہیں کرتا لیکن چونکہ ایک ذرہ محبت ومعرفت حاصل ہوئی ہو ڈرتا ہوں کہ مبادا زائل وسلب نہ ہو جائے اسی وجہ سے روتا ہوں پس یہ دعا اس مہم کے لئے کافی ہے۔

(۱۹۵) فرمایا کہ علماء ظاہر کے نزدیک تفسیر آیت فمنکم کافر ومنکم مومن کی وہ ہے جو مشہور ہے اور صوفیہ کے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے کہ ذات واحد میں کافر ومومن موجود ہیں خوف کرنا چاہئے کہ رگ کفر جہنم کی طرف نہ لے جاوے۔ مولانا اشرف علی صاحب مدفیضہ نے مثنوی کا شعر عرض کیا اور حضرت نے مسلم رکھا

علت ابلیس انا خیر بدست　　ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

موسیٰ　و　فرعون　در ہستی　تست

﴿قولہ صوفیہ کے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے اقول باب اشارہ کو تفسیر مجازاً فرمایا اور من تبعیضیہ کا استعمال اس معنی میں بھی آتا ہے ۱۲﴾

(۱۹۶) فرمایا کہ جب حالت ظاہری فرش وفروش وتکیوں سے درست تھی سب تو نگر سمجھ کر قصداً عطا نہ کرتے تھے اس وقت بکثرت زیارت انبیاء اولیاء وملائکہ سے شرف ہوتا تھا بھوک عجیب چیز ہے۔

(۱۹۷) فرمایا کہ جو کوئی مہم پیش آوے سورہ یٰسین پڑھیں اور ہر مبین پر پہنچ کر سات بار سورہ فاتحہ مع تسمیہ پڑھیں اور اول وآخر سورہ کے درود شریف پڑھیں درود مثل صندوق کے ہے کہ اپنے اندر لپیٹ کر (وظیفہ ودعا کو) لے جاتا ہے ویا سورۂ مزمل سات بار پڑھیں کہ معمولات مشائخ سے اور مجرب ہے اور سورۂ فاتحہ اکتالیس

بار جو میں نے اپنے آدمیوں (مریدوں) پر لازم کیا ہے اس سے بہتر امور دینی و دنیاوی کے لئے کچھ نہیں ہے فقط۔

ترجمۂ بعض ملفوظ نوشتہ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

(۱۹۸) فرمایا عشق سماع عشق معائنہ سے زیادہ قوی ہے کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اور سماع دل سے متعلق ہے۔ ﴿قولہ کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اقول یعنی غالب اس میں ادراک حسی ہے غالب کو مبالغۃً کل کہہ دیا اور عشق سماع میں غالب ادراک قلبی اور یہ تو ازن عشق میں ہے نہ کہ ہوی نفسانی میں کہ اس میں اس کا عکس ہے ۱۲﴾

(۱۹۹) اگر طلب دنیا کی ہو تو اسکو (دنیا کو) ترک کرے تا کہ در پے اس کے ترک کرنے والے کے) ہو۔

(۲۰۰) شعر میں تین باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے وزن، زبان، مثال

(۲۰۱) پیش اہل دل نگہدارید دل تانہ باشید از گمان بدخجل

(۲۰۲) اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے البتہ درویشوں کی صحبت سے اس میں تہذیب آجاتی ہے۔

(۲۰۳) مولوی اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حب ایمانی بعد وصول رو بہ ترقی ہوتی ہے اور حب عشقی زائل ہوتا ہے مگر میری رائے برعکس ہے قال علی رضی اللہ عنہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً اور مولانا روم فرماتے ہیں۔

عشق دریائیست قعرش ناپدید۔ البتہ مولوی صاحب کا قول باعتبار عشق مجازی صحیح ہے کہ اس میں محبوب کے کمال کی حد وانتہا مقرر ہے والمحبوب الحقیقی لایتناھی کمالہ.

(۲۰۴) تمام اعمال میں دو جہت ہوتے ہیں مثلاً زکوۃ کہ عوام کے لئے وہ قاعدہ (اور عمل) ہے۔ جو مشہور ہے اور خواص کو قل العفو اور اخص الخاص یعنی صدیقین کو تمام مال دنیا (مثال دے کر) ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ہمارے

(عوام) کے واسطے یہ ہی کہ موت کو تہلکہ سمجھتے ہیں اور عارفین زندگی کو (یعنی برعکس)

(۲۰۵) ایک صاحب علم مدینہ سے آئے فرمایا۔

خوشا سعادت آں بندۂ کہ کرد نزول　　گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسولؐ

بعدۂ امن راہ کا سوال کیا دانشمند نے عرض کیا کہ فلاں بزرگ ہمارے ساتھ تھے ہم مع الخیر پہنچے فرمایا تب کیسے امن نہ ہوتا اور یہ شعر پڑھا۔

صاحب دہ بادشاہ جسم ہاست　　صاحب دل شاہ دلہائے شماست

﴿قولہ تب کس لئے امن نہ ہوتا قول اقتضائے اصلی کبھی عارض کے سبب ظاہر نہیں ہوتا فلا ایراد ۱۲﴾

(۲۰۶) رباعی۔

بحر در جوش کہ آں گوہر نایاب کجاست

چرخ سرگشتہ کہ خورشید جہانتاب کجاست

دیر زیں غصہ در آتش کہ چہ رنگ ست صنم

کعبہ زیں درد سیہ پوش کہ محراب کجاست

﴿قولہ کعبہ زیں درد سیہ پوش کہ محراب کجاست اقول یعنی سب طالب ہیں اپنی اپنی استعداد کے موافق قال تعالیٰ کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ ط﴾

(۲۰۷) فقیر کو چاہئے کہ نہ طمع کرے نہ منع کرے۔

(۲۰۸) عارف اگر ہذیان بھی کہے تو وہ بھی معرفت ہی ہوتا ہے کیونکہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے۔

عشق من پیدا و معشوقم نہاں　　یار بیروں فتنۂ او در جہاں

﴿قولہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے اقول اور عارف سے یہ حجاب ہر حالت میں منقطع ہے پس وہ ہر حالت میں حقیقت پر واصل ہے تو اسی کے ساتھ تکلم کرے گا اور نہاں ہونا ان ہی حجب یعنی علم باشیاء سے ہے ۱۲﴾

(۲۰۹) شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مکاشفہ ہے کہ میرا سلسلہ مغرب تک پہنچے گا ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ کشف آپ کی نسبت ہے کہ بواسطہ آپ کے فیض چشتیہ اقصائے عالم میں پہنچا۔

(۲۱۰) ایک درویش صاحب سلسلۂ خاندان مولویہ نے بلاد روم سے آ کر بیعت کی اور اثنائے تذکرہ میں عرض کیا کہ میں کچھ نہیں ہوں تبسم کر کے (حضرت نے) فرمایا کہ یہ درویش اپنی تعریف کروانا چاہتے ہیں اسلئے کہتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں کیونکہ کچھ نہ ہونا (مدارج) فنا سے ہے۔

(۲۱۱) **هو الذی خلقکم فمنکم کافرو منکم مومن** کی تفسیر نزدیک علماء ظاہر مشہور ہے اور علماء باطن کہتے ہیں کہ ہر کوئی مومن و کافر ہے کیونکہ سب میں قوی محمودہ مذموم ہوتے ہیں۔ ﴿قولہ سب میں قوی محمودہ و مذمومہ ہوتے ہیں۔ اقول ملفوظ (۱۱۹) میں گزر چکا ہے﴾

(۲۱۲) ایک شخص نے امن راہ مدینہ طیبہ کے لئے دعا پوچھی فرمایا لا الہ الخ بقصد نفی بلیات ولایلاف ستر بار اور صلوٰۃ تنجینا پڑھا کرو۔

(۲۱۳) موت مدینہ سے مراد مقام عبدیت ہے۔

ہر کجا دلبر بود خرم نشیں　　فوق گردوں ست نے قصر زمیں
ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ　　جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

مگر جامعیت اس میں ہے کہ مدینہ میں وفات پاوے۔

(۲۱۴) فرمایا کہ میں نے چھ بار حرفاً حرفاً مثنوی مطالعہ کی ہے۔

(۲۱۵) فرمایا کہ مولوی قلندر صاحبؒ کو ہر روز زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طمانچہ مارا اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کی انہوں نے ایک زن ولیہ مجذوبہ کا حوالہ فرمایا جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا سنتے ہی جوش

میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا شف ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس (مولانا نے) بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی اس سے پہلے اُس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا۔

(٢١٦) دعائے مشروع ضرور مستجاب ہے اور غیر مشروع کافروں کے حق میں اکثر مستجاب ہوتی ہے۔

(٢١٧) لذت دیدار بہت دور ہے طالب کو لذت نام کافی ہے۔

(٢١٨) ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام بہت ہی مشابہ تھے واسطے فرق کے دعا فرمائی بال سفید ہونا شروع ہوئے ﴿قولہ بہت ہی مشابہ تھے اقول مجھ کو اس روایت کا ماخذ معلوم نہیں ١٢﴾

(٢١٩) فرمایا کہ تم لوگوں کو میرے ساتھ گمان نیک ہے ظنوا المومنین خیرا امید ہے کہ تمہاری گواہی سے خدا مجھ کو اور تم کو (سب کو) بخشدے۔

(٢٢٠) فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ہو لظاہر ہیں مولوی روم فرماتے ہیں۔

گردو پنداری قبیح آمد نہ خوب

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت ابوالارواح و مربی ارواح ہیں اگر جملہ انبیاء کی طرف توجہ فرمائیں کیا عجب ہے۔ ﴿قولہ گردو پنداری قبیح آمد نہ خوب اقول غیریت اصطلاح کی نفی ہے۔ یعنی مظہریت وظاہریت کا تعلق نہ ہونا اور باوجود اس تعلق کے عام ہونے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اولیت فی المظہریۃ کا امتیاز حاصل ہے چنانچہ ابوالارواح ہونا اسی پر متفرع ہے نہ کہ تغائر کی نفی کہ دوسرا مصرعہ مثبت ہے تغائر کا لفظ بعد اس میں نص ہے ١٢﴾

(٢٢١) جوانی میں خوف اور پیری میں رجا غالب ہونا چاہئے مولوی مظفر حسین صاحبؒ دعا میں اپنے موئے سفید کو وسیلہ کرتے تھے۔ ﴿قولہ مولوی مظفر حسین

صاحبؒ اقول یہ تفریع ہے غلبۂ رجاء پر ۱۲﴾

(۲۲۲) فرمایا کہ کل ذنب ذنب الاذنب العاشق کل دم دم الادم الشهيد۔

ملت عاشق ز ملتہا جداست　　عاشقاں راملت ومذہب خداست

قال اللہ تعالیٰ ما علیک من حسابهم من شیء

وما من حسابک علیهم من شیء

بیخودی میں بعضے امور ظاہراً خلاف شرع سرزد ہوجاتے ہیں۔ ﴿قوله کل ذنب ذنب الاذنب الخ اقول وجہ استثناء بیخودی کا غلبہ ہے جو آگے مذکور ہے کراعی موسیٰ علیہ السلام تحقیق اس کی (ملفوظ ۶۹) کے حاشیہ میں گزری ہے ۱۲﴾

(۲۲۳) ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ اس کا حال مثل حال وزیر خادع کے ہے کہ مثنوی شریف میں قصہ اس کا مذکور ہے۔

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا وغلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہوکر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہوکر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ ﴿قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہوکر گوہ کھالیا اقول اس معترض کی عبادت کے سبب اس تکلیف وتصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام وآثار میں ۱۲﴾

(۲۲۵) فرمایا کہ مجھ کو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گزرے ہیں کہ عشق میں اپنے سر دیدیئے ہیں جیسے مثنوی عاشق تھانہ بھون مشہور ہے (راقم) مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا تھا۔ ﴿قولہ مجھ کو فکر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گزرے ہیں (اقول یہ فخر نفس عشق پر ہے نہ کہ اس کے محل کی قید کے ساتھ جیسے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک مصلوب سارق کے پاؤں چومے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کے استقلال کی تعظیم کرتا ہوں قطع نظر اس کے مصرف کے ۱۲﴾

(۲۲۶) فرمایا کہ مرض بھی رزق ہے اس کو نعمت شمار کرنا چاہیئے۔

(۲۲۷) مومن خاں (دہلوی) مجھ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے جواب دیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا اساتذہ کے نزدیک مثنوی سند ہے بعد انتقال خاں صاحب کے لوگ حسب وصیت ان کی قبر پر گئے ان کا حال عمدہ پایا۔

(۲۲۸) فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی اس قدر صاحب کمال ہوگیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا ﴿قولہ اس قدر صاحب کمال ہوگیا اقول کمال خاص مراد ہے نہ کمال مطلوب ۱۲﴾

(۲۲۹) جب نسبت روحانی حاصل ہوتی ہے وقت میں وسعت ہوتی ہے لانہ ای الروح من عالم الامور (یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا کہ ایک خادم نے عرض کیا کہ اگر ختم خواجگان باقی ہو میں تمام کروں) اور حضرت قریب بہ فراغ تھے۔

(۲۳۰) اسمائے الٰہیہ غیر متناہی ہیں اور نو دو نہ نام کلی واجمالی ہیں۔

(۲۳۱) اتفاق ہونے کی یہ صورت ہے کہ ہر کوئی دوسرے کو اپنے سے افضل خیال کرے۔

(۲۳۲) الفقر فخری عارف کے واسطے ہے کہ اس سے لذت حاصل کرتا ہے اور الفقر سواد الوجہ فی الدارین مجوب کے واسطے ہے۔ ﴿قولہ الفقر فخری عارف کے واسطے سے اقول روایت بالمعنی کے اعتبار سے ثابت ہے ۱۲ قولہ مجوب کے واسطے ہے اقول کیونکہ وہ فقر سے معاصی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۱۲﴾

(۲۳۳) فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا انبیاء ومحبوبان خود کو بلا میں کیوں ڈالتا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ اس میں مشاہدہ جمال وجلال ہے جلال بدن اور جمال روح پر بدن روح کے واسطے بمنزلہ آستین کے ہے اگر پہاڑ ڈالا جائے تو (صلحاء ومحبوبان) کچھ پروا نہیں ہوتے۔

(۲۳۴) الحزم سو الظن اے بنفسہ لا بغیرہ.

(۲۳۵) رزق چار قسم کا ہے مضمون ومقسوم و مامن دابة۔ موعود و من یتق الله۔ معلوم جائیداد و نوکری وغیرہ مبسوط الله یبسط الرزق لمن یشاء. ﴿قولہ رزق چار قسم کا ہے اقول ان اقسام میں تغائر اعتباری ہے حقیقی نہیں ذاتاً باہم مجتمع بھی ہوتے ہیں ۱۲﴾

(۲۳۶) وابتغوا من فضل الله ای صحبة عباد الله ﴿قوله ای صحبة عباد الله اقول تاویل بلسان الاشاره ارادبه ان الرزق المنصر به فضل الله هو الرزق المعوی ۱۲﴾

(۲۳۷) معالجہ میں یہ حکمت ہے کہ اسم شافی ظاہر ہوتا ہے اور اگر صحت نہ ہو، قدرت ثابت ہوتی ہے۔

(۲۳۸) ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے مقام عروج میں تھے اسباب پر نظر نہ فرمائی اور جس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح پر مامور ہوئے تو مقام نزول میں تھے مجبوراً فرمایا فانظر ماذاتری اور اس وقت اسمٰعیل علیہ السلام مقام عروج میں تھے پس مقام ابراہیم علیہ السلام اکمل ہے۔

(۲۳۹) حدیث ہے انا عند المنكسرة قلوبهم ای الذين افنت دلوبهم الحقيقة قلوبهم الصنوبرية. ﴿قولہ حدیث ہے انا عند المنكسرة الخ اقول المراد الحديث القدسی لكن لامن النبی صلی الله عليه وآله وسلم بل عن موسٰی عليه السلام كما فی شرح الاحياء روی ابونعيم فی الحلية بسنده عن مالک بن دينار قال قال موسٰی عليه السلام يارب اين ابغيک قال عند المنكسرة قلوبهم ۱۲ قوله ای الذين افنت قلوبهم الحقيقة قلوبهم الصنوبرية اقول حاصله انه هذا الانكسار هو الذی حصل بالكسر وهو من باب الاشارة ۱۲﴾

(۲۴۰) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضٰی صاحب غلبۂ جذب میں لوگوں کو پتھر مارتے تھے اور جب میں حاضر ہوتا تھا شفقت فرماتے تھے اور بشارت دیتے تھے کہ توحید تم پر منکشف ہوگی۔

(۲۴۱) مولوی قلندر صاحب کسی کو یہاں تک کہ بھنگ پینے والے کو بھی محروم نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ فرماتے تھے کہ یہ نہ کہو کہ بھنگ پیوں گا ہاں لو اور خرچ کرو فرمایا کہ یہ سخاوت الٰہی ہے اور سخاوت محمدیؐ حفظ حدود کو کہتے ہیں۔ ﴿قولہ یہ سخاوت الٰہی ہے۔اقول لانہ لایسئل عما یفعل ولم یکلف العبد بھذا بل قدیھی عند فی بعض الاحوال یعنی اس سخاوت کی بعض احوال میں اجازت نہیں خواص حق سے ہے ۱۲﴾

(۲۴۲) العلم حجاب اکبری للبعد لانہ یورث الحجب او القرب کما للسلاطین اور معنی ثالث بطرز حقائق ہیں کہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے۔

(۲۴۳)

پرتو حسنت نہ گنجد در زمیں وآسماں ۔۔۔ درحریم سینہ حیرانم کہ چاوں جا کردۂ

حسن خویشا ز روئے خوباں آشکارا کردہ ۔۔۔ پس بچشم عاشقاں خورد اتماشا کردۂ

(۲۴۴) فرمایا کہ سید صاحب سید صاحب بجائے تعویذ کے خداوندا اگر منظور داری حاجتش رابراری لکھتے تھے ایک صاحب نے عرض کیا کہ فقرۂ اولیٰ مصرح ہے دوسرا بھی قدرے تغیر سے مصرع ہو سکتا ہے مثلاً بفضیلت حاجت اور ابراری۔فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو ہمارے نزدیک تو کمی وبیشی روا نہیں ہے ایک بزرگ نے کسی کو قل ھو اللہ تعلیم کیا اس نے قل ھو اللہ پڑھا کچھ نہ ہوا فرمایا کہ میری زبان سے پڑھو (جیسا کہ تعلیم کیا ہے) ﴿قولہ قل ھو اللہ پڑھا کچھ اثر نہ ہوا اقول ظاہراً اثر نہ ہونے کا سبب اس شخص کا اعتراض ہے بطور تنقیص کے اس بزرگ پر کہ ان کو قرآن بھی پڑھنا نہیں آتا حالانکہ معذور پر ملامت جائز نہیں اور یہ فرمایا کہ میری زبان سے پڑھو یہ لطیفہ ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ باوجود صحیح پڑھ سکنے کے غلط پڑھنا فی نفسہ مطلوب ہے بلکہ غلط پڑھنا بہ نسبت اعتراض وتنقیص کے اہون ہونے کے سبب مطلوب اضافی ہے اس مضمون کو اس عنوان سے بطور لطیفہ کے تعبیر کر دیا ۱۲﴾

(۲۴۵) بوجہ ادب کے تعویذ میں بجائے حروف ہندسہ لکھنا مقرر کیا گیا ہے۔

(۲۴۶) کسی شخص نے خط میں کوئی فرمائش عرض کی تھی فرمایا کہ میں بہت

کامل ہوں لوگ کیوں مجھے کسی کام کو کہتے ہیں۔ ﴿قولہ لوگ کیوں مجھ سے کسی کام کو کہتے ہیں اقول یعنی ایسے کام کو جو ضروری نہ ہو اور مذاق کے خلاف ہو جیسے اکثر لوگ فضول دنیا کے لئے بزرگوں کو پریشان کیا کرتے ہیں ۱۲﴾

(۲۴۷) فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا کہ میں نوکری چھوڑ دوں میں نے (حضرت نے) جواب دیا کہ جب ایسی حالت ہو کہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تب چھوڑ یو۔

(۲۴۸) نسبت شریعت وطریقت کی مثل وضو ونماز کے ہے۔ ﴿قولہ نسبت شریعت وطریقت کی اول شریعت کے وہ معنی مراد ہیں جو عرف عام میں ہیں اس میں اور طریقت میں شرط ومشروط کا تعلق ہے ورنہ عرف خاص میں جو اس کے معنی ہیں وہ تو مجموعہ ہے اصلاح ظاہرو باطن کا اُس میں اور طریقت میں جزو کل کا تعلق ہے ۱۲﴾

(۲۴۹) فرمایا کہ بنائے مدارس دین فقیر نے آغاز کی ہے۔ ﴿قولہ بنائے مدارس دین فقیر نے آغاز کی ہے اقول جو مدارس دین کہلائے جاسکتے ہیں ان سب میں اول مدرسہ دیوبند ہے اور باقی اس کے سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خواص ہیں جن کو حضرتؒ نے متوجہ کیا تھا ۱۲﴾

(۲۵۰) تصوف چار علم ہے۔ شیر، اخلاق، سلوک، حقائق

(۲۵۱) زمین مظہر چند صفات کی ہے۔ علم، صنع، عدل، امانت، زمین عجیب چیز ہے کہ مظہر جسم محمدؐ ہے۔ (۲۵۲) قضا کا علاج بھی قضا ہے۔

ہم در و گریزم از گریزم

(۲۵۳) مولوی بحرالعلوم صاحب پر توحید ایسی غالب ہوگئی تھی کہ مدارس میں بجائے قرآن کے مثنوی شروع کردی تھی۔..... (۲۵۴) یوسف ہمدانی نے خواب میں مولانا روم سے اجازت وظیفۂ مثنوی شریف حاصل کی تھی۔

(۲۵۵) مواخذہ انا پر ہے اس کو محو کرے اور مطلق ہو جاوے مواخذہ جاتا ہے۔ یہ محو ہستی جبر محمود ہے اور دعویٰ محض جبر مذموم تو بھی اگر کوئی قصور ہو جائے اپنی

طرف نسبت کرے یہ ادب ہے کادم علیہ السلام۔

(۲۵۶) مثال شیخ مثال طوطی و آئینہ کے ہے کہ وجود مطلق لباس مجانس میں فیض دیتا ہے۔ ﴿قولہ لباس مجانس میں فیض دیتا ہے اقول یعنی اس مثال میں معلم انسان ہوتا ہے لیکن طوطی کی رعایت ہے آئینہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے جس میں اس کا مجانس نظر آتا ہے انسان جو کچھ بتلاتا ہے وہ طوطی اپنے مجانس کو ناطق سمجھ کر سیکھ لیتی ہے اس طرح فیاض حقیقی حضرت حق ہے مگر درمیان میں واسطہ مستفیض کے مجانس کو بنادیا وہ شیخ ہے اور لباس سے مراد مظہر ۱۲﴾

(۲۵۷) معمول مشائخ کا ہے کہ بعد نماز کے تین بار نفی و اثبات کرتے ہیں۔ **فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ.** ﴿**فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ.** اول یعنی اگر عقیدہ فاسدنہ التزم وغیرہ کا تو یہ اس آیت کے تحت میں آسکتا ہے۔۱۲﴾

(۲۵۸) توجہ امراء بدرویش اس کی دلیل ہے کہ اس درویش میں رگ دنیا باقی ہے۔ **الجنس یمیل الی الجنس۔**

(۲۵۹) ایک عالم کا فتویٰ کہ قبول حج بدل میں عذر پیش کرتے تھے نقل کیا کہ شاید سلطان پر حج فرض بھی نہ ہو۔ ﴿قولہ شاید سلطان پر حج فرض بھی نہ ہو اقول کیونکہ وہ اموال میں ملک ہے مالک نہیں فقہاء نے بھی اس سے تعرض کیا ہے ۱۲﴾

(۲۶۰) **واخاف ان یاکلہ الذئب ای الحسد** ﴿**قولہ واخاف ان یاکلہ الذئب ای الحسد اقول ھذا بلسان الاشارۃ وکان ھذا واقعاً لم یاکلہ الذئب السبع ۱۲**﴾

(۲۶۱) اول مدارج وحدت اخوۃ ہے پھر **کنفس واحدۃ** ﴿قولہ اول مدارج وحدت اخوۃ ہے اقول جس میں تغائر غالب ہے ۱۲﴾

(۲۶۲) صوفیہ کے نزدیک متشابہات ظاہری المعنیٰ ہیں ﴿قولہ متشابہات ظاہری المعنیٰ ہیں اقول یعنی بعض ۱۲﴾

(۲۶۳) **سبقت رحمتی علی غضبی.** سبق زمانی بھی ثابت ہے کہ اولاً اسمائے جمالیہ ظاہر ہوتے ہیں عالم عدم سے باہر آتے ہیں جب املاک نزدیک

ہوتا ہے اسمائے جلالیہ قہر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں اس میں زمان قریب ہے لہٰذا عارف شکوہ نہیں کرتا۔ ﴿قولہ اس میں زمان قریب ہے۔ اقول شبہ ہوتا ہے کہ ناسخ سے کچھ تغیر ہوگیا ہے اگر یہی عبارت ہے تو یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ سبقت میں ماضی کا زمانہ عارف کو قریب نظر آتا ہے جس میں وہ بلاء میں بھی آثار رحمت کو مشاہدہ کرتا ہے اس لئے شکوہ نہیں کرتا واللہ اعلم﴾

(۲۶۴) دعا میں درود مثل صندوق کے ہے۔

(۲۶۵) اپنے شیخ کے حق میں ایسا اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس سے بہتر میری کوشش سے نہ ہاتھ آوے گا۔

(۲۶۶) کشف میں خطرات کی تمیز بہت دشوار ہے۔

(۲۶۷) قادیانی اگر راہ پر بھی ہوتا ہم بوجہ اپنے علم کے انکار پر معذور ہیں۔

﴿قولہ قادیانی اگر راہ پر بھی ہوا قول نہایت بلیغ اصلاح ہے جس سے وسوسہ کی جڑ ہی قطع ہوتی ہے یعنی اگر کسی کو وہم ہو کہ شاید وہ حق پر تو ہم انکار میں گنہگاروں کے جواب میں تقریر ظاہر ہے تو یہ اگر بسبب احتمال نہیں بلکہ بطریق فرض محال ہے ۱۲﴾

(۲۶۸) ایک شخص نے دہلی میں فقراء کو جمع کر کے دیر تک بٹھا رکھا دیر کے بعد دو دو پیسے سب کو دیئے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد آدمی اگر یہی منظور تھا تو اتنا حرج کیوں کیا اور جو چشتی (فقراء) تشریف فرما تھے بدیں وجہ کہ ان کا شعار پستی ہے لفظ بھی نہ بولے بلکہ خاموش رہے۔

(۲۶۹) کسی نے مرزا صاحب سے عرض کیا کہ میر دردؒ سماع سنتے ہیں فرمایا کہ کوئی آنکھ رس ہوتا ہے اور کوئی کان رس کیونکہ مرزا صاحب بغایت جمال پسند تھے حتیٰ کہ اگر کوئی چیز بے موقع دیکھتے تھے تو کلدر ہوتے تھے۔ ﴿قولہ کوئی آنکھ رس ہوتا ہے اقول یعنی میں آنکھوں کا بیمار ہوں مجھے کانوں کے بیمار کی شکایت کرتے ہو اور دونوں بزرگوں کی صورت پسندی وصوت پسندی۔ (از راہ نفس نہ تھی ۱۲﴾

(۲۷۰) اھدنا اور (دنیا کا لاتزغ قلوبنا کا وہ ہمیشہ رکھنا چاہئے۔ فقط۔

مقالات شریفہ حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۲۷۱) فقیر (مولانا احمد حسن صاحب راوی ملفوظات) خدمت میں حاضر تھا ایک شخص پانی دم کروانے کو لایا حضرت نے بعد دم کرنے کے فرمایا کہ مجھ کو تعویذ گنڈہ کچھ نہیں آتا اکثر مشائخ کے تعویذ گنڈے خوب چلتے ہیں (بعض کا نام بھی لیا وہ حضرت کے متوسلین نہ معتقدین میں ہیں) بعض مشائخ نے مجھ کو عنایت کرنا چاہا میں نے انکار کر دیا ایک مرتبہ میں اپنے شہر میں اپنے رفقاء کے ساتھ صحن مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص اجنبی چہرہ چھپائے ہوئے آئے اور مسجد میں سلام کر کے چلے گئے کھانے کے وقت میں نے ان کو بلا بھیجا انہوں نے اپنا کھانا مسجد میں طلب کیا وہیں بھیج دیا گیا دو تین دن بھی دستور رہا تیسرے دن میں سہ دری میں (کہ متصل مسجد کے میں نے بنوائی تھی) بعد نماز عشا کے قبل سونے کے مثنوی شریف (مولانا روم) دیکھ رہا تھا اور سہ دری میں پردہ پڑا تھا ان صاحب نے آکر آہستہ سے پردہ اٹھایا میں نے پوچھا کون ہے کیا شاہ جیو یں بولے اگر اجازت ہو تو کچھ شمع کے سامنے لکھ لوں میں نے کہا آئیے اندر آکر انہوں نے قلم دوات نکالی زعفران کی روشنائی اور انار کی لکڑی کے قلم سے کوئی نقش لکھ کر فرمایا کہ یہ نقش اگر روز لکھا جاوے تو ہر روز پانچ روپیہ فتوح ہوتا ہے اور اگر کبھی کبھی لکھا جاوے تو بھی ایسا ہی روپیہ آتا ہے غرضیکہ ہر بار لکھنے میں پانچ روپیہ ملتے ہیں میں نے جواب دیا کیا شک ہے بزرگوں کے پاس ایسے ایسے عمل ہوتے ہیں ان کی یہ غرض تھی کہ فقیر (حضرت

صاحب) استدعا کرے اور میں مضامین مثنوی شریف میں غرق تھا کچھ التفات نہیں کیا انہوں نے پھر کہا کہ اس میں کچھ وقت ومشقت بھی نہیں صرف نقش کو زعفران کی روشنائی اور انار کے قلم سے لکھ کر فلاں دعا پڑھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے جب پانچ روپیہ لینا ہوا ایسا کرے میں نے پھر بھی کچھ خیال نہ کیا آخر الامر انہوں نے کھل کر کہا کہ آپ کے لنگر خانہ میں ایسا عمل ہونا ضروری ہے اکثر مہمان آتے ہیں یہ عمل باعث اطمینان ہے فقیر نے کہا کہ جو کچھ آپ کے سینہ میں ہے وہ عنایت فرمائیے تو البتہ ورنہ ایسے عملوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے ابھی میرا اعتماد اس رازق حقیقی پر ہے کہ جو میرے رزق کا ذمہ دار ہے اور پھر میرا اعتماد اس عمل پر ہو جائے گا۔ مجھ کو غیر پر اعتماد کی ضرورت نہیں کیونکہ اسی لئے میں نے اپنی جائیداد وغیرہ ترک کر دی مسجد میں قیام اختیار کیا ہے ان بزرگ نے میری ہمت کی تحسین کر کے دعا دی اور فرمایا کہ ایسا شخص محروم نہیں رہتا۔

(۲۷۲) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جلال آبادی کا قصہ بیان کیا کہ جمال شاہ مجذوب جلال آباد میں مقیم تھے مولوی عبدالرحمٰن صاحب باوجود فضل وکمال چندے ان کی صحبت میں بیٹھے کچھ حالت جذب کی سی ہوگئی پھر تو مولوی صاحب ہر وقت مجذوب جمال شاہ کی خدمت میں رہنے لگے بایں ہیئت کذائی کہ کوئلوں کا تھیلا گلے میں اور ناریل ہاتھ میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے جب مجذوب صاحب کو حقہ کی ضرورت ہوتی آپ (مولوی عبدالرحمٰن) ناریل تیار کر کے سامنے رکھ دیتے تھے جب مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا (وہی) مجذوب صاحب آکر کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہمارا بوجھ نہ اٹھا سکے دفعتاً بوجھ اٹھالیا اگر تدریجاً اٹھاتے تو سنبھال لیتے فرمایا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک دفعہ میرے پاس آئے سطر رکھا تھا اٹھا کر ایک نقش اس کی پشت پر لکھ کر مجھے فرمایا کہ یہ نقش پندرہ دفعہ زمین پر لکھ کر مٹا دیا جاوے پھر لکھا جاوے میں نے کچھ توجہ نہیں کی اتفاقاً ایک مرتبہ آٹھ روز کا فاقہ ہوگیا میں نے اس نقش کو جیسا انہوں نے کہا تھا لکھا (اگرچہ انہوں نے کچھ تاثیر نہ بیان کی تھی مگر میں نے

احتمال سے اس کو استعمال کیا) بہت فتوح ہوئی معلوم ہوا کہ نقش فتوح کا تھا میں نے دو چار مرتبہ لکھ کر پھر ترک کر دیا اور باوجود فقر و فاقہ کبھی استعمال میں نہیں لایا۔ چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں جب میں (مولانا احمد حسن) حضور میں حضرت کے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت کے انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی آ کر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تم کو بہت تکالیف اٹھانی پڑی اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کریگا تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔

(۲۷۳) احقر (راوی) نے عرض کیا کہ کبھی کوئی کیمیا گر بھی آپ کو ملا ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں ملا بھی اور کیمیا بھی دینا چاہی مگر میں نے منظور نہیں کیا۔ چنانچہ جب میں مدینہ منورہ گیا اور کچھ روز قیام ہوا ایک بزرگ مغربی کونے میں حرم کے بیٹھا کرتے تھے ان سے بھی ملتا تھا ایک دن فرمانے لگے کہ ہند میں ایک بوٹی ہے اس سے کیمیا خوب بنتی ہے بلکہ اسی وجہ سے مغربی لوگ اہل ہند کو کیمیا گر جانتے ہیں تم اس کے اہل ہو چاہو تو سیکھ لو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں مدینہ منورہ سے دنیا لے کر جانا نہیں چاہتا اگر کچھ باطن سے عنایت فرمایئے زہے قسمت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

(۲۷۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حافظ ضامن صاحب تھانہ سے رامپور یا نانوتہ جا رہے تھے جب جلال آباد پہنچے خیال آیا کہ اگر شاہ جمال صاحب مجذوب سے ملاقات ہو جائے تو بہت اچھا ہو اسی وقت (مجذوب صاحب) ایک گل سے نکل کر ہنستے ہوئے سامنے آ گئے۔

(۲۷۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حوالئ قلب میں بشدت درد تھا اس حالت میں بعض اوقات مجھے قہقہہ شروع ہو جاتا تھا اگر چہ شدت قہقہہ سے درد زیادہ ہو جاتا تھا مگر میں مجبور تھا۔ روک نہ سکتا تھا۔

(۲۷۶) فرمایا کہ حضرت داود طائی کی ہمشیرہ کو ایک دفعہ چلنے میں ٹھوکر لگی جس سے ناخن الگ ہو گیا ان کو قہقہہ شروع ہوا رفقاء نے سوال کیا کہ یہ وقت رونے کا ہے نہ ہنسنے کا جواب دیا کہ مجھے اس کی پاداش نظر آ گئی اس کے روبرو یہ درد کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

(۲۷۷) فرمایا کہ جبریل امین نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بعد صحت دریافت کیا کہ مرض میں آپ کا کیا حال تھا۔ اور اب کیا ہے فرمایا کہ جو مزہ بیماری میں تھا۔ وہ تندرستی میں نہیں ہے بیماری میں ہر صبح کو حضرت حق سے آواز آتی تھی کہ اے ایوبؑ کیسے ہو اس کے نشہ میں شام تک مست رہتا تھا اور شام کو بھی ایک آواز ایسی ہی آتی تھی کہ صبح تک مستی رہتی تھی بعد صحت کے یہ آواز کبھی نہیں آئی۔

(۲۷۸) فرمایا کہ جو مزہ میں نے فقر و فاقہ میں دیکھا اور اس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام و ملائک مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار و تجلیات مجھے پر نازل ہوئے وہ امور پھر فراغت میں میسر نہ ہوئے فرمایا فقر و فاقہ بڑی نعمت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الفقر فخری۔

﴿قولہ الفقر فخری اقول روایت بالمعنی کے اعتبار سے حدیث فرمادیا گیا ۱۲﴾

(۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیو صاحب باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب داماد مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تا کہ تصور شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے غلبہ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے حضرت کے اس فرمانے سے

ایسا تصور شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی چلتے چلتے حیران ہوکر کھڑے ہوجاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہوگئی ہے کس کی نماز پڑھیں حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور دوسری حالت ہوگئی۔

(۲۸۰) اسی ضمن میں اپنے دادا پیر کا بیان فرمایا کہ ایک ڈوم آپ سے مشرف بہ بیعت ہوا اس نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی وظیفہ بتلایئے حضرت نے کسی امر شنیع سے منع نہیں کیا صرف یہ فرمایا کہ جب اذان کی آواز سنو اسی وقت نماز میں شامل ہوجاؤ چاہے جس شغل میں ہو اسے ترک کردیا کہ بعض معتقدین نے عرض کیا کہ اس کو گانے بجانے سے کیوں نہ منع فرمایا جواب دیا کہ میرے دل میں القا کیا گیا کہ ان **الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر** اس ڈوم نے حضرت کے حکم کو اپنے اوپر واجب کرلیا اور بغور سننے اذان کے مسجد میں چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب گانے بجانے کا وقت ہوتا تھا تو کسی سے کہہ دیتا تھا کہ اذان ہو تو مجھے بتا دینا ایسا نہ ہو کہ شوروغل میں اذان نہ سنوں اور حضرت کے حکم کی تعمیل نہ ہوسکے تھوڑے دنوں میں وہ ڈوم سب باتیں ترک کرکے حضرت کی خدمت میں آبیٹھا۔

(۲۸۱) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حضرت بعد نماز جمعہ کوئی وصیت کرنے لگے جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے ارشاد ہوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں۔ ان کو میرا قائم مقام سمجھو خصوصاً حافظ ضامن صاحب کو حضرت پیرومرشد نے مجمع عام میں تو بالتصریح خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا۔ البتہ خاص لوگوں سے بالتصریح یہی فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں کو اجازت عام دی ہے بعد اس کے حضرت بیمار ہوئے فرمایا کہ

مجھے میرے وطن جھنجانہ لے چلو۔ جب چلتے وقت آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور مسجد کے پاس میانہ رکھوا دیا۔ میں بھی حاضر خدمت شریف ہوا حضرت نے فرمایا کہ تم محمد تھے اور حافظ ضامن و مولوی شیخ محمد صاحب عیالدار میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا مشیت باری سے چارہ نہیں ہے عمر نے وفا نہ کی جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا میں پٹی دمیانہ کی پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا۔ فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا۔ جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔

(۲۸۲) بیان فرمایا کہ میرے بڑے بھائی شیخ ذوالفقار علی صاحب جب ملک پنجاب سے واپس آئے اور مجھ کو اوراد کا شائق پایا۔ فرمانے لگے کہ مجھ کو ایک فقیر نے ایک عمل بتلایا ہے تم سیکھ لو میں نے اس کو ان سے لے لیا۔ ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا۔ وہاں عبداللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا اور کسی اپنے مرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں میں فقیرانہ حالت سے گیا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کر کے مسند صدر پر بٹھایا مجھ کو بڑا تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے جب رات کو وظیفہ پڑھنے لگا۔ تب خیال ہوا کہ یہ سب اسی وظیفہ کا اثر ہے خواب میں حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ اس اعزاز سے کیا حاصل مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس عمل سے ناراض ہیں اسی وقت ترک کر دیا پھر نہیں پڑھا۔ ﴿قولہ تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا۔ اقول ممکن ہے کہ منکرات سے خالی ہو۔ پس اس سے استدلال نہ کیا جاوے۔ ۱۲﴾

(۲۸۳) فرمایا کہ میرے دادا پیر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب و شیخ محمد جان صاحب ولایت سے خدا کی طلب میں ہندوستان تشریف لائے اور رحم علی شاہ سے خاندان قادریہ میں بیعت کی۔ بعد ان کے انتقال کے پھر طلب کا تقاضا ہوا پھرتے پھرتے امروہہ

پہنچے وہاں حضرت شاہ عبدالباری کی شہرت تھی۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند دن بعد شاہ عبدالباری صاحب کو مطالعہ مثنوی شریف کی کیفیت ہوئی۔ خدام سے کہا کہ محمد جان سے کہہ دو کہ تمہارا حصہ شاہ غلام علی صاحب دہلوی کے یہاں ہے اور شاہ عبدالرحیم صاحب کو میرے پاس بلالاؤ۔ جب شاہ عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے ان پر اسی کیفیت میں نظر ڈالی۔ پہلے تو شاہ صاحب کو حالت گریہ طاری ہوئی بعد قہقہہ شروع ہوا مگر دوسری حالت شاہ عبدالرحیم صاحب کا مقصد دلی حاصل ہوا۔ غالباً ۱۲۶۱ھ میں شیخ محمد جان سے کہ جبل ابوقبیس پر رہتے تھے اور مرجع خلائق تھے وقت زیارت حرمین سنا ہے۔

(۲۸۴) فرمایا کہ مومن خاں صاحب دہلوی فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث شریف پڑھ رہے تھے شاہ صاحب نے تذکرہ اکابر دین کا کیا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اب بھی کوئی ایسا ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ پرسوں ہمارے پاس فلاں حلیہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آوے گا۔ وہ مرد کامل ہے اور سمت ووقت بھی معین کر دیا ہم لوگ روز موعود میں زینت المساجد میں کہ کنارے جمنا کے واقع ہے ان کے اشتیاق میں بیٹھے تھے۔ وقت مقررہ پر دریا کے کنارہ سے اسی حلیہ کے ایک بزرگ صاحب نمودار ہوئے ہم لوگ دوڑے اور زیارت سے مشرف ہوئے وہ شاہ عبدالرحیم صاحب تھے۔ مومن خاں صاحب اس واقعہ کی وجہ سے بہت محبت کرتے تھے۔

(۲۸۵) فرمایا کہ حمزہ علی خاں رئیس لوہاری حضرت عبدالرحیم صاحب کے مرید تھے ان پر ایسا رعب غالب تھا کہ حضرت کو دیکھ نہ سکتے تھے دیکھتے ہی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ بلکہ اگر وہ مکان میں ہوتے اور حضرت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاتے تو وہ گھوڑے کی ٹاپ سن کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ یہ ثمرہ محبت کا ہے۔

(۲۸۶) فرمایا کہ مفتی الٰہی بخش صاحب حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے۔ طلبا ان کے گرد بیٹھے تھے اور خود تخت یا پلنگ پر لیٹے تھے اسی حالت میں حدیث شریف کا سبق ہو رہا تھا۔ حضرت دادا پیر صاحب سبق سننے کے لئے اس حلقہ میں تشریف لے

گئے۔ مفتی صاحب گھبرا کر بیٹھ گئے۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگے جب حضرت کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں یہ انوار و برکات آپ کی تشریف آوری کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔ ﴿قولہ اور خود تخت یا پلنگ پر لیٹے تھے۔ اقول ممکن ہے کہ کتابیں اونچی رہتی ہوں ہاتھوں میں یا کسی تپائی وغیرہ پر ۱۲﴾

(۲۸۷) فرمایا کہ مولانا مولوی محمد صادق صاحب بیان فرماتے تھے کہ چالیس برس سے مجھ سے اور میانجیو نور محمد صاحب سے ملاقات ہے اس چالیس سال میں کبھی آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ **الاستقامة فوق الكرامة** آپ کا استقامت اعلیٰ درجہ کی ہے۔

(۲۸۸) فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت پیر و مرشد کی شان میں ایک مخمس کہا چونکہ مجھ میں تاب سنانے کی نہ تھی۔ کسی اور کی معرفت حضرت کو سنوایا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اور رسول کی صفت و ثنا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی تیسرے روز حضرت نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے تم کو سرخ رنگ کا جوڑا عنایت کیا ہے گویا وہ خلعت صلہ اس مخمس کا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے رنگین سرخ کنایہ دو امر کا ہوتے ہیں ایک مرتبہ محبوبیت دوم شہادت محبوبیت کا مرتبہ تو بڑے لوگوں کو ملتا ہے ہم کیسے اس کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ البتہ مرتبۂ شہادت عطا ہو تو بعید نہیں (یہ محض آپ کا انکسار ہے۔ ورنہ رتبۂ محبوبیت میں کیا کلام ہے تمام مخلوق عوام و خواص کا آپ کو نظر محبت دیکھنا اس کی دلیل ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں حدیث وارد ہے کہ جب خدا کسی کو اپنا محبوب بناتا ہے جبرائیل امین سے کہتا ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو اپنا محبوب بنایا ہے تم اس کو اپنا محبوب سمجھو اور آسمان و زمین میں اس کی محبوبیت کی منادی کردو۔ پھر تمام مخلوق اس سے بنظر محبت پیش آتی ہے) اس مخمس کے چند اشعار یہ ہیں۔

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ

تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرن کے ہاتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

جام الفت سے ترے میں ہی نہیں اک جرعہ نوش
سینکڑوں در پر ترے مدہوش ہیں اے میلر وش
دل میں ہے ان کے بھرا اک بادۂ وحدت کا جوش
پر یہی کہہ اٹھے ہیں جب ہے آیا ان کو ہوش
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سواروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمدؐ وقت ہے امداد کا

﴿قولہ غیر خدا اور رسول کی مدح نہیں کی اقول یعنی جب منشاء اس مدح کا آپ کا تعلق خدا اور رسول کے ساتھ ہے تو آپ کی مدح خدا اور رسول ہی کی مدح ہے ۱۲﴾

(۲۸۹) فرمایا کہ حضرت شیر خاں صاحب جب حالت نوکری میں وقت شب ذکر نفی و اثبات کرتے تھے تو انکے منہ سے ظلمت و نور دونوں نکلتے تھے۔ مدت تک کسی کو معلوم نہ ہوا۔ ایک دفعہ وہ مسجد میں ذکر کر رہے تھے ایک شخص کا ادھر گزر ہوا اس نے دیکھا کہ مسجد میں کبھی اندھیرا ہو جاتا ہے اور کبھی روشنی ہو جاتی ہے متحیر ہو کر سبب دریافت کرنے کو مسجد کے اندر آیا۔ آپ کو دیکھا کہ ذکر میں مصروف ہیں جب لا الہ کہتے ہیں منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اور جب الا اللہ کہتے ہیں روشنی نمودار ہوتی ہے۔ بعدہ اور کئی ادمیوں نے دیکھا اور اس کا چرچا ہونے لگا جب شیر خان صاحب کو اطلاع

ہوئی چونکہ آپ کو یہ تو پیرومرشد کے اظہار کمال سے تنفر تھا گھبرا کر نوکری چھوڑ دی۔ حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی حیات ہی میں انتقال فرمایا۔ ﴿قولہ منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اقول یہ صورۃ مثالیہ تھی نفی کی اور روشنی صورۃ مثالیہ تھی اثبات کی اس کا ظہور کرامت تھی شیر خاں صاحب کی ورنہ یہ ظہور نہ لازم ہے نہ کمال ۱۲﴾

(۲۹۰) میں (راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذائے روح کا وہ سبق وحضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔ ﴿قولہ وظیفہ مقررہ۔ اقول یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲﴾

(۲۹۱) فرمایا کہ جہاں میرے حضرت پیرومرشد کا مزار ہے وہاں ایک احاطہ امام سید محمود صاحب کا مشہور ہے اور اس احاطہ میں کسی نئی قبر کا حکم نہ تھا۔ آپ وہاں اکثر جایا کرتے اور دیر تک مشغول رہتے تھے۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ اگر ممکن ہو مجھے اسی جگہ جہاں میں اکثر جاتا ہوں۔ دفن کرنا وہاں سے مجھے بوئے انس آتی ہے الحاصل وہاں کے مجاوروں کو کچھ دے کر آپ کا مزار وہاں بنایا گیا۔ لیکن مجاوروں میں باہم تکرار ہوئی کہ نئی قبر کس نے بنوائی اور سر باز اور نزاع ہوئی اسی حالت تکرار میں ایک آدمی کو کچھ غنودگی سی طاری ہوئی دیکھا کہ حضرت پیرومرشد سید محمود صاحب فصیل احاطہ پر کھڑے ہیں اور حضرت اپنا ہاتھ سید صاحب کے ہاتھ سے چھڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے بعض مجاور ناراض ہیں اب ہم یہاں نہ رہیں گے لیکن سید محمود صاحب نہیں چھوڑتے اور فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک ہی تو یار غار ملا ہے ہم کیسے چھوڑیں گے اور منکر کو بہت لعن کیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تمام واقعہ بیان

کیا اور اپنے انکار سے باز آیا اور یہ کیفیت عام طور سے مشہور ہوگئی۔ اور جنہوں نے بابت دفن کے روپیہ لیا تھا بمنت وسماجت واپس کیا۔

(۲۹۲) فرمایا کہ مزار مقدس آپ کا خادم ہے البتہ حلقہ پختہ ہے۔ لوگوں نے چاہا کہ ایک ہاتھ سے اونچا کردیں۔ آپ نے کسی کو خواب میں اشارہ کیا کہ خلاف سنت نہ کرو۔ ایک ہی ہاتھ اونچا رہنے دو۔

(۲۹۳) فرمایا کہ حضرت پیرومرشد کے کوئی قریب حج کو تشریف لائے مجھ سے دریافت کیا کہ اجازت ہو تو قبر مبارک از سرنو درست کردی جائے میں نے کہا کیا مضائقہ ہے بعض فقہاء جائز لکھتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے منع کردیتا۔ جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا وہ میرے نزدیک اس کی درستی واصلاح تو فرض ہے۔ ﴿قولہ میرے نزدیک اس کی درستی واصلاح تو فرض ہے اقول مجاز ہے اور درستی سے پختگی لازمی نہیں قطیین بھی کافی ہے۔ آگے عوام کا فعل ہے جس کی اجازت ثابت نہیں ۱۲﴾

(۲۹۴) فرمایا کہ امروہہ میں ایک ہندو تھا وہ حضرت عبدالباریؒ سے کمال اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے تعویذ دیجئے۔ حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا کہ ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولد فرزند اس کے بازو پر باندھ دینا۔ تعویذ کی برکت سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا باغوائے بعض ہنود اس تعویذ کو کھول ڈالا اس میں اڑری بھنیری ساون آیا لکھا تھا کہ پڑھ کر اس نے تعویذ پھینک دیا۔ تعویذ پھینک کر وہ نہانے کو گیا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ ﴿قولہ اڑری بھنیری ساون آیا اقول اس میں خلاف شرع تو کوئی بات ہے نہیں رہ گئی مناسبت مضمون کی سو یہ بھی کوئی ضروری بات نہیں مقصود تسلی ہوتی ہے حاجت مند کی سو وہ بدوں مناسبت بھی حاصل ہو۔ ۱۲﴾

(۲۹۵) اس امر کا تذکرہ تھا کہ عارف جنتی دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے مناسب اس کے حکایت بیان فرمائی کہ ہمارے پیر بھائی شیخ امام الدین تھانوی ایک مرتبہ پیرومرشد کے ساتھ جھنجانہ گئے تھے اور وہ زمانہ حضرت کے مرض الموت کا تھا۔ جب شیخ

صاحب اپنے وطن واپس آنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں جنتی دیکھنا ہو ان کو دیکھ لے۔ ﴿قولہ عارف جنتی دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے اقول یعنی ظناً نہ کہ قطعاً ۱۲﴾

(۲۹۶) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب میرے پیر بھائی مقام منصور میں چھ مہینے رہے مگر بسبب توجہ پیر و مرشد دم انا الحق کا نہیں مارا اور کبھی کلمات شطحیات سے زبان پر نہیں لاوے۔ بلکہ اسم و مسمی میں مستغرق رہتے تھے اور ذکر قلبی ولسانی دونوں ایک وقت میں کرتے تھے۔ اور یہ اجتماع بہت مشکل ہے۔

(۲۹۷) مثنوی معنوی کے درس میں شیخ کامل کی صحبت کے فوائد کا بیان تھا۔ میں نے (مولانا احمد حسن صاحب نے) عرض کیا کہ کیا مجرد صحبت بدوں ذکر و شغل کے بھی مفید ہوتی ہے۔ فرمایا مفید ہوتی ہے۔ بلکہ شیخ کامل کی پہچان کا ایک طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر کسی شیخ کی صحبت سے دنیا سے دل سرد ہوتا جاتا ہو۔ اور عقبیٰ کی طرف میلان زیادہ ہو تو وہ شیخ کامل ہے اور اگر وہ شیخ مکار ہے تو اول بابت تشابہ ظاہری کے دل میں کچھ انوار ظاہر ہوں گے مگر بعد کو تیرگی ہو جاوے گی مناسب اس کے حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثرت سے نکاح کرتے تھے اور بہت جلد طلاق دے دیتے تھے، ایک شخص کے کئی لڑکیاں تھیں اس نے حضرت سے یکے بعد دیگرے سب کا نکاح کر دیا اس کے احباب نے پوچھا کہ باوجودیکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تمہاری لڑکیوں کو طلاق دے دیتے ہیں پھر کیوں دوسری لڑکیوں کا نکاح ان سے کرتے ہو اس میں کیا اسرار ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت امام صاحب حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا جسم شریف میری لڑکیوں سے مس ہو جاوے تا کہ وہ سب کی سب بدولت آپ کی صحبت کے پاک و جنتی ہو جائیں۔ ﴿قولہ فرمایا مفید ہوتی ہے۔ اقول لیکن یہ فائدہ عمل سے مستغنی نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے استعداد عمل کی قوی ہو جاتی ہے پھر وصول الی المقصود عمل سے ہوتا ہے ۱۲ قولہ وہ سب کی سب بدولت آپ کی صحبت کے پاک و جنتی ہو جائیں۔ اقول اس فضیلت صحابی پر غیر صحابی کا قیاس مع

الفارق ہوگا۔ کیونکہ یہ برکت منصوص ہے مگر مقصود اس سے مطلق برکت کا اثبات ہے۔۱۲﴾

(۲۹۸) فرمایا کہ جب ۱۲۶۱ھ میں حج کو آیا تھا تو بندر مخہ میں اتر کر حضرت ابوالحسن شاذلی کی زیارت باسعادت سے شرف اندوز ہوا اور حضرت زین الدین مسند نشین درگاہ حضرت ابوالحسن سے بھی ملاقات ہوئی ان سے حزب البحر کی اجازت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس کی اجازت مجھے حضرت پیرومرشد سے تھی۔ مگر تبرکا دوسری اجازت بھی ان سے حاصل کرلی۔ کیونکہ جامع حزب البحر کے حضرت ابوالحسن شاذلی تھے۔ ان کے خاندان سے اجازت لینا نور علی نور ہے۔ طریقہ زکوٰۃ جو ان سے مجھے حاصل ہوا ہے بہت سہل ہے اور حزب البحر کے ساتھ طبع ہوگیا ہے۔

(۲۹۹) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں مہاجر ہوکر آیا یہاں کے اکثر مشائخ سلسلہ ظاہریہ و باطنیہ کے تھے وہ مجھ سے بہ الفت تمام پیش آتے تھے ایک بار میں عمرہ کے لئے تنعیم کو جا رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ میں تازہ ہند سے آیا تھا ایک مرد صالح مجھ کو دیکھ کر اپنی سواری پر سے اتر پڑے اور جب میں آگے نکل گیا تب وہ سوار ہوئے لوٹتے وقت پھر وہ ملے اور ایسا ہی کیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اس کے بعد ایک شخص نے میری دعوت کی جب میں ان کے مکان پر پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو مسجد تنعیم کی راہ میں ملے تھے پھر معلوم ہوا کہ وہ بڑے نامی گرامی و صاحب سلسلہ بزرگ مکہ معظمہ میں ہیں نام مبارک ان کا ابراہیم رشیدی ہے۔ جو ملا نواب صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب کے پیرومرشد ہیں فرمایا کہ ابراہیم رشیدی صاحب آغا الماس کی رباط میں کئی بار میری خلوت میں تشریف لائے۔ اور بہت عنایت فرماتے تھے اور جب ملتے تھے تو فرماتے تھے۔ محبتک فی فوادی اور اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(۳۰۰) فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہوکر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز

نفل شروع کردی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔ ﴿قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اقول اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ شکل باطنی تھی ۱۲﴾

(۳۰۱) فرمایا بلکہ مطاف میں بعض اوقات ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے انوار میں طواف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ ان کے انوار و تجلیات کو دیکھا کرے اور بعض وقت ایسی ظلمت افعال شنیعہ طائفین کی ہوتی ہے کہ قلب مکدر ہو جاتا ہے اور طواف میں لذت حظ نہیں۔

(۳۰۲) فرمایا کہ میں دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ مجھے مثنوی معنوی کا بڑا شوق تھا اور حرم شریف میں چند مواضع میں درس مثنوی شریف ہوتا تھا۔

(۳۰۳) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضٰی مجذوب پانی پت سالک مجذوب تھے۔ حالت سلوک میں ان کو جذب ہو گیا تھا۔ ہماری بستی میں اکثر آیا کرتے تھے ایک بار غل ہوا کہ غلام مرتضٰی پتھر مار رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا مجھ کو دیکھ کر انہوں نے پتھر مارنا چھوڑ دیئے۔ اور مجھے فریب دیا میرے ہاتھ میں کوئی کتاب عشق کی تھی اس کے اوراق کھلوا لے گئے۔ جب یہ شعر نظر پڑا۔

عشق اول عشق آخر عشق کل   عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

مجھ کو اشارہ کیا اور بشارت غلبۂ توحید کی دی۔ فرمایا کہ جو سرار توحید میری زبان سے بیساختہ نکل جاتے ہیں اسی بشارت کا ثمرہ ہے۔

(۳۰۴) فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حافظ غلام مرتضٰی سے ملاقات ہوئی۔ مجھے بشارت دی۔ میں نے عرض کیا کہ میرے حوصلہ کے موافق یا آپ کے؟

فرمایا میرے موافق میں بہت خوش ہوا۔

(۳۰۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میں صحرا میں پھر رہا تھا۔ ایک جھاڑی میں کچھ

آثار آدمی کے معلوم ہوئے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ مجھ کو توجہ جذب کی دینا شروع کی۔ جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیرومرشد کا تصور کیا اسی وقت حضرت میرے اوران کے درمیان حائل ہوگئے۔ مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے میں نے عرض کیا کہ تمہاری طرح مجھ کو دیوانگی پسند نہیں ہے۔

(۳۰۶) فرمایا کہ ایک بار میں ان مجذوب کے پاس گیا میرے پاس ایک لنگی تھی۔ فرمانے لگے کہ اس کو بچھادو۔ مولوی قلندر صاحب مع اپنے معشوق کے آتے ہیں۔ میں نے پوچھا مولوی صاحب کہاں ہیں۔ فرمایا ابھی آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں مولوی قلندر صاحب مع محمد حسین صاحب کے کہ ان سے محبت کرتے تھے آئے مجذوب صاحب نے ان کو میری لنگی پر بٹھانا چاہا۔ مولوی صاحب نے انکار کر کے کہا کہ مجھ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرانا چاہتے ہو۔ مجذوب صاحب مولوی قلندر صاحب کی بڑی تعظیم کرتے تھے حتیٰ کہ اگر ننگے ہوتے تو اسی وقت کمل اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ مولانا قلندر صاحب کو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حضوری تھی۔ ﴿قولہ اگر ننگے ہوئے اقول یعنی بے خبری میں بدن کھل جاتا اور شرمگاہ سے مراد کل بدن ستور اور اتنی خبرداری سے مکلّف ہونا لازم نہیں۔ کیونکہ اتنی خبر درستی حواس سے بھی ہوسکتی ہے اور مدار تکلیف کا درستی عقل کی ہے ۱۲﴾

(۳۰۷) فرمایا کہ میں دہلی میں آیا۔ طالب علمی میں ایک سال تک رہا۔ بعد کبھی کبھی جاتا تھا۔ اور دس پندرہ روز قیام کرتا۔ ایک دفعہ میں دہلی گیا مولوی شاہ عبدالغنی صاحب سے مجھ کو بے تکلفی تھی۔ اور آمد و رفت رہتی تھی۔ یوں شاہ احمد سعید صاحب سے ملنے گیا جب کہ ان کے مکان پر پہنچا تو وہ حلقہ مریدین میں بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر ایک علیحدہ مقام پر مصلی بچھا کر بیٹھے جب وہ اور میں اکیجا ہوئے تو میں نے کہا کہ آج نسبت چشتیہ نسبت نقشبندیہ پر غالب ہے آج آپ میں

نسبت نقشبندیہ کا پتہ بھی نہیں ہے ان دنوں میں مجھ میں گرمی غالب تھی شاہ صاحب نے فرمایا کہ سچ ہے آج کل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مجھ پر عنایت ہے۔

(۳۰۸) فرمایا کہ شاہ احمد سعید مجھ سے پہلے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ بہت مریض تھے ترک لوگ قلعہ میں معالجہ کے لئے اٹھا لے گئے تھے ترک ان کی بہت تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔ کیونکہ ترک اکثر خالدیہ ہیں اور خالد صاحب نے شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا تھا اور شاہ احمد سعید صاحب شاہ غلام علی صاحب کے باتوسط مرید وخلیفہ بلاواسطہ تھے جب میں ان کو دیکھنے گیا باوجود نقاہت مجھ کو دیکھ کر کہا کہ مجھے بٹھاؤ حاجی صاحب آتے ہیں بعد سلام مسنون کے شاہ عبدالغنی صاحب سے کہا کہ جب تک میں مریض ہوں حاجی صاحب کی خدمت تمہارے ذمہ ہے۔ بعد صحت کے میں خود دیکھ لوں گا۔ حضرت صاحب نے اس کیفیت کو مجھ سے بھی بیان فرمایا اور شاہ احمد سعید صاحب کو یاد کر کے بہت رنجیدہ اور اشکبار ہوئے ۱۲۔

(۳۰۹) فرمایا کہ ابوالحسن مرید خاص شاہ احمد سعید صاحب نے چاہا کہ میں شاہ صاحب سے کچھ ان کی سفارش کردوں میں نے کہا۔ یا نہیں کہا۔ لیکن وہ جب میرے پاس آئے تو بہت بشاش تھے اور کہا کہ آپ کی عنایت سے شاہ صاحب نے مجھے طریقہ بھی بتلا دیا اور مجاز بھی کر دیا۔

(۳۱۰) فرمایا کہ اسی سال ایک شخص محمود رافع نام باشندہ طرابلس نے بہمراہی مولوی عبدالوہاب صاحب میرے پاس کہ استدعائے بیعت کی اور بیان کیا کہ میرے والد مفتی عبدالغنی صاحب نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تم مکہ مکرمہ میں بیٹھے کیا کرتے ہو۔ حاجی امداداللہ صاحب سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔

(۳۱۱) فرمایا کہ میں حرم میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص مسمی عبدالرحمٰن باشندہ آسام میرے قدموں پر آکر گرا اور کہنے لگا کہ میرے والد اولیائے کرام سے تھے۔ مجھ کو آپ کی صورت مقدس دکھا کر حکم دیا ہے کہ آپ سے بیعت کرو اسی حلیہ خواب کو

آپ سے موافق پا کر حاضر ہوا ہوں۔

(۳۱۲) فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں۔ محبوب علی نقاش نے آ کر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے "ملتجی" ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔ ﴿قولہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اقول غایت تواضع ہے ورنہ مدعی کیلئے تو یہ موقع اچھی خاصی شہادت کا تھا۔۱۲﴾

(۳۱۳) مولوی غلام حسین صاحب نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت صاحب کا ایک مرید کہہ رہا ہے کہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب دیگر اولیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ (راوی ملفوظات نے کہا کہ مرید کو اپنے پیر سے ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہئے) مولوی صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنا اعتقاد تو بیان نہیں کرتا بلکہ حضرت رسول مقبول کا فرمان بیان کرتا ہوں۔ جب حضرت صاحب سے یہ خواب عرض کیا گیا فرمایا کہ عجب معاملہ ہے کہ تم لوگ کیا کیا دیکھتے ہو اور مجھے کیا کیا اعتقاد کرتے ہو۔ حالانکہ مجھ میں کچھ بھی کمال نہیں ہے صرف اللہ کی ستاری ہے۔ میرے عیوب چھپا رکھے ہیں۔ امید ہے کہ اسی طرح عاقبت میں بھی اپنے فضل و کرم سے میرے جرائم کسی پر ظاہر نہ کرے گا اس خواب کا تذکرہ کئی بار حضرت نے فرمایا۔ ﴿قولہ اس خواب کا تذکرہ کئی بار حضرت نے فرمایا۔ اقول یہ تحدث بالنعمۃ ہے ورنہ اخفاء دعوے تو اوپر کے ارشاد سے ظاہر ہے۱۲﴾

(۳۱۴) فرمایا کہ دہلی میں چند مشائخ کامل ہمعصر تھے، چشتیہ نظامیہ میں حضرت فخر الدین صاحب اور قادریہ میں حضرت میر درد صاحب نقشبندیہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور صابریہ میں حضرت غلام سادات صاحب فرمایا کہ حضرت غلام سادات صاحب کے تھانہ بھون میں اکثر لوگ مرید تھے اس وجہ سے وہ اکثر یہاں تشریف لاتے تھے، ایک مرتبہ آپ آئے تو تمام لوگ ملاقات کو گئے مگر حافظ ضامن صاحب کے دادا میر عبدالغنی حاضر نہ ہوئے آپ نے دریافت کیا کہ میر عبدالغنی

نیور نہیں آئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا ایک حسین وجمیل جوان لڑکا انتقال کر گیا ہے اس وجہ سے وہ مخبوط الحواس ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بار انہیں میرے پاس لے آؤ۔ مگر وہ نہ گئے۔ اتفاقیہ راستہ میں حضرت غلام سادات کو مل گئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ عشق برمردہ نباشد پائیدار۔ اس وقت ان کا خبط جاتا رہا۔ اور عشق حق غالب ہوگیا۔ مسجد میں بیٹھ رہے۔ اور خدا کی یاد میں راہی ملک بقاء ہوئے۔

(۳۱۵) فرمایا کہ رامپور میں ایک شخص یوسف نام میرے مرید رہتے تھے ان کو کسی سے عشق تھا۔ اتفاقاً میرا وہاں جانا ہوا۔ میری طبیعت میں گرمی غالب تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ جس صورت پر تم عاشق ہو۔ وہ یہاں بھی تو موجود ہے یہ سنتے ہی اس کا حال بدل گیا۔ اور پہلی محبت محو ہو کر جدید محبت پیدا ہوگئی۔ جب تک میرا قیام رامپور میں رہا مجھے ہر وقت دیکھتے رہتے تھے۔ جب میں مکان پر چلا آیا تو وہ اکثر وہاں آتے تھے اور تھوڑے دن رو کر چلے جاتے تھے۔

(۳۱۶) فرمایا کہ اکثر لوگ ناشکری کی وجہ سے محروم رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ذکر و شغل کرتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ خدا کی لو میں لگ جانا اس کی یاد میں مشغول ہونا بڑی نعمت ہے۔ اگر خداوند کریم خود جذب نہ فرماتا تو کوئی کیسے اس کی یاد کرتا۔ بندہ کو بندگی کرنی چاہئے خداوندی خدا کے اختیار میں ہے اس سے پہلے رات کو حرم شریف میں بعض لوگوں نے آپس میں ذکر کیا تھا کہ حضرت ہمارے حال پر کچھ توجہ نہیں فرماتے۔ صبح کو حضرت نے انہیں سے مخاطب ہو کر یہ راز فرمادیا۔

(۳۱۷) فرمایا کہ بدوں مجاہدہ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پھر اسی کے موافق فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں کہ یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا۔ خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دو لڑکے نابالغ حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب وحافظ احمد حسین میرا بھتیجا سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے، بعد عشاء دو حافظ اور سناتے تھے ان کے بعد ایک حافظ نصف شب

تک اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ اور غرضیکہ تمام رات اسی میں گزر جاتی تھی۔

(۳۱۸) فرمایا کہ اکثر لوگ توحید وجودی میں غلطی کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں تمثیل بیان فرمائی کہ کسی گروہ کا ایک چیلا توحید وجودی میں مستغرق تھا راستہ میں ایک فیل مست ملا اس پر فیل بان پکارتا آتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں ہے۔ اس (چیلہ کو) لوگوں نے بہت منع کیا۔ مگر اس نے نہ مانا اور کہا وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں خدا کو خدا سے کیا ڈر۔ آخر ہاتھی نے اسے مار ڈالا جب اس کے گرو نے یہ حال سنا گالی دے کر کہا کہ ہاتھی جو مظہر مضل تھا۔ اس کو تو دیکھا اور فیل بان کو کہ مظہر ہادی تھا نہ دیکھا ہادی و مضل اوپر نیچے جمع تھے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(۳۱۹) مثنوی معنوی کے درس میں جذب کا ذکر تھا۔ حضرت نے جذب کی تعریف کر کے فرمایا کہ خاندان چشتیہ میں آخر کو اکثر جذب غالب ہو جاتا ہے مناسب حال حکایت حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ کی بیان فرمائی کہ ایک خادم قوال نے حضرت گنج شکر سے اجازت مانگی کہ آپ کے خلفاء کی زیارت کو جی چاہتا ہے۔ بعد اجازت کے وہ حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں آیا۔ آپ بباعث غلبۂ استغراق و کمال جذب کے کسی کے آنے جانے سے واقف وآگاہ نہ ہوتے تھے۔ حضرت شمس الدین "ترک نے (جو خدمت میں رہتے تھے) بآواز بلند ہوشیار کیا اور عرض کیا کہ حضرت پیرومرشد کا خادم آیا ہے اور حضرت کا سلام مسنون لایا ہے آپ نے بعد جواب سلام کے استادریافت کیا کہ میرے شیخ کیسے ہیں اور حضرت شمس الدین صاحب کو تاکید فرمائی کہ اس کی توقیر کرو اور گولروں میں (کہ آپ تناول فرماتے تھے) آج نمک بھی ڈالنا۔ یہ کہہ کر پھر حالت استغراق میں ہو گئے۔ اس کے بعد وہ قوال حضرت سلطان الاولیاء کے یہاں حاضر ہوا یہاں تو شاہی کارخانے تھے، بہت تعظیم وتوقیر اس کی ہوئی۔ اور حضرت نے عمدہ عمدہ کھانے کھلوائے اور بہت کچھ تحفہ وہدیہ عنایت کیا۔ جب قوال

حضرت فرید الدین گنج شکر کے حضور میں حاضر ہوا آپ نے دونوں صاحبوں کا حال دریافت کیا۔ اس نے حضرت سلطان الاولیاء کی بڑی تعریف کی۔ اور مخدوم صاحب کی شان میں عرض کیا کہ وہ تو کسی سے بولتے بھی نہیں۔ نہ وہاں کچھ ہے حضرت نے پوچھا کہ ہمارے حق میں کچھ بولے تھے، کہا کچھ بھی نہیں آپ نے مکرر فرمایا کہ آخر کچھ کہا؟ عرض کیا کہ صرف یہ پوچھا تھا کہ میرے شیخ کیسے ہیں آپ چشم پرآب ہوکر فرمانے لگے کہ آج وہ ایسے درجہ میں ہیں کہ وہاں کسی کی گنجائش نہیں ہے یہ انہیں کا استقلال اور میرے ساتھ کمال محبت ہے کہ ایسی حالت میں بھی مجھے پوچھا اور یاد کیا۔

(۳۲۰) منشی عبداللہ خادم خاص حضرت صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت کو بیماری شدید لاحق تھی۔ اس وجہ سے بالا خانہ پر تشریف نہ لے جاتے تھے اسی دیوان خانہ میں رہتے تھے تین مہینے کامل یہی حالت رہی اکثر ذکر جہر بآواز بلند کرتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب کو جب معلوم ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ذکر جہر بشدت اس مرض میں مضر ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا ذکر کب اور کس کیفیت سے کیا۔ اسی حالت میں آپ کو شدت سے ہنسی بھی آتی تھی۔ مگر ہم لوگ بوجہ ادب کے نہ دریافت کر سکتے تھے۔ ایک بار خود حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اپنے اعمال کی پاداش نظر آجاتی ہے۔ وہ ہنساتی ہے۔ اور نیز عاشق کے رنج و راحت مرض و صحت دونوں یکساں ہیں جو لطف و مزہ یار کے انعام و اکرام میں ہے وہی لطف و چین اس کے قہر و ایذا میں ہے۔

(۳۲۱) فرمایا کہ ایک سال یا دو سال ہوئے مصر سے ایک پاشا آیا اس کو مجھ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ رات کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تھا۔ صبح کو کئی بار شیخ الحارہ کے ذریعے سے میرے مکان پر دریافت کرایا۔ کہ شیخ بالا خانہ سے اترے یا نہیں۔ میرے نیچے آتے ہی وہ بھی ہمراہی شیخ الحارہ آئے، لباس شاہی میں فقیر کامل تھے، مجھ سے عقیدت نہ محبت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا روم کے خاندان میں بیعت رکھتے تھے چند اشعار مثنوی معنوی کا مطلب مجھ سے دریافت کیا اور بعد دریافت مطلب

بہت مسرور ہوئے اور ان کو زیادہ عقیدت ہوگئی۔

(۳۲۲) فرمایا کہ نماز کا کشف بہت صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ نماز معراج المؤمنین ہے اس میں حضوری حق ہوتی ہے۔عین دربار خداوندی سے جو کشف ہوگا۔ وہ ضرور موافق نفس الامر کے ہوگا۔اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تدابیر جیوش جہاد کی حالت نماز میں کرتے تھے،لوگ کہتے ہیں کہ خیالات نماز میں کچھ نقصان نہیں دیتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے واقعہ کی سند لاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ حضوری تھی خیالات غیریت نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ فیضان باری تھا کہ عین حالت مناجات و حضوری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کشف ہوتا تھا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گر نماید در نشتن شیر و شیر
آں یکے شیرے کہ مردم می خورد واں یکے شیرے کہ مردم می خورد

﴿قولہ وہ ضرور موافق نفس الامر کے ہوگا۔اقول یہ ضرورت فی نفسہ ہو باقی کسی مانع خاص کے سبب موافقت نہ ہونا اس کے منافی نہیں۔باقی چونکہ مانع کا انتفاء یقینی نہیں۔اس لئے یہ کشف ظنیت سے متجاوز ہوگا۔۱۲﴾

(۳۲۳) فرمایا کہ راؤ عبداللہ خاں مغرب کی نماز پڑھتے تھے اپنے بیٹے امیر علی خاں کو پکارنے لگے۔امیر علی امیر علی میرے خداوند نے آج مجھ کو دکھایا ہے کہ حاجی میاں کو مسجد میں بند کر کے قفل لگا دیا ہے اور مولوی رشید احمد کے ہاتھ میں کتاب دے کر درس کو کہہ دیا ہے۔یہ بات حاجی میاں کو کہہ دو کہ وہ اس کا مطلب سمجھ لیں گے مینوں (بزبان پنجابی بمعنی مجھے) کچھ خبر نہیں ہے اس کا کشف پورا نکلا کہ مجھے تو مکہ مکرمہ میں کہ اشرف المساجد ہے مقید کر دیا ہند کا خواب وخیال بھی نہیں آتا۔اور مولوی رشید احمد کے ہاتھ میں کتاب دے کر مدرس بنا دیا ہمیشہ احادیث نبویہ کا درس دیتے ہیں۔فرمایا کہ راؤ عبداللہ اپنے پیر حاجی عبدالرحیم صاحب کو خاوند سے تعبیر کرتے تھے اور زبان پنجابی بولتے تھے۔

(۳۲۴) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہجرت کر کے آیا تھوڑے دن بعد

میرے نکاح کے پیغام آنے شروع ہوئے گو کہ میری جوانی جو نکاح کے واسطے مناسب حالت تھی تجرد میں گزر گئی تھی لیکن بخیال سنت نبوی میں نے قبول کرلیا۔ جہاں میرا پہلا نکاح ہوا تھا انہیں دنوں انہوں نے خواب دیکھا کہ میری گود میں چاند آ گیا ہے ان کی والدہ نے مولوی سید حسین صاحب مجذوب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی سید صاحب نے فرمایا کہ ان کا نکاح ایسے شخص سے ہوگا جو چاند کی طرح شرق وغرب میں مشہور ہوگا جب ان کا نکاح مجھ سے ہوگیا سید صاحب نے کہا کہ جو تعبیر میں نے دی تھی وہی ٹھیک نکلی حاجی صاحب بیشک چاند ہیں کہ ان کے نور سے ہزار ہا آدمی مستنیر ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے اور ان کی شہرت بھی ہر جگہ ہے۔ تمام علمائے کرام ومشائخ عظام ان کو بنظر اکرام دیکھتے ہیں۔

(۳۲۵) فرمایا کہ فقر وفاقہ بڑی نعمت ہے مجھ پر یہ حالت اس طرح گزری ہے کہ میرے باپ مجھ کو قرض نہیں دیتے تھے اور ظاہری حالت میری بھی امیرانہ تھی یعنی لباس بھی عمدہ ہوتا تھا اور سند تکیہ بھی درست اور بھوک کے مارے یہ حالت ہوتی تھی کہ زینہ پر چڑھنا دشوار ہوتا تھا بلکہ بارہا گر بھی پڑتا تھا اس حالت میں عجائب و غرائب واقعہ پیش آتے تھے کہ جن کا مزہ نہیں بھولتا مگر یہ لطف حالت تجرد میں ہے اہل وعیال والے کو مشکل ہے چہ میری (مولوی احمد حسن صاحب) کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس نے باوجود عیالدار ہونے کے ولولہ عشق میں آکر سب کچھ چھوڑ دیا اور چلا آیا مجھ کو اس کا خیال ہے۔

کہ عشق آساں نمود اول دلے افتاد مشکلہا

آدمی کو چاہئے کہ ہر وقت خدا سے دعا مانگتا رہے کہ وہ ہم غرباء کو اپنے ابتلا وامتحان سے محفوظ رکھے میں نے (راوی ملفوظات) عرض کیا کہ اس فقیر حقیر نے تو آپکا دامن پکڑا ہے اس کی نگرانی وحفاظت آپ کے ذمہ ہے مجھ کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم وبیش را

فرمایا کہ یہ تمہاری محبت وعقیدت ہے اللہ کے ساتھ جیسا آدمی ظن رکھتا ہے اس کے ساتھ خدا ویسا ہی معاملہ کرتا ہے رزق کا کفیل و ذمہ دار خدا ہے ہم پر تمام مصائب ہمارے اعتقاد سے ہیں اسماء اللہ میں ہم کو ایک اسم کی بھی معرفت کامل نہیں ہے جیسے رزاق اگر ہم اس کو رزاق یقیناً جانیں تو پھر روزی کے لئے کیوں حیران و پریشان پھریں۔

(۳۲۶) دریافت فرمایا کہ چلہ میں کچھ پرہیز بھی کرتے تھے کہا گیا کہ حاجت انسانی کے خلوت سے باہر نہیں نکلتے تھے فرمایا کہ خورد ونوش کی کیا صورت تھی کہا گیا کہ محض توکل تھا کبھی کھانا میسر ہوتا تھا کبھی نہیں فرمایا کہ صاحب چلہ کو چاہئے کہ اول انتظام اکل وشرب کا کرے تب چلہ اختیار کرے توکل تو عمدہ چیز ہے مگر اس میں امتحانات بہت ہوتے ہیں فرمایا کہ اہل توکل کو ثابت قدم ہونا ضروری ہے اگر ثابت قدم رہا تو سارے صعوبات آسان ہو جاتے ہیں۔

(۳۲۷) فرمایا کہ جب یہ فقیر مکہ مکرمہ میں وارد ہو کر صفا کی رباط میں مقیم ہوا اس زمانہ میں ایک فقیر تھا اس کے پاس بہت سی اشرفیاں تھیں اس میں سے اس کا کھانا پینا چلتا تھا مگر رات کو بباعث ان کی نگرانی کے اس کو نیند پرنا دشوار تھی مجبور ہو کر بیچارے نے سب اشرفیاں تقسیم کر دیں اور اپنے حوائج کا خدا پر بھروسہ کیا امتحان باری شروع ہوا پندرہ روز متواتر کھانا نہیں ملا مگر زمزم شریف کو زمزم لما شرب له وارد ہے پی کر بسر کرتے رہے پندرہ دن بعد ان کو کھانا ملا پھر آٹھ روز بعد ملنے لگا پھر چار روز بعد پھر دو روز بعد وہ فقیران مصائب میں راضی برضا رہے اور باب صفا کے قریب نشست و برخاست رکھتے تھے جب ان کا امتحان پورا ہوا خدا نے ان کی روزی کا سبب پیدا کر دیا اور ایک ترکی لڑکا ان کے پاس آ کر لکھنے لگا انہوں نے اس کو قلم بنانا سکھایا اور کسی حرف میں اصلاح دی اس لڑکے کا باپ یہ سب دیکھ رہا تھا فقیر صاحب سے عرض کیا کہ آپ اس لڑکے کو کچھ بتلا دیا کیجئے اور جب اس کو معلوم ہوا کہ ان کا کوئی سامان خورد ونوش کا نہیں ہے اپنے گھر سے دونوں وقت کا کھانا مقرر کر دیا۔ ایک مدت بعد وہ ترک کا تعلق

بھی جاتا رہا مگر غیب سے ان کا دو وقتہ کھانا جاری رہا۔

(۳۲۸) فرمایا کہ لوہاری میں ایک فقیر وارد ہوا مولوی محمد صادق صاحب نے حسب عادت اہل محلہ سے کہا کہ مہمان آیا ہے اس کے کھانے کا انتظام کرنا چاہئے فقیر بولا کہ میرے کھانے کی آپ فکر نہ کریں میں تو بغیر مرغ پلاؤ کے کھاتا نہیں ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہاں گاؤں میں مرغ پلاؤ کہاں ہوسکتا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ کو فکر کی کیا ضرورت ہے بعد نماز عشا جب سب لوگ سونے کو تیار ہوئے ایک شخص نے مسجد کے کواڑ کھلوائے اور مولوی صاحب کی خدمت میں مرغ پلاؤ لاکر عرض کیا کہ میرے یہاں ایک مرغ کا بچہ تھا اور میں نے نذر مانی تھی خدا نے پوری کردی لہٰذا یہ کھانا لایا ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ فقیر کو دیدو اسی کا حصہ ہے بہتیرا اس شخص نے کہا کہ میں آپ کے واسطے لایا ہوں مگر آپ نے فقیر کو دلا دیا اس کے بعد فقیر سے اس کا واقعہ پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر مجھ کو کھانا کھلانا منظور ہے تو مرغ پلاؤ کھلا اور کچھ نہ کھاؤں گا بھوک سے مرجاؤں گا پہلے تو بہت کچھ امتحان ہوا آٹھ روز فاقے ہوئے بعدہ غیب سے سامان ہوگیا ہمیشہ مرغ پلاؤ ملتا ہے فرمایا کہ اللہ کا معاملہ ہر کسی سے جدا جدا ہے کسی کو مرغ پلاؤ کھلاتا ہے کسی کو روکھی روٹی دیتا ہے اور کسی کا فاقہ ہوتا ہے **لایسئل عما یفعل وھم یسئلون.**

(۳۲۹) فرمایا کہ میں نے ایک بار چلہ کا ارادہ کیا اور اس کے واسطے آٹھ آنہ کے جو خریدے تھے میری بھاوج نے کہا کہ جو کی روٹی کھانی مشکل ہوگی میں نے کہا جس طرح بنے گا کھاؤں گا انہوں نے جو کوٹ چھان کر گیہوں کی طرح بنادیئے۔ ہر روز مجھے ایک روٹی ملتی تھی وہی کافی ہوتی تھی اس بیان سے یہ غرض ہے کہ چلہ کش کو لازم ہے کہ اول اکل وشرب کا انتظام کرلے ایسا نہ ہو کہ مابین چلہ کے اس فکر میں پڑ کر اطمینان جاتا رہے کیونکہ بدون اطمینان کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۳۳۰) فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص نے توکل

اختیار کر کے ایک جنگل میں سکونت اختیار کی۔ تین روز تک اس کو کھانا نہ ملا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے اس کی شکایت کی آپ نے خدا سے عرض کیا جواب ملا کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ عالم اسباب کہ میرے اسماء صفات کا مظہر ہے اور سراسر حکمت ہے مٹ جاوے اس سے کہہ دو کہ بستی میں جا کر قیام کرے یہ بھی ایک سبب ہے سبب کا مرتکب ہونا توکل کے منافی نہیں ہے حدیث شریف میں یہ مضمون وارد ہے۔

ع برتوکل زانوے اشتر بہ بند

(۳۳۱) فوائد صحبت میں فرمایا کہ حضرت جنید پر ایک بار حالت طاری تھی ایک کتا سامنے آ گیا اس پر ایسا اثر پڑا کہ چیختا ہوا نکلا اور باہر جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گیا اور شہر کے کتے اس کے گرد مانند طالب صادق کے بغرض استفادہ جمع ہوئے۔

(۳۳۲) تعبیر رویا کا بیان تھا فرمایا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی مر گیا اس کا جنازہ حرم شریف میں آیا اور لوگوں کا اس کے گرد مجمع ہے میں نے اس کی تعبیر دی کہ دنیا میں اس جنازہ کا بہت کچھ عروج ہوگا چند سال بعد اس کا ایسا عروج ہوا کہ کسی ہندی کا مکہ معظمہ میں ایسا عروج تھا حتیٰ کہ شیخ الہنود ہوا اور شرفائے عرب میں اس کی بہت تعظیم و توقیر ہوئی فرمایا کہ یہی مرنا سالک کے حق میں تعبیر اس کے نفس کا مرنا ہے اور کامل کے لئے تعبیر اس کی غفلت یادالٰہی سے ہے اس کے مناسب حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی کامل کی زیارت کو چلا راستہ میں ایک درخت کے نیچے آرام کیا اس درخت پر جانوروں نے آپس میں کہا کہ افسوس فلاں فقیر جس کی زیارت کو یہ آدمی جا رہا ہے فلاں روز مر گیا یہ سن کر اس کو تفکر ہوا مگر عزم نہیں کیا جب ان بزرگ کے یہاں پہنچا تو ان کو صحیح و سالم پا کر راستہ کا حال بیان کر کے کہا کہ جانور تک جھوٹ بولنے لگے انہوں نے جواب دیا کہ جانور سچے ہیں اس دن میں ذکر الٰہی سے غافل تھا جو میرے واسطے مرگ سے بدتر ہے۔

(۳۳۳) فرمایا کہ کسی شخص نے خواب دیکھا کہ وہ تادل میں تیل ڈال رہا ہے

شاہ عبدالعزیز صاحب سے تعبیر پوچھی گئی آپ نے فرمایا کہ اس کے گھر میں اس کی ماں ہے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ فی الواقع اس کی زوجہ اس کی ماں ہے کیفیت یہ تھی کہ وہ عورت اپنا لڑکا خاوند چھوڑ کر چکلہ میں کسب کرنے لگی تھی جب یہ لڑکا جوان ہوا اس عورت سے آشنائی ہوئی پھر وہ عورت اس کے گھر چلی آئی۔ پھر فرمایا کہ یہ تعبیر بدون کشف وکرامات کے نہیں ہوسکتی شاہ صاحب بہت بڑے عارف تھے اور طریق توسط پر چلتے تھے میرا مسلک بھی ''انہیں'' کے انداز پر ہے۔

(۳۴۴) اثنائے سبق مثنوی معنوی میں فرمایا کہ منی میں ایک فقیر حجاج کا منہ تکتا پھرتا تھا کسی نے پوچھا کہ شاہ صاحب کیا دیکھتے ہو۔ جواب دیا خدا کو دیکھتا ہوں۔ (حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضرت حق صورت وشکل سے پاک ہے اس کی صورت اگر ہے تو یہی انسان کامل ہے پس انسان کامل حق نہیں صورت حق ہے اگر حق کی مجالست ومکالمت منظور ہو اولیائے کرام وعرفائے عظام کی صحبت اختیار کرے۔

ہر کہ خواہد کا ونشیند با خدا　گو نشیند در حضور اولیا

﴿قولہ حضرت حق صورت وشکل سے پاک ہے اقول یہاں صورت کے معنی شکل کے ہیں اور یہ عطف تفسیری ہے اور آگے صورت کے معنی مظہر کے ہیں فلا اشکال ۱۲﴾

(۳۴۵) (راوی نے) ایک خط اپنے دوست کا حضرت کو سنایا مضمون یہ تھا کہ میرے لئے حضرت کی خدمت میں استدعائے دعا کرنا کہ مجھے وسواس کہ اظہار ان کا موجب کفر ہے کثرت سے آتے ہیں اور روزگار کے واسطے مدت سے پریشان ہوں اس کے لئے بھی دعا فرمائیں اگر کوئی وظیفہ ارشاد ہو تو مجھے اطلاع دینا آپ نے فرمایا کہ وسوسہ ان شاء اللہ جاتا رہے گا ان کو لکھ دو کہ پاس انفاس کا خیال رکھیں یا **ھو الظاھر ھو الباطن** کا مراقبہ کریں اور روزگار کے لئے سورۃ واقعہ بعد نماز مغرب ایکبار وسورۂ فاتحہ مابین سنت وفرض اکتالیس بار اور **یا اللہ یا مغنی** گیارہ سو مرتبہ کہ اصل ہے ورنہ ایک سو ایک بار معمول رکھیں۔

(۳۳۶) فرمایا کہ علمائے ظاہر ومامن دابۃ الاعلی اللہ رزقھا الخ پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر اس پر اطمینان کامل نہیں ہے ورنہ روزی کے لئے کیوں ایسے پریشان پھرتے اور اہل دول کی خوشامد کرتے مناسب حال حکایت بیان فرمائی کہ مولوی عبدالقیوم صاحب مقیم بھوپال داماد شاہ محمد اسحاق صاحب جب مکہ مکرمہ آئے میرے پاس رباط آغا الماس میں جہاں میں مقیم تھا اکثر آتے تھے کبھی ظہر سے عصر تک اور کبھی عصر سے مغرب تک ایک مرتبہ وہ اور میں عمرہ کو جاتے تھے راستہ میں انہوں نے حکایت بیان کی کہ ایک شہر میں ایک امیر اور ایک مفلس عالم رہتے تھے امیر کانا لنگڑا اور زانی وشرابخور تھا اور مولوی صاحب حسین صالح ومتقی تھے ایک فقیر وہاں آئے تمام اہل شہران کے پاس جاتے تھے مولوی صاحب بھی گئے اور کہا کہ مجھے ایک شبہ ہے اس کے حل کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارے شہر میں فلاں شخص میں تمام عیوب ہیں اور مجھے سب طرح کے کمالات حاصل ہیں مگر نان شبینہ کو محتاج ہوں یہ کیا انصاف ہے مجھے اس میں بڑا اخلجان ہے فقیر نے بعد تامل جواب دیا کہ کہو تو تمام عیوب بدل کر تم کو اس امیر کے موافق کردوں اور اس کو تمام محاسن دے کر تم سا فقیر کردوں مولوی صاحب نے کہا مجھے یہ منظور نہیں کہ عیوب لے کر مالدار بنوں فقیر نے جواب دیا کہ خود انصاف کیجئے کہ آپ کو اتنے کمالات عنایت ہوئے ہیں اگر ایک فاقہ ملا تو کیا حرج ہے اور اس امیر میں تمام عیوب کے ساتھ ایک امیری ہوئی تو کیا ہوا انصاف یہی ہے جو وقوع میں آیا اور اگر آپ کی خواہش کے موافق ہوتا تو اس میں گمان ناانصافی کا بھی ہوتا۔

(۳۳۷) فرمایا کہ ایک بار ہمارے وطن میں کوئی تقریب تھی حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ احباب موجود تھے اتفاقاً قوال حافظ ضامن علی صاحب (جن کا دیوان مشہور ہے) کے آئے اور درخواست کی کہ کچھ قصائد نعتیہ وعشقیہ سن لیجئے میری عادت تھی کہ قوالوں کو کچھ دے کر ٹال دیتا تھا سماع نہیں سنتا تھا اس دن حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ مصر ہوئے کہ مجرد سماع میں کیا حرج ہے اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے اور یہ

قوال بھی صوفی مشرب ذاکر وشاغل تھے قوالوں نے ایسی غزل شروع کی کہ سب لوگ تڑپ گئے حافظ عبدالرحیم صاحب کو کہ بہت ہی ذاکر وشاغل تھے ایسا قہقہہ شروع ہوا کہ تھم ہی نہ ہوتا تھا محلہ کی عورتوں نے جو سنا تو کوٹھے پر آ کر ہنسنے لگیں ان میں سے ایک عورت بے ہوش ہوگئی لوگوں کو گمان آسیب کا ہوا میں نے جا کر دیکھا تو ذکر پاس انفاس جاری تھا اسی جوش وخروش میں اس کا انتقال ہوگیا ہر شخص ایک جداگانہ کیفیت میں تھا۔

(۳۳۸) فرمایا کہ جب میں قصبہ پنجلاسہ میں تھا میرے قلب میں گرمی کا جوش تھا اکثر میں تنہا رہتا تھا۔ ایک بار باہر آ کر بیٹھ گیا وہاں ایک آدمی گاؤں کا رہنے والا ذکر وشغل کرتا تھا اس پر جو اثر پڑا تو تڑپنے لگا حتیٰ کہ اس جگہ ایک کمہار کا آوہ تھا اس میں جا گرا لوگوں میں شور وغل مچ گیا لیکن تڑپتے تڑپتے وہ باہر نکل آیا اور کچھ ضرر نہ پہنچا اس واقعہ کا اس نواح میں بڑا شہرہ ہوگیا۔

(۳۳۹) فرمایا کہ جب یہ فقیر پنجلاسہ میں مقیم تھا میرے چچا پیر عبداللہ خاں کے رشتہ دار امام الدین خاں کی چچی پر اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا جب جھاڑ پھونک سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اور کہیں لے جانے کا ارادہ ہوا چچا مانع ہوئے اور فرمایا کہ ان کو حاجی میاں کی مرید کرادو امام الدین وغیرہ اکثر میرے حلقہ میں بیٹھتے تھے ایک دفعہ وہ بعد حلقہ کے گھر میں گئے تو اللہ بخش بولا کہ آج ہم سے بڑا قصور ہوا حاجی میاں پر ہم سے ان کی لاٹھی گر پڑی میں بھی حلقہ توجہ میں شامل تھا آنے لگا تو لاٹھی میرے دھکے سے گر پڑی اس کی مجھے بڑی ندامت ہے۔ امام الدین خاں نے جواب دیا کہ جب تم کو ان کی اتنی رعایت ہے تو ہماری چچی کو جو ان کی خادمہ ہے کیوں ستاتے ہو بولا کہ ہم سے حاجی میاں سے عہد ہے کہ ان کے مریدوں کو نہ ستاویں گے مگر یہ عورت تو ان کی مرید نہیں ہے اس کے بعد امام الدین خاں مجھے اپنے گھر لے گئے ان کی چچی ہوش میں تھی جھٹ پٹ غسل کر مجھ سے مرید ہوگئی جب میں باہر نکلا اسی وقت پھر اس پر غلبہ آسیب ہوا اور کہنے لگا کہ ہم نے کیا قصور کیا تھا۔ جو اس کو حاجی میاں کا مرید کروا دیا خیر کچھ خوشبو وغیرہ لاؤ ہم جاتے

ہیں اسی وقت چلا گیا پھر کبھی نہیں آیا۔ فرمایا کہ اللہ بخش بڑا عالم تھا بہت سے گنوار جاہل کہ الف سے واقف نہیں بوقت غلبہ اللہ بخش کے مثنوی معنوی وقرآن مجید خوب اچھی طرح پڑھنے لگتے تھے۔ یہ محض کمال اللہ بخش کا تھا۔ اسی موقع کو مولانا روم فرماتے ہیں کہ جب جنات کو یہ دخل ہے کہ اپنے صفات کو دوسرے میں ساری و طاری کر دیتے ہیں تو پھر اولیائے کرام کا صفات باری سے متصف ہونا کیا بعید ہے۔ فرمایا کہ فضل حق جو اولاد شیخ عبدالحق صاحب سے تھے یہاں مکہ مکرمہ آئے تھے ان کے والد منشی برکت اللہ نے میرٹھ سے ان کو خط لکھا کہ تمہارے بھائی پر اللہ بخش گنگوہی کا اثر ہے حاجی صاحب سے کوئی تعویذ وغیرہ لے کر بھیج دو انہوں نے مجھ سے ذکر کیا میں نے ان کو ایک خط بنام اللہ بخش لکھ دیا اور کہا کہ مریض کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جو میرٹھ میں موجود ہیں مرید کروا دو تا کہ وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہو جائیں کیونکہ اللہ بخش کا مجھ سے وعدہ ہے کہ میں تمہارے مریدوں کو نہ ستاؤں گا ہمارا خط دیکھتے ہی چلا گیا۔ فرمایا کہ یہ مکان بھی جس میں اب مقیم ہوں جنوں کا مشہور تھا اہل مکہ اس کو ان کا مسکونہ کہتے تھے لہٰذا کوئی خریدتا نہ تھا اس وجہ سے ہم کو ارزاں مل گیا خدا کے فضل و کرم سے ہم کو کبھی نہیں ستایا البتہ بعض حجاج کو جو یہاں اتارے گئے کبھی کبھی کچھ آثار معلوم ہوئے ہیں اور مجھ کو بھی کبھی وقت تہجد کے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میرے پیچھے بہت سے فانوس و شمع رکھے ہیں اور میرے ساتھ وہ اہل شمع شریک نماز ہیں مگر ایذا کبھی نہیں دی فرمایا کہ مجھ کو عمل وغیرہ نہیں آتے محض خوشامد و سلام سے کام نکال لیتا ہوں۔ ﴿قولہ اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا اقول قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا اس طرح دنیا میں نہیں آتا کہ کسی کو ستا سکے یہ جن ہوتے ہیں کہ کسی کا نام لے دیتے ہیں خود اس قصہ میں اس کا ایک قرینہ ہے یعنی حلقہ توجہ میں شامل ہونا تو اموات کو توجہ سے کیا نفع ہو سکتا ہے اور اس کے بعد جو اللہ بخش کا عالم ہونا اور جس پر اس کا اثر ہو اس کا کچھ پڑھنے لگنا یہ اس تحقیق کے منافی نہیں ممکن ہے کہ وہ جن جو اس کا نام لیتا ہو لکھا پڑھا ہو یا اس جن کو کوئی خاص تعلق اس سے جو ایک گونہ اتحاد کے مشابہ ہو مثلاً جو جن ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے وہی ہو تو ظاہراً انسان کے بعض صفات

جیسے علم وفضل اس جن میں حاصل ہوسکتے ہیں ہر وقت کے تلبس کے سبب جیسے انسانوں میں ہر وقت کے پاس رہنے سے ایک کے معلومات پر دوسرا مطلع ہوجاتا ہے ۱۲﴾

(۳۴۰) مولوی محب الدین اور کئی بار مختصراً حضرت صاحب نے بیان فرمایا کہ چند سال ہوئے حضرت پیر و مرشد مرحوم حرم شریف میں تشریف رکھتے تھے میں اور مولوی منور علی صاحب اور پیر جی عبداللہ انصاری خدمت میں حاضر تھے مفتی قطبی صاحب آئے اور بغیر کچھ کہے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر کہیں لے چلے حضرت بھی اسی طرح ہمراہ ہوگئے اور ہم لوگ بھی ساتھ چلے مفتی صاحب آپ کو داؤدیہ میں جہاں ترکوں کا مجمع تھا اور بڑے بڑے باعزت جمع تھے لے گئے اس مجمع میں ایک شیخ بہت ہی ضعیف تھے انہوں نے حضرت کو با اکرام تمام اپنے پاس بٹھایا اور حضرت کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے بھی توجہ کی اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ بھی فارسی جانتے ہیں ان سے آپ فارسی میں کلام کیجئے انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو بات چیت کی حاجت نہیں ہے دس گیارہ منٹ کے بعد وہ شیخ حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور اگلے روز حضرت کے آستانہ پر حاضر ہوکر فیضیاب ہوئے ان کا مصطفیٰ آفندی نام تھا اور خدیو مصر کے متعلقین کے پیرو شیخ تھے عرصہ سے حضرت کی ملاقات کے مشتاق تھے اور بعد ملاقات کیفیت عشق کی ہوگئی۔

(۳۴۱) فرمایا کہ ہمارے ایک یار نے شکایت کی کہ اب تو روتے روتے میری پسلیاں پھٹنے لگی ہیں اس کا علاج کیجئے جب ان کی وہ حالت بدل گئی پھر شاکی ہوئے کہ میری وہی حالت عنایت کیجئے ہم نے کہا کہ پھر ہڈیاں پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی کہا بلا سے جو مزہ اس گریہ زاری میں تھا دوسری چیز میں نہیں ہے میں نے (راوی) کہا کہ حضرت ان کا نام نہ لینے میں کیا اسرار ہے فرمایا کیا ضرورت ہے مجھے راوی بعض احباب نے بتایا کہ یہ واقعہ مولانا رشید احمد صاحب کا ہے۔

(۳۴۲) فرمایا کہ عجب معاملہ ہے لوگ مجھے کچھ کا کچھ خیال کرتے ہیں وہی خیال ان کا رہبر ہوجاتا ہے ہادی و مضل حق تعالیٰ ہے ہمارا ایک بہانہ کر رکھا ہے۔

رامپور کے ایک رئیس محمد رمضان خاں و مفتی عبدالقادر میاں حج کو آئے اور بیان کیا کہ ہم نے قصد حج و زیارت روضۂ مطہرہ کا کیا بہت سے لوگ رامپور کے تیار ہوئے مگر زبانی حجاج کے معلوم ہوا کہ حجاز میں قحط سخت ہے لوٹ بہت ہوتی ہے یہ سن کر سب نے قصد ملتوی کر دیا محمد رمضان نے کہا کہ جب ارادہ فسخ ہو گیا تو میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور جسے ارشاد فرماتے ہیں کہ حاجی امداداللہ دباقی باللہ سے کہہ دو کہ رامپور کا قافلہ روانہ کر دیں اور آپ وہاں اسی ہیئت سے جیسا میں اس وقت دیکھتا ہوں موجود ہیں اور ہاتھ میں ایک باریک عصا جو آپ کے اس عصا سے مشابہ ہے لئے ہوئے لوگوں کو گھروں سے نکال رہے ہیں دوسری رات کو پھر یہی خواب دیکھا تب ہم ادھر کو روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت حاضر خدمت ہوئے مفتی صاحب نے بھی ایسا ہی بیان کیا پھر دونوں صاحب داخل سلسلہ ہوئے فرمایا کہ وہاں لوگ کیا کیا دیکھ رہے ہیں اور یہاں خبر بھی نہیں ہے میرا نام امداداللہ ہے شاید امداداللہ نے میرے لباس میں اظہار کر کے ان کی اعانت کی ہو۔

(۳۴۳) اثنائے درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ مولوی امانت علی صاحب امروہی بہت ہی مرد صالح تھے باوجود کمال و کبرسنی کے میری از حد خاطر فرماتے تھے تین مرتبہ میری ملاقات کو تشریف لائے کسی نے کہا کہ مولوی صاحب نے آخر عمر میں سماع ترک کر دیا تھا فرمایا اس کا باعث یہ فقیر ہی تھا فرمایا کہ ایک دفعہ میں عبدالقدوس کے عرس میں ابیٹہ آیا تھا ختم عرس کے دن میں اور مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی رشید احمد صاحب گنگوہ شریف میں ایک دوست کے مکان میں مقیم ہوئے اس کی صبح کو بعد نماز اشراق مولوی امانت علی صاحب تشریف لائے کسی نے کہا کہ مولوی امانت علی صاحب کہیں جا رہے ہیں میں نے کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ آج ان کی دیگر مشائخ کی زیارت سمیت مشرف ہوں گا پھر دیکھا جاوے گا اتنے میں مولوی صاحب نے آواز دی کہ کیا فلاں شخص کا یہی مکان ہے لوگوں نے کہا ہاں یہی

ہے میں مکان کے بالا خانہ پر تھا مولوی صاحب نے مجھ کو دریافت کیا کہ کہاں ہیں آواز سن کر نیچے اتر آیا اور ان سے ملا اتنے میں حضرت صاحبزادہ صاحب مسند نشین درگاہ حضرت عبدالقدوس صاحب مجھ سے ملنے آئے اور فرمایا کہ آج تمام مشائخ کی رخصت کا دن ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی آج شریک دعوت ہوں میں نے کہا کہ ہماری تو چار پانچ روز کی دعوت ہوگئی ہے صاحب مکان سے آپ دریافت کرلیں آخر انہوں نے اجازت لے لی کھانے کے وقت سب مشائخ صاحبزادہ صاحب کے ہاں حاضر ہوئے کھانے میں کچھ دیر تھی صاحبزادہ صاحب نے کھڑے ہوکر دست بستہ حاضرین سے کہا کہ میری ایک عرض ہے اگر آپ حضرات اجازت دیں سب لوگوں نے کہا فرمایئے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب باوجود چشتی ہونے کے محفل عرس میں کیوں شریک نہیں ہوتے میں صرف یہ کہہ کے کہ وہ محفل شیروں کی ہے مجھ سا ضعیف و ناتواں وہاں حاضری کی مجال نہیں رکھتا خاموش ہورہا مولوی ضامن علی صاحب جلال آبادی بولے کہ حاجی صاحب آپ کو اس بات کا جواب دینا ہوگا مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہ نے چاہا کہ جواب عالمانہ دیں میں نے اُن کو منع کیا کہ یہ محفل بحث وجدال کی نہیں ہے مولوی ظہیر الدین کرانوی کہ مرد صالح تھے کہنے لگے کہ حاجی صاحب یہ محفل تو سنت پیروں کی ہے اس سے کیوں احتراز ہے۔ مولوی امانت علی صاحب مراقب بیٹھے تھے سر اٹھا کر کہنے لگے کہ مولوی ظہیر الدین صاحب آپ بھی اس بارے میں گفتگو کرتے ہیں حق بجانب حاجی صاحب ہے سنت پیروں کے موافق یہ محفل کہاں ہے جن شرائط سے مشائخ نے جائز رکھا وہ شرائط کہاں ہیں اب میں بھی آج سے ایسی محفل میں نہ شریک ہوں گا مدت سے میرا ارادہ تھا کہ محفل سماع ترک کروں آج بدولت حاجی صاحب کے اس کا وقت آ گیا۔ ﴿قولہ ایک دفعہ میں حضرت عبدالقدوس کے عرس میں انبٹھ آیا تھا اقول مراد زمانہ عرس ہے کیونکہ ان کا مزار انبٹھ میں نہیں ۱۲﴾

(۳۴۴) فرمایا کہ ایک بار میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی قبر شریف

پر تین روز تک مقیم رہا حضرت قطب صاحب کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر بلند ہوا اور حضرت پیرو مرشد کے جائے اقامت (لوہاری) پر جا کر چھپ گیا اور ایک دفعہ بایں عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیرو مرشد کے مزار مقدس پر جا کر غروب ہوگیا پھر فرمایا کہ حضرت پیرو مرشد تو زندہ تھے اور اول عنوان فرمایا پھر حضرت قطب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا مقصود دلی تم کو تمہارے پیرو مرشد سے ملے گا اور چند باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اس ستون کے نکل کر جانے اور حضرت قطب صاحب کے ان کلمات کے کہنے سے چند مسائل حل ہوئے اور فرمایا کہ پیر پرستی یہاں سے بخوبی واضح ہوئی فرمایا کہ ایک بار مشائخ رامپور جن میں شاہ رکن عالم بھی تھے میرے وطن تھانہ بھون میری ملاقات کو تشریف لائے اور میرے احباب کی کیفیت دیکھ کر بہت خوش ہوئے شاہ رکن عالم فرمانے لگے کہ آپ کے بعض احباب تو آپ کو مشائخ قدماء پر ترجیح دیتے اور کہتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت شبلی وجنید بھی موجود ہوں تو ہم اپنے شیخ کو چھوڑ کر ان کی طرف ہرگز رجوع نہ کریں میں نے کہا کہ یہ ثمرہ عقیدت ومحبت ہے ورنہ یہاں تو کچھ کمال وہنر نہیں ہے۔ ﴿قولہ پیر پرستی یہاں سے بخوبی واضح ہوئی اقول مراد وحدت مطلوب ہے یعنی پیر کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑے کامل کی طرف بھی توجہ نہ کرنا چاہئے جیسے کہ قطب صاحب کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ تمہارا مقصود تم کو تمہارے مرشد سے ملے گا آئندہ ملفوظ بھی اسی کی تائید میں ہے۔۱۲﴾

(۳۴۵) نفاع بدوی کا قصہ بیان فرمایا کہ اس کو مجھ سے عقیدت محبت تھی جب مدینہ منورہ کو قافلہ جاتا تھا اول وہ میرے احباب کو لیتا تھا بعدہ دوسرے مسافروں کا متلاشی ہوتا تھا اور صاحب وردو نیک تھا ایک مرتبہ مجھ کو مدینہ طیبہ لیے جاتا تھا۔ اس نے ایک حدی شروع کی کہ جس سے مجھ کو حقیقت حدی کی معلوم ہوئی اور مجھ کو خوب مست کردیا اور خود بھی مست ہوگیا۔ نفاع کے باہم بدویوں میں ایک بار لڑائی ہوئی اسی کے پاؤں میں گولی ٹک کر اندر رہ گئی باوجود علاج کے کئی مہینہ تک اچھا نہ ہوا۔ میرے

پاس دعا کو کہلا بھیجا تھوڑے دن بعد وہ آیا اور میرا بہت اعزاز واکرام کرنے لگا کبھی دست بوسی کرتا اور کبھی پابوسی میں نے اس سے اس کی بیماری کا حال پوچھا جواب دیا کہ جب مجھ کو حالت یاس کی ہوئی تو آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کر درست کر دیا اور گولی کو باہر پھینک دیا صبح کو گولی خود بخود نکل گئی میں نے (راوی) عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک بار میرے بھتیجے حج کو آتے تھے آگبوٹ تباہی میں آ گیا۔

حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح وسالم کنارے پر لگ گیا فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہو دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے (ہنگام واپسی از عرب یہ معلوم کر کے بحر ہند میں بہت جوش ہے مجھ کو آگبوٹ میں اکثر انتشار ہوتا تھا مگر اسی حالت میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگبوٹ کے داہنے بائیں حضرت صاحب قبلہ اور حضرت شیخی مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی مدظلہ چلے آ رہے ہیں اور آگبوٹ کو سنبھالے ہوئے ہیں الحمد للہ ۵۔ صفر ۱۳۱۴ھ کو بخیر و عافیت کراچی بندر پہنچ گئے اور کسی دن غیشان تک نہیں ہوا۔ ایسے ہی اور اکثر واقعات وحالات حضرت صاحب کے ہیں جو خود زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمائے اور یوں بھی ظاہر ہوئے لیکن ان کو لکھ کر اب کتاب کو طول دینا ہے لہٰذا اپنی طرف سے اس معاملہ میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے ۱۲ (وحشی) فرمایا کہ آج تمہارے گھر میں ذکر تھا کہ ہمارے وطن میں ایک گھر میں افلاس تھا۔ انہوں نے آپ سے تعویذ مانگا آپ نے ان کو تعویذ عنایت کیا اس کی برکت سے چندروز میں ان کی حالت مبدل بہ غنا ہو گئی ان سے کسی دوسرے گھر والوں نے شکایت کی ان لوگوں نے اپنا تعویذ دے کر کہا کہ اس کو چندروز اپنے یہاں رکھو ان کو بھی

خدا نے فراغت دی اسی طرح وہ تعویذ کئی جگہ گیا فرمایا کہ مجھ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے ان کا اعتقاد یہ کام کرواتا ہے ورنہ مجھ میں تو کچھ کمال نہیں ہے۔ ﴿قولہ دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اقول یہ تعبیر مجازی ہے خود آنے سے مراد خود کی نصرت واعانت کا آنا کما فی قولہ تعالی هل ينظرون الا ان ياتيهم الله فی ظلل من الغمام ۱۲﴾

(۳۴۶) مولوی منظور احمد صاحب کا خط مدینہ طیبہ سے آیا تھا اس میں انہوں نے اپنی علالت کا حال لکھا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے موت سے بالکل گھبراہٹ نہیں ہے بلکہ موت کی ہر وقت تمنا و آرزو ہے آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیشک ولی کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ موت کو دوست رکھے اور اس کا شائق رہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين ان کا خلاصہ یہ ہے کہ دعویٰ ولایت باری عز اسمہ تمنائے موت صحیح نہیں۔ ایک بار مولوی منظور احمد حضرت کی خدمت میں قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے زندہ ولی روئے زمین پر نہ دیکھا ہو اور دیکھنا منظور ہو تو مولوی منظور احمد کو دیکھ لے یہ بیشک ولی اللہ ہیں۔

(۳۴۷) فرمایا کہ نماز اشراق کے اول دوگانہ میں آیۃ الکرسی وامن الرسول الیٰ اخر السورۃ اور دوسرے دوگانہ میں الله نور السموات والارض آخر تک اور هو الذی لا اله الا هو عالم الغيب آخر سورۃ تک اور تیسرے میں قل يا يها الكافرون وقل هو الله احد پڑھتا ہوں اور صلاۃ الاوابین کے اول دوگانہ میں سورۃ واقعہ اور دوسرے میں قل يا يها الكافرون اور قل هو الله احد اور تیسرے میں قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس کا ورد کرتا ہوں اور نماز تہجد کی آٹھ رکعت میں آج کل بسبب کاہلی کے سورۂ یٰسین اور دو رکعت میں الم نشرح اور الم تر کیف اور دو میں سورۂ اخلاص تین تین بار اور اصل نماز تہجد میں یہ ہے کہ کثرت سے قرآن شریف کی تلاوت کرے۔ فرمایا کہ

واسطے غنائے قلب کے سورہ واقعہ وسورۂ مزمل سورۂ فاتحہ کا ورد رکھا کرو۔

فرمایا کہ ہم دوسروں کو وہی ورد وغیرہ بتلاتے ہیں جو خود کرتے ہیں لہٰذا اکثر لوگوں کا شکریہ آتا ہے بس کام کو آدمی خود نہیں کرتا اس کے بتلانے میں چنداں فائدہ نہیں ہوتا حافظ محمد یوسف ولد حافظ محمد ضامن صاحب نے ایک عریضہ ارسال کیا تھا اس میں اپنی پریشانی وفقر وفاقہ کا حال لکھا تھا آپ نے فرمایا کہ (راوی) اس کا جواب لکھ دو اور لکھو کہ سورہ واقعہ بعد نماز مغرب وسورۂ مزمل گیارہ بار ہر روز خواہ بعد نماز عشا کے ایک ہی جلسہ میں گیارہ دفعہ خواہ بعد ہر نماز فرض کے دو دفعہ اور بعد عشا کے تین دفعہ ورد رکھا جاوے اور ہر روز یا اللہ یا مغنی گیارہ سو مرتبہ چار ضرب سے یعنی اول داہنے پھر بائیں طرف اس کے بعد سامنے پھر دل میں اس کے ضرب لگائی جاوے یہ تینوں ورد واسطے دفع فقر وفاقہ کے کافی وشافی ہیں اگر تمام کئے جاویں تو بہتر وافضل ہے ورنہ ایک ایک بھی کفایت کرتا ہے مگر دوام شرط ہے اور تیسرا ورد بالخصوص مفید ہے۔ فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک شیخ الائمہ سید الجمل نام تھے ان کا خرچ بہت تھا اور آمدنی کم مجھے شکایت کی میں نے کچھ ورد بتا دیا میرے بہت شکر گزار ہوئے اور چند قصائد میری شان میں بزبان عربی کہے ہیں (راوی) نے عرض کیا کہ یہی وظائف تھے یا اور؟ فرمایا یہ بھی تھے اور دوسرے بھی۔

(۳۴۸) فرمایا کہ اکثر عرب لوگ میری طرف رجوع ہوئے عبدالرحمٰن سراج وغیرہ مرید بھی ہوئے مگر میں نے اس میں اپنا نقصان دیکھ کر خود منع کر دیا۔

(۳۴۹) امام مہدی آخر الزمان کا ذکر تھا فرمایا کہ اکثر لوگ مہدویت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پہلے زمانہ میں بھی کیا ہے بعض لوگ تو بالکل جھوٹے ہوتے ہیں اور بعض مجبور ومعذور ہوتے ہیں سیر اسماء میں یہ غلطی واقع ہوتی ہے خاندان چشتیہ میں سیر اسماء سے ممانعت کی جاتی ہے بلکہ شیخ کا کام اپنے مرید کو سیر اسماء سے نکال دیتا ہے اس خاندان میں صرف تین سیریں ہیں سیر الی اللہ وسیر فی اللہ وسیر من اللہ اور دوسرے خاندان میں سیر اسماء کے مراقبے تعلیم کئے جاتے ہیں سیر اسم ہادی میں اکثر یہ غلطی واقع

ہوتی ہے چونکہ سالک پر سیر اسم ہادی میں تجلیات اسم ہادی کی واقع ہوتی ہے۔ سالک اپنے آپ کو گمان کرتا ہے کہ مہدی آخرالزمان میں ہی ہوں۔ فرمایا کہ ظہور امام مہدی آخرالزمان کے ہم سب لوگ شائق ہیں مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے اول اول ان کی بیعت اہل باطن اور ابدال شام بقدر تین سو تیرہ اشخاص کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے اللہ سے ہر وقت یہ دعا مانگنا چاہئے **ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنامن لدنک رحمة انک انت الوهاب** فرمایا کہ ایک شامی جن کا نام غالباً سید احمد تھا یہاں مکہ مکرمہ میں بہ انتظار امام مہدی آخرالزماں کہ ان کے مرشد نے ان کو قرب زمانہ امام مہدی کی خبر دی تھی مقیم تھے اور اب ان کے پیر بھائی سید محمد اسی غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور مجھ سے اکثر اوقات ملتے ہیں اور امام مہدی کے ظہور کے آثار واخبار سناتے ہیں۔ سید احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں انصرنی انصرک اور مجھ سے کنارہ کرتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ہندی کے پاس ایک تلوار ہندی ہے تم ان سے تلوار ہندی لے کر امام مہدی علیہ السلام کے معین وناصر بنو جب انہوں نے یہ خواب بیان کیا میرے پاس دو عمدہ تلواریں تھیں حاجی عبدالحق کہ ہمارے عزیزوں سے تھے اور انگریزی سرکار میں ان کا بڑا اعزاز واکرام تھا ان کے پاس عمدہ عمدہ تلواریں تھیں انہوں نے دو یا ایک تلوار عمدہ ہم کو ہدیۃً دی تھی میں نے بموجب خواب سید احمد کے بذریعہ مولوی منور علی صاحب تلوار دینا چاہا۔ بلکہ مولوی صاحب میرے پاس سے وہ تلوار اپنے حجرے میں سید احمد صاحب کو دینے کے لئے لے گئے مگر چونکہ اس زمانہ میں کچھ شور وشر ہو گیا تھا اور وہی باعث سید احمد صاحب شامی کے خروج کا ہوا لہٰذا وہ "تلوار ان کو نہیں دی گئی۔ فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں بہت سے بزرگ ہیں کہ ان کو دعویٰ ہے کہ ہم مہدی آخرالزماں ہوں گے اور بعض ظہور امام کے منتظر ہیں منجملہ منتظرین کے سید علی بغدادی ہیں وہ اکثر ہمارے پاس آمد ورفت رکھتے

ہیں ان کی کشف وکرامت اہل مکہ میں مشہور ہے ان کے حساب سے امام مہدی کے ظہور میں ایک یا دو سال باقی ہیں انہوں نے امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہے اس وقت امام صاحب کی عمر قریب چالیس سال کے معلوم ہوتی تھی سید علی صاحب کہتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ انتظار امام مہدی علیہ السلام مقیم ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۵۰) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فرمایا کہ علمائے ظاہر وان من شیء الایسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ ذی روح انسان جب کسی شئے عجیب کا ملاحظہ کرتا ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے سبحان اللہ جاری ہوتا ہے تو گویا اس شئے نے سبحان اللہ کہا۔

جیسے سبب بنائے بیت کو بانی اور آلہ قطع کو قاطع کہتے ہیں یہ ان کی بے سمجھی کی دلیل ہے تمام اشیاء تسبیح حقیقی کہتی ہیں نہ تسبیح مجازی البتہ اس تسبیح حقیقی کے سننے کو ان کانوں ظاہری کے سوا باطنی کان درکار ہیں وہ کان اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کو عنایت فرمائے ہیں احادیث صحیحہ میں حجر وشجر کی تسابیح کے مسموع ہونے کا اکثر بیان وارد ہے ایک مرتبہ جنگل کی سیر میں ایک ہمارے یار نے فرمایا کہ مجھے ان حرکات سبزہ زار سے آواز لا الٰہ الا اللہ مسموع ہوتی ہے ﴿قولہ یہ ان کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔ اقول یعنی جن کی تفسیر میں بناء انکار ہو تسبیح حقیقی کا باقی جو اس کے منکر نہ ہوں مگر کسی وجہ سے آیت کی تفسیر میں اس وجہ کو ترجیح دیں۔ ان کی بے سمجھی کا حکم کرنا مقصود نہیں ۱۲﴾

(۳۵۱) فرمایا کہ عذاب اخروی اس عالم میں بھی بعض اشخاص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ جلال آباد میں (جو ہمارے قصبہ کے قریب ایک بستی ہے) ایک رئیس نے بطمع دنیوی ہنود کو اپنی زمین میں بت خانہ بنانے کو دے دی۔ جب ان کا وقت آخر آیا۔ حکیم غلام حسن ان کے معالج نبض دیکھ رہے تھے مریض نے پکار کے کہا کہ حکیم جیو مجھے اس پنجرۂ آہنی آتشین سے بچاؤ مجھ کو اس پنجرے میں ڈالے دیتے ہیں لوگ متعجب تھے اور

کچھ تدارک نہیں کر سکتے تھے۔ آخر اسی فریادوزاری میں روح اس کی پرواز کر گئی۔

(۳۵۲) فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ صفت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت حق کی آپ کی شکل وہیئت میں دیکھا ہے۔ ﴿قولہ آپ کی شکل وہیئت میں دیکھا ہے اقول منام وغیرہ میں ایسی تجلی مثالی میں ممتنع نہیں ۱۲﴾

(۳۵۳) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فوائد خدمت شیخ کا بیان فرمایا کہ حضرت شاہ بھیکھ صاحب نے بہت ہی اپنے پیر کی خدمت کی ہے تمام گھر کا کاروبار ان کے ذمہ تھا۔ حضرت شاہ ابوالمعالی ان کے پیر کے یہاں بوجہ کثرت اولاد فقروفاقہ بہت رہتا تھا اکثر لوگ سہارنپور کے شاہ ابوالمعالی کے مرید تھے جب وہ لوگ حضرت کی دعوت کر کے ان کو سہارنپور لے جاتے تو شاہ بھیکھ اپنے پیر سے چھپا کر میزبان سے کہتے کہ دعوت میں تم کو دس آدمیوں کو کھانا تیار کروانا ہوگا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ حضرت کی دعوت کی جائے۔ اور لڑکے آپ کے بھوکے پڑے رہیں بعد نماز عشا وفراغ طعام حضرت کے لڑکوں کے واسطے کھانا لے کر حضرت شاہ بھیکھ گھر پر یعنی قصبہ انبیٹھ جو سہارن پور سے دس کوس ہے پہنچاتے اور پھر سہارنپور واپس جاتے تھے تب پیر کو تہجد کے واسطے جگاتے تھے جب تک حضرت ابوالمعالی سہارنپور میں رہتے روزانہ یہی واقعہ ہوا حضرت جب مکان پر آتے تو عذر کرتے کہ ہم نے تو کئی دن تک خوب پیٹ بھر کر کھایا مگر افسوس تم لوگ بدستور بھوکے پیاسے رہے بچے عرض کرتے کہ نہیں اباجی ہمارے بھائی بھیکھ میاں ہم کو روز کھانا دے جاتے تھے حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوتے شاہ بھیکھ نے پندرہ بیس برس تک ایسی خدمت پیر کی کی تھی مگر بظاہر ان کو کچھ فائدہ حاصل نہ تھا۔ البتہ خدمت پیر ورضامندی باطن میں ان کا مطلب پورا کر رہی تھی۔

(۳۵۴) میں نے (راوی نے) عرض کیا کہ مولانا روم نے اولیائے کرام کی بہت صفت بیان کی ہے میرے خیال ناقص میں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا تمام عمر علوم رسمی میں مشغول رہے آخر عمر میں بدولت مولانا شمس تبریز کے دفعتہً علوم

باطنیہ سے لبریز ہو گئے اور چونکہ اپنے محسن کا ذکر کرنا مناسب ہے اس وجہ سے بار بار اولیاء کا ذکر کیا ہے۔فرمایا کہ مولانا روم مادر زاد ولی تھے ایک بار عالم طفلی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے تھے لڑکوں نے کہا کہ آؤ آج اس مکان سے دوسرے مکان پر جست لگائیں آپ نے فرمایا کہ یہ کھیل تو بندروں کتوں اور بلیوں کا ہے انسان کو چاہئے کہ زمین سے آسمان پر جست لگائے یہ کہہ کر غائب ہوئے لڑکوں میں شور وغل پیدا ہوا اور ان کے والدین کو بھی اضطراب ہوا۔تھوڑی دیر بعد آپ ظاہر ہوئے اور بیان کیا کہ جیسے ہی میں نے وہ کلمہ کہا مجھے دو فرشتے چہارم آسمان پر لے گئے مجھے وہاں کے عجائب وغرائب دیکھنے سے گریہ طاری ہوا میری یہ حالت دیکھ کر پھر زمین پر چھوڑ گئے۔فرمایا کہ مولانا روم کے والد اپنے وطن بلخ سے بقصد حج وزیارت مدینہ طیبہ مع مولانا کے روانہ ہوئے نیشاپور میں مولانا فریدالدین عطار کی زیارت سے مشرف ہوئے مولانا عطار نے ان سے پوچھا کہ کہاں کا عزم ہے انہوں نے جواب دیا کہ حرمین شریفین کا عطار نے فرمایا۔کہ تمہارے لڑکے کے سینہ بے کینہ میں دریائے معرفت جوش زن ہے اس کی بہت حفاظت رکھو اور اس سفر میں اس کو ہمراہ نہ لے جاؤ اور اپنی تصنیف الٰہی نامہ مولانا روم کو دے کر فرمایا کہ اس کو دیکھا کرو تمہارے دیکھنے سے اس کو شرف ہوگا۔ مولانا کے والد نے عزم حج فسخ کر کے ملک روم میں شہر قونیہ میں اقامت اختیار کی۔ بخیال تبرک مولانا الٰہی نامہ کو ورد میں رکھتے تھے۔اسی طرز پر مثنوی تصنیف فرمائی اور مولانا عطار کی تعریف میں ہفت شہر عشق را عطار الخ کہا فرمایا کہ جو نعمت مولانا روم کو حاصل تھی۔اگر تمام عمر کی جانفشانی سے بھی حاصل ہو اس کا شکریہ قیامت تک ادا ہونا دشوار ہے۔پھر اگر مولانا روم نے اپنی مثنوی میں بار بار مشائخ عظام کا تذکرہ کیا۔تو کیا عجب ہے فرمایا کہ مولانا روم کہیں تشریف لئے جاتے تھے اور جماعت طلبہ ہمرکاب تھی مولانا شمس تبریز نے آپ کی سواری کی باگ پکڑ کر پوچھا حضرت بایزید بسطامی تو مااعظم شانی کا دم بھرتے ہیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ماعرفناک حق

معرفتک کا ورد فرماتے ہیں پس افضل کون ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حوصلہ عالی رکھتے تھے لہٰذا باوجود کمال معرفت کے ما عرفناک حق معرفتک فرماتے ہیں اور حضرت بایزید بسطامی بباعث پست حوصلگی ونقصان ہمت کے نعرہ اعظم شانی کا مارتے تھے پس افضل وہی ہے کہ ہمت عالی وحوصلہ بلند رکھتا ہے یہ سن کر حضرت شمس تبریز نے شادان وفرحان ہوکر ایک چیخ ماری اس چیخ نے مولانا روم کا مطلب پورا کر دیا اور مولانا شمس تبریز کا عاشق بنا دیا اس کے بعد حضرت شمس تبریز غائب ہوگئے مولانا کو آپ کے عشق کا غلبہ ہو چکا تھا لہٰذا بہت پریشان ہوکر آپ کے متلاشی ہوئے چونکہ حضرت شمس تبریز طریقۂ ملامتیہ رکھتے تھے، اس وجہ سے گانے والوں کے ساتھ رہا کرتے تھے مولانا روم کو ایک جگہ پتہ ملا کر مولانا شمس تبریز ایک جگہ گانے بجا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہاں پہنچے اور حضرت سے لپٹ گئے حضرت شمس صاحب اس وقت اپنے گانے بجانے میں مست تھے جب ہوش آیا تو دیکھا کہ مولانا روم حاضر ہیں اسی وقت ان کے کان میں رکھ کر بجا دیا اور خود پھر غائب ہوگئے مولانا روم نے اول مثنوی میں اسی کا حال بیان کیا ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند در جدائی ہا شکایت مے کند

شارحین نے کئی طرح سے اس کا مطلب بیان فرمایا ہے۔ ﴿قولہ مولانا کے والد نے عزم حج فسخ کر کے اقول غالباً ان پر فرض نہ ہوگا ۱۲ قولہ ما عرفناک و حق معرفتک۔ اقول لا احصی ثناء علیک سے یہ مضمون حاصل ہوتا ہے ۱۲ قولہ کان میں رکھ کر بجا دیا اقول یا تو اس وقت مغلوبیت میں غیر مکلف تھے یا ان کی تحقیق میں اس کا قبح لغیرہ ہوگا جو علت قبح نہ ہونے سے مرتفع ہوگیا کما فی طبل الغزاۃ وطبل السحور ۱۲ قولہ اسی لے کا حال بیان کیا ہے اقول یعنی بعض شارحین کے قول پر جس کا قرینہ آئندہ کی عبارت ہے ۱۲﴾

(۳۵۵) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری جب حافظ عبدالکریم تاجر میرٹھ کے ملازم تھے یہاں مع حافظ عبدالکریم کے زیارت حرمین

شریفین کو آئے میں نے کہا کہ مولانا مملوک علی صاحب نے میرا سبق گلستان آپ کے سپرد کیا تھا اس وجہ سے آپ میرے استاد ہیں۔ مگر میں ایک بات عرض کروں گا اگر ناگوار نہ ہو انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں جو فرمائیے بسروچشم منظور ہے میں نے کہا کہ آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ حافظ عبدالکریم وغیرہ آپ کو کام کا حکم دیں بلکہ ان کو آپ کا محکوم ہونا چاہئے۔ لیکن نوکری میں بجز محکومی چارہ نہیں اب آپ اپنے مکان پر درس احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ صاحبہا کا فرمایا کریں۔ تاکہ خلق کو فیض ہو مولانا صاحب نے قبول کر کے فرمایا کہ آپ حرم محترم میں میرے لئے دعا کریں۔ چنانچہ یہاں سے جا کر ترک تعلق کر کے درس حدیث کا شغل اختیار کیا اور صدہا طلباء کو محدث بنا دیا۔ اور حافظ عبدالکریم نے میرے سامنے بہت کچھ معذرت کی کہ مولانا کو ہم لوگ اپنا مخدوم جانتے ہیں۔ میں نے کہا سچ ہے مگر نوکر درحقیقت خادم ہی ہوتا ہے چاہے اس کا آقا اسے اپنا مخدوم بھی تصور فرمائے اور لفظ خادمی کا زبان پر نہ لائے۔

(۳۵۶) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب نے دربارۂ مولوی محمد قاسم صاحب فرمایا کہ انہوں نے علم کی بالکل بے قدری کر دی آپ نے ان کو ایسا پست بنا دیا کہ گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس پستی نے علم کو خوب بڑھایا مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر کجا پستی است آب آنجا رود

(۳۵۷) مولوی بہادر الدین صاحب طائف سے چلہ کر کے حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے اور بذریعہ فقیر حقیر (راوی) عرض کیا کہ میں ہر روز قریب دو لاکھ اسم ذات کا ورد رکھتا تھا مگر چنداں ثمرہ مرتب نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی کچھ رنجش ہے، ورنہ ضرور معتد بہ فائدہ ہوتا۔ فرمایا کہ میں اللہ اللہ کہنے والوں سے کیسے ناراض ہوتا۔ اگر ہماری عنایت نہ ہوتی قریب دو لاکھ کے اسم

ذات کا ورد کیسے کرتے گھبرا کر چھوڑ دیتے مثنوی کا قصہ تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک شخص کو شیطان نے بہکایا کہ تم جو یا اللہ کہتے ہو کبھی اللہ کی طرف سے لبیک کی آواز بھی سنی معلوم ہوتا ہے کہ ذکر تمہارا مقبول نہیں ہے اس نے ذکر الٰہی چھوڑ دیا۔ حضرت حق نے بواسطہ حضرت خضر علیہ السلام کے اس سے دریافت فرمایا کہ تم نے ہمارا ذکر کیوں ترک کر دیا۔ اس نے وہی جواب دیا کہ اس طرف سے لبیک کی آواز نہیں آتی حضرت حق نے فرمایا کہ تمہارا ذکر کرنا بھی ہماری لبیک ہے اگر ہم تم کو توفیق ذکر نہ دیتے تم کیونکر ہمارا ذکر کرتے۔

(۳۵۸) بالا خانہ سے لفافہ لا کر مجھے (راوی کو حضرت نے) دیا اور فرمایا کہ پڑھو میں نے عرض کیا کہ عبدالفتاح بن سید مصطفٰے نے شہر لاذقیہ سے دو شجرے ایک نقشبندیہ آفاقیہ نصیریہ امدادیہ کا اور دوسرا چشتیہ صابریہ امدادیہ کا عربی میں نظم کر کے بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے ہاتف غیب نے ندا دی ہے کہ **لبیک لبیک با جابة المامول** اور اس قدر مجھے فتوح و فیوض ان ناموں کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ عبدالفتاح کی مجھے بیعت عثمانی ہے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے بذریعۂ خطوط بیعت و اجازت جمیع سلاسل کی حاصل کی ہے خصوصاً چشتیہ صابریہ نقشبندیہ نصیریہ کی خدا کی شان ان کو اس قدر فیض و برکت حاصل ہے کہ حاضرین کو غبطہ ہوتا ہے ان کے والد بھی مجھ سے بیعت کر کے اجازت جمیع سلاسل کی اور ضیاء القلوب وغیرہ لے گئے ہیں پھر میں نے (راوی) عرض کیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ان شجروں کو آپ طبع کرا دیں اور خدام کو اجازت ورد کی دیجئے۔ اور کچھ شجرے مطبوعہ مجھے بھیج دیں تا کہ میں اس طرف شائع کروں فرمایا کہ اگر کوئی ہمارا احوال لکھے تو وہ اس کو بھی چھپوا سکتا ہے اور بایں عنوان شائع کر سکتا ہے کہ خدا نے حضرت مخدوم علی احمد صابر کو یہ عروج عنایت فرمایا ہے کہ

ان کا سلسلہ اکثر بلاد میں بالخصوص بلاد عرب و حرمین شریفین و شام و روم مغرب میں شائع ہوا ہے اور اس کی تائید میں ان شجروں کو پیش کرے۔

(۳۵۹) فرمایا کہ جب میں ہجرت کر کے مکہ مکرمہ آیا تو یہاں منجملہ علمائے کرام کے شیخ جمال بہت بڑے محدث و شیخ تھے بعد ملاقات و تعارف کے میری بہت ہی توقیر و تعظیم کرتے تھے ان دنوں حنفی مصلہ کے پیچھے بیٹھتا تھا۔ شیخ جمال صاحب بعد نماز صبح اکثر طواف کرتے تھے، اور چونکہ حنفی تھے، دوگانہ طواف ہر طواف کے بعد نہیں پڑھتے تھے بلکہ جمع کر کے بعد طلوع آفتاب پڑھتے تھے جب اپنے مکان کو جانے لگتے میری طرف آ کر مسکرا کے ملتے اور اپنے مکان کو لوٹ جاتے میں ان کے راستہ میں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ قصداً میرے پاس آتے تھے ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ آپ اس قدر میرے حال پر عنایت فرماتے ہیں اور عرب لوگ ہندیوں کو بہت کراہت سے یاد کرتے ہیں فرمایا کہ یہ قول سفہاء کا ہے ہمارے نزدیک جس قدر قدر و منزلت اہل ہند کی ہے دوسرے ملک والوں کی نہیں ہے۔ ہند کے علماء جید اور فقرا بھی بے مثل اور اہل خرقہ بھی لاثانی اور طبیب بھی بے نظیر۔ مشائخ مکہ میں شیخ فارسی اور احمد دہاں و ابراہیم رشیدی وغیرہ تھے جمیع مشائخ و علماء اس فقیر کی خاطر و تعظیم کرتے تھے اور شیخ احمد دہاں کو تو ہندیوں سے بہت ہی عقیدت تھی۔ یہاں تک کہ اپنی اولاد کو تاکید کرتے تھے کہ علوم و فنون اہل ہند سے حاصل کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے مولوی رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ میں فراغ حاصل کیا ہے فرمایا کہ عبداللہ سراج (جن کی جگہ پر شیخ جمال درس دیتے تھے اور شیخ جمال ان کے شاگرد تھے) حنبلی مصلہ کی جگہ پر کہ خالی تھی اور حنبلی مصلہ قریب چاہ زمزم کے تھا درس دیتے تھے۔ اور شاہ محمد اسحٰق صاحب ان کے درس میں ایک ستون سے لگ کر کھڑے رہتے تھے۔ بعد فراغ درس کے عبداللہ سراج صاحب شاہ صاحب کی طرف تشریف لاتے تھے، شاہ صاحب آگے بڑھ کر ملتے تھے عبداللہ سراج آپ

کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ ہند کے بڑے عالم ہیں اور بڑی تعریفیں کرتے تھے، فرمایا کہ ایک بار شاہ محمد اسحٰق صاحب سے میں نے یا مولوی رحمت اللہ صاحب نے پوچھا کہ عبداللہ سراج صاحب بڑے عالم ہیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب آپ نے جواب دیا کہ دینیات میں تو عبداللہ سراج صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب سے بڑھے ہوں گے ہاں دوسرے علوم میں شاہ صاحب بیشک زائد ہیں۔ دوسرے فنون کا اس ملک میں رواج و چرچا کم ہے ان لوگوں کو دیگر فنون کی طرف میلان نہیں پھر یہ لوگ اس میں کیسے کمال حاصل کر سکتے ہیں۔

(۳۶۰) میں (راوی) نے عرض کیا کہ اگر شیخ کسی کو وظیفہ بتلا دے تو دوسرے سامعین کو بھی اجازت ہے؟ فرمایا کہ اگر شائق ہیں تو کیا مضائقہ۔

(۳۶۱) میں نے (راوی) حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت پیر و مرشد کا اول ہاتھ کس نے پکڑا ہے اس سے یہ مطلب تھا کہ پہلے کون شخص مرید ہوا نہ یہ کہ آپ پہلے کس سے مرید ہوئے آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اول بیعت میری طریقہ نقشبندیہ میں حضرت نصیر الدین صاحب دہلوی خلیفۂ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب سے ہوئی اور باطن میں بلاواسطہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ حضور ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں اور حضرت سید احمد صاحب شہید کا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں ہے اور میں بھی اسی مکان میں بوجہ ادب کے دور کھڑا ہوں حضرت سید صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے ہاتھ میں دے دیا۔

خدا نے مجھ کو کچھ اور بھی دکھایا ہے اگر ظاہر کروں تم لوگ کچھ کا کچھ کہو گے

(پھر وہ کیفیت مجھ سے خفیہ بیان فرمائی) فرمایا کہ بیعت باطنی پہلے ہے اور ظاہری اسی روز ہے یا ایک دو روز بعد۔ فرمایا کہ پیر و مرشد حضرت نصیر الدین اکثر اوقات تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے اور بہت روتے تھے چہرۂ مبارک پر کثرت گریہ سے سیاہ نشان پڑ گئے تھے، فرمایا کہ میں حضرت نصیر الدین صاحب کی خدمت میں بہت

کم رہا میرے والد ماجد بیمار ہو گئے تھے دہلی سے اپنی تیمارداری کے لئے طلب کیا
میں حضرت سے رخصت لینے گیا حضرت مجھے رخصت کرنے مدرسہ حضرت شاہ
مولانا محمد اسحٰق صاحب سے جو میرے مکان قیام سے کچھ دور تھا میرے ہمراہ تشریف
لائے ہر چند میں نے عذر کیا مسموع نہ فرمایا جب حضرت واپس جانے لگے میں بپاس
ادب حضرت کے ہمراہ مدرسہ تک گیا پھر جب میں واپس آنے لگا حضرت میرے
مکان تک رخصت کرنے کیلئے تشریف لائے پھر جب مراجعت فرمائی میں بدستور
مدرسہ تک گیا۔ جب تیسری مرتبہ میں مدرسہ سے چلنے لگا اور حضرت نے پھر قصد
تشریف آوری کیا۔ مجبور ہو کر میں حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے مجھے
سینہ مبارک سے لگا کر بہت دعا دی اور طریقہ نقشبندیہ کی اجازت عطا فرمائی میرے
والد ماجد کئی مہینے مریض رہے بہت علاج ہوئے کچھ مفید نہ ہوا اور دنیا سے رحلت
فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی وجہ سے میں اپنے پیرومرشد کی خدمت
میں دوبارہ حاضر نہ ہو سکا اور اسی درمیان میں حضرت بغرض جہاد افغانستان کو چلے
گئے میرا ارادہ تھا کہ میں بھی حاضر حضور ہوں گا مگر اس مابین میں شہر غزنی سے حضرت
کی رحلت فرمانے کی خبر آئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں ان کی خدمت شریف
میں بہت قلیل مدت حاضر رہا کچھ لطائف جاری ہو گئے تھے۔ ﴿قولہ آپ نے فرمایا کہ
ظاہر میں اول بیعت میری طریقہ نقشبندیہ میں حضرت نصیر الدین صاحب دہلوی خلیفہ حضرت شاہ
محمد آفاق صاحب سے ہوئی اقول چونکہ سوال کی عبارت مبہم تھی حضرتؒ دوسرا مطلب سمجھے جس کی
وجہ میرے ذوق میں یہ ہے کہ حضرت پر تواضع بے حد غالب تھی تو پیر بننے کا احتمال آپ کے ذہن
سے بعید رہا مرید ہونے کا احتمال قریب ہو گیا۔ ۱۲﴾

(۳۶۳) فرمایا کہ میں چوبیس ہزار مرتبہ کہ درجۂ اوسط ہے ہر روز اسم ذات
پڑھتا تھا اور نفی واثبات حبس دم میں ڈھائی سو تک کیا ہے۔

حضرات ناظرین حضرت صاحب کے مناقب واوصاف وحالات جیسے کچھ

ہیں محتاج بیان نہیں بلکہ کالشمس اظہر ہیں ہر خادم کو کچھ نہ کچھ فیض ربانی باطنی و ظاہری ضرور حاصل ہوا ہے اگر تھوڑا تھوڑا بیان کیا جاوے دفتر عظیم ہو جاوے۔

مختصراً اسی قدر واسطے بہرہ اندوزی سعادت کے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ واقع ہے کافی ووافی ہے اور زیادہ حوصلہ کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ لہٰذا عنان قلم کو روک کر یہ مضمون عالی ختم کیا جاتا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تنبیہ

یہ وہ ملفوظات تھے جو یکجا مجتمع ہیں باقی متفرق ملفوظات نہایت کثرت سے ہیں جن میں بہت سے ثقات کے السنہ پر دائر ہیں اور بہت سے احقر کے تالیفات میں جا بجا مذکور ہیں جن کے جمع کرنے کا ایک زمانہ میں بعض احباب نے سلسلہ شروع کر دیا تھا مگر اتفاق سے وہ غیر مکمل رہا لیکن جتنا کچھ جمع ہو گیا تھا اس کو نقل کرنا غنیمت معلوم ہوا چنانچہ ذیل میں بعنوان علوم امدادیہ مع اس کے خطبہ کے جو منجانب جامع کے ہے نقل کیا جاتا ہے۔

عُلوم اِمدادیہ

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد وصلوٰۃ بندۂ ناچیز محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلّہ کرم علی عرض پرداز ہے کہ احقر نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مواعظ میں سے امثال وحکایات منتخب کر کے ایک مستقل کتاب بنادی تھی نام اس کا امثال عبرت رکھا تھا اس میں بعض حکایات حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی بھی تھیں جن میں اعلیٰ درجہ کے علوم تھے جی چاہا کہ یہ حکایات الگ ہی جمع ہو جاویں تو اچھا ہے کہ مستفیدین کے لئے بطور تبرک اور یادگار چھوٹا سا رسالہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ ہدیۂ ناظرین ہے خدائے تعالیٰ نافع ومقبول فرمادیں۔ نام اس کا حضرت قدس سرہ کے نام نامی پر علوم امدادیہ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ امثال عبرت کی ترتیب متعدد ابواب پر مثل کتاب العلم وکتاب العبادات وکتاب العادات وغیرہ کی گئی تھی اس واسطے وہی ترتیب اس میں بھی قائم رکھی گئی۔ اور چونکہ امثال عبرت خود ہی ناتمام ہے کیونکہ اس کا انتخاب حضرت والا کی تصانیف میں سے کیا گیا ہے اور تصانیف کا سلسلہ بحمد للہ جاری ہے؟ اللھم زد فزد، اس واسطے یہ رسالہ؟ علوم امدادیہ، بھی ناتمام ہے اس کو حصہ اول قرار دیا جاتا ہے اگر منظور خدا ہو تو دیگر حصص بھی مرتب ہو جاویں گے ناظرین دعا فرمائیں ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ۔

(تنبیہ از اشرف علی): اس رسالہ میں کچھ ملفوظات حضرت حاجی صاحب

قدس سرہ کے ہیں اور مقصود بالاصل وہی ہیں اور کچھ مقولات احقر کے ہیں۔

بجزئیت رسالہ کے سبب ان کو بھی باقی رکھا گیا مگر امتیاز کے لئے حضرت کے ارشادات پر سلسلہ سابقہ کی ترتیب سے نمبر لگا دیئے گئے ہیں اور احقر کے معروضات پر ابجد کے حروف لکھ دیئے گئے اور مرکب پر دونوں علامتیں لکھ دیں ایک ایک جزو کے اعتبار سے نیز بعض قلیل ملفوظات حضرت قدس سرہ کے مکرر بھی آگئے ہیں مگر چونکہ کسی نہ کسی فائدہ زائدہ پر مشتمل تھے اس لئے ان کو بحکم غیر مکرر قرار دے کر نمبروں کا شمار کم نہیں کیا گیا فقط آخر شعبان ۴۳ھ۔

کتاب العلم

(۳۶۳) حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا ہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست　　　ویں نیاز و سوز دردت پیک ماست

ف۔ پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اس پر قبول و رضا مرحمت فرمائیں گے (آثار الحجیہ وعظ پنجم جلد پنجم دعوات عبدیت)

(۳۶۴) ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ جس طرح راحت و آرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اسی وقت ایک شخص آیا اس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور کہا کہ میرے لئے دعا فرمایئے اس وقت میرے قلب میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت اس کے لئے کیا دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی رعایت نہیں ہوتی اور یہ شیخ کامل کے لئے ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ

ے للہ اگر چہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ
ے اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرما دیجئے

(ضرورۃ الاعتنا بالدین وعظ اول جلد ۳ دعوات عبدیت)

(۳۶۵) حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں
رسوخ تھا اور توجہ بحق غالب تھی آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے
چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ
شروع کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں یوں پریشان کرتے ہیں مگر وہاں تو دل میں ایک ہی
بس ہوا تھا اور یہ حالت تھی۔

خیل آسا در ملک یقین زن نوائے لا احب الافلین زن

اور یہ حالت تھی۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگاہے

بس معاً ہی فرماتے ہیں کہ آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے (دعوۃ النور)

(۳۶۶) حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی تو قہر ہوتا
ہے بصورت لطف جیسے کفار پر ہے (اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو ہرگز یہ تمنا ہونا
چاہئے کہ ہم بھی بڑے عہدے حاصل کریں ہم بھی فٹن پر سوار ہوں یہ فٹن نہیں ہے فتن
ہے جس کا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے یہ فی الحقیقت قہر ہے جس کی صورت لطف کی
ہے اور کبھی لطف ہوتا ہے بصورت قہر جیسے مقبولین کی مصائب اسی طرح اہل ایمان کی
جو شکستگی اور پستی کی حالت ہے یہ لطف ہے گو صورت قہر ہے (پس اس شکستگی کو دل و
جان سے اختیار کرنا چاہئے مولانا فرماتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود بر جان من دل فدائے یار دل رنجانِ من

یعنی جو آپ کی طرف سے ناخوشی پیش آوے وہ میرے لئے پسندیدہ ہے میرا
دل میرے یار دل رنجان پر فدا ہے دل رنجان سے معلوم ہوا کہ دل کو رنج ضرور ہوتا

ہے اور ایسے ہی ناخوش سے بھی معلوم ہوا کہ مصیبت جو پیش آتی ہے وہ رنج وہ ہے لیکن چونکہ نسبت آپ کی طرف ہے اس لئے وہ مجھ کو خوش معلوم ہوتی ہے عارف کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ رنج کی بات سے اس کو رنج ہوتا ہے لیکن وہ اس سے راضی ہے اور اس سے کوئی تعجب نہ کرے کہ رنج اور رضا کیسے جمع ہو گئے دیکھو کریلوں کے اندر مرچیں بہت ڈالی جاویں تو ان کو کھاتے بھی ہیں اور سی سی بھی کرتے جاتے ہیں اور ناک اور آنکھوں سے پانی بہت بہتا جا رہا ہے اور مزہ بھی آ رہا ہے پس لذت اور کلفت دونوں جمع ہو سکتی ہیں تو وہ یار گو دل رنجان ہیں مگر وہ اپنے کمالات سے ایسے ہیں کہ دل ان پر فدا ہے۔ الحاصل کلفت دنیا میں ہو یا آخرت میں وہ مسلمانوں کیلئے رحمت ہے)

(امثال عبرت ص ۱۱۴)

(۳۶۷) میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔

ف۔ بزرگوں کا عجب اثر ہوتا ہے اور عجیب برکت ہوتی ہے ایک بزرگ کے پاس ایک کتا آنے جانے لگا اس کا نام انہوں نے کلوا رکھا تھا ایک مرتبہ وہ کتا کئی دن نہ آیا بزرگ رقیق القلب ہوتے ہی ہیں اس کتے سے بھی تعلق ہو گیا تھا دریافت فرمایا کہ کلوا کئی دن سے نہیں آیا انہوں نے تو ویسے ہی معمولی طور سے دریافت کیا تھا لیکن مریدین و معتقدین اس کی تحقیقات اور تلاش کے درپے ہو گئے دیکھا کہ ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے ان لوگوں نے آ کر یہی کہہ دیا کہ وہ تو ایک کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے جب وہ کتا آیا تو ان بزرگ نے اس سے کہا کہ کیوں میاں تم بڑے نالائق ہو ہمارے پاس آتے جاتے ہو اور پھر بھی کتیا کے پیچھے پھرتے ہو یہ سن کر وہ کتا فوراً

وہاں سے چلا گیا تھوڑی دیر میں دیکھا گیا کہ ایک موری میں سر دیئے ہوئے مرا ہوا پڑا ہے۔ دیکھئے جن کے فیوض جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے ہاں دھن ہونی چاہیئے چاہے تھوڑی ہی ہو اصحاب کہف کی برکت سے ان کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں اس کا ذکر فرمایا جس کو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائے گا۔ جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اس قدر ہوئی تو ہم پر کیوں نہ ہوگی (حسن العزیز ملفوظ نمبر ۲۵۷)

(۳۶۸) ہمارے حضرت حاجی صاحب نے دنیا و آخرت کی خوب مثال بیان فرمائی۔ فرمایا کہ دنیا و آخرت مثل شخص اور اس کے ظل کے ہیں کوئی سایہ کو پکڑنا چاہے ہاتھ نہیں آسکتا اس کی یہی صورت ہے کہ اس شخص کو پکڑ لو کہ جس کا یہ سایہ ہے پھر دیکھو اگر تم اس سایہ کو دھکے بھی دو تب بھی نہ جائے گا اور یوں تو ساری عمر برباد کر دو گے کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اور اسی ظلیت سے ناشی ہے وہ واقعہ کہ سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ نیز اور لطیف المزاج بزرگ جو لطیف ولذیذ کھانے کھایا کرتے تھے اور نہایت نفیس لباس پہنا کرتے تھے مگر اس کا اہتمام نہ تھا خود بخود حق تعالیٰ دے تو انکار بھی نہ تھا۔ ع۔

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

کیونکہ وہ حضرت مکنبل یعنی کنبل اوڑھنے والے نہ تھے وہ مکمل تھے یہ بات بھی کمال کے خلاف نہ تھی تو نکتہ حضرت نے اس میں یہ فرمایا کہ نعمائے دنیا ظل ہیں نعمائے اُخروی کا اور نعمائے اخروی کے متعلق ارشاد ہے **وفی ذالک فلیتنافس المستنافسون** ان حضرات کو نعمائے دنیا میں عکس نظر آتا تھا نعمائے آخرت کا اور وہ لطف آتا تھا جو نعمائے آخرت میں ہوگا ان لذتوں کو حاصل کرنے کے لئے یہاں کی لذت اختیار کرتے تھے۔

ف: ہمارے فقہاء بھی مثل صوفیہ کے حکما ہیں بلکہ حقیقت میں یہی دو گروہ حکماء ہیں ایک صوفیہ دوسرے فقہاء الصوفیہ نے بھی اس کو سمجھا کہ وہاں کی لذتوں کا نمونہ ہے

اور فقہا نے بھی اس کو سمجھا چنانچہ صاحبؒ ہدایہ جن کی عادت ہے کہ ہر مسئلہ کی ایک دلیل نقلی بیان فرماتے ہیں اور ایک عقلی جہاں یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں کہ حریر چار انگل تو جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ چار انگل اس طور پر کہ سنجاف یا بیل یا عمامہ یا ٹوپی اور کسی کپڑے میں لگائے تو کچھ حرج نہیں اول اس کی دلیل نقلی ارشاد فرمائی اس کے بعد حکمت عقلیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ نمونہ ہے لباس اہل جنت کا کیونکہ **لباسھم فیھا حریر** تا کہ تھوڑا دیکھ کر وہ یاد آوے اور اس کے حاصل کرنے کی رغبت ہو۔

(روح الافطار وعظ چہارم ہفت اختر)

(۳۶۹) ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی جانب یہ منسوب کیا کہ جبرئیل علیہ السلام خود آئینہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آئینہ میں حضور نے اپنے کو دیکھا تو آپ خود اپنے سے مستفیض ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام سے آپ کیا فیض لیتے چونکہ بدون آئینہ کے اپنی صورت نظر نہیں آتی اس لئے اس واسطہ جبرئیلیہ کی ضرورت ہوئی۔

ف: حضرت کا کلام مجمل ہوگا راوی نے تفصیل میں غلطی کی مقصود انکار استفاضہ عن جبرئیل نہ تھا ورنہ نصوص کا انکار یا تاویل بلا دلیل کرنا پڑے گی مقصود اس استفاضہ کی حقیقت الحقیقت بیان فرمانا تھا یعنی جبرئیل علیہ السلام کا یہ افاضہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ان کے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے استفاضہ روحانیہ سے مسبب تھا کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمام مخلوقات اور ان کے کمالات حضور کی بدولت ہیں جیسے حضرت عمرؓ کا حضور نے بعض اوقات مشورہ قبول کیا اور وہ مشورہ حضرت عمرؓ ہی کا تھا لیکن ان کا یہ مشورہ دینا خود حضور ہی کے فیض و برکات کا نتیجہ تھا اور اسی وقت اس کی ایک مثال سمجھ میں آئی کہ مصلی کو اگر خارج عن الصلوٰۃ لقمہ دے اگر مصلی کو اس کے لقمہ سے تنبیہ ہو جائے اور یاد آجائے تب تو نماز درست ہوگی اور اگر محض اس کی اقتداء اتباع کرے اور اسے یاد نہ آوے تب نماز صحیح نہ ہوگی تو یہاں حالانکہ اتباع غیر مصلی کی

رائے کا کیا لیکن لامن حیث انه رایه بل من حیث انه موافق لرائے نفسه اسی طرح فیض جبرئیل علیہ السلام سے لیا لاکن لامن حیث انه فیضه بل من حیث انه فیض فیضه صلی الله علیه وسلم (ملفوظات حسن اختر ملفوظ نمبر ۷۶)

(۳۷۱) ہمارے حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے خلفاء مجاز دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ میں نے بلا درخواست ان خلفاء کو اجازت بیعت لینے کی دی اور خلیفہ بنایا اور وہی درحقیقت خلفاء ہیں ایک وہ کہ کسی نے خود درخواست کی کہ حضرت میں اللہ کا نام بتلا دیا کروں حضرت نے بوجہ کمال کرم اجازت دے دی اور یہ فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کا نام بتلانے کو کیوں منع کروں اور بعض کی ایسی ہی درخواست پر کچھ لکھ بھی دیا تو یہ (اجازت) اس قسم اول کے درجہ کی نہیں ہے (مقالات حکمت دعوات عبدیت جلد ۲ ص ۵ سطر ۱۱)

(۳۷۲) حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ قدس سرہ بعض مسائل میں جناب مولانا شیخ محمد صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے تھانہ بھون تشریف لائے تھے ان ہی ایام میں ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے حضرتؒ اول اول علماء کو بیعت نہ فرماتے تھے پھر خواب میں دیکھا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ فرماتے ہیں کہ ان کے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے مہمان علماء ہیں اور ان کی مہمانی ہمارے ذمہ ہے اس سے ہمارے مرشد علیہ الرحمۃ سمجھے کہ میری جماعت کے لوگ علماء زیادہ ہوں گے چنانچہ مولانا رشید احمد صاحبؒ بیعت سے مشرف ہوئے ایک چلہ ذکر میں مشغول رہے اسی لباس میں جو پہن کر تشریف لائے تھے وہی پہنے رہے کپڑے نہایت میلے ہو گئے تھے دوسرا جوڑا ہمراہ نہ تھا کہ بدلتے بعد گزرنے چلے کے رخصت حاصل کی جب روانہ ہونے لگے تو ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو داخل سلسلہ کر لینا حضرت مولانا عذر کرتے رہے مگر حضرت نے باصرار یہی حکم فرمایا جب مولانا گنگوہ تشریف لائے تو ایک بی بی غالباً ام کلثوم نامی نے بیعت کی درخواست کی مولانا نے انکار فرما دیا کہ مجھ

میں اس کی قابلیت نہیں اتفاق سے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب کا گنگوہ جانا ہوا ان مسماۃ نے شکایت عرض کی کہ جناب مولانا رشید احمد صاحبؒ بیعت سے محروم کرتے ہیں داخل سلسلہ نہیں کرتے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بیعت کیوں نہیں کرتے مولانا نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی قابلیت کہاں ہے مرشدنا حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں حکم کرتا ہوں کہ آپ داخل سلسلہ کریں اور بیعت لیں۔ قابلیت کا معلوم کرنا میرا کام ہے نہ کہ آپ کا جب پیر نے حکم دے دیا تو مرید کو عمل کرنا چاہئے قابلیت کا معلوم کرنا مرید کا کام نہیں بس میرا معلوم کرلینا کافی ہے مولانا نے عرض کیا کہ اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کر لیجئے حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بات ہے ممکن ہے کہ اس کو تم سے عقیدت ہو مجھ سے نہ ہو تم ہی کرو چنانچہ مولانا نے داخل سلسلہ کیا۔

ف: اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ کس درجہ کے خلیفہ مجاز تھے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ۔ اولاً درخواست بیعت کی میں نے زمانۂ طالب علمی میں حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ قدس سرہ ہی سے کی اس وقت آپ دیوبند میں تشریف لائے ہوئے تھے تو میری درخواست پر فرمایا کہ اس وقت یہ خطرہ شیطانی ہے بعد تحصیل علم بیعت کرنا مناسب ہے اور حضرت مولانا قدس سرہ کا گزر مدرسہ عالیہ دیوبند میں ایسی جانب سے ہوا کہ وہاں اینٹیں تھیں میں جو مصافحہ کے لئے چلا تو پھسل گیا مولانا قدس اللہ سرہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا واقعی دستگیری کی فال نیک تھی بعض طلبا کو جو مجھ سے تحصیل علوم میں کم تھے کسی مصلحت سے بیعت فرمالیا مجھ کو اس کا بڑا خیال ہوا کہ مجھے کیوں محروم رکھا۔ اس زمانہ میں مولانا حج کے لئے تشریف لئے جاتے تھے میں نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں لکھا کہ مولانا سے آپ فرما دیجئے کہ وہ مجھے بیعت کرلیں وہ عریضہ بھی غالباً مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ ہی کو

دیا۔ سادگی مزاج میں ایسی تھی کہ مولانا ہی کی تو شکایت اور مولانا ہی کو عریضہ دیا جب مولانا قدس اللہ سرہ واپس تشریف لائے سفرِ حج سے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا والا نامہ لائے اس عریضہ کے جواب میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپس میں ہوئی ہوں گی اور کیا عجب کہ مولانا ہی نے پڑھ کر سنایا ہو اور شکایت کا مضمون دیکھا ہو۔ خیر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا اور وہ خط مولانا ہی کے قلم کا لکھا ہوا تھا کہ میں نے تم کو خود بیعت کر لیا یہ بھی حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ درخواست مولانا سے کی تھی اور حضرت حاجی صاحب نے بلا درخواست توجہ فرما کر داخل سلسلہ فرما دیا یہ کس قدر خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ یہ قصہ ہوا میری بیعت کا اور میں گو مولانا قدس سرہ سے بیعت نہیں ہوا مگر ہمیشہ اپنا شیخ ہی سمجھتا رہا۔

(مقالات حکمت جلد دوم دعوت وعبدیت ص۵ سطر ۱۷)

(۳۷۳) حضرت کے ایک عزیز نے جو اپنے ہی حضرات میں سے ایک بزرگ سے بیعت ہیں حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تم کو نسبت باطنی تو حاصل ہے اگر اخلاق کی درستی چاہتے ہو تو اپنے ماموں کے پاس جاؤ۔

(حسن العزیز ص ۱۲۴)

کتاب العبادات

(۳۷۴) حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا آخر جب بہت دیر ہوئی تو میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا حضرت فرمانے لگے کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں۔

ف : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور حد جواز تک جس قسم کی باتیں صحابہؓ فرماتے حضور ان کے ساتھ شریک رہتے مگر عوام الناس کیا سمجھتے۔

درنیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

کتاب العادات

(۳۷۵) حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا حضرتؒ نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت ہی کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو (امثال عبرت ص ۵)

(۳۷۶) حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرلے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ (امثال عبرت ص ۱۹)

(۳۷۷) حضرت حاجی صاحبؒ امرا کی بہت خاطر داری کرتے تھے اور وجہ اس کی یہ فرماتے تھے نعم الامیر علیٰ باب الفقیر یعنی جو امیر فقیر کے دروازہ پر جائے وہ بہت اچھا ہے پس جو کوئی امیر آپ کے دروازہ پر آیا تو اس میں امارت کے ساتھ ایک دوسری صفت بھی پیدا ہوگئی یعنی نعم کی پس اس صفت کی عظمت کرنی چاہئے لہٰذا بداخلاقی کی اجازت نہیں (امثال عبرت ص ۳۶)

(۳۷۸) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ قدس سرہ اللہ اکبر رحمتہ مجسمہ تھے کیسا ہی کوئی بدحال ہو جس پر ہم کفر کا فتویٰ لگادیں وہ اس کے فعل کی بھی تاویل فرماتے تھے حضرت کا مذاق وطبیعت ہی اس قسم کی تھی اور سبب اس کا غلبۂ تواضع تھا کہ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا تھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت کے چہرہ سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو۔ (امثال عبرت ص ۷۰)

(۳۷۹) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی خادم اس قسم کی (یعنی ذکر کے نافع نہ ہونے کی) شکایت کرتا تو فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو دوسرے ثمرات کی تمنا کرتے ہو اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

یابم اور ایا نیابم جستجوئے می کنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

ف: (مصرعہ) بلا بودے اگر ایں ہم نبودے۔ کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے اب کے چلہ کھینچا اور روزانہ سوالا کھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں ثمرہ نہیں ملا۔ فرمایا کہا اگر میں ناراض ہوتا تو تمہیں سوالا کھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں سے ہوتی (امثال عبرت ص ۷۵)

(۳۸۰) حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی معتقد نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ اب کے بیماری کی وجہ سے مدت تک حرم میں داخل ہونا نصیب نہیں ہوا آپ نے خواص سے فرمایا اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے اور اس کے لئے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے بیماری بھی ایک طریق ہے تو بندہ کا کیا منصب ہے کہ اپنے لئے خود ایک طریق معین کرے ف یہ مربی کے اختیار میں ہے طبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔

بدر وصاف ترا حکم نیست دم درکش کہ ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف ست

(امثال عبرت ص ۸۸)

(۳۸۱) حضرتؒ کا معمول تھا کہ جب ساتھ میں کھانے کے لئے بیٹھتے تھے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے اور کھاتے تھے اوروں سے کم تو حضرات بزرگان دین کیا کرتے ہیں کہا نہیں کرتے (یعنی عمل کرتے ہیں دعویٰ نہیں کرتے) اور حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شے لاوے تو ضرور کھانا چاہئے اس سے نور پیدا ہوتا ہے (حسن العزیز ص ۱۱۸)

کتاب الاخلاق

(۳۸۲) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پاؤں بھی پھیلاتا ہے۔(امثال عبرت ص۲۲)

(۳۸۳) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی کسی نے تکفیر کی حضرت نے سن کر برا نہیں مانا اور یہ فرمایا کہ میں عنداللہ اگر مومن ہوں تو مجھ کو کسی کی تکفیر مضر نہیں اور اگر (خدانخواستہ) کافر ہوں تو برا ماننے کی کیا بات ہے(امثال عبرت ص۶۷)

(۳۸۴) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بخل اور جبن بھی مطلقاً بری خصلتیں نہیں کبھی اچھی بھی ہیں جبکہ اچھے مصرف میں صرف کریں مثلاً ایک سائل آیا کہ مجھ کو سو روپیہ دیجئے شادی میں ناچ کراؤں گا سو یہاں بخل ہی بہتر ہے اسی طرح غصہ پہلے مسلمانوں پر آیا کرتا تھا بعد اصلاح کے اپنے نفس پر اور شیطان پر اور اعداء اللہ پر غصہ آنے لگا پس محل بدل گیا اور تزکیہ کے بعد اخلاق بدلتے نہیں بلکہ اخلاق طبعیہ بحالہا باقی رہتے ہیں صرف اس کا محل بدل جاتا ہے(امثال عبرت ص۱۰۵)

(۳۸۵) میں نے اپنے پیرومرشد سے سنا ہے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہے تو وجہ یہی ہے کہ اس کی ایک رکعت میں بوجہ معرفت کے خلوص زیادہ ہوگا۔(امثال عبرت ص۱۰۴)

(۳۸۶) حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہیں صفات بحث کے ساتھ ہمیں محبت کہاں۔

ف: افسوس انسان کے ساتھ تو ہمیں یوں ہی محبت و عشق ہوجاتا ہے اور خدا کے ساتھ محض اس کے انعام احسان کی وجہ سے محبت ہو(امثال عبرت ص۱۲۲)

(۳۸۷)

گر مرادت را مذاق شکرست بے مرادی نے مراد دلبرست

اور عاشق کو جو بے مراد کہہ دیا ہمارے حضرت اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ بے مرادی عشق کو کہتے ہیں کیونکہ عاشق کا خاصہ ہے کہ وصل کے جس مرتبہ پر پہنچے اس کے آگے کی ہوس ہوتی ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے ہاں جس کے محبوب کا جمال متناہی ہو اس کی مرادیں ختم ہوسکتی ہیں اور جہاں غیر متناہی ہو وہاں نہ حسن ختم نہ طلب ختم۔

ف: بلکہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے اشتیاق اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وہ حالت ہوتی ہے جس کو شیخ فرماتے ہیں۔

دل آرام در بر دل آرام جوے　　　لب از تشنگی خشک و برطرف ہوئے

نہ گویم کہ بر آب قادر نیند　　　کہ بر ساحل نیل مستقی اند

کتاب المتفرقات

(۳۸۸) حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک حکایت مولانا گنگوہیؒ سے سنی ہے کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا جس سے وہ مکان متروک کر دیا گیا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا ایک شخص سامنے آ کر بیٹھ گیا حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کوئی نہ تھا اور کنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا ہے یعنی جن ہوں مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کی۔ حضرتؒ نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو توبہ کرو حضرت نے اس کو توجہ کرائی پھر فرمایا کہ دیکھو سامنے حضرت حافظ صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملے ہو اس نے کہا نہ حضور ان

سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں ان سے ڈر لگتا ہے تو صاحب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ شئے ہے کہ جن وانس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ (اور یہ لزوم عادی ہے کسی حکمت سے تخلف بھی ممکن ہے) ختم شد رسالہ علوم امدادیہ۔

مکتوبات شریفہ

خدام کے پاس منتشر طور پر کثرت سے موجود ہیں اگر کوئی ہمت کرے کسی قدر کوشش سے جمع ہو سکتے ہیں کچھ مکتوبات مکاتیب رشیدیہ میں اور کچھ مکتوبات امدادیہ ملقب بہ صد فوائد میں شائع ہو گئے ہیں اور مکتوبات میں حضرت قدس اللہ سرہ کے مولفات بھی ہیں جن میں سے بعض مشہور مولفات کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ غذا روح، جہاد اکبر مثنوی تحفۃ العشاق، ضیاء القلوب فارسی، درد نامہ غمناک۔ گلزار معرفت۔ رسالہ وحدۃ الوجود ارشاد مرشد۔

شان مشیخیت

حال حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ایک والا نامہ ایک مخلص کے نام لکھا گیا ہے جس میں مولانا نے اپنے سفر حجاز کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے۔ مع ہذا ایک عنایت نامہ حضرت مرشد کا مورخہ ۲۲ رجب آیا۔ بجواب عریضہ بندہ جس میں مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر لکھی تھی اس میں ایک فقرہ مخدومنا سلمہ نے ایسا لکھا کہ جس سے ہمت کوتاہ سی ہو گئی اور طبع کاہل کو تائید ہوئی لکھتے ہیں "معلوم می شود کہ قصد ایں صواب است عزیز من ایں سفر بہتر است مگر فقیر غم خوردہ ترسد کدام تکلیف سفر کہ عظیم است تن ناتوان آں عزیز رارسد وصدمہ آں بر جان ناتوان احقر افتد فقط (مکاتیب رشیدیہ) ص ۶۱۲ (ف یہ اعلیٰ درجہ کی شان مشیخیت ہے کہ اپنے عزیزوں پر اس درجہ شفقت فرمائی جاوے حال امام ربانی حضرت مرشدنا و مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ انہیں فرشتہ خصلت خوش نصیب جماعت میں ہیں جن کی باطنی تعلیم کا زمانہ بہت ہی قلیل تھا چنانچہ (تذکرۃ

الرشید) حصہ اول میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ اپنے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں صرف چالیس روز رہے اور اکتالیسویں دن جب آپ وطن کو روانہ ہوئے تو مرشد العرب والعجم نے کامیابی کا پروانہ آپ کو عطا فرمادیا اور بیعت کی اجازت دے دی تھی اس چلہ میں آپ کا امتحان لیا گیا اور کسوٹی پر کس کر آپ کے قلب کو پرکھ لیا گیا تھا کہ اس میں کبر ونخوت کا کوئی شائبہ تو باقی نہیں رہا۔ ایک بار آپ خود فرماتے تھے کہ تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گزرے تو میری غیرت نے اعلیٰ حضرت پر کھانے کا بار ڈالنا گوارا نہیں کیا آخر میں نے یہ سوچ کر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھہرو۔ میں خاموش ہو گیا قیام کا قصد تو کر لیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہئے تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت مکان تشریف لے جانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع ہو کر فرمانے لگے ''میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائیو۔'' دوپہر کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے نہایت لذیذ اور دوسرے پیالہ میں معمولی سالن تھا اعلیٰ حضرت نے مجھے دسترخوان پر بٹھالیا مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے علیحدہ ہی اپنی طرف رکھا اور معمولی سا سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا میں اپنے حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا ''بھائی رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے۔'' اعلیٰ حضرت نے بے ساختہ جواب دیا ''اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا'' اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت نے میرے چہرہ پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا مگر الحمدللہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے اس دربار

سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا۔ (تذکرۃ الرشید ص ۷ جلد۲)

ف: یہ ہے تربیت اخلاق کی۔ اور تصرف کی قوت اس سے ظاہر ہے کہ چالیس روز میں واصل بنا دیا۔

حال حضرت اعلیٰ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جو ایک بار حضرت مولانا قدس سرہ کو لکھا کہ اپنا حال لکھئے تو حضرت مولانا قدس سرہ نے جواب میں یہ بھی فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کو مدح و ذم یکساں ہے جس پر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرت فرمایا کہ یہ اعلیٰ مرتبہ ولایت کا ہے (تذکرۃ الرشید) ص ۳۴ جلد ۲ ف۔ تفقد احوال خدام لوازم مشیخت صحیحہ سے ہے۔

حال ہمارے حضرت حاجی صاحب کی بھوجائی نے ایک مرتبہ حضرت سے کہا کہ آپ کے یہاں اتنے آدمی آتے ہیں کچھ ہمیں بھی تو بتلایئے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تم سے کچھ نہیں ہونے کا آخر جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جتنی روٹی کھاتی ہو اس میں سے آدھی روٹی چھوڑ دوان بیچاری نے ایک دو وقت تو ایسا کیا آخر کہنے لگیں کہ آدھی روٹی تو نہیں چھوڑی جاتی ہاں روزہ کہو تو رکھ لوں؟ حضرت نے فرمایا کہ جب آدھی نہیں چھوڑی جاتی تو ساری کیونکر چھوٹے گی (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۴)

ف: یہ ہیں لطیف طریقے امتحان طالب کے جن کو بجز مشائخ محققین کے کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔

حال ایک بار (حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے نسبت صلاتی کی تعلیم تھی اور ان سے مولانا یعقوب صاحب کو پہنچی مکہ معظمہ میں اس کے سیکھنے کے لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب مولانا یعقوبؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور میں اس وقت حاضر نہ تھا اس لئے حضرت کے شامل نہ گیا اس کے بعد جب میں حضرت سے ملا تو میں نے اس

کی حقیقت بیان کردی حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تمہیں مولانا یعقوب صاحب کے پاس جانے کی حاجت نہیں (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۵)

ف: یہ ہے حقیقت شناسی وشانِ حکیمانہ کہ ہر طالب کے ساتھ اس کی استعداد کی موافق معاملہ کیا جاوے جس کا کہیں نشان بھی نہیں الا نادراً۔

حال حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ جب مکہ معظمہ سے چلنے لگے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہہ دینا کہ گو آپ کے مخالف لوگ یہاں آ کر طرح طرح کی باتیں لگاتے ہیں مگر آپ اطمینان رکھیں یہاں اُن کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہماری آپ کی محبت اللہ کے واسطے ہوتی ہے وہ بھی باقی رہتی ہے اور میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بدل جاوے گا حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان واپس آ کر اعلیٰ حضرت کا پیام حضرت مولانا کو پہنچا دیا حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا بھائی ہم تو توکل کئے بیٹھے ہیں اس ارشاد سے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے قلب میں جو گنجائش حضرت مولانا کی تھی وہ ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شیخ کامل کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے (تذکرۃ الرشید ص ۳۳)

ف: طالبین کے ہر معاملہ پر نظر رہنا یہ کوئی معمولی بات نہیں کوئی کر کے دیکھے۔

حال حضرت نے آخر میں ضیاء القلوب کی چند سطران دونوں صاحبان (یعنی حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ) کی تعریف میں لکھی ہیں نہایت درست ہیں یوں حضرت نے اپنی کسر نفسی کو کام فرمایا ہے مگر اظہار مرتبہ ان دونوں صاحبان کا اس سے منظور ہے اور خود احقر سے ارشاد فرمایا تھا اول حج میں جب حاضر خدمت ہوا تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب میں اور مجھ میں کچھ فرق نہیں لوگوں کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب کو فرمایا تھا کہ ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۳)

ف: اپنے تربیت یافتوں کے مدارج پر متنبہ اور تنبیہ بجز ناقد کامل کے دوسرے کا کام نہیں۔

حال ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہوگیا آپ دعا کیجئے کہ مل جاوے حضرت اس وقت مثنوی معنوی دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اس کو کھول کر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو بر سر صفحہ یہ شعر نکلا۔

گر بر دمالت عدو پر فنے   دشمنے را بردہ باشد دشمنے

ف: سائل کے مذاق کا اتباع نہ کرنا بلکہ اس وقت جو اس کی حالت کے مناسب ہو وہی معاملہ کرنا خاص شان ہے مشیخت کی۔

حال حضرت (گنگوہی) ارشاد فرمانے لگے میں نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کیلئے عرض کیا تھا مگر منظور نہیں فرمایا (تذکرۃ الرشید ص ۲۹۰)

ف: ایسا عذر وہ شیخ کرسکتا ہے جو طالب کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھے۔

حال ایک شخص (وطن میں) حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت کی نیند ضائع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے۔ ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ بیچارے درویش رات کو تو جاگتے ہیں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ تو لحاظ چاہئے (امثال عبرت ص ۸۸ ف اس قدر شفقت اعلیٰ درجہ کی شان مشیخت ہے اور حضرت حافظ صاحب کی تیزی بصورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بجز سیاست وسختی کے نہیں ہوتی۔

کرامت

حال ایک مرتبہ آپ کو اُسی زمانہ طالب علمی میں مولانا قاسم العلوم اور چند دیگر احباب کے ساتھ تھانہ بھون جانے کا اتفاق ہوا اور سارے مجمع نے مسجد مین قیام کیا

اتفاق سے آپ کا جوتا بدلا گیا اور کوئی صاحب اپنا جوتہ چھوڑ کر آپ کی نعلین پہن گئے عشا کا وقت تھا آپ اور آپ کے احباب جوتہ ہی کی تلاش میں تھے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور فرمایا ''بدلا ہوا جوتہ ہمیں دکھاؤ'' چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی خود اس جوتہ کو اٹھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس لے گئے۔

اعلیٰ حضرت نے چراغ کے سامنے دیکھ کر فرمایا ''یہ تو حبیب حسن کا ہے'' حبیب حسن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ساتھیوں میں ایک لڑکا تھا لیکن اس درجہ اجنبی تھا کہ اعلیٰ حضرت کو اس سے مطلق کبھی تعارف نہ ہوا تھا یہ اعلیٰ حضرت کی پہلی کرامت تھی جس کو مولانا نے اول مرتبہ دیکھا اور عقیدت کے ساتھ دل کی کشش کا باعث ہوا گویا ساٹھ سال تک تعمیر ہونے والا عالیشان محل کی اس وقت بنیاد رکھی گئی اور عمر بھر کی بیع وشرا کا اس رات میں سودا شروع ہوا (تذکرۃ الرشید ص ۴۲ ص ۱)

حال حضرت امام ربانی سے ایک مرتبہ کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے تو آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ''اطمینان رکھو میں عرب روانہ ہوتے وقت تم سے مل کر جاؤں گا۔ مگر آپ گرفتاری وحوالات میں رہے آپ کی رہائی سے قبل ہی اعلیٰ حضرت نے بیت اللہ کی جانب ہجرت فرمائی'' گویا سائل کا مطلب یہ تھا کہ ملاقات کے خوش کن الفاظ محض تسلی کے لئے تھے جس کا وقوع نہیں ہوا۔ حضرت نے بہت ہی ہلکی آواز سے فرمایا ''اعلیٰ حضرت وعدہ خلاف نہ تھے'' چنانچہ دوسرے طرق سے معلوم ہوا کہ باوجود سنگین پہرہ کے اعلیٰ حضرت نے جیل خانہ کے اندر قدم رکھا اور کئی گھنٹہ باتیں کر کے شب ہی میں واپس ہوئے اور عرب کو روانہ ہوئے۔ مولوی ولایت حسین صاحب کی روایت ہے کہ حکیم صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مرید انبالہ کے رہنے والے بندہ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھے۔ کہ جس زمانہ میں مولانا گنگوہی جیل خانہ میں تھے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب ایک دن فرمانے لگے کہ میاں کچھ سنا کیا مولوی رشید احمد کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت کچھ پتہ نہیں ابھی تک تو کوئی خبر آئی نہیں فرمایا ہاں حکم ہو گیا

چلو یہ فرما کر اٹھ کھڑے ہوئے حکیم صاحب کا بیان تھا کہ برسات کا زمانہ تھا مغرب کے بعد اعلیٰ حضرت اور میں اور غالباً مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی غرض تین آدمی چلے شہر سے نکل کر تھوڑی دور جا کر اعلیٰ حضرت زمین کی گھاس کے قدرتی سبز مخملی فرش پر بیٹھ گئے اور کچھ دیر سکوت فرما کر گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا پھر چلو مولوی رشید احمد کو کوئی شخص پھانسی نہیں دے سکتا خدائے تعالیٰ کو ان سے ابھی بہت کچھ کام لینا ہے۔ چنانچہ چند روز بعد اس کا ظہور ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذلک (تذکرۃ الرشید ص ۸۵)

حال ایک دن امداد پیر کا ذکر مذکور تھا حضرت نے فرمایا رامپور میں ایک شخص نے ادھر ادھر سے چندہ کے طور پر جمع کر کے مسجد بنائی تھی مسجد تو بن گئی لیکن کنواں سلور پر نہ بیٹھتا تھا اور برابر لحل نکلتی آتی تھی اس شخص کو بڑا فکر تھا کہ روپیہ تو رہا نہیں اور کنواں درست ہوتا نہیں یا اللہ کیا کروں ایک روز یہی سوچ کرتے کرتے رو پڑے اور روتے روتے غنودگی سی آ گئی تو دیکھا کہ حضرت تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تسلی رکھ ایک شخص آ کر تیرا کام کر دے گا پھر ان کو تشفی سی ہو گئی اگلے روز ایک شخص لمبا جھڑ نگا کسی گاؤں کا آیا اس نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی کنواں بن رہا ہے اس میں کچھ خرابی ہے انہوں نے اس کو کنواں دکھلایا اور مزدوری کے لئے کہا اس نے کچھ معمولی سی محنت کی اور جلد سرکنڈے مونج وغیرہ منگا کر بینڈے بنوائے اور خود کنویں میں اتر کر دو تین جھام لگائے اور بینڈے کام میں لایا اور جلد نکل آیا لوگ کہتے تھے کہ وہ کنواں بالکل سار پر جا بیٹھا اور اچھا خاصہ ہو گیا۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۷۹)

حال ایک بار ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے حضرت پنجلاسہ واقع پنجاب میں مقیم تھے اور باغیان غدر کی تفتیش و دار و گیر ہو رہی تھی تو ایک شب کسی نے مخبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے اصطبل میں مقیم ہیں کلکٹر ضلع خود سوار ہو کر شب کو قریب نیم شب دروازہ اصطبل پر آ موجود ہوا اور کواڑ کھلوانے چاہے بڑے بھائی نے جو مالک مکان تھے انگریز سے کہا کہ آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی انگریز نے گھوڑا

دیکھنے کا بہانہ کر کے کہا کہ کواڑ کھولو چنانچہ کواڑ کھولے گئے دیکھا تو بستر لگا ہوا تھا اور سب سامان لیٹنے کا درست تھا لیکن حضرت نہ تھے ادھر ادھر دیکھا کہیں پتہ نہیں چلا مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کس کا ہے اس نے کہا کہ میرے چھوٹے بھائی کا ہے خوف کے مارے پیشاب خطا ہو گیا لیکن انگریز نے اور کچھ نہیں پوچھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہوئے واپس ہو گیا غالباً حضرت کو کشف سے یہ حال آمد انگریز کا معلوم ہو گیا ہوگا کہ پہلے سے تشریف لے گئے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۲)

ف۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت بھی وہاں ہی تشریف رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ابصار سے پوشیدہ فرما دیا ہو۔

کما فسر بعضهم قوله تعالیٰ وجعلنا بینک وبین الذین لایومنون بالاخرة حجابا مستورا الآیه.

حال از آنجا کہ حضرت ایشاں ماقلبی وروحی فداہ کو بغایت مرتبہ تمکین حاصل ہے اور سجادۂ شریعت پر علی الدوام مستقیم اتباع سنت سنیہ اخلاق رضیہ ان کا ہے اور اجتناب از بدعات ضالہ عادت کریمہ آپ کی ہے مجبوراً کشف پر کفش مارتے ہیں اور ہرگز کرامت اور خرق عادت سے لذت نہیں لیتے تو پھر رغبت وخواہش ظاہر کرنے کا کیا ذکر الا اس میں مجبوری کہ بلا قصد واختیار سرزد ہو جاوے کہ فاعل حقیقی اور ہے اور اس میں اختیار نہیں پس ثابت ہوا کہ خرق عادات وکرامات حضرت ایشاں بہت ہیں از انجملہ دو چار بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱)　ہنگام قیام رباط اسمٰعیل سیٹھ اس کے لڑکے سے بعض باتیں خلاف طبع مبارک ہوئیں اس وجہ سے آپ نے وہاں کا قیام ترک کر کے رخ توجہ بحضور باری تعالیٰ کیا اسی بارے میں بلا کسی کی تحریک کے ایک حکمنامہ بتاکید ریاست حیدر آباد سے وہاں کے وکلاء کے نام پہنچا منجملہ دو مکانات ریاست کے جو مکان وجگہ آپ پسند فرمائیں اس کی کنجی خدام حضرت کے سپرد کر دی جائے۔ چنانچہ وکلاء ریاست نے

بڑی التجا سے یہ کیفیت حضوری میں عرض کی اور ایک مکان کی کنجی حوالہ ملازمان عالی کر دی۔ ابھی تھوڑا زمانہ گزرا تھا کہ ایک مخلص نے ایک مکان مستقل حارۃ الباب میں خرید کر کے حضرت ایشاں کے نذر کیا۔

(۲)　　قبل ترمیم نہر زبیدہ خاتون جیسی کچھ قلت پانی کی مکہ مکرمہ میں تھی ظاہر ہے یہاں تک کہ ایام حج میں ایک مشک ایک روپیہ دو روپیہ سے کم کو نہ آتی تھی اس میں بھی بہت سخت دقت اٹھانی پڑتی تھی اور غیر ایام حج میں انتہائی درجہ ایک روپیہ میں دو مشک آتی تھیں بالخصوص محلہ حارۃ الباب میں آب شیریں حکم چشمۂ حیات رکھتا تھا۔ جب حضرت نے اس محلہ میں قیام فرمایا اور دقت پانی کی ملاحظہ فرمائی حضور حق سبحانہ وتعالیٰ میں دعا فرمائی چند دن نہ گزرے تھے کہ مجلس شوریٰ ترمیم نہر زبیدہ منعقد ہوئی اور اول جس شخص نے اُس مجلس میں چندہ داخل فرمایا ذات اعلیٰ حضرت ایشاں تھی خلاصہ یہ کہ کام جاری ہو کر ہر کوچہ میں اور دروازۂ حضرت پر چشمہ پانی کا جاری ہو گیا۔

(۳)　　اسی زمانہ میں ایک مہندس نے آپ کے قرب میں ایک مکان تعمیر کیا اور اس میں ایک غرفہ رکھا جس سے حضرت کے دولت خانہ کی بے پردگی ہوتی تھی اور انواع واقسام کے ظلم وجبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ سے کلمۃ الخیر تبلیغ فرمایا لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے بجواب اس کے حضرت ایشاں نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکم حقیقی کے یہاں ہے حکام مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ تیغ برہنۂ اہل چشت نے اس پر گذر گیا اور باوجود اعزاز بلیغ واعتبار عظیم بلا وجہ ظاہری اپنے منصب وعہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور ایسی ذلت خواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھاوے بیشک سچ کہا ہے کہ خواجگان چشت علیہم الرحمۃ نے اپنی تلوار بے نیام کر کے لٹکا رکھی ہے اور کسی پر اس

کا وار نہیں کیا جاتا مگر جو کوئی اس سے لگ اور چھیڑ کر لکلتا ہے اپنی کرنی کو بھرتا ہے۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات — با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

کرامات وخرق عادات حضرت ایشاں کے تو بہت ہیں لیکن چونکہ نفس نفیس ایسے اذکار سے خوش نہیں ہوتا لاچار اتنے کو تبرکا لکھ کر بس کیا تاکہ اس ذکر کی برکت سے یہ رسالہ بالکلیہ خالی نہ رہے (شمائم امدادیہ ص۴۴)

اس کے بعد رسالہ کرامات امدادیہ مع ضمیمہ جو کہ طبع ثانی میں ملحق ہوا ہے وکمالات امدادیہ ملاحظہ فرمایا جاوے اول میں کرامات حسیہ ہیں ثانی میں کرامات معنویہ

الحاق: ان روایات کے بعد کچھ اور واقعات بعض ثقافت سے معلوم ہوئے جو ذیل میں منقول ہیں۔

واقعات بروایت

منشی محمد عمر صاحب (ساکن چائل ضلع الہ آباد)

تمہید

حضرت کے مواعظ ونیز دیگر تصنیفات وملفوظات میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے افعال و اقوال کا حوالہ اکثر دیکھا کرتا ہوں حضرت موصوف کے چند حالات جو حضرت مولانا (محمد حسین صاحب الہ آبادی) رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعہ سے میرے کانوں میں پڑے ہیں ہدیۃً انہیں حضور میں پیش کرتا ہوں۔

حال (۱) حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد مجھے شیخ کی تلاش ہوئی اس وقت مختلف خاندان کے مشائخ وہاں موجود تھے میں متردد تھا کہ کس سے بیعت کروں رات کو حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہ کی زیارت ہوئی انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

باغ مرا چہ حاجت سرو وصنوبر است — شمشاد سایہ پرور ما از کہ کمتر است

(۲) حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بہت سے درویشوں کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا مگر جوں جوں لوگوں سے ملتا گیا حضرت حاجی صاحب کی وقعت روز بروز بڑھتی گئی۔

(۳) حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے در دولت پر حاضر ہوا معلوم ہوا کہ اس وقت حضور بالاخانہ پر تشریف فرما ہیں اور لیٹے ہوئے ہیں میں نے ادب کی وجہ سے اس وقت اطلاع کرانا مناسب نہ جانا اور اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اتنے میں چار آدمی اور آ گئے، حضرت کے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے جو صورت تھی بتا دی۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ آؤ حضرت حاجی صاحب کی طرف مراقبہ کر کے بیٹھیں ان کو اطلاع ہو جائے گی۔ تو خود ہی تشریف لاویں گے وہ لوگ مراقب ہو کر بیٹھے دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بالاخانہ سے تشریف لا رہے ہیں جب آ کر بیٹھ گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور کو اس وقت بڑی تکلیف ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت مجھے تکان زیادہ تھا۔ اس وجہ سے ذرا لیٹ گیا تھا مگر لوگوں نے نہ لیٹنے دیا۔

(۴) حضرت مولانا کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ چاہے مسجد میں تشریف لے جاتے یا کسی مجمع میں جوتہ کو کبھی نہ اٹھا کر رکھتے جہاں اتارتے اسی جگہ چھوڑ دیتے اگر کوئی ساتھ ہوتا تو اٹھا لیتا ورنہ اسی جگہ پڑا رہتا۔ اور اکثر تو یہی اتفاق ہوتا تھا کہ غائب ہو جاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ہنگام قیام مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اندر گیا اور وہاں وظائف میں مشغول ہو گیا جوتہ باہر پڑا رہا۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب تشریف لائے میں نے حضرت کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت نے میرا جوتا اٹھا کر ایک گوشہ میں رکھ دیا جب میں فارغ ہو کر باہر آیا تو اپنا جوتہ تلاش کرنے لگا۔ حضرت نے آواز دی کہ میاں صاحب میں نے تمہارا جوتہ وہاں اٹھا کر رکھ دیا ہے حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے مدت العمر کبھی کسی بات پر اتنی غیرت نہیں آئی۔ تمام بدن میں پسینہ آ گیا اور یہ خیال ہوا کہ کاش زمین شق ہو جاتی اور میں اس میں سما جاتا۔

(۵) حاجی حسین احمد صاحب مرحوم جو حج میں حضرت مولانا کے ساتھ تھے وہ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کا ایک غلام تھا۔ وہ ہمیشہ چوری کیا کرتا تھا۔ نقد مال اسباب جو کچھ پاتا تھا لیکر بھاگ جاتا تھا۔ جب وہ مال ختم ہوجاتا اور بھوکوں مرنے لگتا تھا تب پھر حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ آخر مرتبہ میرے سامنے وہ عید کے قریب یہی حرکت کرکے بھاگ گیا عید کے دن حضرت حاجی صاحب پریشان تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ معلوم نہیں آج وہ کس حالت میں ہوگا۔ عید کے کپڑے اسے میسر ہوئے ہوں گے یا نہیں۔

(۶) ایک مرتبہ الہ آباد میں ایک شخص حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہوں نے حضور کی شکایت شروع کی کہ بڑے متشدد آدمی ہیں سماع فاتحہ وغیرہ ساری چیزوں کو حرام بتلاتے ہیں ان کا تو خیال یہی تھا کہ حضرت مولانا اس سے خوش ہوں گے اور میرے قول کی تائید کریں گے، مگر حضرت نے ان سے فرمایا کہ خبردار انہیں کچھ مت کہو۔ ن کا جو قول ہے للّٰہیت ہے اور اس وقت روئے زمین پر اگر کہیں خلوص ہے تو جماعت امدادیہ میں ف اس میں حضرت کی کرامت معنوی یہ ہے کہ حضرت کے متنسبین دولت خلوص سے مالا مال ہیں۔

واقعات بروایت

حاجی سید نور الحسن صاحب ساکن رتھیڑی

حال (۱) میں مکہ مکرمہ میں بعارضہ پیچس واسہال علیل ہوا اور آمد اسہال کی یہاں تک کثرت ہوئی کہ چارپائی کاٹ دی گئی بارے کچھ صورت افاقہ ہوئی اور یوم جمعہ تھا کہ میں نے اپنے ماموں حاجی نجم الدین مرحوم سے خواہش کی کہ آج مجھ کو حرم شریف میں نماز کے واسطے لے چلو۔ چنانچہ ماموں صاحب مجھ کو حرم شریف میں لے گئے اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب قبلہ جمعہ کے روز حرم شریف میں نماز کے واسطے تشریف

لایا کرتے تھے بعد نماز جمعہ حرم شریف میں ایک خلوۂ گوشہ شمال و غرب میں حضرت تشریف فرما تھے میں بھی وہاں حاضر ہوا تمام حضرات بیٹھے ہوئے تھے میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھنے لگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آگے کو آجاؤ میں کچھ سرک کر آگے کو ہوا پھر یہی ارشاد فرمایا کہ آگے کو آجاؤ۔ چنانچہ اسی طرح چند بار ارشاد ہوا اور میں آگے ہوتا رہا۔

حتیٰ کہ حضرت جس قالین پر رونق افروز تھے اس پر میرے گھٹنے پہنچ گئے اس کے بعد مجھ کو بے خودی ہوگئی اور میرے ہر بن موئے ذکر اللہ جاری ہو گیا جس کا مجھ کو اچھی طرح احساس ہوا۔ کچھ دیر کے بعد صورت افاقہ ہوگئی۔ تو میں بدوں کسی سہارے کے بیٹھا رہا اس کے بعد چاء کا دور شروع ہوا حضرت نے اپنی پیالی میں کچھ بسکٹ چھوٹے چھوٹے جو شیریں تھے، ڈال کر ایک چمچہ نوش فرما کر پیالی مجھے عطا فرمائی۔ میں نے کھالی اسی طرح دوسری پیالی مرحمت فرمائی۔ اس کو بھی کھا گیا۔ یہ یاد نہیں رہا۔ کہ کتنی پیالی حضرت نے مجھے اسی طرح پلائیں اس کے بعد میں ایسا تندرست ہو گیا کہ خود وہاں سے مکان پر چلا آیا اور آستانہ پر روزانہ حاضری ہونے لگی۔

واقعہ دوسرے سفر حج کا

(۱) ہندوستان میں بمقام قصبہ خورجہ ایک خاں صاحب مرحوم خورجوی نے بسبیل تذکرہ مجھ سے فیصلہ ہفت مسئلہ کی نسبت کہا کہ یہ رسالہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ اور کسی نے لکھ کر حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے اس روایت پر قلب میں ایک شبہ اور وسوسہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس سفر میں ایک نسخہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا اس نیت سے ساتھ لیا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حرف بحرف سنا کر اس کی تصدیق کروں گا کہ یہ سب حضرت کا ہی لکھا ہوا ہے یا اس میں کچھ تحریف ہوگئی۔ چنانچہ آگبوٹ میں مولوی محمد صادق انبہٹوی سے میں نے اس کا تذکرہ کیا کہ میرا ایسا ارادہ ہے مولوی صاحب بھی میرے ہم خیال ہوئے۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو میں اور مولوی محمد صادق حضرت اقدس کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور رسالہ

میرے پاس تھا جس وقت قدم بوس ہوئے تو حضرت قبلہ نے اول ہی مولوی سابق صاحب کی طرف مخاطب ہوکرارشادفرمایا کہ میاں محمد صادق ہندوستان میں لوگوں میں عجیب عجیب طرح کے نزاعات واقع ہورہے ہیں سنا ہے کہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے اوپر بھی اکثرلوگ اشتباہ کرتے ہیں کہ وہ فقیر کالکھا ہوانہیں ہے۔ مگرافسوس ہے کہ یہ نہیں دیکھتے کہ خواہ کسی کالکھا ہوا ہو۔ حق بات کوسمجھیں اوروہ رسالہ فقیرہی نے لکھا ہے اس کا اول مسئلہ یہ ہے اور دوسرا یہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ساتوں مسئلوں کو بالتفصیل چند الفاظ میں ایسا بیان فرما گئے۔ کہ مجھے حرفاً حرفاً اس کو سامنے یا تصدیق کی حاجت باقی نہ رہی۔ اور خاموش سن کر جب وہاں سے واپس ہوا تو مولوی محمد صادق سے کہا کہ لیجئے کیسا اطمینان منجانب اللہ ہوگیا کہ سوال کی بھی ضرورت نہ رہی۔ ف۔ فیصلہ ہفت مسئلہ کی یہ تو حسی تحقیق تھی کہ اس کا وجود کس طرح ہوا باقی اس سے زیادہ ضروری شرعی تحقیق رسالہ تنبیہات وصیت کے آخر میں ملاحظہ فرمالی جائے۔

(۲) چونکہ مجھ کو مثنوی شریف کے دیکھنے کا شوق ہے اور حضرت کے یہاں اس کا درس ہوتا تھا۔ اس لئے اپنا نسخہ مثنوی شریف ساتھ لے گیا تھا کہ درس میں بیٹھا کروں گا۔ چنانچہ درس کے وقت حاضر ہوتا رہا۔ اور اپنا نسخہ لے جاتا مولوی محب الدین صاحب یا مولوی شفیع الدین صاحب پڑھا کرتے اور حضرت اس کی شرح فرمایا کرتے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ قاری نے ایک شعر پڑھا۔ اور میرے قلب میں من کل الوجوہ اس کی شرح آ گئی اور یہ تصور کیا کہ یہ تو بہت ہی سہل ہے۔ چنانچہ اسی شرح کو حضرت نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ جب نسخہ لے کر جائے اقامت پر پہنچا اور مثنوی شریف کھول کر دیکھا تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ سخت حیرت ہوتی تھی کہ یہ تو بالکل میرے ذہن میں قبل از تشریح حضرت صاحب آ گئے تھے اب کیا ہوا جب حاضر درس ہوتا تو انشراح قلب کی وہی حالت پاتا۔ اس وقت یقین ہوا کہ یہ محض تصرف شیخ ہے۔

(۳) میاں امیر احمد رامپوری کا واقعہ میرے سامنے کا ہے۔ امیر احمد بار

بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں اور حضرت فرماتے تھے کہ ہاں جاؤ۔ مگر امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کا قوی خطرہ تھا۔ اس واسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزایاب ہوں گا۔ اس واسطے باوجود حضرت کے فرمادیئے کے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ اور بار بار دریافت کرتے تھے۔

ایک روز حضرت نے چین بجبین ہو کر فرمایا کہ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے میاں جاؤ تب میں نے ان سے کہا کہ اب تم شک و شبہ چھوڑ دو اور حضرت نے خود ارشاد فرمادیا ہے۔ خدا کا نام لے کر چلو۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ ہندوستان آئے اور چند روز دہلی ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے۔ چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور بالآخر تمام مقدمات سے بری ہو کر اپنے گھر بخیریت تمام پہنچ گئے۔

حال۔ (حضرت مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد نے جو حضرت قدس سرہ سے قرابت بھی رکھتے تھے) جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو یہی ایک بیٹا تھا اور مجھے کیا کچھ امیدیں تھیں کچھ کماتا تو ہمارا یہ افلاس دور ہو جاتا خدا جانے کیا کر دیا کہ یہ نہ کچھ کماتا ہے نہ نوکری کرتا ہے۔ حضرت اس وقت تو ہنس کر چپ ہو رہے پھر کہلا بھیجا کہ یہ شخص ایسا ہونے والا ہے کہ وہ پچاس سو والے سب اس کی خادمی کریں گے۔ اور ایسی شہرت ہوگی کہ اسی کا نام ہر طرف پکارا جائے گا اور تم تنگی کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اتنا کچھ دے گا۔ کہ ان نوکروں سے یہ اچھا رہے گا۔ جناب بھائی اسد علی صاحب کی ہی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور مولوی صاحب سے بہت خوش انہوں نے انتقال کیا۔ اور تصدیق اس پیشین گوئی کی اپنی آنکھ سے دیکھ گئے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۲)

حال ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جایا جائے فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ۔ دوسرا

ایک اور آیا اس نے بھی مشورہ لیا اس سے فرمایا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ۔ سو جس کو ینبوع کے راستہ سے جانے کے لئے فرمایا تھا۔ وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی راستہ ہی کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ اس کو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی بدوؤں سے بھی سابقہ پڑا۔ اور ان سے الگ تکلیف پہنچی۔ اور جس کو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا۔ وہ راحت سے چلا گیا۔ حضرت سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اس کو اس راستہ کا مشورہ دیا اور اس کو دوسرے راستہ کا اس میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اس کو بتایا اور جب دوسرا آیا۔ میرے دل میں اس وقت یہی آیا جو اس کو مشورہ دیا۔ سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے۔

(ذم ہوی وعظ و ہم دعوات عبدیت ص ۱۶۴)

حال ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مہمان بہت سے آ گئے کھانا کم تھا حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس کو ڈھانک دو۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھا لیا اور کھانا بچ گیا۔ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کو خبر ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت آپ کا رومال سلامت چاہئے۔ اب تو قحط کیوں پڑے گا حضرت شرمندہ ہو گئے اور فرمایا کہ واقعی خطا ہو گئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا (امثال عبرت ۱۸۲) ف اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کمال ایسے خوارق کو کمال نہیں سمجھتے اسی وجہ سے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر نکیر فرمایا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے معذرت فرمائی۔

کشف و تصوف

حال۔ پیر جی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صوفی مشرب شخص نے ایک مرتبہ کہا کہ شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ ساڈھورہ میں مدفون نہیں ہیں یوں ہی مزار بنا کر مشہور کر دیا گیا ہے۔ ایک صالح صورت کی زبان سے یہ سن کر مجھے بھی شک پیدا ہو گیا اور نیت کی کہ حضرت سے تحقیق کروں گا چند روز کے بعد جب گنگوہ آیا تو اس قصہ کا

بھی خیال آیا۔ تصدیق کی نیت سے میں حضرت کے پاس جا کر بیٹھنا چاہتا تھا کہ بات کروں مگر ہیبت کی وجہ سے بول نہ سکا۔ تھوڑی دیر میں حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنجلاسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ راؤ سراج الدین خاں نبیرۂ راؤ عبداللہ خاں ایک دن گنگوہ آئے۔ میں نے حضرت کی زیارت کے لئے پنجلاسہ کا قصد کر دیا جب ساڈھورہ پہنچا۔ تو شہر کے اندر نہیں گیا بلا ہی بالا شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور پھر پنجلاسہ روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت قمیص رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ ساڈھورہ میں مدفون نہیں ہیں حضرت مرشدنا نے فرمایا تم سے جس شخص نے ایسا کہا غلط کہا ہے حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ تشریف رکھتے ہیں اور جب میں ساڈھورہ حاضر ہوا تھا۔ تو میرے حال پر حضرت نے بہت عنایت فرمائی تھی۔ کیونکہ شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت ہوں اسی طرح حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے حال پر شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عنایت فرمائی ہے کیونکہ شاہ رحم علی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت ہیں۔

(تذکرۃ الرشید ص ۲۴۵)

حال۔ مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک دن دریافت کیا کہ حضرت قلندر صاحب کا مزار کرنال اور پانی پت دونوں جگہ کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا اصل قبر پانی پت میں ہے بات یہ ہوئی کہ جب قلندر صاحب پانی پت میں بہت بیمار ہوئے تو کرنال کے معتقدین لانے کو گئے وہاں حضرت کا انتقال بھی ہو چکا تھا پانی پت والوں نے نعش جانے نہ دی۔ تب یہ لوگ شرم مٹانے کو ایک خالی نعش کی صورت بنا کر لے چلے اور کرنال میں آ کر پردہ کر کے دفن کر دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحب کو وحشت طاری ہوئی تین روز تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقب رہے مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا آخر حضرت میانجی نور محمد

صاحبؒ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں کیا بیٹھے ہو۔ پھر قبر کھود کر دکھلا دیا کہ کچھ نہیں ہے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۴۷)

حال۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع فرمادیا یہ بھی فرمایا کہ جب میں قید خانہ میں تھا تو میری تین سال کے لئے تین ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی چنانچہ تین شخص ضامن ہوئے لیکن انگریز سخت مزاج تھا۔ اس نے یہ کہہ کر کہ تینوں گنگوہ کے باشندے نہیں ہیں ضمانت نامنظور کردی ماموں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کو نہ چھڑالوں گا گنگوہ نہ آؤں گا۔ چنانچہ وہ ساعی تھے۔ اسی اثناء میں ہمارے حضرت گنگوہ تشریف لائے اور یہاں خبر تھی کہ میں اب رہا ہوا اب رہا ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے چھوٹنے میں ابھی دیر ہے ہم اس سے مل آئے ہیں انہیں ایام میں کہ میں قید خانہ میں تھا۔ خواب میں آپ تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں پھر حضرت یہاں سے تشریف لے گئے اور میں ایک ماہ بعد چھوٹ آیا۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۶۹)

حال ایام غدر میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبۂ کیتھل میں بھی کچھ دنوں مقیم رہے۔ میں بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا وہاں ایک بزرگ حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے سکھ لوگ ان کے معتقد زیادہ تھے۔ چنانچہ ان کے ہمراہ سکھ بھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گرو کی حالت دیکھ کر حضرت حاجی صاحب کا ادب کیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۹ جلد ۲)

اہتمام شریعت

حال جن لوگوں کے پاس خرچ کم رہ گیا تھا یا وطن پہنچنے کی ضرورت تھی وہ رخصت ہوکر جہاز میں سوار ہوئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مع اپنے خاص رفقاء کے یہاں سے جانے کا نام نہ لیا ایک ماہ گزرنے پر آپ کے اکثر ہمراہیوں کے پاس زادراہ قریب الختم پہنچ گیا۔ اور باہم خفیہ مشورے ہونے لگے کہ کس طرح حضرت

سے چلنے کی درخواست منظور کرائیں۔ مگر رعب ولحاظ کے باعث کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی اور ہمت بھی ہوتی تو منظوری دشوار تھی۔ غالباً یہی جواب ملتا کہ جس کو عجلت ہو وہ چلا جائے۔ ایک دن ایک مرتبہ ضرورت منداصحاب نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ساری حالت عرض کی اور چاہا کہ حضرت کو حکماً ہندوستان جانے کو فرمادیں کہ ہمیں معیت کی نعمت سے محرومی نہ ہو چنانچہ اعلیٰ حضرت نے درخواست منظور فرمائی۔ اور حضرت امام ربانی سے فرمایا کہ مولانا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ سے علیحدگی ہو مگر ہمراہیاں کے پاس خرچ کم رہ گیا ہے اور آپ کی ذات سے اہل ہند کو جو نفع ہے وہ ظاہر ہے اس لئے مناسب یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہندوستان واپس ہوں اعلیٰ حضرت کے حکم پر حضرت مولانا سوائے تعمیل کیا فرما سکتے تھے واپسی کا قصد فرمالیا اور تہیہ سفر شروع کر دیا۔ اتفاق سے جس روز چلنا قرار پایا تھا۔ عین اسی دن پلونا کے فتح ہونے اور روس کے قبضہ میں آجانے کی وحشت ناک خبر مکہ بھی پہنچی مگر اس طرح کہ تصدیق وتحقیق کی کوئی صورت نہ پائی ہر چند کہ اس خبر نے طبعی رنج وغم اور تحقیق کی طلب وفکر کے باعث پھر قصد سفر ملتوی کرنے پر مجبور کیا لیکن اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ سلسلہ اخبارات بند ہو رہا ہے یہاں مہینوں میں بھی تصدیق یا تکذیب اس خبر کی نہ ہو سکے گی جاؤ بسم اللہ کرو جو کچھ مقدر تھا ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا (تذکرۃ الرشید ص ۲۴۱) ف۔ باوجود مفارقت کی ناگواری کے حضرت گنگوہیؒ کے لئے ہندوستان کی مراجعت تجویز فرمانا اور خود اس کی مصلحت بیان فرمانا کہ آپ کی ذات سے اہل ہند کو نفع ہے دلیل واضح ہے کہ حضرت قدس سرہ کو مصالح شریعہ کا کس درجہ اہتمام تھا۔ مشائخ میں اس وقت یہ امر کبریت احمر ہے۔

حال مولوی صاحب نکاح نہ کرتے تھے اور جناب بھی اسد علی صاحب حضرت کے والد کو ادھر تو ترک نوکری اور اختیار درویشی کا رنج تھا ادھر یہ فکر ہوئی کہ دیوبند رشتہ کیا تھا آخر جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے

فرمانے سے نکاح پر راضی ہوئے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۱)

ف: جذبات باطنیہ پر سنن نبویہ کی تقدیم کس درجہ اہتمام شریعت کا نشان دیتی ہے۔

اَخلاق واحوال

حال حضرت قدس سرہ ایک مکتوب شریف میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں فقیر کو معلوم ہوا کہ یہاں سے کسی نے آپ کی خدمت میں بی بی خیر النساء صاحبہ کو یہاں بھیج دینے کو لکھا ہے اس لئے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی طرح کا ارشاد وتحریک اس بارے میں نہ فرمادیں کیونکہ فقیر با بگور صبح وشام سے ایسی حالت میں کسی کو تکلیف اس دور دراز سفر کی دینی مناسب نہیں ہے اس کے قبل مولوی منور علی نے محبت سے فقیر کے راحت وآرام کے خیال سے بلا استمزاج فقیر کے اس بارے میں مولوی عزیز الرحمٰن ومولوی عبداللہ صاحبان کو لکھا تھا لیکن فقیر کو اس کی خبر ہوئی اور دونوں صاحبان کو اس بارے میں کچھ اپنی طرف سے تحریک واشارہ کرنے کی ممانعت لکھ دی گئی ہے اس بارے میں جو کوئی تحریر جائے تو فقیر کی خلاف مرضی سمجھنا چاہئے ہاں البتہ یہ پرسال سے یا اس کے ماقبل سے سنتا ہوں کہ بی بی صاحبہ موصوفہ یہاں آنے کی تہیہ میں ہیں تو اگر وہ خود آنے والی ہوں اور خرچ راہ نہ ہونے کے باعث نہ آسکتی ہوں تو ایسی صورت میں آپ ان کے زادراہ وغیرہ کا سامان فرما کر فقیر کو خبر دیں (مکاتیب رشیدیہ ص ۱)

حال ایک دوسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیض درجت (جامع شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قبل اس کے بھی خط روانہ کر چکا ہوں۔ مطلب ضروری یہ ہے کہ فقیر کی وہ مثنوی شریف جو ایک زمانہ سے فقیر کے مطالعہ ودرس میں تھی اور اپنے خیال کے موافق اس پر کچھ مطالب وفوائد درج کئے تھے اس دفعہ اس مثنوی کو مولوی عبداللہ انبہٹوی بوسیلہ عزیزم ابواحمد صاحب بمبئی کے طبع کرانے کی غرض سے فقیر سے لے گئے ان کی تلون مزاجی وغیرہ استقامت اول ہی سے فقیر کو معلوم تھا کہ اس کا انجام ان کے حوصلہ و

حالت سے باہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پانچ چھ مہینے سے حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ بمبئ کو ایک دیندار اور صالح اور معتبر شخص ہیں اس مثنوی کے لاحال شغل کی وجہ سے سخت تشویش وزیر باری میں ڈال رکھا ہے۔ وہ تنہا اپنی تجارت کے کام میں مشغول ہیں اس میں مشغول ہونے سے ان کی تجارت کا سخت حرج و نقصان ہے اس لئے فقیر نے سیٹھ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ مثنوی کا طبع ہونا قطعاً موقوف کر کے فقیر کی دونوں مثنوی آپ کی خدمت میں مقام گنگوہ پہنچادیں لیکن معلوم یہ ہوا کہ مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب مقام سہارنپور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لئے آپ بذریعہ حافظ قمرالدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے فقیر کی مثنوی کو سہارنپور سے اپنے پاس منگوا کر رکھ لیں اس بارے میں توقف نہ فرماویں وخط بنام مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب بھی جاتا ہے آپ دونوں خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں (مہر) از مکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دوشنبہ ۱۳۰۱ ہجری (مکاتیب رشیدیہ ص ۹)

حال ایک تیسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر بی بی خیر النسا صاحبہ اپنی خوشی سے بہ نیت ہجرت یہاں آنے والی ہوں اور باعث بے خرچ کے نہ آسکتی ہوں تو آپ ان کے خرچ راہ کا بندوبست فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے آپ کی خدمت میں اس کو روانہ کردوں گا۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۲)

ف: ان تینوں مکتوبات میں کسی پر کسی قسم کا مالی یا بدنی یا نفسانی بار نہ ڈالنا مصرح ہے گو وہ شخص اپنا معتقد و جان نثار ہی کیوں نہ ہو اب تو مشائخ مریدوں کی جان و مال کو بلکہ ان کے اہل و عیال کو بھی اپنی ملک بلکہ ملک سے بڑھ کر سمجھتے ہیں کہ اپنی ملک میں تصرف کرتے ہوئے تو کچھ دل بھی دکھتا ہے یہاں اتنا بھی نہیں۔

حال ایک خط حضرت گنگوہیؒ کو تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں وہ تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید

ہے وہ تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے (مکاتیب رشیدیہ ص ۴) ف۔ کچھ حد ہے اس تواضع کی۔

حال ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقیر کی مثنوی شریف جو بعض حواشی و فوائد سے اپنی سمجھ کے موافق محشی ہے عزیزم مولوی عبداللہ صاحب بواسطہ مولوی ابو احمد صاحب باستبداد و اصرار اشد بغرض طبع لے گئے تھے اور شہود کر دیا ہے کہ فقیر نے خواہش اس کے طبع کی کی ہے فقیر حیران ہے کہ اول تو وہ حواشی وفوائد کچھ ایسے قابل نہیں خیال کئے جاتے اس پرطرہ یہ کہ فقیر کی خواہش ہے۔ تاہم آج تک آٹھ دس ماہ سے کچھ اس کی ایک جزو بھی درست نہ کی فقیر نے ان کو خط ممانعت کے کئی بار تحریر کرائے وہ ابھی تک اس کام سے باز نہ آئے آپ کو متصدع ہوں کہ کسی معتبر ذریعہ سے مثنوی شریف محشی فقیر و قلمی ہر دو نسخہ مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب سے طلب کرالیں ور بعد میں جیسی رائے آپ کی ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ ویسا ہوگا یہ تحریر فقیر کی دکھا کر مثنوی شریف منگوالی جائے (مکاتیب رشیدیہ ص ۵)

ف: اپنے کلام کو مفید نہ سمجھنا۔ اپنے مخلص خدام کی رائے کے اتباع کا عزم رکھنا جیسا کہ قول میں ارشاد ہے کہ جیسی رائے آپ کی ہوگی انتہا درجہ کی تواضع ہے اور کسی کی تکلیف کو گوارا نہ فرمانا مثل اوپر کے مکتوبات کے اس سے بھی ظاہر ہے۔

حال اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو اپنے لاڈلے اور چہیتے پیارے ہندی قافلہ کے جدہ سے روانہ ہونے کی اطلاع مل چکی تھی باوجود ضعف و نقاہت کے سنت استقبال اور جوش محبت میں شہر سے باہر ملنے کی خواہش پوری کئے بغیر نہ رہ سکے خدا جانے کس وقت کے منتظر کھڑے اور راستہ کی جانب آنے والے قافلہ کا انتظار فرما رہے تھے جس وقت قافلہ باب مکہ پر پہنچا تو سب نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت پٹکے سے کمر سے باندھے ہوئے فصیل کے پاس کھڑے تھے شیخ کے شیدا اور مرشد کے جاں نثار خدام اسی وقت سواری سے نیچے اتر پڑے اور بغلگیر ہو ہو کر خوب دل کھول کر ملے مولانا حکیم محمد حسن صاحب چونکہ کچھ پہلے پہنچ گئے تھے اس لئے پاس کھڑے ایک ایک کا نام ونشان اور پتہ

بتاتے جاتے تھے اس لئے کہ شب کا وقت تھا۔ اور قافلہ میں بہتیرے آدمی ایسے بھی تھے جن سے اعلیٰ حضرت کو ملنے کا بہت کم اتفاق ہوا یا ملے ہوئے زمانہ مدید گزر چکا تھا اعلیٰ حضرت میں سرتاپا خلق کی مسافرنوازی تھی کہ قافلہ کے ایک ایک متنفس سے اجنبی ہو یا واقف کار بغلگیر ہوئے اور جب تک وہی علیحدہ نہ ہو گیا اعلیٰ حضرت نے اپنے سینہ علم و معرفت کے گنجینہ سے علیحدہ نہیں کیا۔ سو ''' حضرات سے بغلگیر ہونا اور مسکرا مسکرا کر مزاج پرسی کوئی معمولی بات نہ تھی خصوصاً اس پیرانہ سالی وضعف جسمانی کے وقت الغرض اعلیٰ حضرت سارے قافلہ کو اپنی رباط میں لائے اور وہیں ٹھہرایا۔ یہ مکان اعلیٰ حضرت کو اسی سال ملا تھا بلکہ ابھی تک آپ نے اس میں سکونت منتقل نہ فرمائی تھی اس لئے زیادہ مناسب سمجھا گیا کہ اس مقدس جماعت کا اول اس مکان میں قیام ہو صبح کو سارے مجمع کی دعوت بھی اعلیٰ حضرت ہی کے دسترخوان پر ہوئی ہر چند کہ امام ربانی قدس سرہ نے عرض کیا بھی کہ آدمی بہت ہیں مگر اعلیٰ حضرات نے یہ فرما کر ''کہ میری خوشی اسی میں ہے کہ سب احباب میرے یہاں کھاویں'' مجبور فرما دیا (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۷)

ف: شفقت وتواضع وتحمل جس درجہ کے اس واقعہ سے ظاہر ہیں حاجت بیان نہیں۔

حال ایک بار (حضرت گنگوہیؒ) نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے میری لڑکی عمر کوئی تین سال کی تھی حضرت نے اس کے ہاتھ میں پانچ روپیہ شیرینی کے دیئے میری لڑکی نے وہ روپیہ لے کر حضرت کے قدموں میں رکھ دیئے پھر دیئے اس نے ایسا ہی کیا ہر چند حضرت نے بھلایا کہ تو میری بیٹی ہے لے لے مگر اس نے مانا ہی نہیں حضرت نے فرمایا کہ آخر تو فقیر کی بیٹی فقیر ہی ہے اس کے بعد یہ دعا فرمائی ''ایں دختر صاحب نصیبت است و ہیچ عسرتے در دنیا نہ بیند زاہد و صالح خواہد شد'' اس کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا الحمد للہ میری لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں ہے (تذکرۃ الرشید ص ۲۷۵)

ف: بچوں پر شفقت تو عام بزرگوں کی عادت ہے مگر روپیہ بھی دینا اور ایسے

زمانہ میں کہ اس وقت کے پانچ کسی طرح بھی اس وقت کے بیس پچیس روپیہ سے کم نہ تھے یہ مال سے بے تعلقی کی اعلیٰ دلیل ہے اب تو اکثر مشائخ لینا ہی جانتے ہیں پانچ پیسے بھی ہاتھ سے ڈالنا مشکل ہے۔

حال بابت مسافر خانہ کے جو قریب پانچ سو اشرفی کے جمع تھیں مولوی بدرالاسلام کے سپرد کئے گئے ہیں باغوائے محض مخالفین کے حکام نے ضبط کرلیں فقیر تو پہلے ہی ایسے معاملات سے دست بردار تھا حافظ صاحب مرحوم کے انتقال سے اچانک یہ معاملہ آن پڑا پھر بھی فقیر نے اس کی طرف التفات نہیں کیا جو کچھ ان کا روپیہ تھا ان کے سالے احمد گاما کے حوالہ کیا گیا مسافر خانہ کے ساتھ بھی علاقہ نہ رکھا اس کا ناظم مولوی بدرالاسلام صاحب کو کردیا گیا۔

یہ سب منجانب اللہ ہے فقیر دونوں حال میں خوش ہے اپنے امورات کے سننے سے بھی دل کو پریشانی بعض اوقات ہوجاتی ہے لہٰذا ایسے امور کے تذکرہ سے یہاں احباب کو منع کردیا ہے کہ فقیر سے یہ ذکر نہ ہوا کرے۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۸)

ف: تعلقات غیر ضروریہ سے گو کسی تاویل کے وہ دینیہ میں داخل ہوسکیں دست کشی کھلی دلیل ہے۔ خلو عن غیر اللہ کی۔

حال پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوری نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کیمیا مرکبات سے بنتی ہے یا قدرتی جمادات سے آپ نے فرمایا کیمیا مرکبات سے بنتی ہے مگر تم اس کو ہرگز نہ سیکھنا ایک شخص نے مجھ کو کیمیا کا نسخہ بتایا تھا میں نے کبھی اس نسخہ کے بنانے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور نہ وہ نسخہ اب میرے یاد رہا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک دن فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھ سے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ اس نسخہ اکسیر سے سونا بنتا ہے میں نے اس مہوس سے کہا کہ میں ہندوستان کو چھوڑ کر مکہ معظمہ میں جو آیا ہوں تو اللہ کی تلاش کے لئے آیا ہوں کیمیا کی تلاش میں نہیں آیا (تذکرۃ الرشید یہ ص ۲۳۵)

ف: دونوں باپ بیٹے کا استغناء عن الدنیا اس شعر کا بے تکلف مصداق ہے۔

وزیرے چنیں شہر یارے چناں جہاں چوں نگیر د قرارے چناں

شہادت مبصرین بر کمال

کسی مقبول بندہ کی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل بروئے نص انتم شہداء اللہ الارض یہ شہادت ہے۔

حال (حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک خط میں ایک مخلص کو ارشاد فرمایا) تم تو دوسرے درجہ میں الحق کہ خود مرشدنا سے بھی مجھ کو جی سے اعتقاد محبت نہیں (کیونکہ مولانا اس سے زیادہ کے پیاسے تھے) ایک بار خدمت میں حضرت کی بھی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں ہر شخص کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں اور یہ اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کروں اور حقیقت الحال کو عرض کروں سواب دیکھو کہ جب خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دنیا میں عزت ہو رہی ہے اور یہ توجہ آپ کو ہے اس کے ہی ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی دوسرے درجہ میں ہے (مکاتیب رشیدیہ ص ۵۲)

ف: ایک امام وقت کا کسی کی شان میں یہ الفاظ کہنا کہ جس کی پاپوش کی بدولت الخ کیا کچھ کم درجہ کی شہادت ہے۔

حال (حضرت گنگوہیؒ کا ایک مخلص کو ارشاد) مجھ کو یوں یقین ہوتا ہے کہ جب خود جناب حضرت سلمہ اس طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا قصد برآمد ہووے گا ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ گھبرانے کی بات نہیں (مکاتیب رشیدیہ ص ۵۸)

ف: حضرت قدس سرہ کی توجہ کو مفتاح کامیابی فرمانا شہادت کمال کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔

حال ہاں اپنے مرشد کی نسبت میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۲۳)

ف: یہ بھی حضرت گنگوہی کی شہادت ہے۔

حال اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے پہلی زیارت جو حضرت مولانا کو حاصل ہوئی اس کا تذکرہ خود امام ربانی نے بارہا فرمایا کہ جب میں اور مولوی محمد قاسم صاحب دہلی میں استاد (حضرت مولانا مملوک علی صاحب) سے پڑھتے تھے ہمارا ارادہ سلم شروع کرنے کا ہوا لیکن مولانا کو فرصت نہ تھی اس لئے انکار فرماتے تھے بالآخر میں نے عرض کیا کہ حضرت ہفتہ میں دو بار صرف پیر اور جمعرات اور (جمعہ) کو پڑھا دیا کیجئے خیر یہ منظور ہو گیا۔ اور ہفتہ میں دو سبق ہونے لگے تو اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی۔ ایک روز یہی سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب مع تمام مجمع کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لو بھائی حاجی صاحب آ گئے حاجی صاحب آ گئے اور حضرت مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہو گا (تذکرۃ الرشید ص ۱۴۱)

ف: حضرت مولانا مملوک علی صاحب جس پایہ کے عالم تھے ان کے سلسلہ میں بڑے بڑے علماء کے ہونے سے ظاہر ہے ان کا اعتقاد اور تعظیم فرمانا کچھ معمولی بات نہیں خصوصی ایسی حالت میں کہ حضرت قدس سرہ کی عمر بھی کم اور شہرت بھی زیادہ نہ ہوئی تھی اور درسیات کی بھی تحصیل نہ فرمائی تھی جن کو علماء خاطر میں بھی نہیں لاتے۔

حال آپ کے مناقب میں صرف یہ امر لاکھوں مناقب کے قائم مقام کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جب آپ کو مجاز فرمایا تو وہ دستار خلافت جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمائی اور اب تک آپ نے بحفاظت رکھ چھوڑی تھی مولانا کو عطا فرمائی (تذکرۃ الرشید ص ۱۵۶ جلد ۲)

ف: حضرت قدس سرہ کے ملبوس کو اتنا بابرکت سمجھنا شہادت عظمٰی ہے۔

حال حضرت مولانا اشرف علی صاحب تحریر فرماتے ہیں جب بندہ نے حج کا

ارادہ کیا تو باوجود حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت رخصت حاصل کرنے کے عین روانگی کے دن بذریعہ تحریر میں نے حضرت کو اطلاع دی کہ بندہ آج روانہ ہوتا ہے آپ کے پاس سے جو تحریر آئی اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر مجھے بھی یاد رکھنا اور اس کے بعد یہ شعر مسطور تھا۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیمارا

(تذکرۃ الرشید ص ۱۶۵)

ف: حضرت قدس سرہ کی توجہ کے جلب کا اہتمام مدعا کی دلیل ظاہر ہے۔

حال اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا عطا فرمایا ہوا جبہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی انہیں تبرکات کے صندوقچہ میں رہتا تھا جس وقت آپ اس کو نکالتے تو اول دست مبارک میں لے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجھ کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا جو شخص لے کر آیا تھا اس سے کہلا بھیجا تھا کہ اس کو پہنا سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہوں تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے (تذکرۃ الرشید ص ۱۶۷)

ف: اس کی دلالت بھی مثل واقعات بالا کے ظاہر ہے۔

حال آپ کے مرشد برحق اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مسائل مختلف فیہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ جو کچھ بھی تخالف تھا وہ منجانب اللہ اس آزمائش کا معیار تھا جس پر سالک طریقت نائب رسول متبع سنت شیخ کو پرکھنے کی حاجت ہے۔ شیخ طریق کے عمل اور سنت نبویہ کے اتباع میں ایک کی دوسرے پر ترجیح اور بصیرت ومحافظت حفظ مراتب اسی درجہ میں آکر اس درجہ دشوار پڑا تھا جس کے اشکال رفع کرنے میں قطب وقت کا امتحان ہوا۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب عیاذ اباللہ مبتدع نہ تھے نہ ذرہ برابر بدعات کی جانب میلان تھا چنانچہ اہل بصیرت کے

نزدیک حضرت کے کمالات علمیہ و فیضان قدسیہ اس پر دال ہیں اور عوام کے لئے براہین پر جو تقریظ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی ہے وہ اس دعویٰ کی دلیل صریح ہے مگر بقول شخصے نباشد چیزے مردم نگوید چیزہا۔ اعلیٰ حضرت کو وہ تشدد پسند نہ تھا جس کو امام ربانی نے اصلاح خلق و احیاء سنت کیلئے دانتوں سے مضبوط پکڑ رکھا تھا۔ تصوف کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ صاحب نسبت ہونے کے بعد منتہی کو شیخ کے ہر فعل کا اتباع ایسا ضروری نہیں جیسا کہ مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ سلف صالحین کی سوانح اس قسم کے واقعات اور بعض بعض مسائل میں مرید کا پیر کے فعل کو قابل اتباع نہ سمجھنے کی حکایات سے بھری پڑی ہیں اولیاء اللہ کا تو کیا ذکر صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح میں اہل بصیرت کو اس کا پتہ چلتا ہے مگر چونکہ یہ وقت اس بحث کا نہیں اس لئے اس کو چھوڑتا ہوں مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مسلمہ کی بناء پر اعلیٰ حضرت کی طرف سے اہلیت و استعداد تام کا پروانہ ملے پیچھے صاحب نسبت مجاز طریقت بن کر اعلیٰ حضرت کے اس خیال سے امام ربانی کا موافقت نہ فرمانا شریعت میں تو کیا طریقت میں بھی کسی الزام کا باعث نہیں ہوسکتا مگر بایں ہمہ اس اختلاف سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا حفظ مراتب کے کمال معنوی میں امتحان پورا ہوگیا کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کو شیخ اور طریقۂ نبویہ کا راہبر سمجھا تھا خود نبی یا رسول نہیں سمجھا تھا واسطہ اور ذوالواسطہ کا فرق انسان کے لئے کھلی ہوئی بات ہے مگر یہاں اس امتیاز کا قائم رکھنا بہتیروں سے نہیں ہوسکا **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد **اختلاف امتی رحمۃ** حق سے جانبین کے متمسک اور خیال ورائے کی وجہ للّٰہیت اور اخلاص تھی ادھر درجہ محبوبیت میں غلو تھا اور خلق پر بایں طور پر شفقت و نرمی محمود سمجھی گئی تھی تو ادھر محبیت میں استغراق تھا اور ارشاد و اصلاح خلق کا یہ طریقہ تفقہ کے ساتھ اتباع سنت سمجھا گیا تھا جو کچھ بھی ہو بد نفس معاندین کے لئے اس مبحث میں پڑنا سبب ضلال ہوگیا اور جس نے جو چاہا کہا

مگر خدا شاہد ہے بات یہ تھی کہ لاریب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو قدوۃ العلماء اور جامع شریعت والطریقت نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن کر اس طریق کا اختیار فرمانا جو بظاہر شیخ کے قول وعمل سے ظاہر ہورہا تھا وہ زبردست لغزش تھی جو آپ کو اس مرتبۂ عالیہ تک پہنچنے کے لئے وہ مضبوط دیوار بن کر روکنے والی تھی۔

بے ادب را اندریں رہ بار نیست جائے او بر دار شد در دار نیست

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب

آپ کی استقامت کا فرد فرید اس بال سے زیادہ باریک راستہ میں بھی آفتاب نصف النہار کی طرح ایسا چمکا کہ عالم نے دیکھ لیا اور منصب ارشاد و نیابت کا بے بہا تاج اس تحفظ مراتب ومحافظۂ حدود کے درجہ میں بھی آپ کے فراق اقدس پر ایسا جلوہ نما رہا کہ گوشہ ہائے دنیا اس سے آگاہ ہو گئے **لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ** اپنی اپنی نسبت اور خداوندی عطیہ ونعمت کے ثمرات میں روحانی باپ بیٹوں کے خیال اور رائے کا فرق بس یہ تھا جو عرض ہوا اگر بایں ہمہ ادھر شفقت ورافت میں امام ربانی کی طرف سے مطلق فرق نہ آیا تھا۔ اور ادھر عقیدت وادب میں اعلیٰ حضرت مرشد العرب والعجم کی جانب سے حبہ برابر تفاوت پیدا نہ ہوا تھا اگر یہاں سے خط جانے میں توقف ہوتا اور خیریت معلوم ہونے میں چندروز کی دیر ہو جاتی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیتاب ہو جاتے اور بار بار خیریت طلب خط پر خط ارسال فرمایا کرتے تھے اور اگر اعلیٰ حضرت کا کوئی والا نامہ موسم حج کے علاوہ کسی کے ہاتھ آ گیا تو امام ربانی خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے اور احباب کو بار بار مژدہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی عافیت مزاج بے موسم معلوم ہو گئی حضرت حاجی صاحب کا تعلق شفقت ومحبت مکاتیب رشیدیہ سے معلوم ہوگا جس میں بارہ خطوط اعلیٰ حضرت کے بنام حضرت امام ربانی درج کئے گئے ہیں تاہم اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ نزاع پسند اور خلاف دوست طبیعت والے اصحاب نے جی توڑ کر کوششیں کیں کہ دو

مقدس دلوں میں کسی طرح شکر رنجی پیدا ہو جائے مگر یہ دل وہ دل نہ تھا کہ ان کج رفتاروں کے قابو میں آ جاتے اور متاثر ہو کر نامراد حرماں نصیبوں کی مراد پوری کرتے۔ ادھر یہ لگایا جاتا تھا کہ مولانا گنگوہی ہی مولود کرنے والوں کو کافر ومشرک بتاتے ہیں جن میں آپ بھی شامل ہیں اور ادھر یوں کہا جاتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب نے آپ کی بیعت اور اپنے سے بے تعلق وجدا فرما دیا تفرقہ انداز تمام اپنی سعی میں کوتاہی نہ کرتے تھے مگر طرفین کا وہ قلبی علاقہ جو حق تعالیٰ شانہ کا جوڑا ہوا تھا کسی کے توڑے نہ ٹوٹا پر نہ ٹوٹا۔ بدگوئیاں جب حد سے گزریں اور متوحش افواہیں چار طرف پھیلیں تو حضرت امام ربانی نے عریضہ لکھا اور دریافت کیا کہ ان باتوں کی اصل کیا ہے اعلیٰ حضرت کی طرف سے جو طویل والا نامہ جواباً آیا تھا اس کو ملخصاً ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیضدرجت جامع شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی متع اللہ بطول حیاتہ ودمر اعداءٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مکتوب برکت اسلوب مورخہ چہاردہم رمضان شریف بدست مولوی ممتاز علی صاحب ورود سرور لایا ممنون ومسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو بایں عنایت ومحبت مکروہات دارین سے محفوظ رکھ کر کونین میں درجات عالیات قرب ورضا عطا فرمائے مولانا آپ کی تحریر باعث انشراح قلب وموجب جمعیت خاطر فقیر ہے اس لئے آرزو ہے کہ ہمیشہ اپنی خیر وعافیت وحالات ظاہر وباطن وغیرہ سے مسرور تہج فرماتے رہو آپ کے اس خط کے ہر لفظ اور ہر فقرہ سے عجب کیفیت وشگفتگی پیدا ہوئی ؏

اے وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی

مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القا ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات ووسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت ومحرومی وادبار ہے خارج کرنا چہ معنی

فقیر تو تم علماء صلحا کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات ووسیلہ فلاح کونین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلاوے و مارے وہ شخص بد بخت ہے جو تم مقدس و مقتدائے زماں سے کچھ دل میں کینہ یا سوء ظن یا بدعقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔ فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات واقوال و افعال کو منبع حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے الخ۔ آخر میں تحریر فرماتے ہیں اسی لئے فقیر نے مسائل مختلف فیہا کے باب میں کوئی آپ کی تحریر دیکھی نہ پڑھی نہ اس کی تفتیش کی غرض کیا ہے کیونکہ فقیر تو آپ کے سب اقوال کو موافق شرع جانتا ہے۔

اگرچہ بعض مسائل میں موافق نہ سہی اور اس اختلاف کو صحابہ کا اختلاف سمجھتا ہے اور آپ کے ہر قول کی تاویل و توجیہ میرے دل میں نہایت جمعیت بخش و تسلی دہ ہے۔ اس جانب اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت کی جو حالت تھی اس کو کیونکر ظاہر کیا جائے جبکہ ضبط و استقلال کا یہ عالم تھا کہ محبت رسول جس میں آپ کو استغراق تھا وہ بھی ایسی نہ کھل سکی کہ ہر دیکھنے والا آپ کو عاشق رسول سمجھ لے۔ آپ کی روحانی قوت اور عالی ظرف قلب کی وہ برداشت جس نے ثمرہ محبت کو اطاعت و امتثال میں محدود سمجھ کر آپ کی ساری عمر کو پاک شریعت مصطفویہ کی خدمت میں گزارا اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجز پابندی فرمانہائے محبوب کے اور کسی انداز کے ساتھ محبت و عشق کا ظہور نہ ہوتا تاہم جس وقت اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر وحشت اثر ہندوستان میں پہنچی۔

اور حضرت امام ربانی کے کانوں میں پڑی اس وقت صدمہ سے جو حال آپ کا ہوا وہ پاس رہنے والوں نے دیکھا۔ باوجودیکہ آپ کوہ استقلال تھے جگر گوشہ اولاد اور ثمرۃ الفواد قرۃ العیون کے متواتر صدمات پر آپ پر وہ اضمحلال ہرگز طاری نہیں ہوا جو مرشد العرب والعجم کی دنیاوی مفارقت سے آپ پر ہویدا ہوا کئی وقت آپ کھانا نہ کھا سکے کسی سے بات چیت کرنا یا مجمع میں بیٹھنا آپ کو گوارا نہ ہو سکا آنکھوں سے بے

اختیار آنسو جاری ہوتے اور ہر چند آپ ضبط فرماتے۔ مگر بیتاب ہو جاتے تھے سالہا سال کے بعد آج یہ مضمون عام طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانی کو اعلیٰ حضرت کے وصال کا جو صدمہ ہوا شاید دنیا میں کسی کو ایسا صدمہ نہ ہوا ہو۔

مہینوں آپ کی یہ حالت رہی کہ شب کو چارپائی پر لیٹتے ہی خدام کو رخصت فرما دیتے اور خلوت میں پلنگ پر پڑے ہوئے گھنٹوں رویا کرتے تھے۔

بعض مخلصین اتفاقیہ ایسی حالت میں جا پہنچے ہیں انہوں نے ایسی آواز سنی ہے جیسے دیگچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جوش مارتی ہے۔ یہ آپ کا ضبط تھا کہ آنے والے کی آہٹ پاتے ہی آپ غم کو پی جاتے اور اسی حالت پر آ جاتے تھے جو مطمئن اور صاحب راحت وسکون شخص کی ہونی چاہئے ضرورت نہ تھی کہ آپ کے اس مخفی حال کا اظہار کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ آپ نے بقیہ عمر میں خود ہی کبھی اس کا اظہار نہ چاہا ہو مگر ضرورت نے مجبور بنا کر یہ مضمون لکھوایا۔ رنج وغم کے متعلق آپ کی یہ حالت حالانکہ مہینوں رہی مگر جب اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے تو یہی فرمایا کرتے کہ مجھے حضرت کے ساتھ وہ محبت نہیں ہے جو دوسروں کو ہے۔

اس کا یہ مطلب تھا کہ آپ اس محبت کو بھی کافی اور قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے اس حالت محمودہ میں بھی آپ اپنے کو دوسروں سے کم اور دوسروں کو اپنے سے زیادہ سمجھے ہوئے تھے اندر سے آپ کا جی چاہتا تھا کہ کاش اس سے بھی زیادہ تعلق ومحبت قلب کو عطا ہو۔ اعلیٰ حضرت کی دنیاوی مفارقت کے حادثہ پر مخفی طور پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنا آہ کرنا رونا اور بے تاب ہو جانا جو کچھ بھی خلوت میں ہوتا تھا اس کا تو خاص ہی لوگوں کو علم ہے مگر عام لوگوں نے اتنا مضمون ظاہر بھی دیکھا ہے کہ جب مجلس میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ ہوتا یا کوئی نو وارد مہمان تعزیت کے کلمات کہتا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور بے چین ہو جاتے تھے آپ کا جی چاہتا کہ چیخیں ماریں مگر ضبط کو کام میں لاتے اس کشاکشی سے آپ کے حرکات پر وہ تغیر نمودار ہوتا تھا جس کا رفع ہونا

گھٹنوں میں مشکل پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر واقفین و حاضرین نے اس تذکرہ سے احتیاط کر لی اور جو نووارد یا اجنبی شخص آتا اس کو پہلے ہی منع کر دیا جاتا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال پر ملال کا ذکر نہ فرماویں۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۸۴)

ف: باوجود ایسے واقعات کے جن سے ایک ظاہر بین عالم کے گو وہ علامہ ہی ہوتا حضرت قدس سرہ سے قطع تعلقات کے موجب ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا ذرہ برابر تعلق میں کمی نہ ہونا جس اعتقاد و عشق کی خبر دیتا ہے وہ دلالت علی المدعا میں قوی دلیل ہے۔

حال ایک دن مولوی امیر شاہ خاں صاحب نے حضرت (گنگوہی) قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ میں ایک روز مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس ایک نوعمر درویش آئے اور بیٹھ گئے وہ بزرگ جن کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا اس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بھائی تمہارے قلب میں بڑی اچھی چیز ہے ان بیچاروں نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر انہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا کہنے لگے کہ تمہارے قلب میں ایک عورت کی شبیہ ہے اس کی ناک ایسی ہے اور آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں غرض تمام حلیہ بیان کر دیا اس وقت وہ درویش بہت نادم ہوئے اور اقرار کیا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں ابتداء جوانی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا ہر وقت اس کے دھیان میں رہنے سے اس کی شبیہ میرے قلب میں آ گئی اب جب کبھی طبیعت بے قرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اس کو دیکھ لیتا ہوں کچھ سکون ہو جاتا اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے۔ مولوی امیر شاہ خاں صاحب یہ قصہ بیان کر کے منتظر رہے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں گے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ سن کر خاموش ہو گئے جب کئی مرتبہ مولوی صاحب نے بات اٹھائی تب حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ ان کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہنچی تھی میرا حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و

برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا ہے اس کے بعد اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگوں رہے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۱۹۶)

ف: کیا ایسا قوی تعلق بدون اعتقاد کامل بلکہ اکمل کے ہو سکتا ہے۔

حال مولوی شاہ صادق الیقین مرحوم نے حضرت گنگوہی کا یہ ملفوظ حضرت قدس سرہ کی نسبت نقل کیا ہے حضرت صاحب ہر چہ می فرمانید درست می فرمانید (تذکرۃ الرشید ص ۴۵۲) ف وجہ دلالت ظاہر است۔

حال یہی حال جناب حاجی امداد اللہ صاحب سے تھا۔ تھانہ بھون میں آتے جاتے ملاقات کر آتے۔ یا وہاں مقام ہی ہوتا۔ سبحان اللہ کیا جلسہ تھا پیر محمد والی مسجد میں وہ گلزار تھا کہ شب و روز سوائے ذکر اور قال اللہ اور قال الرسول کچھ اور دھیان نہ تھا آخر شب میں ذکر جہر کا یہ رنگ ہوتا کہ غافل بھی جاگ اٹھتے اور توفیق ذکر اللہ کی پاتے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب)

ف: یہ شہادت ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی۔

حال حضرت گنگوہیؒ کی عبارت امداد السلوک کے خطبہ میں۔ افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیۃ مظہر الفیوضات المرضیۃ معدن المعارف الالٰھیۃ مخزن الحقائق مجمع الدقاق سراج اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام من مدائحہ البالغۃ واعجزت التوصیف شمائلہ الکرائم والساطعۃ بغبطہ الاولون والآخرون من شعارہ ویحسدہ الفاجرون والغافلون من دثارہ مرشدی معتدی وسیلۃ یومی وغدی مولائی ومعتقی سیدی سندی الشیخ الحاج المشتہر بامداد اللہ الفاروقی تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والھدایۃ وازال بذاتہ المطہرۃ الضلالۃ والغوایۃ استعانہ نمودہ وباذیال فیضان وعاطفتش پناہ جستہ ورنہ صلاحیت ایں امر نمید اشت وبایں راہ پائے نمیتوانست افراشت (امداد السلوک ص ۱)

ف: یہ القاب کس اعتقاد کا نشان دے رہے ہیں۔

حال اشعار حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

بحق مقتدائے عشقبازاں رئیس پیشوائے مقتداں

امام راستبازاں شیخ عالم ولئی خاص صدیق معظم

شہ والا گہر امداد اللہ کہ بہر عالم است امداد اللہ

(امداد السلوک ص ۹۵)

ف۔ مولانا نانوتوی کی شہادت ہے القاظ یہ حضرات ائمہ ثلاثہ اس درجہ کے ہیں کہ اگر حضرت قدس سرہ کے کمال کا ان کے سوا کوئی بھی شاہد نہ ہوتا تو مضر نہ تھا چہ جائیکہ اور بہت کاملین ظاہری و باطنی کے اقوال و معاملات بکثرت شہادت دے رہے ہیں چنانچہ گزشتہ دو سرخیوں سے ایک استفادہ علماء قبول مشائخ اور دوسرے ہجرت مکہ معظمہ اور تیسرے ملفوظات کے حصہ سوم سے مختصراً یہ واضح ہوسکتا ہے۔

صورت وسیرت

حال سر مقدس کلاں و بزرگ ہے اور پیشانی کشادہ و بلند ہے اور انوار حقانی پیشانی مبارک سے واضح ولائح ہیں۔ ابرو سیع و خمدار۔ چشمان مبارک کلاں ہیں اور ہمیشہ خمار ذوقیہ ربانیہ میں سرشار رہتی ہیں۔ رنگ شریف گندم گوں ہے نحیف الجسم معتدل القامت گو نہ مائل بطوالت لیکن نہ اتنا کہ طویل کہنے کے قابل بلکہ جیسا کہ قامت شریف آنحضرت کے بارے میں آیا ہے خفیف العارضین طویل اصابع الیدین گویا حجازی ہیں فصیح البیان عذب الکلام کثیر المروت عظیم الاخلاق جس کسی سے بات کرتے ہیں بکمال بشاشت وخوشی تبسم فرماتے ہیں اور افضل ترین اخلاق حضرت ایشاں تخلق باخلاق قرآن ہے۔ کما ورد عن عائشة رضی اللہ عنها فی وصف خلقه صلی اللہ علیه وسلم جمیع اخلاق حسنہ کہ قرآن شریف میں ان کی مدح ہے ذات مبارکہ میں جمع ہے جتنے اخلاق رزیلہ قرآن شریف ان کی برائی ہے بالطبع ان سے تنفر اتباع سنت سینہ واجتناب بدعات قبیحہ عادات جبلیہ سے ہے۔

اور استقامت بہ شریعت غرا وطریقت بیضا اخلاق لازمۂ رضیہ سے ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ والکرامۃ تحصل بعد الاستقامۃ خمیر شریف آپ کا ہے ذات پاک صاحب اشارات علمیہ وحقائق قدسیہ جامع انوار محمدیہ ومنازل عرشیہ ہے۔ دال علی اللہ السبحان وعلی سبیل الجنان دواعی الی العلم والعرفان ہے اور حامل لواء عارفان و ضیاء قلوب ناقصان ومبین اسرار وکاشف ومظہر عوارف معارف مربی علم وحال صاحب ہمت ومقال ہے۔ طریقۂ شریفہ آپ کا متضمن جذب ومجاہدہ وعنایت ہے سکر آپ کا ادب کو پہنچاتا ہے اور صحو مقامات حجاب سے ترقی کو پہنچاتا ہے۔ حقائق توحیدی سامی باشریعت دمساز ہیں واسرار مجاہدات گرامی معرفت سے ہمراز اولیا عصر آپ کی ولایت پر اجماع رکھتے ہیں اور علمائے زمان آپ علومنزل کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے علوم اسماء وصفات سے آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور معارف خاص و خصوصیات علوم اعلیٰ سے مقامات مرحمت فرمائے ہیں اور مقام اکبر ومدد اکثر وعطائے انفع ونوال اوسع پر ممتاز فرمایا ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۲۵)

ذکر بعضے خلفاء اعلیٰ حضرت قدس سرہ

حضرت کے فیوض وبرکات اقصائے عالم میں اور مختلف ممالک میں اس قدر دور پہنچے تھے کہ آپ کے خلفاء کا حصر واحصاء محال عادی ضرور ہے مگر صرف ہندوستان میں جن بعض کے اسماء مبارکہ اہل قلم نے اپنی یاد کے موافق ضبط کئے ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔ بعد ازاں اول جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل وکمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں گوئے سبقت لے گئے بعد ازاں وارث علوم دین مستفیض بہ فیضان یقین حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی کہ کشف اسرار ودقائق علوم الٰہیہ میں ایک آیۃ آیات الٰہی سے تھا۔ منتظم سلسلۂ بیعت ہوئے نور اللہ ضریحہ بعد ان کے علامۂ عصر حضرت مولوی عبدالرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وحضرت مولوی محمد حسین پانی پتی رحمہ اللہ

تعالیٰ علیہ و جامع علوم الٰہیہ وعالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اول مدرسۂ دیوبند نور اللہ مضجعہ وحضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نور اللہ مرقدہ وحضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری و جناب ادیب اریب فقیہ لبیب محدث اجل مفسر انجل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری ادامہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاضاتہ وعالی جناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مراد آبادی وصاحب تالیفات کثیرہ حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں خاطر میسوری ومدرس بے نظیر ذکی وخوش تقریر حضرت الحافظ الحاج مولانا احمد حسن الڈسکوی الپٹیالوی مدرس اول مدرسہ دار العلوم کانپور سلمہ وابقاہ حضرت الحاج المولوی نور محمد مرحوم مغفور حضرت الحاج المولوی محمد شفیع نورنگ آبادی بلندشہری وحضرت الحاج المولوی عنایت اللہ المالوی وحضرت جامع فضل وکمال الحاج مولانا صفات احمد غازی پوری وحضرت فاضل متورع تقی الحاج مولانا محمد افضل ولایتی وحضرت ذکی رضی فاضل نقی الحاج مولانا السید محمد فدا حسین الرضوی محی الدین نگری سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ و غیرہم رزقہم اللہ سبحانہ حلاوۃ الایمان وختم اللہ لہم علی الایمان والعرفان داخل طریقہ حضرت ایشاں ہوئے اور سلسلہ مسترشدین میں آئے (شمائم امدادیہ ص ۲۶)

احقر کہتا ہے کہ اس ہی جماعت میں مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی ہیں اور بعض حضرات کے نام خود حضرتؒ نے ضیاء القلوب میں متناً وحاشیۃً تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں مولوی رشید احمد صاحب سلمہ ومولوی محمد قاسم سلمہ عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی وحافظ محمد یوسف تھانوی ومولوی کرامت علی صاحب ساکن ضلع انبالہ ومولوی محمد ابراہیم ساکن موضع اجراور راداند کہ اوشاں نیز مجاز ونیز عزیزم حکیم ضیاء الدین کہ خلیفہ خاص حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اندہم مجازند۔ ان میں سے بعض حضرات کے مستقل سوانح بھی ہیں جیسے تذکرۃ الرشید سوانح حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ۔

❀❀❀

خاتمہ مختصرہ

حال حضرت قبلہ کی کچھ عمر زائد نہ تھی کل چوراسی سال تین مہینے بیس روز کا سن شریف تھا مگر کچھ خلقۃً ضعیف خفیف اللحم تھے اس پر مجاہدات وریاضات وتقلیل طعام و منام پھر ہجوم خواص وعوام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ہے ان اسباب سے آخر میں اس قدر ضعف ہوگیا تھا کہ کروٹ تک بدن دشوار تھا کھانا پینا بار تھا مگر دل عشق منزل ہر وقت نشۂ لقاء میں سرشار تھا اسی میں اسہال شروع ہوگیا مگر نظافت و لطافت و استقلال و استقامت وشفقت بحال تربیت طالبان خدا میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ آخر ضعف زائد ہوتا گیا حتیٰ کہ بارہ یا تیرہ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ روز چہارشنبہ وقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ (مقبرہ اہل مکہ) میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجرؒ کے رکھے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واقعی یہ ہے کہ ایسا شیخ کامل کسی نے کم دیکھا ہوگا۔

اللھم ارفع درجته فی اعلی علیین واخلفه فی عقبه فی الغابرین اللھم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده امین یا رب العلمین

حقیر نے ایک مختصر مادہ تاریخیہ کہا ہے مخل الخلد کہ قول اولیاء اللہ لا یموتون سے مستنبط ہے حضرت صاحب کے ایک خلیفہ عالم رُویا میں مشرف بہ زیارت ہوئے اس طرح کہ کوئی مقام نہایت بلند مثل ٹیلہ کے ہے اس پر ایک سفید خیمہ کھڑا ہے جس میں حضرت رحمہ اللہ رونق افروز ہیں اور خطاب کر کے فرماتے ہیں شعر

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

سبحان اللہ! اس خواب میں حضرت رحمہ اللہ کے علوم مقام وقرب تام پر کئی وجہ سے دلالت ہے اول مقام کا بلند ہونا کہ مطابق آیۂ۔ **حور مقصورات فی الخیام**۔ نعیم جنت سے ہے۔ سوم خیمہ کا سفید ہونا کہ۔ **احب الالوان البیاض او نحوہ** وارد ہے و نیز لباس سفید موافق حدیث صحیح ورقہ کے علامت جنتی ہونے کی ہے۔ چہارم تعلیم وتلقین فرمانا کہ اشارہ ہے طرف مقبولیت شان ارشاد حضرت رحمہ اللہ کے پنجم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کو بدولت اس پستی ونیستی کے جو خاص مشرب ومذاق حضرت کا تھا جیسا اہل مشاہدہ پر مخفی نہیں بڑی دولتیں ملی ہیں اسی لئے اس طرف مخاطب کو متوجہ فرمایا۔ ششم مثنوی شریف کے مضامین میں (کہ حسب قول اہل حقیقت کے معنی کلام حق ہے) آپ کی روح مطہر کا مستغرق ومشغول ہونا دلیل مناسبت روحانی مولوی معنوی ہے اور جب آیۂ۔ **مع الذین انعم اللہ علیھم** الخ دلیل قرب الٰہی ہے ہفتم حضرت رحمہ اللہ کی شفقت وتوجہ اپنے خدام کی طرف کہ موقوف ہے حصول اطمینان وسکون پر جس سے ظہور مضمون۔ **لاتخافوا ولا تحزنوا** کا بخوبی ہوتا ہے اوراس سے افاضۂ برزخیہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کا محققین اثبات کرتے ہیں ایسا ہی خواب رؤیا صالحہ کہلاتا ہے۔ جس کے باب میں ارشاد نبوی ہے۔

یراھا المسلم اوتری لہ والحمد للہ تعالٰی علی ذلک.

حال متعلق وصال شریف کمال آمدۂ خط مکہ معظمہ سے جو حضرت صاحب کے مرض وفات میں آیا تھا معلوم ہوا تھا کہ حضرت صاحب اس حالت میں مستغرق رہتے تھے اور افاقہ میں کبھی اشعار عشقیہ پڑھتے جس سے سامعین کو بڑا سوز وگداز ہوتا ایک شعر بھی لکھا تھا اس خط کی نقل ضائع ہوگئی ایک مصرع قریب قریب یہ تھا۔

یہ منزل عشق کی ہے اس میں آئے جس کا جی چاہے

ف: حضرت صاحب پر توحید اور عشق کا نہایت غلبہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت استغراقی میں اور زیادہ انکشاف ہوگیا تھا توحید وعشق کے کمال ہونے میں کیا شبہ

ہے۔ کمال بروایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نے مرض وفات میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بن ملا نواب صاحب کو جو بجائے خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے ان کو بہت انس تھا یہ وصیت فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہو انہوں نے کہا کہ مناسب نہیں آپ نے حسب عادت فرمایا اچھا جیسی مرضی ہو غرض جب جنازہ لے چلے ایک عرب بولا۔ اذکروا اللہ سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کر دیا۔

ف۔ اس سے علاوہ ایک کرامت کے حضرت صاحب کا غایت حسب ذکر اللہ صاف ثابت ہے اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ میت اس کو ادراک کر کے حلذ ذ ہو سکتا ہے۔

اطلاع نمبر ا۔ احقر نے خطبہ کے اخیر میں جو ترتیب رسالہ کے قبل لکھ لیا تھا لکھا ہے کہ کچھ سینہ میں محفوظ ہے ارادہ تھا کہ تربیت کے وقت یاد سے کچھ کچھ لکھوں گا مگر ہجوم مشاغل کے سبب ذہن نے مساعدت نہیں کی اس لئے اس سے معذور رہا اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو شاید دوسرا وقت فرصت کا اس کے لئے نکل آئے۔

اطلاع نمبر ۲۔ اثناء ترتیب میں یہ بھی خیال تھا کہ ایک مختصر تذکرہ حضرتؒ کے خلفاء و اخوان طریقت و مشائخ قریبہ کا لکھ کر اس کا ضمیمہ بنا دیا جائے مگر وقت کی تنگی سے اس وقت اس کا بھی انتظام نہیں ہو سکا اور اس تیار شدہ کے اشاعت میں اس کے لئے دیر کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ اس کے لئے بھی دوسرے وقت کا انتظار رہے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

کمالاتِ امدادیہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رئیس المفسرین مقدام المحدثین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے
اپنے شیخ و مرشد سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
کے کمالات کو بیان فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

خطبہ

(از دفتر دوم مثنوی شریف قصہ دو غلام بتغیر مصرعہ اولیٰ ۱۲ منہ)

حامداً للہ ذی الفضل العظیم — مالکٌ للملک رحمٰن و رحیم
آن خدائی کہ فرستاد انبیاء — نے بحاجت بل بفضل و کبریا
آن خدا وندی کہ از خاکِ ذلیل — آفرید او شہسواران جلیل
پاک شان کرد از مزاجِ خاکیاں — بگذرانید از تکِ افلاکیان
برگرفت از نار و نور صاف ساخت — وانگہ اُوبر جملۂ انوار تاخت
آن سنا برقی کہ برارواح تافت — تا کہ آدمؑ معرفت زان نور یافت
آن کز آدمؑ رست و دست شیثؑ چید — پس خلیفہ اش کرد آدم چون بدید
نوحؑ ازان گوہر چو بر خوردار شد — در ہوائے بحرِ جان دُربار شد
جانِ ابراہیمؑ ازان انوار زفت — بے حذر در شعلہائے نار رفت
چونکہ اسمٰعیلؑ در جویش فتاد — پیش دشنہ آبدارش سر نہاد
جانِ داؤد علیہ السلام از شعاعش گرم شد — آہن اندر دست بافش نرم شد
چوں سلیمانؑ شد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع
در قضا یعقوب علیہ السلام چون بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوئے پسر
یوسفؑ مہ رو چو دید آن آفتاب — شد چنان بیدار در تعبیر خواب
چون عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد — ملکتِ فرعون رایک لقمہ کرد

جان جرجیسؑ از فرش چون راز یافت — ہفت نوبت جان فشاندو بازیافت
چونکہ زکریاؑ زعشقش دم زدے — کرد در جوف درختش جان فدے
چونکہ یونسؑ جرعۂ زان جام یافت — دردرونِ ماہی اُو آرام یافت
چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوق اُو — سربطشتِ زرنہاداز شوقِ اُو
چون شعیبؑ آگاہ شدزین ارتقا — چشم رادرباخت از بہرِ لقا
شکرکردایوب علیہ السلام صابرہفت سال — دربلا چون دید آثارِ وصال
خضرؑ والیاسؑ ازمیش چون دم زدند — آب حیوان یافتند و کم زدند
ترد بانش عیسیٰؑ مریمؑ چویافت — برفرازِ گنبد چارم شتافت
چون محمدؐ یافت آن ملک و نعیم — قرص مہ را کرد دردم اودونیم
چون ابوبکرؓ آیتِ توفیق شد — باچنان شہ صاحب و صدیق شد
چون عمرؓ شیدائے آن معشوق شد — حق و باطل رچو دل فاروق شد
چونکہ عثمانؓ آن عیانرا عین گشت — نور فائضِ بودہ ذوالنورین گشت
چون زرویش مرتضیٰ شد دُرفشان — گشت اوشیر خدا در مرج جان
روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند — عرش را دُرین و قرطین آمدند
آن(☆) یکے از زہر جان کردہ نثار — وان سرافگندہ براہش مست وار
چون جنیدؒ از جند اودیدآن مدد — خود مقاماتش فزون شدازعدد
شاہ منصور آنکہ نصرت یارشد — تخت رابگذاشت سوے دارشد
بایزیدؒ اندر مزیدش راہ دید — نام قطب العارفین از حق شنید
چونکہ کرخیؒ کرخ اور اشد حرس — شد خلیفہ حق و ربانی نفس
پورا دہمؒ مرکب آن سو راند شاد — گشت اُو سلطان سلطانانِ داد
وان شقیق ازشق آن راہ شگرف — گشت او خورشید رائے وتیز طرف
شد فضیلؒ از رہزنے رہ پیرراہ — چون بلحظ لطف شد ملحوظ شاہ

بشر حافیؒ را مبشر شد ادب ہر نہاد اندر بیابانِ طلب
چونکہ ذوالنونؒ ازغمش دیوانہ شد مصر جانرا ہمچو شکر خانہ شد
چون سریؒ بے سر شد اندر راہِ او بر سرِ سروران شد جاہِ او
صد ہزاران پادشاہانِ مہان سرفراز انند زانسوے جہان
نامِ شان از رشک حق پنہاں بماند ہر گدائی بنام شاندرا برخواند
رحمت و رضوان حق در ہر زمان باد بر جان ورواںِ پاکِ شان

(☆)....﴿در بعض نسخ بعد ایں شعر دو شعر دیگر ہم یافتہ شدند.... چونکہ سبطین از سرش واقف بدند.... گوشوار عرش ربانی شدند.... سبط پاکش ہم حسینؓ وہم حسن.... گوشوار عرش حی ذوالمنن﴾

تمہید

امابعد! یہ تراب اقدام نعال رجال عرض گذار ہے کہ مقبولانِ الٰہی کے ذکر احوال کے محمود و مفید ہونے کے اثبات میں ان آیات کا جابجا منتشر ہونا۔ وَاذکُرْ فی الکُتب مریم۔ واذکر فی الکتب ابراھیم ۔ واذکر فی الکتب موسٰی ۔ و اذکر فی الکتب اسمٰعیل۔ و اذکر فی الکتب ادریس ۔ واذکر عبدنا داوٗد ذاالاید۔ و اذکر عبدنا ایوب۔ و اذکر عبادنا ابراھیم و اسحٰق و یعقوب اولی الایدی والابصار۔ واذکر اسمٰعیل والیسع وذاالکفل کل من الاخیار ۔ وغیرہا اجمالاً دلیل کافی ہے۔ اوران احوال پر مطلع ہونے سے ہمت ذہاب الی اللہ کی بڑھنا اپنا پندار و عجب مٹنا موقع پر یاد آ جانے سے غوائل نفس سے بچ جانا۔ ملفوظات ومقولات کے جاننے سے بہت سے غلط خیالات کا رفع ہو جانا بہت سے دستور العمل اور طرق سلوک کے معلوم ہو جانا بہت سی علمی پیچیدگیاں حل ہو جانا جو تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے تفصیلاً برہانِ دانی ہے اسی لیے اس کی تدوین ہمیشہ اکابر کا معمول رہا ہے اور چونکہ ایک شخص سے تمام یا اکثر حضرات کے اقوال واحوال کا استیعاب متعذر رہے و نیز ناظرین کا قصور ہم بھی اس سے مانع ہے

اس لئے اکثر اپنے خاص خاص بزرگوں کے حالات کو تدوین کے لئے اختیار کرتے رہے ہیں اور اس میں ایک خاص نفع یہ بھی ہے کہ ان خاص حضرات کے زمانہ کے قریب کے لوگوں کے طبائع و مذاق و استعداد کے اعتبار سے یہ حالات خاصہ اصلاح قلب و تہذیب نفس میں بوجہ تناسب زیادہ مُعین ہوتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر احقر نے تھوڑے دن ہوئے کہ اپنے آقا و مرشد شیخ الوقت حجۃ اللہ شمس الطریقہ مولانا الحاج الحافظ المہاجر الشیخ محمد امداد اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم واتم انوارہم کے حالات کی تدوین کا بسط کے ساتھ اور تذئیلا حضرت ممدوح کے بعض اخوانِ طریقت اور خلفاء کے حالات کے جمع کا اختصار کے ساتھ قصد کیا تھا اُس کا کچھ سامان بھی فراہم ہوگیا تھا مگر حکمت الٰہیہ سے وہ سب ذخیرہ اتفاقاً تلف ہوگیا۔ جس میں کا صرف ایک شعبہ مسمےٰ بہ "کراماتِ امدادیہ" خوارق صوریہ کے متعلق البتہ شائع ہو چکا تھا چونکہ وہ مجموعہ تو خارج از وسع ہوگیا اس لئے بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ باستدعا بعض مخلص احباب شائقین اشاعت مضامین متعلقۂ احسان و اہل احسان توکلا علی اللہ تعالیٰ عزم کیا کہ صرف حضرت ممدوح الذکر علیہ الرحمۃ کے کچھ مختصر واقعات متفرق طور پر بلالحاظ کسی ترتیب خاص کے لکھ دوں کہ قند پارے اپنی حلاوت بخشی میں محتاج کسی ترتیب کے نہیں ہوتے بلکہ اس وارستگی میں خود ایک خاص لطف حاصل ہے جس کو دلدادگانِ شوخان لااُبالی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

مقدمہ

اس تالیف میں ہر واقعہ کو بعنوان کمال شروع کیا ہے اور اُس کے ختم پر ف بڑھا کر وہ واقعہ کلیاتِ کمال میں سے جس کلی کی جزئی معلوم ہوئی اُس کی تصریح کر دی کہ رہروان طریق کو اقتضاء و استفادہ سیر میں جو مقصود اصلی تدوین سے ہے سہولت ہو اور ان عنوانات کے لحاظ سے اس مجموعہ کا نام "کمالاتِ امدادیہ" رکھا گیا اور اس کے اخیر یعنی خاتمہ میں ایک شورش انگیز غزل ہوگی جس میں اسی مقصود یعنی استفادہ و طلب کی ترغیب و تحریک بابلغ وجوہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو طالبین کا رہبر اور غافلین کا رہنما بنائیں

اگر کسی وقت موقع اور ضرورت نظر آئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس زلف پریشان کو مشاطۂ ترتیب کے حوالہ کر کے دوسرے پیرایہ میں جلوہ دیا جائے گا اس میں یہ اصطلاح ٹھہرائی ہے کہ جہاں منقول عنہ کی تعینا یا ابہاماً (جہاں راوی کی تعیین یاد نہیں رہی مگر اُس کا موثوق بہ ہونا ذہن میں رہ گیا۔ وہاں ابہاماً لکھ دیا۱۲) تصریح نہ ہو وہ خود راقم کا مشاہدہ ہوگا۔ واللہ غالب علی امرہ (وعلیہ المعول فی ظاہر کل امر وسرہ)

وحدت مطلب

(کمال 1): ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ زندہ بزرگوں میں میری طلب اور سعی سے اس سے زیادہ مجھ کو نفع پہنچانے والا نہیں مل سکتا۔

(ف) اِس ارشاد میں اس مسئلہ مشہورہ کی شرح ہے کہ اپنے شیخ کو تمام بزرگوں سے افضل سمجھنا ضرور ہے اس مسئلہ کا لقب وحدۃ مطلب ہے اور اس کے لوازم میں سے ہے دوسرے کی طرف توجہ نہ کرنا اِس مشہور عنوان پر چند شبہات واقع ہوتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ تمام بزرگوں میں متقدمین اولیاء اللہ اور حضرات صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کا افضل الامۃ ہونا ثابت ہی داخل ہوئے جاتے ہیں پس ایسا سمجھنا کس طرح جائز ہوگا۔ (۲) دوسرے اگر متقدمین سے قطع نظر کی جائے اور صرف معاصرین ہی کو لیا جائے تب بھی مدار فضیلت کا قبول عند اللہ پر ہے اور یہ اَمر غیبی ہے کہ عند اللہ کون زیادہ مقبول ہے اس میں رائے سے حکم کرنا جائز نہیں پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ فلاں بزرگ سب سے زیادہ مقبول ہیں پس ایسا اعتقاد غلط وصول الی اللہ کی شرط کس طرح ہو سکتا ہے پس حضرت صاحب نے اس کی کیسی اچھی شرح فرمائی ہے کہ بزرگوں کی عموم کو تو زندہ کی قید سے مخصوص کر دیا اور بجائے افضل کے انفع فرمایا اور بجائے نفی واقعی کے اپنی سعی کے منتہی ہونے کو ارشاد کیا جس سے سارے اشکالات دفع ہو گئے اس سے حضرت صاحب کا کمال عمق علمی اور مجدد فن ہونا معلوم ہوتا ہے اسی لئے بروایت معتبرہ مسموع ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ تو حضرت صاحب کے اور کمالات

دیکھ کر معتقد ہوئے اور میں کمال علمی کی وجہ سے معتقد ہوا ہوں۔ سبحان اللہ ۔

خویش راصافی کن از اوصافِ خود تابہ بینی ذات پاک صاف خود
بینی اندر دل علوم انبیاء بے کتاب و بے معین واوستا

استغناء عن الملوک

(کمال 2): جناب مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مرحوم جب قسطنطنیہ سے باکرام واحترام مکہ معظمہ واپس تشریف لائے تو ملاقات کے وقت حضرت صاحب سے ظل اللہ سلطان المعظم کے مدائح ومناقب بیان کرکے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو اُن کے حضور میں آپ کا بھی ذکر کروں حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ کیا نتیجہ ہوگا غایت مافی الباب وہ معتقد ہو جائیں گے پھر آپ دیکھ لیجئے کہ آپ کے جو معتقد ہوئے کیا نتیجہ ملا وہی مجھ کو ملے گا یعنی بیت السلطان سے قرب اور بیت اللہ سے بُعد۔ البتہ آپ اُن کی تعریف کرتے ہیں کہ بڑے عادل ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ سلطان عادل کی دُعا قبول ہوتی ہے سو اگر آپ سے ہوسکے آپ اُن سے میرے لئے دُعا کرا دیجئے مگر ایک بادشاہ سے یہ کہنا کہ ایک درویش کے لئے دُعا کرو یہ (عرفاً) آداب سلطنت کے خلاف ہے اس لئے میں آپ کو اس کا ایک طریقہ بتلاؤں وہ یہ کہ آپ میرا اُن سے سلام کہہ دیں وہ جواب میں وعلیکم السلام ضرور ہی کہیں گے۔ پس میرے لئے اس طرح دُعا ہو جائے گی۔
(ف) اس حکایت سے حضرت صاحب کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) اوّل استغناء (استغناء عن الملوک) غیر اللہ سے کہ جاہ عند الملوک طبعاً محبوب ومرغوب ہوتا ہے مگر حضرت صاحب کو اس سے انقباض ہوا۔ (۲) دوم بیت اللہ سے خاص اُنس ودلچسپی کہ اُس کے تلبس ظاہری کو بھی اتنے بڑے منصب جلیل پر ترجیح دی وللہ درمن قال ۔

و من دیدنی حب الدیار لاھلھا وللناس فیما یعشقون مذاھب

کمال عشق تواضع معالجہ نفس تربیت مریدین

اور یہ کمال عشق الٰہی سے ناشی ہے۔ (۳) سوم: تواضع کے باوجود اتنے بڑے

شیخ الوقت و مرجع الفضلاء والکملاء ہونے کے ایک بادشاہ کی طرف اپنی دینی احتیاج ظاہر فرمائی اور اپنے سے زائد اُن کو مقبول القول درگاہِ الٰہی میں سمجھا ورنہ مشائخ ایسے اُمور کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں اور اس میں ایک ایہام کا رفع بھی ہے کہ اظہار استغناء سے رائحہ ترفع کا تھا اس کا کیسا خوبی سے تدارک کیا ہے استغناء کا تواضع کے ساتھ مجتمع ہونا کمال عظیم ہے اور اس میں اپنے مرتبہ کے موافق مجاہدۂ نفس بھی ہے اور سالکین کی تربیت بھی ہے کہ اس طرح اپنی اصلاح کا اہتمام چاہئے۔(۴) چہارم رعایت ادب و اعتدال افعال و حفظ مراتب کہ امتثال امر نزلوا الناس منازلھم ہے کیونکہ حفظ شرع کے ساتھ حفظ عرف اخلاق جمیلہ سے ہے۔ حدیث میں ہے خالق الناس باخلاقھم البتہ تزاحم کے وقت عرف محض لاشئے ہے اور موسوم برسم جاہلیت ہے۔

حفظ مراتب و تعدیل افعال

(کمال 3): حاجی عبدالرحیم خادمِ خاص کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت صاحب کے پاس کہیں سے سیاہ نری کا جوتا ہدیۃً آیا آپ نے ان کو مرحمت فرما دیا اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا عطیہ ہم خدام کے لئے سرفرازی و برکت ہے مگر لوگ حضور کی خدمت میں اس غرض سے نذر پیش کرتے ہیں کہ حضور استعمال فرمائیں سو اگر چندے استعمال فرما کر مرحمت ہو جائے تو ہم لوگ بھی سرفراز ہو جائیں اور اُن لوگوں کی بھی خوشی ہو جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جا باؤ لے تو نہیں جانتا۔ اُنہوں نے دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی جب سے میں نے خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ دیکھا ہے سیاہ نری کا جوتا پہننے کی ہمت نہیں ہوتی کہ یہ رنگ اور میرا پاؤں اسی طرح جب سے روضۂ مطہرہ نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا کے پردے سبز رنگ دیکھے ہیں کمبخت کا جوتا نہیں پہنتا۔

کمال تعظیم الٰہی و توقیر نبوی

اللہ اکبر! ادب و عظمت الٰہی اور توقیر و حرمت نبوی کس درجہ آپ کے

قلب میں تھی حالانکہ فی نفسہ اُمر مباح ہے پھر غلافِ کعبہ کی سیاہی سرمئی ہے۔ اسی طرح استار روضہ آسمانی رنگ نہیں مگر صرف ادنیٰ تشابہ سے آپ کو اس رنگ کا استعمال پاؤں میں شاق گذرا۔

طرق العشق کلها آداب اَدّبوا النفس ایها الاصحاب

زائرینِ مشائخ نے عشق واَدب کے جامع کم دیکھے ہوں گے کیونکہ غلبہ عشق میں ادب کی اکثر حفاظت نہیں ہوتی مگر حضرت صاحب میں دونوں وصف علی سبیل الکمال مجتمع تھے کما قیل۔

برکفے جامِ شریعت برکفے سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

حُسنِ تعلیم

(کمال 4): خود اِرشاد فرماتے تھے کہ مجھ سے جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت میرا ایک جگہ نوکری کا تعلق ہے اگر اِرشاد ہو تو چھوڑ دوں میں نے جواب دیا کہ مولوی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ ابھی طبیعت میں تردّد ہے اور یہ دلیل ہے خامی کی اور ایسی حالت میں تعلق کا ترک کرنا موجب تشویش قلب ہوتا ہے جس وقت پورا توکل پیدا ہو جائے گا خود بخود طبیعت تعلقات سے ایسی نفور ہو گی کہ کسی کے منع کیے بھی آپ نہ مانیں گے۔

فائدہ: بعض مشائخ کی عادت ہے کہ ترکِ تعلقات کا دفعۃً اَمر فرماتے ہیں چونکہ طبیعت ابتداء سے تعلقات کی خوگر ہوتی ہے اور ابھی قلب میں کوئی کیفیت خاص راسخ پیدا ہوئی نہیں انجام اُس ترک کا اکثر فسادِ دین ہو جاتا ہے حضرت صاحب نے کیا خوب تعلیم فرمائی کیونکہ جب قلب میں قوت پیدا ہو جائے گی اُس وقت اگر قدرے تنگی اور مشقت بھی پیش آئے گی قلب اُس کا متحمل ہو گا اور کوئی ضرر نہ ہو گا۔ حقیقت میں طبیب ہونا بڑا مشکل ہے۔

تربیت طالبین

(کمال 5): کوئی مرید حضرت صاحب سے عرض کرتا کہ دُنیا چھوڑ دوں، ارشاد فرماتے کہ اگر دنیا حلال ہے خودمت چھوڑنا اللہ کا نام لئے جاؤ جب اس کا غلبہ ہوگا خود ہی چھُڑا دے گا۔

(ف) اس سے حضرت صاحب کی حُسنِ تربیت طالبین ثابت ہوتی ہے کہ قلب کو تشویش سے بچاتے تھے کیونکہ تشویش میں آدمی سے اللہ کا نام بھی نہیں لیا جاتا پس ظاہر میں تو ترک دنیا سے منع فرماتے تھے مگر واقع میں ترک دین سے بچاتے تھے سبحان اللہ کیسے دقیق النظر تھے۔

عمق علم

(کمال 6): مسموع ہوا کہ ایک بہت بڑے عالم جامع شریعت وطریقت نے حضرت صاحب سے مشورہ لیا کہ میرا اِرادہ ہے کہ ترک حیوانات کے ساتھ چلہ کروں حضرت صاحب نے فرمایا مولانا توبہ کیجئے یہ وسوسہ شیطانی ہے ترک حیوانات کو قرب الٰہی میں کیا دخل چونکہ مخاطب خود بھی عارف تھے معاً متنبہ ہوگئے اور توبہ کی (ف) اس سے حضرت صاحب کا عمق علم معلوم ہوتا ہے کہ سنت و بدعت میں کیسا امتیاز فرمالیا اور جو اَمر عرف مشائخ میں مستحسن و مقصود ہو رہا ہے اُس کی فساد خفی کو سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کا قلب ایسا سلیم بنایا تھا کہ حق و باطل کا ادراک بدلہۃً ہو جاتا تھا۔ بقول محققین یہ شان صدیقین کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

کمال علمی وشرح صدر

(کمال 7): مسموع ہوا کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب قدس اللہ سرہٗ نے جو آپ کے پیر بھائی بھی ہیں اور بڑے عجیب وغریب کمالات کے جامع تھے آپ سے فرمایا کہ اللہ جانے کیا بات ہے کئی روز سے میرا دل مرنے کو چاہتا ہے اور اِس قدر شدت سے

چاہتا ہے کہ اگر سکون نہ ہوا تو اندیشہ ہے کہ خودکشی نہ کرلوں چونکہ حدیث میں تمنائے موت کی ممانعت ہے اور جو کیفیت باطنی مخالف سنت کے ہو وہ مذموم و مردود ہے اس لئے مجھ کو تردّد ہے کہ یہ حالت بُری نہ ہو آپ نے فرمایا حضرت مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام ولایت عطاء فرمایا ہے کیونکہ موت کی ایسی تمنا علامات ولایت سے ہے۔ چنانچہ فرمایا :ان زعمتم انکم اولیاء لله من دو ن الناس فتمنو الموت ان کنتُم صادقین۔

فائدہ: حضرت صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں مطلق تمنائے موت سے ممانعت نہیں آئی بلکہ اُس میں قید کی تصریح ہے لِضُرٍّ نزل به یعنی کسی دنیوی تکلیف کے سبب تمنا ممنوع ہے کہ علامت ہے ضجر (ناگواری ۱۲) عن انقضاء الالٰهی کی جو تمنا بشوق لقائے حق ہو اُس کا محمود بلکہ علامتِ ولایت ہونا خود قرآن مجید میں منصوص ہے۔ اس سے بھی حضرت صاحب کا کمال علمی و شرح صدر بدرجۂ غایت ثابت ہوتا ہے باوجود یہ کہ حضرت صاحب کی تحصیل ظاہری کافیہ تک تھی کچھ حصہ مشکوٰۃ کا پڑھا تھا علم لدنی یہی ہے۔

ادب و عظمت الٰہی

(کمال 8): حاجی عبدالرحیم مذکور خادم خاص کا بیان ہے کہ میں نے مدت تک حضرت صاحب کی خدمت کی رات کو بھی دن کو بھی مگر کبھی پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا بلکہ پاؤں سمٹے رہتے تھے بہت روز تک تو اس طرف التفات بھی نہیں ہوا جب عرصۂ دراز تک شاذ و نادر بھی پاؤں پھیلے ہوئے نہ دیکھے تب خیال ہوا کہ غالباً یہ اَمر قصداً ہے آخر حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے بھلا اِس طرح سونے میں کیا نیند آتی ہوگی اور کیا آرام ملتا ہوگا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جا باولے تو آرام کو لئے پھرتا ہے تو نہیں جانتا کہ اپنے محبوب کے سامنے پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے۔

فائدہ: اللہ اکبر کمالات حقیقیہ یہ ہوتی ہیں اوّل ادب کس درجہ کا ہے جس کا منشاء عظمتِ الٰہی کا رگ و ریشہ میں سما کر طبیعت بن جاتا ہے پھر یہ کمال ایسا دقیق ہے

کہ شاید تمام عمر بھی کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کاملین کا حال پہچاننا بہت مشکل ہے کیونکہ اُس میں اس قدر لطافت ہوتی ہے کہ وہاں تک کسی کا ذہن بھی نہیں جاتا۔

انکشاف حقائق

(کمال 9): ایک بار حضرت صاحب یہ مضمون بیان فرمارہے تھے کہ بلاء بھی نعمت ہے اور حاضرین پر ایک خاص اثر تھا اُس اثناء میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا جس کا ایک ہاتھ گل رہا تھا اور سخت تکلیف تھی رومال گلے میں بندھا تھا اُس میں وہ ہاتھ ڈال رکھا تھا عرض کیا کہ حضرت سخت مصیبت میں گرفتار ہوں ایک سال ہوا کہ ایک شخص نے لڑائی میں دانت سے کاٹ لیا تھا اُس کا زہر پھیل گیا اللہ دُعا کیجئے کہ اس سے نجات ہو اُس وقت احقر کو وسوسہ ہوا کہ اس وقت حضرت صاحب کیا کریں گے اگر دُعا کی تو اس بیان کے موافق اُس دُعا کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نعمت کو زائل کردیجئے کیونکہ بلا بھی نعمت ہوتی ہے اور اگر دُعا نہ کی تو ایک اُمیدوار کا ناامید کرنا ہے اور پھر یہ کہ شیخ جامع کو درجۂ طالب پر نزول کرنا چاہئے نہ کہ اُس کو اپنے درجہ پر آنے کا مکلّف کرے غرض میں سخت حیرت میں تھا کہ حضرت صاحب نے فرمایا بھائیو اس کے لئے دُعا کرو اور ہاتھ اُٹھا کر پکار کر دُعا کی مضمون دُعا یہ تھا کہ یاالٰہی ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے مگر ہم اپنے ضعف سے اس نعمت کا تحمل نہیں کرسکتے اس لئے التجاء ہے کہ آپ اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرمادیجئے میں اس مضمون کو سُن کر دنگ رہ گیا کہ ان حضرت کو کون بتلاوے خود قلب میں سے امواج علوم ومعارف جوش زن ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس قصہ سے حضرت صاحب کا کمال عرفان اور جامعیت اور حل مشکلات وفتح مغلقات وکمال اتباع سنت وانکشاف حقائق کہ دُعا کو اختیار فرمایا اور اُس کا رضا بالقضاء اور بلا کو نعمت سمجھنے کی منافی نہ ہونا بھی بتلادیا ثابت ہوتا ہے حقیقت میں علمائے الفاظ بہت دیکھے مگر عالم معانی حضرت صاحب کو پایا۔

وسعت علم

(کمال ۱۰) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتے ہیں چنانچہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے مولانا رومی کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا محمد قاسم صاحب لسان عطاء ہوئے ہیں اور جو میرے قلب میں آتا ہے مولوی صاحب اُس کو بیان کر دیتے ہیں میں بعض اصطلاحات نہ جاننے سے اُس کو بیان نہیں کر سکتا۔

(ف) جس شخص نے مولانا مرحوم کی تقریر سُنی ہوگی یا تحریر دیکھی ہوگی وہ سمجھ سکتا ہے کہ جس معدن سے یہ علوم و اسرار آرہے ہیں اُس کی وسعت کس درجہ ہوگی چنانچہ کمال اوّل میں اُس کے متعلق خود مولانا مرحوم کا قول مذکور ہو چکا ہے۔

عمق علم

(کمال ۱۱): حضرت صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میرے پاس دو طالب علم آئے ایک کا دعویٰ تھا کہ **لا صلوٰۃ الا بحضور القلب** دوسرا اعتراض کرتا تھا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں **لا جهز جیشی و انا فی الصلوٰۃ** یعنی میں نماز میں لشکر کے تیاری کی فکر کیا کرتا ہوں یہ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز ناقص تھی باوجودیکہ اُس میں حضور قلب نہ ہوتا تھا کیونکہ تجہیز جیش ظاہر ہے کہ منافی حضور قلب ہے پس حضور قلب ضروریات کمال صلوٰۃ سے نہیں ہے وہ دوسرا اس کا شافی جواب نہ دے سکتا تھا۔ آخر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں محاکمہ کے لئے حاضر ہوئے آپ نے معاً ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تجہیز جیش خود منافی حضور قلب نہیں بلکہ عین حضور قلب ہے کیونکہ جس کو بادشاہ کی جانب سے کوئی خدمت و منصب مفوض ہو وہ جس وقت دربار میں حاضر ہوگا اُس کا کمال قرب یہی ہے کہ اپنی خدمات مفوضہ کو پیش کر کے اُس کے متعلق احکام شاہی حاصل کرے اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدمت خلافت من جانب اللہ سپرد تھی اور نماز کا وقت حاضری دربار کا وقت ہے اُس وقت یہی حضور و قرب ہے کہ

اِس باب میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے استخارہ واستشارہ کریں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجہیز کو کہ بالہام حق تھی اپنے وساوس وخطرات پر قیاس کرنا محض غلط ہے کہ یہ بُعد ہے اور وہ عین قُرب۔ دونوں متخاصمین کو پوری شفاء ہوگئی۔

فائدہ: سبحان اللہ کیا سلیس اور واضح طریق سے تعارض رفع فرمایا ہے۔ حقیقت میں علم رسمی محض لفظ پرستی ہے معانی رسی اور حقائق شناسی انہیں حضرات کا حصہ ہے۔

تواضع وغیرہ

(کمال 12): بروایت ثقہ مسموع ہوا کہ کسی شخص نے حضرت صاحب کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر کسی امیر سے کچھ رقم وصول کر لی کسی نے حضرت صاحب کو اطلاع دے کر مشورۃً عرض کیا کہ ایسے شخص کو تنبیہ ہونا چاہئے حضرت صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی مجھ سے دین کا تو کسی کو نفع نہیں ہوا اگر میرے ذریعہ سے یہ مردارِ دُنیا ہی کسی کو حاصل ہو جائے تو مجھ کو حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس میں بھی بخل اور اس سے بھی دریغ کروں۔ (اھ)

فائدہ: اللہ اکبر اس سے حضرت صاحب کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) غایت تواضع کہ باوجود اِس فیضِ باطنی عام وتام کے یہ گمان ہے کہ مجھ سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا۔ (۲) دوسرے دنیا کو نہایت درجہ حقیر سمجھنا کہ اس کارروائی کا کچھ انسداد نہیں فرمایا جیسے کوئی شخص کسی کے نام سے ایک سنگریزہ کسی سے مانگ لائے تو ہرگز بھی اس کو سُن کر اُس کے انسداد کی طرف التفات نہیں ہوتا۔

(۳) تیسرے حُب نفع رسانی کہ اُس شخص کے نفع روکنے کو گوارا نہیں فرمایا۔ حقیقت میں خیر الناس من ینفع الناس یعنی (انسانوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔ (۴) چوتھے غایت حلم اور درگذر کہ باوجود اس کے کہ ایسے اُمور سے بدنامی ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے ایسے موقع پر ضرور غصہ آ جاتا ہے مگر آپ نے مطلقاً تشدد نہیں فرمایا۔

سخاوت واستقلال

(کمال 13): حافظ عبدالرحیم صاحب تھانوی ثم الدیو بندی شاگرد و مرید خاص سے مسموع ہوا کہ مکہ معظمہ میں ابتداءً حضرت صاحب پر اکثر فاقوں کی نوبت آتی ایک بار کئی وقت کا فاقہ تھا آپ حرم میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک سیٹھ حاضر ہوا اور اُس نے بشرہ سے آپ کا حال دریافت کر کے آپ سے عرض کیا کہ مجھ کو اپنی لنگی جو آپ کے سامنے رکھی ہے عنایت فرما دیجئے آپ نے بلا تأمل اُٹھا کر حوالہ کی وہ وہاں سے غائب ہو گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر لنگی لپٹی ہوئی آپ کے روبرو رکھ کر چلا گیا آپ اپنے اوراد میں مشغول رہے اُس کی طرف کچھ التفات نہیں فرمایا جب اُٹھنے لگے تو لنگی اٹھائی تو کچھ وزنی معلوم ہوئی کھول کر دیکھا تو اُس میں دوسو ریال بندھے تھے (ایک ریال تقریباً ۱۰۲ عار کا ہوتا ہے) آپ نے اُس کو یہ سمجھ کہ یہ امانت کے طور پر میرے پاس رکھ گیا ہے بحفاظت تمام اُس کو بعینہ رکھ دیا دوسرے وقت جو وہ شخص ملا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میاں امانت اس طرح رکھا کرتے ہیں کہ مجھے اطلاع بھی نہیں کی۔ اگر میرے ذہول کی حالت میں کوئی اُٹھا لے جاتا تو مجھ کو کیسی شرمندگی ہوتی، اُس وقت اُس نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو آپ کے نذر ہے آپ صرف فرمایئے۔ آپ نے فی الفور سب صَرف کر ڈالے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال استقلال وثبات واستغناء وسیر چشمی و سخاوت ظاہر ہوتی ہے کہ اوّلاً ایسی تہی دستی کی حالت میں جو اُس شخص نے آپ کا کپڑا مانگا تو آپ کو اصلاً تامل نہیں ہوا فوراً حوالہ کیا **ینفقون فی السراء والضراء** کے یہی معنے ہیں۔ (۲) ثانیاً جب اُس نے وہ کپڑا واپس لا کر رکھا آپ کو وسوسہ وخطرہ نہیں ہوا کہ شاید یہ کچھ دے گیا ہو ورنہ اتنے قرائن کے جمع ہوتے ہوئے اور ایسی حاجت شدید میں بڑے بڑے مستقل مزاجوں کو احتمال کا مرتبہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ طمع کی جڑ ہی کٹ چکی تھی۔ (۳) ثالثاً جب ریال دیکھ لئے تب بھی اُس پر نظر

نہیں گئی کہ شاید یہ ہم کو دے گیا ہو ورنہ قرائن مقامیہ سے یہ اُمر قطعی تھا کیونکہ امانت رکھوانے کا اصلاً کوئی قرینہ نہ تھا مگر آپ کی نظر عالی تھی امانت ہی کا احتمال بلکہ یقین ہوا ایک آدھ وقت کا فاقہ اس میں بھی گذرا ہوگا۔ (۴) رابعاً جب معلوم ہوا کہ ہماری ملک ہے تو اُس کو ذخیرہ نہیں کیا اتنی بڑی رقم کہ چار سو (۴۰۰) روپیہ سے زائد ہوتی ہے ایسی تنگی کے وقت میں غنیمت سمجھی جاتی ہے لیکن جس قلب میں حُبِّ الٰہی رگ و ریشہ میں سمائی ہوئی ہو اُس میں حُب مال کی گنجائش کہاں۔

قوت یقین

(کمال ۱۴): بروایت مولوی منور علی صاحب مسموع ہوا کہ ایک شخص مخلصین میں سے انتقال کرنے لگے اُن کے پاس کچھ مال تھا جس میں اُن کو حق وصیت حاصل تھا اُنہوں نے حضرت صاحب کے معتمد خاص مولوی منور علی صاحب مرحوم دربھنگوی کو اپنا وصی بنایا کہ میرا مال مستحقین کو تقسیم کر دیں اُنہوں نے ایک فہرست مستحقین کی مرتب کی جس میں متوکلین کے نام لکھے اور مشورہ کی غرض سے حضرت صاحب کی خدمت میں اُس کو پیش کیا آپ نے بعض آدمیوں کے نام لئے جو اہل حاجت تھے مگر متوکل نہ تھے اور اِدھر اُدھر سے پھر پھرا کے اپنا کام نکال لیتے تھے اور دریافت فرمایا کہ ان لوگوں کے نام آپ نے کیوں نہیں لکھے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ تو دنیا داروں سے مل ملا کر اپنا کام چلا لیتے ہیں میں نے ایسے لوگوں کے نام لکھے ہیں جو کسی سے تعلق نہیں رکھتے آپ نے تبسم فرمایا اور بعنوان لطیفہ ارشاد فرمایا کہ واہ صاحب خوب سمجھے۔ میاں چیز دیا کرتے ہیں ایسے شخص کو جو اُس کی قدر کرے اور اُس کو ضرورت ہو یہ متوکلین جن کی آنکھ میں اِس کی کچھ قدر نہیں اور نیز اللہ تعالیٰ اُن کے کفیل ہیں اُن کو تو تم دیتے ہو اور جن بیچاروں کے لئے کفالت خاصہ بھی نہیں اور وہ اُس کے قدر داں بھی ہیں اُن کو محروم کرتے ہو اس حیثیتِ خاص سے وہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔

فائدہ: اس سے حضرت کا قوت یقین ثابت ہوتا ہے کہ متوکلین کے باب میں اصلاً خدشہ نہیں ہوا کہ خدا جانے پھر کب ملے گا اور رحمتِ عامہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حریصان دنیا کی بھی رعایت فرمائی اور اس میں نکتہ خفیہ یہ ہے کہ اُن کو سوال عن الناس سے عفیف اور محفوظ کرنا چاہا اور ظاہر ہے کہ کسی کو معصیت سے بچانا کس قدر فعلِ عظیم ہے جیسا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ایک شخص نے نادانستگی میں سارق و زانیہ اور غنی بخیل پر تصدق کر دیا اور بعد تحقیق متاسف ہوا اُس کو بشارت ہوئی کہ یہ ضائع نہیں ہوا شاید سارق وزانیہ اس مال کی وجہ سے اپنے معاصی سے بچ جائیں اور بخیل عبرت حاصل کر کے بخل چھوڑ دے۔

تحمل

(کمال ۱۵): حضرت صاحب کے پاس بکثرت سائل آتے اور کوئی محروم نہ جاتا آپ سب کو علی قدر مراتب عطاء فرماتے ایک بار احقر حاضر تھا کہ ایک سائل آیا آپ نے کچھ دے کر رخصت کیا چونکہ اُس وقت شاید کوئی مضمون دلچسپ بیان ہو رہا تھا بعض خدام نے تنگ دلی کے لہجہ میں عرض کیا کہ اس قدر کثرت سے یہ لوگ آتے ہیں اور موقع محل کچھ نہیں دیکھتے حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بھائی سائلوں سے تنگ نہ ہونا چاہئے تم کو خبر بھی ہے کہ یہ لوگ حمال ہیں تمہارے ذخیرہ اور مال کے آخرت کی طرف اگر یہ لوگ صدقات کو قبول نہ کریں تو بڑا حصہ خیرات کا آخرت میں پہنچنا محال ہو تو واقع میں یہ لوگ ہمارے محسن ہیں کہ ہمارا بوجھ اُٹھا اُٹھا کر وہاں پہنچا رہے ہیں۔ (اھ)

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں (۱) اوّل تحمل و برداشت ہجوم وایذاء سائلین کا۔ (۲) دوم: انکشاف حقیقت تصدق کی اور اس انکشاف کا ایسا غالب ہونا کہ علم سے متجاوز ہو کر حال بن گیا۔ (۳) سوم: اپنا احسان اُن پر نہ سمجھنا بلکہ اُن کا ممنون ہونا کہ سخاوت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

عفت واتباع شریعت

(کمال ۱۶): بروایت معتبرہ معلوم ہوا کہ بی امت اللہ رامپوری مرحومہ جو بوجہ معذورو نابینا ہو جانے حضرت پیرانی بی خیر النساء دامت برکاتہا کے حضرت صاحب کی خدمت میں رہ کر کھانے وغیرہ کا انتظام کرنے لگیں تھی چونکہ حضرت صاحب کو ضعفِ جسمانی بہت ہو گیا تھا اس لئے نشست و برخاست میں بھی تکلف ہونے لگا تھا کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت صاحب اُٹھنا چاہتے اور اُٹھا نہ جاتا تو بی اُمت اللہ مذکور الصدر بازو پکڑ کر سہارا لگانا چاہتیں تو حضرت نہایت نفرت وکراہت سے فرماتے کہ خبردار نا محرم کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ آخر اُنہوں نے ایک بار عرض کیا کہ حضرت حاجت تو اِس خدمت کی آپ کو یقینی اور ہاتھ لگانے سے آپ منع فرماتے ہیں، پھر نکاح ہی کر لیجئے تا کہ کوئی اَمر مانع نہ رہے آپ نے قبول فرما لیا اور نکاح ہو گیا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی غایت عفت ونہایت اتباع شریعت ثابت ہے باوجودیکہ حضرت صاحب غایت پیرانہ سالی سے غیر اُولی الاربۃ من الرجال میں یقیناً داخل تھے اور ایسی خدمت سے کوئی مانع شرعی نہ تھا مگر پھر بھی آپ نے عزیمت پر عمل فرمایا ان بی بی نے بعد وفات حضرت صاحب کے انتقال کیا۔ اللّٰھم اغفر لھا اللّٰھم ارحمھا۔

غلبہ محبت الٰہیہ

(کمال ۱۷): بارہا دیکھنے میں آیا کہ باہر دیوان میں تشریف لائے اور طبیعت نہایت مضمحل ہے حتیٰ کہ بولنے میں بھی تکلف ہوتا ہے سیدھا بیٹھا بھی نہیں جاتا اسی اثناء میں کوئی خادم کوئی کتاب تصوف کی بالخصوص مثنوی معنوی لے کر حاضر ہوا اور اجازت لے کر پڑھنا شروع کیا بس ایک، دو شعر پڑھنا تھا کہ تمام بدن میں تازگی اور قوت آگئی اور تکیہ چھوڑ کر سیدھے ہو بیٹھے اور اسرار وحقائق کا بآواز بلند اس طرح بیان فرمانا شروع کیا کہ گویا مطلقاً ضعف وتعب نہیں ہے اور ادھر بیان ختم ہوا کہ پھر ضعف محسوس ہوا

اور لیٹ کر بدن دبوانا شروع کیا۔ کبھی پانی یا شربت تسکین کے لئے نوش فرمایا۔

ف) منشاء اس کا غلبہ محبت الٰہی تھا کہ محرک سے اُس کو حرکت ہوتی اور ضعف کو مبدل بہ قوت روحانیہ کر دیتا یہ حالت گویا اس شعر کی مصداق ہے۔

ہر چند پیرو خستہ او بس ناتوان شدم　　ہر گہ نظر بروے تو کردم جوان شدم

متعدد کمالات

(کمال ۱۸): ایک مرتبہ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک بوڑھا شخص آیا اور آ کر رونے لگا۔ حضرت صاحب نے حال دریافت کیا کہنے لگا کہ حضرت میری بیوی مرتی ہے حضرت صاحب فرمانے لگے کہ اچھا ہے جیل خانہ سے چھوٹتی ہے اب تم بھی چھوٹ جاؤ گے ہم لوگوں کو اِس لطیفہ پر دل میں ہنسی آئی کہ آیا تھا اُس کی زندگی کی فکر میں خود اپنی موت کی بشارت لے چلا پھر حاضرین سے خطاب فرمانے لگے کہ دیکھو عجب بات ہے ایک مسلمان قید خانہ سے چھوٹتا ہے اس کو ناگوار ہے کہ کیوں چھوٹتا ہے بعد اس کے وہ کہنے لگا کہ حضرت وہ مجھ کو روٹی پکا کر دیتی تھی آپ نے فرمایا کیا وہ تمہارے ساتھ روٹی پکاتی ہوئی پیدا ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا کہ حضرت فلاں شخص نے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو مدینہ طیبہ لے چلوں گا وہ اب کچھ بے پروائی کرتا ہے آپ کی جبینِ مبارک پر بل پڑ گیا۔ اور نفرت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ بس ایسی شرک کی باتیں مت کرو۔

فائدہ: اس حکایت سے حضرت صاحب کے چند کمالات ثابت ہوئے:

(۱) ایک دنیا کی حقیقت کا حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا سجن المؤمن پورا انکشاف (۲) دوسرے موت کو مایۂ مسرت سمجھنا کہ علامات ولایت سے ہے۔ (۳) تیسرے کمال توکل کہ اُس شخص کی نظر سے بیوی کی خدمت کا سبب راحت ہونا کس سہل عنوان سے نکالا۔ (۴) چوتھے کمال توحید کہ اس وعدہ کرنے والے پر بالاستقلال نظر کرنے سے کیسی نفرت دلائی اور آپ کے قلب پر اس کا کس قدر بار ہوا کہ اُس کو شرک سے تعبیر فرمایا۔

حُسنِ خلق و تواضع

(کمال ۱۹): بعض دفعہ آنے جانے والوں کے ہجوم سے بالخصوص ایام حج میں حضرت صاحب کو بہت زحمت ہوتی لیکن کبھی صراحۃً تو کیا اشارۃً و دلالۃً بھی انقباض ظاہر نہیں فرمایا ایک مرتبہ بالکل قیلولہ کا وقت آ گیا اور حاضرین مجلس سے نہ اُٹھے ایک خادم کو ناگوار ہوا اور اشارہ سے حاضرین کو اُٹھانا چاہا آپ نے فراست سے دریافت فرمالیا کہ ایسا ارادہ ہے آپ نے فرمایا خبردار کسی کو کچھ مت کہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت پھر آپ کو تکلیف جو ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو کچھ تکلیف نہیں اور اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو کیا ہوا طالبانِ حق کے لئے اُس کو برداشت کرنا چاہئے اور میرے پاس رکھا کیا ہے کوئی دنیا کی دولت تو ہے نہیں محض حُسنِ ظن سے میرے پاس آتے ہیں سو میں خواہ اچھا نہ ہوں مگر ان لوگوں کے اچھے ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کی طلب میں قدم اُٹھا کر مجھ تک آتے ہیں اس لئے میں تو ان کے قدموں کی زیارت کو موجبِ نجات سمجھتا ہوں۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا حُسنِ خلق و تحمل جفاءِ خلق اور کمال تواضع ظاہر و باہر ہے اور آیت **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم** پر پورا عمل ہے۔

رفق و نرم خوئی

(کمال ۲۰): حضرت صاحب میں نرم خوئی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جس اَمر کے دونوں شق مباح ہوں اور حضرت صاحب کی رائے ایک شق کی طرف استحکام کے ساتھ قائم ہو جائے اور کوئی شخص مشورۃً عرض کرے کہ حضرت یوں مناسب نہیں فی الفور ارشاد فرماتے کہ اچھا جیسی مرضی ہو بلکہ بعض اوقات دوسرے وقت اپنی رائے کی مصلحتیں بھی بیان فرماتے اور کوئی عرض کرتا کہ پھر حضرت اسی طرح کرلیا جائے تو فرماتے نہیں ہمارے دوستوں کی مرضی نہیں ہے جانے دو۔

(ف) حدیثوں میں رفق کی بڑی فضیلت آئی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ صفت حضرت صاحب میں ایسی عطاء فرمائی تھی کہ فطری معلوم ہوتی تھی۔

توقیر کبراء

(کمال ۲۱): حضرت صاحب ارشاد فرمانے لگے کہ میں تین شخصوں سے خدمت لینا پسند نہیں کرتا۔ (۱) عالم اور (۲) سید اور (۳) بوڑھا (اھ)۔

فائدہ: علماء اور آل رسول کا معظم ہونا ظاہر ہے اور بوڑھوں کی نسبت حدیث میں ہے من لم یوقر کبیرنا اور ان اللّٰہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم پس ان لوگوں کی توقیر عین مطلوب شریعت ہے۔

کمال احتیاط وادب

(کمال ۲۲): حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک بار میرے پاس ایک قادری ایک چشتی محاکمہ کے لئے آئے قادری تو کہتا تھا کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ خواجہ معین الدین چشتی سے بڑا درجہ ہے اور دلیل میں بیان کرتا تھا کہ جب حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا قدمی علی رقاب کل اولیاء اللّٰہ تو حضرت خواجہ صاحب نے کشف سے مطلع ہو کر سر جھکا دیا اور فرمایا بل علٰی راسی و عینی اور چشتی کہتا تھا کہ خواجہ صاحب کا بڑا رُتبہ ہے غرض یوں ہی تو تو میں میں کر رہے تھے اور یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ ایک کے کلام سے حضرت غوث کی تنقیص نکلتی تھی دوسرے کی گفتگو سے حضرت خواجہ صاحب کی۔ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگوں کو زیبا نہیں بزرگوں میں ایک کو دوسرے پر رائے سے ترجیح دینا ایک کو بڑھانا دوسرے کو گھٹانا اس میں اولیاء اللہ کی بے ادبی اور گستاخی ہو جاتی ہے جو بہت بُری بات ہے۔ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کون بڑا اور کون چھوٹا ہے ہم کو چاہئے سب سے عقیدت رکھنا البتہ یہ طبعی بات ہے کہ باپ کے ساتھ بہ نسبت چچا کے محبت زیادہ ہوتی ہے لیکن چچا کی اگر تنقیص کریں تو خود باپ کو بھی ناگوار ہوتا ہے۔ پس چشتیوں کے خواجہ صاحب تو باپ ہیں اور حضرت غوث چچا اور قادریوں کے حضرت غوث صاحب باپ ہیں اور خواجہ صاحب چچا سو زیادتی محبت میں تو ہر شخص معذور ہے مگر تفضیل میں نزاع فضول و

سوء ادب ہے۔ رہا استدلال ارشاد **وقدمی** الخ سے سو یہ تو دلیل تفضیل نہیں ہے اگر یہ قصہ تسلیم کر لیا جائے تو ممکن ہے کہ اُس وقت حضرت غوث صاحب مقام عروج میں ہوں اور حضرت خواجہ صاحب مقام نزول میں اور متفق علیہ ہے کہ نزول افضل ہے عروج سے سو اس سے تو عکس کا بھی احتمال ہے اور یہ صرف مستدل کا جواب ہے ورنہ ہم یہ بھی نہیں کہتے اس فیصلہ کو سُن کر دونوں راضی اور ساکت ہو گئے۔

فائدہ: **لا تقف ما لیس لک به علم** پر پورا عمل یہی ہے کہ غیر یقینیات میں جزم نہ کیا جائے اس سے حضرت صاحب کی پوری احتیاط وتورع اور بزرگوں کی شان میں ادب ظاہر ہے اور تحقیق اس مسئلہ کی کہ **زیادة فی المحبة مستلزم زیادة فی العقیدة** کو نہیں کیسی سہولت سے فرما دی جس سے بہت سے اشکالات خصوصاً بعض اکابر کو تفضیلی سمجھنے کا کس خوبی سے رفع ہو گئے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ اکثر اہل سلاسل کے مباحثات اِس باب میں منجر بسوی ادب وحرکتِ لایعنی ہے اسی نکتہ کی وجہ سے حضرت صاحب ہر شخص کو سب سلاسل میں داخلِ بیعت کر لیتے تھے تا کہ کسی سلسلہ کی تنقیص کا موقع نہ رہے۔

ادب واحتیاط وحقائق شناسی

(کمال ۲۳): ایک شخص نے ایک بہت بڑے عالم باعمل کی نسبت جو وفات فرما چکے تھے آ کر خواب عرض کیا کہ میں نے اُن کو بالکل برہنہ دیکھا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار ہمیشہ یاد رکھو ایسا خواب مجمع میں بیان نہیں کیا کرتے، خدا جانے حاضرین کا ذہن کہاں کہاں گیا ہوگا یہ خواب بہت اچھا ہے اور معنی برہنگی کے یہ ہیں کہ وہ مرحوم دنیا سے محض بے تعلق تھے اسی طرح ایک خادم نے احقر سے بیان کیا کہ کسی نے حضرت صاحب سے یہ خواب بیان کیا کہ گویا وہ شخص مسجد میں قضائے حاجت کر رہا ہے آپ نے فی الفور فرمایا کہ غالباً تم کوئی وظیفہ حصولِ دنیا کے لئے مسجد میں پڑھتے ہو چنانچہ ایسا ہی تھا۔ (اھ)

فائدہ: اوّل قصہ سے حضرت صاحب کا کمال ادب واحتیاط ثابت ہے کہ آپ نے اس کا اہتمام فرمایا کہ کسی کو کسی کے ساتھ گمان بد کے وسوسہ کی نوبت بھی نہ آئے اور دونوں خوابوں سے آپ کی حقائق شناسی اور فراستِ صحیحہ کہ تعبیر خواب اُس کا ایک شعبہ ہے ظاہر ہے کہ معانی خاصہ کے حقائق پر اطلاع ہونے سے فوراً ذہن آپ کا اُن کی صُور مناسبہ کی طرف منتقل ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنانا خلافِ ادب ہے البتہ دُعا مسنون ہے۔

عمق علم واعتدال نظر

(کمال ۲۴): حضرت صاحب نے احقر کو ایک تعویذ بتلایا اُس میں جملہ اجب یا جبرائیل تھا حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بھائی میں نے اس کو بدل دیا ہے اور جبرائیل سے پہلے لفظ "رب" بڑھادیا ہے تا کہ مشابہت شرک کی نہ رہے (اھ)

(ف) حقیقت میں عمق علم اور اعتدال نظر اس کو کہتے ہیں کہ نہ اس قدر تشدد کہ بالکل اس کو سرے ہی سے اُڑادیا جائے اور نہ اس قدر توسع کہ اس کو بہ ہیئت کذائیہ موہمہ شرک باقی رکھا جائے کیسی مناسب اصلاح فرمادی بعینہ ایسا ہی واقعہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک یہودی نے بعض مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تقولون والكعبة یعنی تم قسم میں والكعبة کہتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ورب الكعبة کہا کرو (رواہ النسائی) اور علاوہ اعتدال نظر اور عمق علم کے اس سے حضرت صاحب کا کمال اتباع سنت بھی ثابت ہوا اور اگر امعان نظر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتدالِ نظر وسلامتِ فطرت انسان کو اتباع سنت پر مضطر کرتی ہے۔

معرفت دقیقہ

(کمال ۲۵): بروایتِ ثقہ مسموع ہوا کہ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ طلب جاہ عند الخلق تو سب کے نزدیک مذموم ہے مگر محققین کے نزدیک طلب جاہ عند الخالق بھی پسندیدہ نہیں کیونکہ اس میں بھی ایک گونہ نسبت ہے

رفعت کی اپنی طرف کہ اپنی ایسی شان سمجھتا ہے کہ وجیہ عند اللہ ہو سکے عبدیت کے یہ بھی خلاف ہے عبدیت تذلل اور پستی ہے۔ (اھ)

فائدہ: اللہ اکبر آپ نے کس قدر گہری بات فرمائی کہ زاہدانِ خشک کے ذہن کو وہاں تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی اور اس سے کوئی شبہ نہ کرے کہ بندگانِ خاص کے باب میں وجیہ عند اللہ وارد ہوا ہے اصل یہ ہے کہ حصولِ جاہ اور چیز ہے اور طلبِ جاہ اور چیز ہے مقصود حضرت صاحب کا یہ ہے کہ اپنے کو مستحقِ رفعت کا نہ سمجھے کہ سالک کے حق میں رہزنِ عظیم ہے تواضع و شکستگی کے مقام میں رہے اس کی برکت سے حسبِ وعدہ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ خود ہی رفعت و وجاہت حاصل ہو جائے گی اگر اب بھی کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اُس کو اس شعر سے تسلی کر لینا چاہئے۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید وَالسلام

ترکِ دُنیا و حُسنِ ارشاد

(کمال ۲۶): حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کے متعلق کچھ اوقاف ہیں جن کی آمدنی کثیر ہے اُس کے متولی کا انتقال ہو گیا تھا اور بعض مشائخ نے اُس کو حضرت صاحب کیلئے اس لئے تجویز کیا کہ خود متولی بھی اپنے مصارف اُس سے بطریق مباح لے سکتا ہے اور حضرت صاحب کے پاس کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے تو اُس سے اطمینان کی صورت ہو جائے گی اور حضرت صاحب میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ حضرت صاحب اُن کی اولاد میں ہیں اور حضرت صاحب کو وہاں رہنے کی ضرورت بھی نہ تھی کوئی نائب کام کرتا اور احکام یہاں سے پہنچتے رہے۔ غرض یہ تجویز کر کے حضرت صاحب سے عرض کیا گیا آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا کہ اولاد میں ہونے کی خصوصیت سے جو میرے لئے تولیت تجویز کی گئی ہے تو حضرت سلطان نے تو سلطنت بلخ پر لات ماردی تھی اگر میں اِس دنیا کو اختیار کروں تو اُن کی اولادِ خلف کب رہا اور اس خدمت کیلئے خلف ہونا ضرور ہے اور اگر خلف بننا چاہوں تو اُن کا اقتداء کرنا ضرور ہے۔ (اھ)

فائدہ: اِس سے حضرت صاحب کا بغض للدنیا و حسن تفہیم جوایک شعبہ ہے ارشاد کا بخوبی واضح ہے۔ (ترک دنیا وحسن ارشاد ۱۲)

توحید و توکل و معرفت

(کمال ۲۷): ایک شخص شریف صاحب کا مصاحب خاص حضرت صاحب سے کچھ کدورت رکھتا تھا اور احتمال قوی تھا کہ کچھ نمامی کر کے حضرت صاحب کو کسی قسم کا ضرر پہنچائے اور اس لئے سب خدام کو اُس سے اندیشہ عظیم رہتا تھا ایک بار وہ شخص حضرت صاحب کی مجلسِ مبارک میں خدا جانے کس اتفاق سے آ گیا اُس وقت حاضرین کو یہ خیال تھا کہ یہ موقع ملاطفت سے باتیں کرنے کا ہے مگر حضرت صاحب نے نہایت آزادی اور استغناء کے ساتھ اُس سے گفتگو فرمائی اور میں نے بچشم خود دیکھا کہ اُس شخص پر ایسی ہیبت طاری تھی کہ تملق و خوشامد کی باتیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حضرت ہم تو آپ کے غلام ہیں اُس گفتگو کے اثناء میں حضرت صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو کہ میں صرف خالق سے ڈرتا ہوں کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا اور اگر مخلوق میں کسی قدر کسی سے ڈرتا ہوں تو اپنے نفس سے ڈرتا ہوں کہ اُس کا ضرر حقیقی ضرر ہے اور کوئی مخلوق ضرر نہیں پہنچا سکتی اور غالباً اُسی مجلس میں یا اور مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شریف یا اور کوئی حاکم میرا کیا کر سکتے ہیں بہت سے بہت اتنا کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مجھ کو جلا وطن کر دیں سو یاد رکھو کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں گا میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے اور حقیقت مکہ کی فلاں مقام ہے اس ظاہری مکہ اور مدینہ پر کچھ موقوف نہیں یہاں تک تو حضرت صاحب کو جوش تھا پھر سنبھل کر ارشاد فرمایا کہ البتہ جو لوگ جامع ہیں وہ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں اور ظاہری مکہ اور مدینہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔

فائدہ: اس قصہ سے حضرت صاحب کا کمال توحید و توکل کہ لا یخشون احداً الا اللّٰہ اُس کے لوازم سے ہے ثابت ہوتا ہے اور نیز کمال معرفت مکائد

عدوے نفس کی ثابت ہوتی ہے اور واقع میں بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ بجز نفس یا اُس کے دوست یکجان دو پوست یعنی شیطان کے جو مخلوق ضرر پہنچاتی ہے مثلاً مال تلف کر دیا جان تلف کر دی وہ واقع میں ضرر نہیں بلکہ باعتبار مآل کے عین منفعت ہے اور نفس و شیطان جو ضرر پہنچاتے ہیں وہ دینی ضرر اور نقصانِ واقعی ہے اور ان میں بھی چونکہ فاعل قریب نفس ہی ہے اس لئے آپ نے شیطان کے مقابلہ میں بھی نفس ہی کی عداوت کو معتد بہ سمجھا اور نیز اس سے حضرت صاحب کا محقق اور جامع ہونا ظاہر ہوتا ہے کہ اَوّلاً حقائق مکہ اور مدینہ کے بیان فرمائے اور اشارہ فرمادیا کہ مقصود بالتحصیل وہ حقائق ہیں حتیٰ کہ اگر ظاہراً کوئی شخص مکہ و مدینہ میں رہے لیکن اصلاح باطن کی نہ کریں تو اُس کا وہاں رہنا ہیچ ہے جیسا حدیث میں ہے: **المجاھد من جاھد نفسہ والمھاجر من ھاجر ما نھی اللہ عنہ و رسولہ** اور پھر بوجہ جامعیت کے اس تحقیق کے بعد اس ظاہری صورت مکہ و مدینہ کا بیکار نہ ہونا بھی ظاہر فرمادیا تاکہ ملاحدہ کی طرح کوئی شخص ابطال شرائع کا نہ کر سکے۔

معرفت کید خفی نفس

(کمال ۲۸) حضرت صاحب نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ بعض درویش اُمراء کی (جو کہ اُن کے پاس آتے ہیں) بہت تحقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم امیر دنیادار کی کیوں تعظیم کریں اور اس کو استغناء سمجھتے ہیں اور یہ سخت غلطی ہے یہ استغناء نہیں ہے بلکہ تکبر ہے کیونکہ وہ شخص تمہارے پاس امیر اور دنیادار ہو کر نہیں آیا بلکہ جب اللہ کے واسطے آیا تو دیندار طالبِ حق ہو گیا اور بزرگوں کا قول ہے **نعم الامیر علٰی باب الفقیر** اور **بئس الفقیر علٰی باب الأمیر**۔ تو جب وہ فقیر کے دروازے پر آیا تو نرا امیر نہ رہا بلکہ **نعم الامیر** ہو گیا تو اُس کی مدارت و تکریم کرنا اُس کے امیر ہونے سے نہیں ہے بلکہ **نعم الامیر** اور طالبِ حق ہونے سے ہے۔ (اھ)

فائدہ: سبحان اللہ عوام کے مکائد نفس کو تو ہر سالک سمجھ لیتا ہے مگر سالکوں کے

مکائدِ خفیہ کو سمجھنا یہ کام بڑے عارف کامل کا ہے اکثر درویش آج کل اس بلا میں مبتلا ہیں اور واقعی حضرت صاحب کے ارشاد کے بعد اُن کی غلطی یقینی معلوم ہوتی ہے اور اس سے حضرت صاحب کا خلوص اور قوت نسبت مع اللہ و کمال محبت الٰہی ثابت ہے کہ اُمراء کی مدارات میں کیسی اچھی نیت تھی اور حق تعالیٰ کے ساتھ جو اُن کو ایک گونہ نسبت طلب کی ہوگئی اس کے وجہ سے کیونکر اُن کو موردِ عنایت سمجھا واقعی کمالِ محبت کے یہی آثار ہیں کہ محبوب کا منتسب بھی محبوب ہو جاتا ہے اور نیز کمال تواضع بھی اس سے ظاہر ہے کہ گو یہ اَمر ظاہر اُشان و وضع درویشی کے خلاف ہے مگر آپ نے حفظ وضع وشان ہی کو ضروری نہیں سمجھا۔ (اخلاص ومحبت الٰہی وتواضع ۱۲)

حُسنِ تعلیم وقوت فیضان

(کمال ۲۹): بروایت ثقہ معلوم ہوا کہ ایک شخص پیرزادوں میں سے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر وہ پابندِ تقلیدِ مجتہدین نہ تھے حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ آپ خاندانِ مشائخ سے ہیں حزب البحر آپ کی خاندانی چیز ہے اور بڑی برکت کی ہے اگر اس کو ذکر اللہ سمجھ کر پڑھ لیا کریں تو بہت خوب ہے اُنہوں نے عرض کیا کہ وہ تو بدعت ہے حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تو جا بجا آیات کے ٹکڑے اور احادیث کی دُعائیں ہیں اور دوسرے کلمات بھی خلاف شرع نہیں ہیں وہ کہنے لگے کہ ایک تو اس میں جا بجا اشارات ہیں کہ یہاں اُنگلی بند کرے یہاں کھولے یہ محض مخترع ہے دوسرے جو کلمات علاوہ آیات و احادیث کی ہیں آخر سنت سے زائد ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اچھا اُن اشارات اور ان کلمات کو حذف کر کے بقیہ کو بلا اشارات پڑھ لیا کرو اُنہوں نے قبول کیا چند ہی روز پڑھا تھا کہ اُن کا وہ تشدد اور انکار اور غلو بالکل جاتا رہا اور طبیعت میں ایک گونہ اعتدال و انصاف پیدا ہوگیا جو شخص حج کو آتا وہ صاحب اُس کو ترغیب دیتے کہ دیکھو حضرت صاحب کی زیارت سے ضرور مشرف ہونا۔ (حُسن تعلیم ۱۲)

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی حُسن تعلیم وخوبی تربیت ظاہر ہے کہ اُن صاحب کے ساتھ کچھ ردوکد نہیں کی جس قدر میں اُنہوں نے موافقت کی اُسی پر اکتفاء فرمایا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُنہوں نے آپ کے فرمانے سے اُس کا پڑھنا شروع کر دیا اور بزرگوں کی اجازت کی اور ارشاد کی برکت سے کسی چیز کے پڑھنے سے جو تاثیر و برکت ہوا کرتی ہے وہ صاحب اُس سے محروم نہ رہے ورنہ وہ قیود کے ساتھ اُس کو ہرگز نہ پڑھتے اور نہ اُن برکات سے منتفع ہوتے نیز اس سے کمال شفقت بھی ثابت ہے کہ اُن کو نفع پہنچانے کے لئے اُن پر اصرار نہیں کیا کہ آپ کے ساتھ موافقت کریں بلکہ خود اُن کے ساتھ موافقت کرلی، نیز اس سے آپ کا فیضان اور قوت تصرف بھی ثابت ہے کہ چند روز میں اُن کی اصلاح ہونے لگی۔

تطییب قلب

(کمال ۳۰): بروایت ثقہ معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کے ایک منتسب نے عرض کیا کہ میں نے چلہ کیا تھا جس میں سوا لاکھ بار اسم ذات ہر روز پڑھتا تھا مگر کچھ نفع نہیں ہوا شاید حضرت صاحب مجھ سے ناراض ہیں ورنہ ضرور نفع ہوتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا تو سوا لاکھ بار روزانہ اسم ذات کیسے پڑھ سکتے تھے (اھ)۔

فائدہ: حضرت صاحب نے اس میں اُن کے قلب کو کس خوبی سے تسلی فرمادی اور ضمن میں ایک مسئلہ بھی بتلا دیا کہ بدون رضاء شیخ کے مرید کو توفیق ذکر وعبادت کی نہیں ہوتی۔ (تحقیق ۱۲)

بے عنایات حق و خاصانِ حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

تحقیق وحُسنِ تربیت

(کمال ۳۱): جو شخص عرض کرتا کہ حضرت ذکر سے کچھ نفع نہیں ہوتا آپ ارشاد فرماتے بندۂ خدا کیا ذکر خود نفع نہیں ہے اللہ کا نام لیتے ہو کیا یہ تھوڑی بات ہے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی شان تحقیق اور نیز حسن تربیت ظاہر ہے

تحقیق تو یہ کہ بتلا دیا کہ ذکر خود مقصود ہے اور اُس کو حقیر سمجھنا بڑی غلطی ہے۔

گفت آن اللہ تو لبیک ماست دین نیاز و سوز و دردت پیکِ ماست

اور تربیت یہ کہ تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حالات اور کیفیات کو مقصود سمجھنے سے ساری عمر تشویش میں گذر جاتی ہے اور ذکر سے کچھ نفع نہیں ہوتا اور خود ذکر کو مقصود سمجھنے سے یکسوئی میسر ہوتی ہے جس سے حالات و واردات سب کچھ بتدریج نصیب ہو جاتے ہیں اور مقصودیت ذکر میں حضرت صاحب اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

یابم اور ایا نہ یابم جستجوئے می کنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

مراعات اصحاب

(کمال ۴۲) :ایک روز ظہر کے بعد یہ احقر رباط سے جس میں مقیم تھا اور حضرت صاحب کے دولت خانہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے) نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت صاحب رباط کی طرف تنہا تشریف لا رہے ہیں میں نے دوڑ کر استقبال کیا اور وجہ تکلیف فرمانے کی دریافت کی، ارشاد فرمایا کہ بھائی تم لوگ اللہ کے واسطے ہر روز میرے پاس آنے کی تکلیف اُٹھاتے ہو کیا مجھ کو ایک بار بھی تم لوگوں کے پاس قصد کر کے نہ آنا چاہئے مجھ کو حضرت صاحب کی وسعت اخلاق سے کمال تاثر ہوا غرض رباط میں تشریف لا کر نیچے کے درجہ میں بیٹھ گئے اور سب اُوپر کے درجوں کے لوگ اُتر اُتر کر حضرت صاحب کے پاس جمع ہو گئے میں اپنے دل میں یہی سمجھتا تھا کہ بس یہاں ہی سے دولت خانہ واپس تشریف لے جائیں گے لیکن تھوڑی دیر میں اُٹھ کر زینہ کی طرف چلے اور اُوپر کے درجہ میں پہنچے میں نے عرض بھی کیا کہ کیا ضرور تکلیف فرمائی جائے۔ارشاد فرمایا کہ بھائی سب ہی کا حق ہے غرض یہ کہ اُس کے سب درجوں میں جو کہ پانچ یا چھ تھے تشریف لے گئے اور بوجہ کمال ضعف جسمانی کے نہایت تعب ہوا لیکن محض سب کی دلداری کی غرض سے اُس کا تحمل فرمایا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال وسعت اخلاق و اہتمام ادائے

حقوق و قیقہ و مکافات کا اعلیٰ درجہ کہ آنے جانے تک میں اس کا لحاظ فرمایا خصوص خادموں کے ساتھ جس درجہ ثابت ہے ظاہر ہے اور یہ عین سنت ہے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے گھروں پر محض ملنے کے لئے تشریف لے جانا احادیث میں بکثرت وارد ہے اور اتباع سنت کا بے تکلف ہونے لگنا یہ اعلیٰ درجہ کی درویشی ہے ورنہ اکثر منسوبین اہلے الکمال میں ایک قسم کی خودداری وترفع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو قلب کے لئے سخت مضر وتباہ کن ہے۔

طبعی شدن ترجیح دین پر دُنیا

(کمال ۴۳): میرے گھر کے لوگوں نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت صاحب ایک مریدنی کو کوئی کپڑا اتبرکاً دینے لگے حاضرین میں سے ایک بی بی نے عرض کیا کہ حضرت فلاں عورت کو بھی جو کہ آپ کے خاندان میں ہے کوئی تبرک بھجوا دیجئے آخر وہ بھی تو آپ کی اولاد ہے آپ نے نہایت ترش ہو کر فرمایا کہ کیا اولاد و اولاد لئے پھرتی ہو میرے کوئی اولاد نہیں میری اولاد وہی ہے جو اللہ کی طالب ہے۔

فائدہ: دین کو دنیا پر ترجیح دینا جیسا کچھ اس حکایت سے ثابت ہے ظاہر ہے۔

تحقیق و تعلیم

(کمال ۴۴): ارشاد فرماتے تھے کہ جو شیخ خود مجاہدہ نہیں کرتا اُس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

(ف) حقیقت میں کیسی سچی تحقیق ہے تجربہ ومشاہدہ اس کا شاہد صدق ہے اور اس میں تعلیم ہے شیوخ و ناصحین کو کہ جس کا دوسروں کو اُمر کریں اوّل خود اُس کے عامل بنیں بلکہ اکثر اوقات عامل کی محض صحبت بلا تعلیم سے وہ برکت ہوتی ہے جو غیر عامل کی تعلیم میں بھی نہیں ہوتی اور چونکہ حضرت صاحب کی تعلیم کا بابرکت ہونا ظاہر و باہر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب باوجود اس کمال باطنی و اضمحلال جسمانی کے مجاہدۂ شدیدہ فرماتے تھے کمال پر پہنچ کر عمل میں کمی نہ کرنا عین اتباع سنت

ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک وَرم کر جاتے تھے صحابہ نے جو پوچھا کہ آپ کو باوجود عطائے خلعت لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کے اس کی کیا حاجت ہے حضور نے ارشاد فرمایا افلا اکون عبدا شکورا اور قطع نظر اس استدلال کے کہ حضرت صاحب کا کمال مجاہدہ ویسے بھی مشاہدہ میں آتا تھا اب یہ حال ہے کہ کمال تو درکنار ذرا قلب میں کسی کامل کی صحبت سے یا ذکر سے حرارت پیدا ہوئی اور اپنے کو کامل سمجھ کر تعطل و بطالت و آرام طلبی پر کمر باندھی نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا و الشیاطین۔

تحقیق عجیب

(کمال ۳۵): ارشاد فرماتے تھے ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید یعنے شیخ کی ریاء مرید کی اخلاص سے بہتر ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ حضرت صاحب کی مجلس میں کیسے کیسے فوائد جلیلہ وتحقیقاتِ عالیہ کان میں پڑتے تھے۔ اب یہی بات جو حضرت صاحب نے ارشاد فرمائی کیسی عجیب اور مفید ہے شرح اس کلام کی یہ ہے کہ شیخ اگر کوئی عمل اسی قصد سے کرے کہ مریدین دیکھیں اور تقلید کریں اور سمجھیں کہ جب یہ کامل ہو کر اتنی عبادت کرتا ہے تو ہم تو ناقص ہیں ہم کو بدرجۂ اَولیٰ کرنا ضرور ہے تو یہ گو صورت ریاء کی ہے اسی لیے ریاء مجازاً کہہ دیا لیکن چونکہ واقع میں یہ ریاء نہیں بلکہ تعلیمِ فعلی ہے جیسا احادیث میں بکثرت وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ نے نماز و وضو ادا کر کے فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے کیا ہے کہ تم اقتداء کرو ہم نے اس لئے کیا ہے تا کہ تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل دکھلائیں اور نفع اس کا متعدی ہے لہٰذا مرید کے عمل مخفی سے جو کہ معناً اور صورۃً خلوص کے ساتھ موصوف ہے افضل ہے کیونکہ اُس کا نفع لازمی ہے اور اِس ارشاد میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیخ کامل کا کوئی فعل ظاہر میں اگر موہم ریاء وغیرہ ہو تو بدگمان نہ ہو اُس میں کوئی حکمت و مصلحت ہوگی۔

تحقیق عبادت شدن افعال مباحہ کاملین

(کمال ۳۶): ایک بزرگ (ابہام راوی کا ہے باوجود معلوم ہونے کے اتفاقی طور پر بھی واقع ہوا ہے ۱۲) سے سنا گیا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں بیٹھا تھا تھوڑی دیر کے بعد میں نے عرض کیا کہ اب میں جاتا ہوں آپ کی عبادت میں حرج ہوتا ہے ارشاد فرمایا کہ میاں دوستوں سے باتیں کرنا کیا عبادت نہیں اسی کے مناسب احقر کو ایک بار واقعہ پیش آیا کہ میں بالکل خلوت کے وقت حضرت صاحب کی حضور میں چلا گیا اور معذرۃً عرض کیا کہ یہ وقت حضرت کی خلوت کا ہے مجھ کو حاضر نہ ہونا چاہئے تھا مگر شدت اشتیاق میں چلا آیا، ارشاد فرمایا خلوت از اغیار نہ از یار اور فرمایا کہ بھائی طالبان حق کا اپنے پاس بیٹھنا مخل خلوت نہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ کیا جامعیت کی شان تھی اور مختصر ارشادات میں کیسا ضروری مسئلہ بتلا دیا کہ کاملین کے افعال مباحہ بھی چونکہ مبنی ہوتے ہیں صدق نیت وخلوص طویت پر لہٰذا حسب ارشاد انما الاعمال بالنیات سب عبادت ہے پس کاملین کو مباحات میں مشغول دیکھ کر ناقصین کو نہ چاہئے کہ اُن کو اپنے اُوپر یا اپنے کو اُن پر قیاس کریں۔

کارِ پاکان راقیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے مباح باتیں قصوں کی حکایتوں کی سُنا کرتے اور تبسم فرمایا کرتے۔

فائدہ: اور نیز خلوت کا مقصود بالذات نہ ہونا ظاہر فرمادیا کہ مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے مگر چونکہ مبتدی کو بدوں خلوت وہ میسر نہیں ہوتی اسی طرح ناجنس کی صحبت سے اُس میں نقصان آجاتا ہے اس لئے خلوت اختیار کی جاتی ہے پس وہ مقصود بالعرض ٹھہری سواگر طالب حق آبیٹھے اور اُس کے ساتھ یہی تذکرہ ہو تو جو خلوت کا مقصود تھا وہ اس جلوت میں بلکہ بعض اوقات اُس سے بھی زیادہ حاصل ہے اور اس ارشاد سے تطبیق ہوگئی۔ احادیث نھی عن العزلۃ اور اذن عزلت میں اور اکابر کے فعل پر شبہ مخالفت

حدیث کا بھی نہ رہا اور خود بھی یہ مضمون گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔ **الجلیس الصالح خیر من الوحدة والوحدة خیر من جلیس السوء۔**

تفسیر لطیف

(کمال ۳۷): ایک بار اہل علم سے خطاب فرمایا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے **ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** ۔حالانکہ سب مخلوقات عبادت میں مشغول ہیں پھر ان دو کی کیا تخصیص ہے جب کسی سے کوئی شافی جواب نہ بن پڑا تو اِرشاد فرمایا کہ عبادت کے معنی عبد شدن کے ہیں اور عبد غلام کو کہتے ہیں اور غلام کی یہ شان ہوتی ہے کہ اُس کی خدمت معین نہیں ہوتی ایک وقت اُس سے قلمدان اور بستہ اُٹھواتے ہیں ایک وقت پائخانہ اُٹھواتے ہیں بخلاف اجیر ونوکر کے کہ اکثر اُس کی خدمت معین ہوتی ہے پس اور مخلوقات کی عبادت تو معین ہے کسی کو تسبیح میں مشغول کر دیا ہے کسی کو قیام میں کسی کو سجود میں علیٰ ہذا القیاس پس اُن کی شان تو اجیر کی سی ہے بخلاف جن وانس کے کہ ان کی عبادت کے ہزاروں طریقے ہیں ایک وقت ان کے لئے نماز پڑھنا عبادت ہے دوسرے وقت جب تقاضائے حاجت بشری ہو اور بدوں اُس کی قضا کے نماز میں پریشان رہنے کا احتمال ہو پائخانہ میں جا کر قضائے حاجت کرنا عبادت ہے ایک وقت سونا عبادت ہے پس ان کی شان غلام کی سی ہے اس لئے لیعبدون میں ان کی تخصیص فرمائی۔

فائدہ: اب تک کتابیں بھی تھوڑی بہت دیکھنے میں آئیں، علماء کی بھی صحبت نصیب ہوئی مگر یہ عجیب وغریب تحقیق اور تحقیق تو کیا یہ سوال بھی کبھی سمع اور قلب تک نہیں گرا علم لدنی کی یہ شان ہے اور پھر لطف یہ کہ سوال بھی نہایت قریب جواب بھی بہت سہل اور لطیف اور نہ قواعدِ شرعیہ کے خلاف نہ قواعدِ عربیہ کے خلاف بلکہ عرف و عادت کے بھی مطابق اور یہی مطابقات ہیں کہ جن کی بدولت سلف کی تفاسیر خلف کی تفاسیر پر راجح وفائق ہیں اور علاوہ خوبی تفسیر کے اِس میں اُس مسئلہ کی تفصیل ہے جو

اس سے اُوپر کی حکایت میں مجملاً مذکور تھا اور اس میں اُس سے عموم بھی ہے کیونکہ وہ خاص تھا کاملین کے ساتھ اور یہ عام ہے جمیع ثقلین کو لیکن اُس کا خصوص اُن اُمور کے اعتبار سے ہے جو بالفعل مامور بہ نہیں ہیں اور اس کا عموم اُمور مامور بہا کے اعتبار سے ہے گو مامور بہ بالغیر ہوں پس تعارض نہیں رہا۔

تنبیہ عدم غرور بہ ہجوم عوام طالبان دُنیا

(کمال ۳۸): ایک بار ارشاد فرمایا کہ جس درویش کی طرف بہ نسبت طالبان دین کے طالبانِ دنیا کا زیادہ ہجوم ہو معلوم ہوتا ہے کہ خود اُس میں ابھی شعبہ دنیا کا موجود ہے اس لئے ایسے لوگوں کا اُس کی طرف زیادہ میلان ہے کیونکہ الجنس یمیل الی الجنس پھر بطور تحدث بالنعمۃ کے ارشاد فرمایا کہ بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہمارے یہاں تو زیادہ تعداد غرباء اور مساکین اور صلحاء اور طالب علموں کی ہے دنیا کے بڑے آدمی ہمارے یہاں کم ہیں۔

فائدہ: اس میں حضرت صاحب نے شیخ کامل کی ایک علامت بتلا دی کہ اہل دین و طالبانِ حق کا اُس کی طرف زیادہ میلان و رجحان ہو یہ ایسا اُمر ہے جس کی حاجت ہر طالبِ راہِ حق و جویائے مرشد کو واقع ہوتی ہے آج کل اکثر عوام اس کے عکس کو علامت کمال کی سمجھتے ہیں کہ فلاں درویش کی طرف بڑے بڑے اُمراء اور عہدہ دار رجوع ہیں معلوم ہوتا ہے بڑا کامل ہے کہ ایسے ایسے لوگ مسخر ہیں اللہ تعالیٰ غلطی فہم سے محفوظ رکھے اور تحدث بالنعمۃ کا عبادت ہونا خود قرآن مجید سے ثابت ہے اور اگر کسی کو اس میں دعوے کا وسوسہ ہو تو وہ کمال نمبر ۳۶ کو مکرر دیکھ لے۔ مع ف ک۔

بگذر از ظن خطا اے بد گمان ان بعض الظن اثمٌ رانجوان

تحقیق برکات مقامات متبرکہ

(کمال ۳۹): ایک بار احقر بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کے واسطے چلا گیا اس لئے حاضری خدمت میں قدرے دیر ہوگئی حضرت صاحب پوچھنے

لگے میں نے وجہ عرض کردی ارشاد فرمایا بہت اچھا کیا ان مقامات پر ہو آجائے۔ بزرگاں بجائے بزرگاں ان جگہوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔
(تحقیق برکات مقامات متبرکہ۱۲)

فائدہ: کیسے کام کی بات بتلائی اسی لئے بہت بزرگوں نے اپنے بزرگوں کی جگہ بیٹھ کر مجاہدہ وریاضت کی ہے اور بڑے بڑے نفع پائے ہیں چنانچہ میں نے اپنے ایک بزرگ سے سُنا کہ جب حضرت صاحب تھانہ بھون سے حج کوتشریف لے گئے تو حضرت صاحب کے ایک پیر بھائی فرماتے تھے کہ مجھ کو حضرت صاحب کی جگہ بیٹھنے سے بہت نفع محسوس ہوتا تھا۔

رعایت مقتضیٰ دین

(کمال ۴۰): حضرت صاحب کی خدمت میں جو کوئی ہدیہ لاتا تو ارشاد فرماتے کہ ہدیہ شاید محبت ہے اگر اُس مجلس میں کوئی ایسا خادم حاضر ہوتا جو اس خدمت سے محروم ہوتا تو فرماتے لیکن جب محبت کمال کو پہنچ جاتی ہے خود ہی اُس کا ظہور ہونے لگتا ہے پھر شاہد کی حاجت نہیں رہتی۔

فائدہ: سبحان اللہ کیا جامع اقوال اور سلیم طبیعت اور معتدل اخلاق حق تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے کہ اگر ہدیہ پیش کرنے والے کے حق میں کچھ نہ فرماتے اس کی ثناء جو حدیث میں مامور بہ ہے صریح الفاظ میں کیسے ظاہر ہوتی اور فرمانے میں احتمال ہدیہ پیش نہ کرنے والے کی دل شکنی کا تھا آپ نے دونوں اُمر کی کیسی خوبی اور سلاست سے رعایت فرمائی ہے اور اہلِ ذوق و بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے اقوال جامعہ استعداد علمی یا مذاق شاعری کی قوت سے خارج ہیں اس کے لئے سلامتِ فطرت ونورانیت قلب کی حاجت ہے آپ کے ایسے لطیف کمالات کو دیکھ کر بے اختیار یوں کہنے کو جی چاہتا ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتان ورزیدہ ام　　بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اخلاص وتواضع

(کمال ۴۱): حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میری نیت لوگوں کو بیعت کرنے میں صرف یہ ہے کہ بیعت ایک قسم کا مصافحہ ہے جس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا ہے سو قیامت کے روز دونوں پیر ومرید میں سے جو شخص زور آور ہوگا وہ دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھینچ لے جائے گا اور ظاہر ہے کہ بروئے حدیث سبقت رحمتی علٰی غضبی زور آور وہ ہی ہوگا جو مرحوم ہو پس مرحوم اپنے ساتھ مغضوب کو رحمت کی طرف لے جائے گا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کے چند کمالات ثابت ہیں اوّل اخلاص کہ بیعت میں کیسی اچھی نیت تھی۔ (دوم) تواضع کہ اپنے کو مرید پر ترجیح نہیں دی بلکہ اس کا احتمال بھی برابر درجہ میں پیش نظر تھا کہ شاید اُس کی وجہ سے ہماری مغفرت ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب کے یہاں مریدوں کی بڑی قدر و منزلت تھی کیونکہ ظاہر ہے جس شخص پر کسی کو یہ احتمال ہو کہ یہ ہمارے لئے وسیلۂ نجات ہو جائے گا تو بالطبع والاضطرار اُس کی قدر کرے گا۔ (سوم) عمق علمی کہ حدیث موصوف سے کیسی دقیق بات استنباط فرمائی چنانچہ اہل علم اس کی قدر سمجھ سکتے ہیں۔

کمال شفقت وکمال خشیت ازحق

(کمال ۴۲): حافظ عبدالرحیم صاحب تھانوی شاگرد و مرید خاص حضرت صاحب کا ارشاد نقل فرماتے تھے کہ میں بیعت سے اس لئے انکار نہیں کرتا ہوں کہ کہیں یہ شخص کسی مبتدع کے پنجہ میں گرفتار نہ ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ مجھ سے مواخذہ فرمائیں کہ تمہارے پاس آیا تھا تم نے کیوں رد کیا جس سے یہ ایسی جگہ پھنسا۔

فائدہ: اس سے علاوہ اخلاص کے کمال شفقت بندگانِ خدا کے حال اور کمال خشیت حق تعالیٰ سے ثابت ہے۔

ادب اکابر

(کمال ۴۳): ایک بار حضرت صاحب فرمانے لگے کہ حضرت سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تعویذ منقول ہے جو تمام حاجات کے لئے مفید ہے وہ یہ ہے خداوندا اگر منظور داری حاجتش رابرآری اس کو لکھ کر دے دیا جائے اُس وقت حضرت صاحب کی خدمت میں ایک مولوی صاحب جو زمرۂ خدام میں بھی ہیں حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ حضرت پہلا فقرہ تو بالکل موزوں مصرع ہے اگر دوسرے فقرے کو یوں بدل جائے۔

بفضلت حاجت او را برآری

تو وہ بھی مصرعہ بن کر پورا شعر ہو جائے۔ حضرت صاحب فرمانے لگے ہاں بھائی تم شاعر ہو تم یوں ہی کر لو ہم کو تو جس طرح بزرگوں سے پہنچا ہے اُس کو نہیں بدلتے۔ (اھ) مولوی صاحب سُن کر شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کو اپنے مشائخ اور بزرگوں کا بہت ہی ادب تھا کہ اُن کے کلام میں اتنے تبدل و تغیر کو بھی گوارا نہیں فرمایا اور حضرت صاحب کا یہ فرمانا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو تم یوں ہی کر لو یہ ایک رد لطیف ہے کہ منشاء اس رائے کا کوئی مصلحت محمودہ نہیں ہے محض فن شاعری ہے جو محض غیر معتد بہ ہے اور حضرت صاحب کی یہی عادت تھی کہ کبھی کسی پر بشکل اعتراض یا خشونت کے ساتھ رد نہیں فرماتے تھے اور نہ حضرت کے مزاج میں تغیر پیدا ہوتا تھا جیسے آج کل مجادلین کی عادت ہے بلکہ نہایت لطافت و متانت سے اُس کے منشاء غلطی پر متنبہ فرما دیتے تھے جس میں اُس کو ناگوار بھی نہ ہو نہ اُس کی ذلت ہو اور حق اُس کو واضح ہو جائے۔ جدال بالتی ھی احسن یہی ہے اور نیز دلیل ہے کمال استقامت کی۔

استغناء وقوت توکل

(کمال ۴۴): ایک بار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے

کسی نے ہندوستان سے کچھ روپیہ ایک دکان کے ذریعہ سے مکہ معظمہ بھیجا اُس دکان دار نے حضرت صاحب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ کے لئے کچھ روپیہ ہندوستان سے آیا ہے کسی خادم کو بھیج کر دکان سے منگوا لیجئے حضرت صاحب نے نہایت استغناء سے جواب دیا کہ میں نے نہ ہندوستان سے روپیہ منگوایا ہے نہ دکان سے منگواؤں گا جس اللہ تعالیٰ نے ہندوستان سے مکہ معظمہ پہنچادیا ہے وہ دکان سے میرے پاس بھی پہنچادیں گے یہاں سے کوئی روپیہ لینے نہ آئے گا وہ شخص یہ سُن کر نہایت منفعل ہوا اور فوراً روپیہ حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال استغناء قوت توکل ثابت ہے جیسا ظاہر ہے۔

ورع وعلو ہمت

(کمال ۴۵): جب نواب محمود علی خان صاحب رئیس چھتاری جن کا باخیر و باہمت ہونا مشہور ہے اور حضرت صاحب سے کمال عقیدت رکھتے تھے ہندوستان میں بعض مہمات ریاست کے انتظام کے لئے آئے تھے تو اپنا کچھ روپیہ مکہ معظمہ میں حضرت صاحب کے برادر زادے حافظ احمد حسین صاحب مرحوم امین الحجاج کے پاس امانت رکھ آئے تھے نواب صاحب نے ہندوستان سے ایک عریضہ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ میرا روپیہ آپ ہی کا ہے میری عین خوشی ہے کہ ضرورت کے وقت اُس میں سے جس قدر چاہیں صرف فرمالیں حضرت صاحب نے جواب ارشاد فرمایا کہ ہم لوگوں کا یہ طریقہ نہیں ہے اگر کوئی اپنے ہاتھ سے ایک پیسہ بھی پیش کرے سر آنکھوں سے قبول ہے اور امانت میں سے صرف کرنا گو بالاذن ہو پسند نہیں۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال ورع وعلو ہمت ظاہر ہے کیونکہ ایسے اذن مبہم میں ممکن ہے کہ ماذون بہ کی مقدار مزعوم محل تصرف کی مقدار سے کم ہو تو اُس میں شائبہ عدم اذن کا باقی ہے حدیث دع ما یریبک الی مالا یریبک میں ایسے ہی مواقع میں احتیاط کرنے کا اَمر ہے اور ایسے اذن پر عمل کرنے سے نفس میں ایک قسم کا

اسراف بھی پیدا ہوسکتا ہے جو علو ہمت کے خلاف ہے حدیث میں قبول اموال کی یہ شرط بھی فرمائی گئی ہے کہ اُس میں اشراف اور نگرانی نہ ہو سبحان اللہ سنت نبویہ مقبولانِ حق کی طبیعت بن جاتی ہے ان دقائق اتباع سنت تک اہل ظاہر کی نظر بھی نہیں جا سکتی۔

تطییب قلب و تعلیم تواضع

(کمال ۴۶) حضرت صاحب خود قصہ بیان فرماتے تھے کہ میں ایک رباط میں رہا کرتا تھا ایک شخص آیا اور ہر خلوہ میں ہر درویش کو ایک ایک دوانّی تقسیم کرنے لگا جب میری خلوہ کی طرف آیا تو یہاں سب سامان نفیس اور مکلّف دیکھا (کیونکہ حضرت صاحب کے مزاج میں لطافت و نفاست نہایت درجہ تھی اور بہت صاف اور ستھرے رہتے تھے) یہ دیکھ کر چپکے واپس ہونے لگا میں نے پکارا کہ بھائی کیوں آئے تھے اور کیوں چلے اُس نے دَبی زبان سے سب قصہ بیان کیا اور کہا کہ آپ کی خدمت میں اس حالت میں دوانّی پیش کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہوئی حضرت صاحب نے فرمایا کہ بھائی کیا میں اس گروہ سے خارج ہوں میں ضرور اپنا حصہ لوں گا اور یہ کہہ کر اُس سے دوانّی لے لی۔

فائدہ: اہل ظاہر کو حیرت ہوگی کہ پہلے دو قصوں میں کس درجہ استغناء ظاہر ہوتا ہے اور اس قصہ میں اسی طرح قصہ آئندہ میں بھی جو اَبھی مذکور ہوگا ظاہراً نہایت درجہ کی حرص کا شبہ ہوتا ہے اصل یہ ہے کہ اکابر کے کمالات کو عوام کیا بعض خواص بھی نہیں سمجھ سکتے بجز اُس کے جس کو وہ حضرات خود ہی عنایت کر کے کلیاً یا جزئیاً سمجھا دیں اس قصہ میں اسی طرح قصۂ آئندہ میں طلب فرمانا براہِ حرص نہ تھا اَوّل تو یہ پیسے تھے کہ چیز جس کی حرص ہوتی دوسرے جو شخص ہزاروں پر نظر نہ کرے عقل کب تجویز کر سکتی ہے کہ وہ پیسوں پر گرے بات یہ ہے کہ اس قصہ میں اُس شخص کے حجاب و انفعال کو رفع کرنا اور اُس کے دل کا خوش کرنا اور اُس کے انقباض کو مبدل بہ انبساط فرمانا تھا جو اعلیٰ درجہ کا کرم اور حُسن خلق ہے نیز اس میں تعلیم تواضع بھی ہے کیونکہ اکثر مشائخ ایسے ہدایا کے قبول کرنے کو موجب کسر شان سمجھتے ہیں چہ جائے کہ خود طلب

کرنا، رہا ایسے سوال کا جواز سو خود حدیث میں قصہ وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالہیثم رضی اللہ عنہ صحابی گھر کے از خود رونق افروز ہوئے اور وہاں طعام وتمر نوش فرمایا حالانکہ بلا دعوت کسی کے گھر جانے کی ممانعت آئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جہاں یقین ہو کہ اس سے زیادہ مسرور ہو گا وہاں یہ ممانعت نہیں۔

حکمت عشق مجاورت حرم

(کمال ۴۷): جناب مولوی محمد منیر صاحب نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ ایک بار مکہ معظمہ میں کسی شخص نے کوئی مقدار کثیر روپیہ کی بغیر تقسیم مستحقین وہاں کے کسی ذی منصب کے پاس بھیجی حضرت صاحب نے اُن کے پاس آدمی بھیجا کہ ہمارا حصہ دیجئے چنانچہ شاید چار (۴) پیسے حصہ میں آئے پھر حضرت صاحب فرمانے لگے کہ بھلا تم گمان کر سکتے ہو کہ میں ان پیسوں کا بھوکا ہوں لیکن مصلحت اس میں یہ ہے کہ یہاں جس شخص کو رفعت کی حالت میں دیکھتے ہیں اُس سے حسد کرنے لگتے ہیں اور مجھ کو یہاں قیام منظور ہے اس لئے اپنی حاجت مندی اور پستی شان ظاہر کرتا ہوں تا کہ کوئی حسد نہ کرے۔

فائدہ: اس قصہ میں شبہ حرص کا خود حضرت صاحب کی تقریر سے مرتفع ہے اور اس مصلحت کی رعایت سے علاوہ کمال حکمت کی حضرت صاحب کا کمال تعشق مجاورت مکہ معظمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کی بدولت یہ کلفتیں طبیعت کے خلاف برداشت کرنا پڑیں حقیقت میں عشاق کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔

برنداز برائے دلی بارہا　　خورند از برائے گلی خارہا

کمال علمی وشان جوامع الکلم

(کمال ۴۸): ایک بار ارشاد فرمایا کہ جو شخص طالب دنیا ہو وہ طالب دُنیا بن جائے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دنیا طلب سے حاصل نہیں ہوتی ہے جس کو دنیا کا حاصل کرنا مقصود ہو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اُس کو ترک کردے پس اُس کو حاصل ہونے لگے گی مقصود حضرت صاحب کا یہ ہے کہ حلاوت وطمانینت سے حصول مخصوص

ہے تارکین کے ساتھ اس سے حضرت صاحب کا کمال علمی ظاہر ہے کہ کیسے بڑے مضمون کو کیسے مختصر الفاظ میں پھر سلاست کے ساتھ جمع فرمادیا جوامع الکلم کی شان یہی ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام سے بطور میراث روحانی کے اہل اللہ کو پہنچتی ہے، حدیث میں یہ مضمون جابجا آیا ہے اور اُس کا مشاہدہ بھی ہو رہا ہے۔

کمال عمق علم

(کمال ۴۹): ارشاد فرمایا کہ اتفاق باہمی کی اصل تواضع ہے جن لوگوں میں تواضع ہوگی باہم اتفاق رہے گا۔

فائدہ: سبحان اللہ کیسی قدر و قیمت کی بات ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو علم سیاست مدن میں حکماء مہارت کے مدعی ہیں لیکن اس علم کے اُصول حقیقیہ بھی اُن ہی حضرات پر منکشف ہوتے ہیں جن کے قلوب مرآۃ حقائق ہوگئے ہیں۔ چنانچہ آج کل قریب قریب ہر شخص اور ہر قوم اتفاق قومی کی ترغیب اور تاکید کررہے ہیں لیکن ہم نے آج تک کسی عاقل کسی فلسفی سے اس کے پیدا کرنے کا طریقہ نہیں سُنا حضرت صاحب کے ارشاد کے بعد واقعات میں غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ نا اتفاقی کا اصل منشا تکبر ہے ہر شخص مال یا جاہ میں اپنے کو بڑا بنانا چاہتا ہے چونکہ علاج ہر شے کا اُس کے سبب کا ازالہ ہے جب تک تکبر کا ازالہ نہ ہو اور تواضع اختیار نہ کی جائے ہرگز نا اتفاقی کی جگہ اتفاق پیدا نہیں ہوسکتا اور اگر سب متواضع ہوں زید اپنے کو عمرو سے کم سمجھے عمرو اپنے کو زید سے کم سمجھے ہرگز ممکن نہیں کہ اُن میں تزاحم ہو اس سے بھی حضرت صاحب کا کمال عمق علم وانکشاف حقائق ظاہر ہے۔

شان عاشقی

(کمال ۵۰): ایک واسطے سے حضرت صاحب کے ایک خادم کی روایت پہنچی کہ ایک زمانہ میں کہ حضرت صاحب علیل تھے ایک بار خلوت میں سے میں نے قہقہہ کی آواز سُنی تعجب ہوا کہ تنہائی میں کس بات پر ہنسی آئی مزاج خوش پا کر دوسرے وقت

دریافت کیا فرمانے لگے کہ اُس وقت مرض میں ایسی لذت آئی کہ بے اختیار ہنسی آ گئی۔
فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی شان عاشقی ظاہر ہے کہ بلاء سے متلذذ ہوتے تھے۔

عفو و حلم

(کمال ۵۱): حضرت صاحب کے اجل الخلفاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام فیضہم بیان فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کے فلاں عزیز جو رشتہ قرابت کے بھائی ہوتے تھے نہایت تندخو اور تلخ مزاج تھے اور حضرت صاحب سے دو بدو گستاخانہ و مخاصمانہ گفتگو کرتے تھے غرض حضرت صاحب کو ایذاء پہنچانے میں بے باک تھے ایک بار جس زمانہ میں کہ مظفرنگر میں جناب مولوی نصر اللہ خان صاحب (کہ درویش اجازت یافتہ وذی علم بھی تھے) ڈپٹی کلکٹر تھے وہی عزیز مذکور کسی سرکاری سپاہی سے کسی بات پر اُلجھ گئے اور اُس کے ساتھ سختی سے پیش آئے اُس نے شکایت کر دی ڈپٹی صاحب نے طلب کر کے حوالات میں کر دیا اور مقدمہ کی تاریخ مقرر کر دی یہ خبر حضرت صاحب کو تھانہ بھون میں پہنچی حضرت صاحب فی الفور سوار ہو کر مظفرنگر تشریف لے گئے اور ڈپٹی صاحب کے مہمان ہوئے ڈپٹی صاحب بڑی تعظیم سے پیش آئے اور اپنے ایک پیر بھائی کو حضرت صاحب کی خدمت کے لئے متعین فرمایا: غرض فرصت کے وقت میں حضرت صاحب نے اُس عزیز کی سفارش فرمائی ڈپٹی صاحب کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ آپ ایسے مفسد و موذی کی سفارش کرتے ہیں آپ رہنے دیجئے یہ بدون سزا کے نہ مانے گا آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ چلنے کی تیاری کرو ڈپٹی صاحب نے قیام پر اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں تو خاص اسی کام کے واسطے آیا تھا جب آپ نے اُس کو منظور نہ فرمایا ہمارا ٹھہرنا بے کار ہے، ڈپٹی صاحب آخر عاجز ہوئے اور کہا کہ بہت اچھا میں وعدہ کرتا ہوں ضرور رہا کر دوں گا اور رہا تو ابھی کر دیتا لیکن اس میں شبہ ہو گا اس لئے ایک ہفتہ کے بعد چھوڑ دوں گا آپ اطمینان فرمائیں جب حضرت صاحب راضی ہوئے سب میں چرچا تھا کہ دیکھو آ کر پھر

حضرت ہی کو ایذاء دے گا مگر آپ کو اصلاً اس کا خیال نہ تھا۔

فائدہ: اس حکایت سے حضرت صاحب کا عفو و حلم و فراخ حوصلگی جو کچھ معلوم ہوتی ہے ظاہر ہے۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام کہ بادوستانت خلاف ست و جنگ

علم و حکمت

(کمال ۵۲): حضرت مولانا ممدوح الذکر کا نیز بیان ہے کہ حضرت صاحب ارشاد فرماتے تھے کہ حجر اسود کی خاصیت معنوی مثل کسوٹی کے ہے جس طرح کسوٹی پر رگڑنے سے چاندی سونے کا کھرا کھوٹا ہونا ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح حجر اسود کے استلام اور مس سے جو طینت اصلیہ ہوتی ہے منکشف ہو جاتی ہے اگر طینت میں خبث تھا تو وہ کھل جاتا ہے اور اگر پاکی تھی وہ کھل جاتی ہے۔

فائدہ: اکثر عقلاء کو اس میں حیران ہوتے دیکھا ہے کہ بعضے آدمی حج کر کے کیوں خراب ہو جاتے ہیں باوجود یہ کہ حج مکفر ذنوب ہے حضرت صاحب کی اس تحقیق سے اس اشکال کے حل میں کیسی تشفی ہوتی ہے سبحان اللہ علم و حکمت اور فلسفۂ حقیقیہ اس کا نام ہے۔

تقویٰ و ورع

(کمال ۵۳): بارہا دیکھا گیا ہے کہ اگر حضرت صاحب کی مجلس میں کسی کی شکایت کی جاتی تو بعض دفعہ تو فرماتے کہ نہیں وہ شخص ایسا ہرگز نہیں بعض دفعہ اُس کے قول و فعل کی تاویل حُسن فرما دیتے بعض دفعہ یہ فرماتے کہ یہاں ایسے تذکرے مت کیا کرو اور اگر وہ شخص واقعی قابل شکایت کے ہی ہوا تب بھی گو اُس کو رَد نہ فرماتے مگر اُس کو گوارا بھی نہ فرماتے فوراً ہی دوسرے مضمون کی طرف کلام کو منتقل فرما دیتے چنانچہ ایک بار کسی ظالم حاکم کی ایک شخص نے شکایت شروع کی آپ نے فوراً ہی ارشاد فرمایا

کہ آج کل تجلیات قہریہ کا زیادہ ظہور ہے اور دیر تک اس توحیدی مضمون کی تحقیق فرماتے رہے اور اُس تذکرہ ابتدائی کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا تقویٰ وورع ظاہر ہے۔

حُب خمول و کتمان حال وقوت انس باللہ

(کمال ۵۴): حضرت صاحب نے ایک بار ایک مضمون کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بخدا میں دل سے چاہتا ہوں کہ کوئی میرا معتقد نہ ہو بلکہ مجھ کو سب بددین سمجھ کر چھوڑ دیں اور کوئی مجھ کو نہ پوچھے، لوگوں کے اعتقاد وتعظیم نے میری اوقات خراب کر دی۔

فائدہ: حدیثوں میں جا بجا حُب خمول کی فضیلت اور حُب شہرت کی آفت آئی ہے موافقت سنت کا طبعی ہو جانا غایت درجہ کا کمال ہے اور نیز اس حکایت سے حضرت صاحب کے اُنس باللہ کی قوت ثابت ہے کیونکہ اُنس باللہ کے لوازم میں سے ہے وحشة عن الخلق گو افادۂ خلق کے لئے اختلاط کو گوارا کیا جاتا ہے۔

شان تواضع

(کمال ۵۵): بارہا ارشاد فرمایا کرتے کہ میرے پاس بجز نامرادی کے کچھ نہیں اور ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے مختلف جگہ مختلف دکانیں رکھوادی ہیں مسائل علماء کے پاس ہیں تعویذ وغیرہ حاجی محمد عابد صاحب کے پاس ہیں (اُس وقت کسی نے غالباً حضرت صاحب سے تعویذ مانگا تھا اور حاجی صاحب موصوف اُس وقت مکہ معظمہ میں موجود تھے) جس چیز کی کسی کو ضرورت ہو وہاں جا کر لے اور جس کو نامرادی لینا ہو میرے پاس آئے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی شان تواضع ظاہر ہے اور اہل فہم کے لئے اشارہ ہے کہ حضرت صاحب کی صحبت اور اتباع سے عشق الٰہی میں ترقی ہوتی تھی کیونکہ حضرات صوفیاء کرام عاشق کو بایں معنٰی نامراد کہتے ہیں کہ جس مقام پر پہنچتا ہے قناعت ہوتی نہیں آگے کا طالب ہوتا ہے پس جو حاصل ہوا اُس کا طالب نہیں رہا اور جس کا طالب ہے وہ اس وقت حاصل نہیں یہ مقصود ہے نامرادی سے فافہم اور نیز نامرادی میں

تعلیم ہے اس کی کہ طالب طلب کو نہ چھوڑے اگر چہ مراد حاصل نہ ہو اور یہ ایک شرط عظیم ہے طریق سلوک کی اس مضمون کی تائید میں حضرت اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم
یابم اور ایا نہ یابم جستجوئے میکنم

تحقیق مسئلہ استعداد

(کمال ۵۶): جو کوئی حضرت صاحب سے عرض کرتا کہ مجھ کو حضرت کی تعلیم اور توجہ کی برکت سے یہ فائدہ ہوا ارشاد فرماتے کہ بھائی تمہارا حُسن ظن ہے ورنہ فقیر تو کسی قابل نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے گمان نیک کی برکت سے فائدہ پہنچا دیتے ہیں اور نسبت میری طرف کرا دیتے ہیں گاہے یوں فرماتے کہ میں اپنے پاس سے کچھ نہیں دیتا بلکہ وہ دولت تم خود لے کر آتے ہو اُس میں سے کچھ دے دیتا ہوں جیسے کوئی شخص فرستادہ سر پر خوان رکھ کر کسی کے پاس کوئی چیز لائے اور جس کے پاس لایا ہے وہ اُسی خوان میں سے تھوڑا سا اُس لانے والے کو دے دے مگر تم یوں ہی سمجھو کہ میں دیتا ہوں۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال تواضع اور کرم کہ مرید و پیر اپنا احسان نہ سمجھتے تھے ظاہر ہے اور اس میں ایک مسئلہ کی بھی تحقیق فرما دی کہ قوت و استعداد خود طالب کے اندر ہوتی ہے مگر مرتبہ فعلیت میں اُس کا ظہور نہیں ہوتا، شیخ کا کام اُس کا ظاہر کر دینا ہے نہ کہ عطا کرنا اور یہی وجہ ہے کہ جن کی استعداد فاسد تھی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نفع حاصل نہ کر سکے جیسے ابو جہل وغیرہ اور اُس فساد استعداد ہی کو اللہ تعالیٰ نے ختم اللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور نیز ایک ادب شیخ کا بھی جو شرط استفادۂ طالب ہے بتلا دیا کہ وہ ہر فیض کو شیخ سے سمجھے کیونکہ واسطہ تو وہی ہے چنانچہ اس کو ایک بار حضرت صاحب نے بڑی پاکیزہ مثال میں بیان فرمایا کہ شیخ کی مثال میزاب کی سی ہے گو بارش کا پانی عطاء سحاب ہے لیکن اگر میزاب بند ہو جائے تو طالب کو پانی نہ ملے گا یا اگر میزاب میں مٹی وغیرہ آ جائے تو

پانی تیرہ ملے گا اسی طرح شیخ واسطۂ فیض ہے اگر وہ سوءِ ادب یا مخالفت وغیرہ سے منقبض یا مکدر ہو تو فیض بند و تیرہ ہو جاتا ہے۔

تحقیق نسبت خاصہ

(کمال ۵۷): ایک بار ارشاد فرمایا کہ شیخ کی مثال مشاطہ کی سی ہے گو عروسین میں مواصلت اُسی کی بدولت ہوتی ہے لیکن مواصلت وقرب کے وقت اُس کا بھی وہاں گذر نہیں ہوتا۔

فائدہ ۱: اس میں حضرت صاحب نے ایک مسئلہ کی تحقیق فرمادی کہ ولایت ایک نسبت خاصہ ہے جس میں ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جداگانہ ہے اُس کے طرق تحصیل میں شیخ کا دخل ہوتا ہے کہ وہ تعلیم وتربیت وتصرف کرتا ہے لیکن اُس کے حصول کے بعد شیخ کا بھی اُس میں کوئی دخل نہیں ممکن ہے کہ مرید کو وہ مقام حاصل ہو جائے کہ شیخ کو خبر بھی نہ ہو۔

فائدہ ۲: اس سے علاوہ محقق ہونے کے حضرت صاحب کا صادق ہونا بھی بدرجہ کمال ظاہر ہے ورنہ ایسے مضامین سے دکاندار مشائخ کی رونق میں خلل پڑتا ہے کہ مرید یوں کہیں گے کہ ہمارے بعض احوال سے پیر صاحب بھی بے خبر ہو سکتے ہیں۔

کمال صدق

(کمال ۵۸): بنداے عام فرمایا کرتے کہ میں اپنے مریدوں کو اجازت دیتا ہوں کہ جہاں اپنا مقصود دیکھیں حاصل کر لیں اور اگر ضرورت ہو بیعت بھی کر لیں میری طرف سے کوئی ممانعت اور مجھ کو کوئی کدورت نہیں ہے میں بندۂ خدا بناتا ہوں اپنا بندہ نہیں بناتا۔

فائدہ: اس سے بھی حضرت صاحب کا کمال صدق ثابت ہے ورنہ اکثر مشائخ دوسری جگہ جانے سے بہت ناراض ہوتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ اذن اُس وقت ہے جبکہ شیخ اوّل کی تربیت سے جو کہ کامل بھی ہو فارغ ہو چکا ہو ورنہ بوالہوسی اور محرومی ہے۔

ورع وحق پرستی واتباع وتحقیق ظنیت الہام

(کمال ۵۹): جب کوئی مسئلہ علماء کے سامنے حقائق کا ارشاد فرماتے تو یہ بھی فرمادیا کرتے کہ بھائی میں ناخواندہ آدمی ہوں تم لوگ عالم ہو میرے قلب پر جو وارد ہوا اُس کو بیان کردیا اگر کتاب وسنت کے خلاف ہونے سے اس میں کوئی غلطی ہو تو تم لوگ لحاظ وحجاب مت کیا کرو مجھے اطلاع کردیا کرو ورنہ میں قیامت میں یہ کہہ دوں گا کہ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال ورع اور حق پرستی اور اتباع شرع جو کچھ ثابت ہے ظاہر ہے ورنہ آج کل کے صوفی کھینچ تان کر خود شرع کو اپنے تصوف پر منطبق کرنا چاہتے ہیں یا شریعت کو صاف رَد کردیتے ہیں مگر حضرت صاحب نے شریعت کو متبوع اور اپنے الہام و وارد کو تابع بنایا جو کہ عین طریق محققین کا ہے اوراس میں یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ الہام مثل وحی کے یقینی نہیں کیونکہ یقینیات میں باہم تعارض نہیں ہوتا اور یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ ایسے اُمور میں صوفیاء محتاج ہیں علماء کے بخلاف جہلاء صوفیاء کے علماء کی سخت تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کو اُن سے نفرت دلاتے ہیں۔ (تحقیق احتیاج صوفیاء باعلماء)

احتیاط وتخصیص اسرار باہل

(کمال ۶۰): جب کوئی مسئلہ حقائق کا ارشاد فرمانا چاہتے مجلس میں چاروں طرف دیکھ لیتے اور زبانی بھی استفسار فرماتے کہ کوئی غیر تو نہیں ہے جب اس سے مطمئن ہوجاتے تب کچھ ارشاد فرماتے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی احتیاط اور اسرار کے ساتھ اہل کو خاص فرمانا ظاہر ہے آج کل اس میں نہایت بداحتیاطی ہے کہ سربازار مسائل مغلقہ بیان کر کے مسلمانوں کو تباہ کیا جاتا ہے۔

حق پرستی

(کمال ٦١): جب حضرت کوکسی مسئلہ فقہیہ کی تحقیق مقصود ہوتی تو علماء کی طرف رجوع فرماتے اور اگر اپنی پہلی یادداشت اگر اُس کے خلاف ہوتی فوراً اُس سے رجوع فرماتے اور بعض اُمور جو علماء میں مختلف فیہ ہوتے اور حضرت ایک شق کو اختیار فرمالیتے پھر شرح صدر ونور قلب سے اگر دوسری شرق کا حق ہونا واضح ہوتا تو علی الاعلان اُس کے حق ہونے کا اور اپنی غلطی پر ہونے کا اظہار فرماتے۔

فائدہ: اس سے بھی حضرت صاحب کی حق پرستی ظاہر وباہر ہے۔

طریق تعلیم

(کمال ٦٢): ایک بار ارشاد فرمایا کہ عوام الناس کو ایسے اشغال نہ بتلائے جائیں جن سے کشف ہوتا ہو صرف اوراد واعمال کی تعلیم کردیں۔

فائدہ: یہ دستور العمل مشائخ کے عمل کرنے کے قابل ہے وجہ اس کی ظاہر ہے کہ کشف اگر اسرار کا ہوتو اُن کی فہم کی قوت نہیں غلطی سے زندقہ والحاد میں مبتلا ہو جائیں گے اور اگر حوادث کا ہوا تو بعض اوقات معانی دوسری صورت میں متمثل ہو جاتے ہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے اُن مناسبات کو سمجھ نہ سکیں گے۔ بعض اوقات عقائد ضروریہ دینیہ کو تباہ کر بیٹھیں گے۔

کمال اتباع سنت وحُسنِ اخلاق

(کمال ٦٣): روایۃً مسموع ہوا کہ ایک بار حضرت زینہ پر چڑھتے تھے غایت ضعف سے پاؤں میں لغزش ہوئی کوئی خادم موجود تھا فوراً ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا کئی جلسوں تک حضرت صاحب نے حاضرین سے اس قصہ کو بیان کرکے فرمایا کہ یہ صاحب ہمارے محسن ودستگیر ہیں۔　　**فائدہ:** کسی کے احسان ظاہر کرنے کا حکم حدیثوں میں آیا ہے مگر ایسے مواقع کی طرف نظر جانا اتباع سنت کا غایت درجہ سرایت کرجاتا ہے اور کسی کا ممنون ہونا شعبہ حُسن اخلاق کا ہے۔

سعی ومجاہدہ

(کمال ۶۴): حافظ عبدالقادر صاحب تھانوی کا (جو کہ زمانہ قیام تھانہ بھون میں حضرت صاحب کی خدمت میں مدت دراز تک رہے ہیں) بیان ہے کہ حضرت نے بڑے بڑے مجاہدات کئے ہیں ہر دوشنبہ پنجشنبہ اور ایام بیض کے روزے بلا ناغہ حضر وسفر میں برابر رکھتے اور بعد عشاء کے ایک ہلکی سی نیند لے کر پھر صبح تک بیٹھے رہتے نماز صبح کی پڑھ کر پھر حجرہ میں تشریف لے جا کر مشغول ہو جاتے اور پھر دن چڑھے باہر تشریف لاتے اور کئی شخصوں نے بیان کیا کہ غذا بہت قلیل تناول فرماتے اور میں نے خود حضرت صاحب سے سُنا ہے کہ ایک سانس میں غالباً ڈیڑھ سو ضربیں لگالیتے تھے۔

فائدہ: قضیہ مسلمہ ہے **المجاهدة اصل المشاهدة** اس سے حضرت صاحب کی صدق طلب اور سعی وصول میں ظاہر ہے۔

عمق نظر واحاطہ نسبت باطنیہ

(کمال ۶۵): حضرت صاحب کبھی کبھی مشائخ عصر کے مقامات واحوال باطنی کا تعین اور شرح فرمایا کرتے چنانچہ ایک بار ایک شیخ کی نسبت فرمایا کہ وہ سیر اسماء میں تھے اگر زندہ ہوتے تو میں اُن سے یوں کہتا دوسرے درویش کی نسبت فرمایا کہ وہ تلوین میں ہیں اگر یہاں آجائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمکین حاصل ہو جائے ایک کی نسبت کہ وہ بعض اعمال شرائع کے پابند نہیں فرمایا کہ اُن کو مقام حق الیقین کی معرفت میں غلطی ہوئی ایک خادم نے عرض کیا کہ اُن کو ایک خط لکھ دیجئے فرمایا خطوں سے کام نہیں چلا کرتا اگر یہاں ہوں تو اصلاح ہو جائے ایک کی نسبت کہ وہ بعض عقائد فاسدہ میں مبتلا ہیں فرمایا کہ غلطی میں گرفتار ہیں اور بھی بعضوں کو ایسی غلطی ہوئی ہے اور ایک کی نسبت یہ فرمایا کہ اُس کی حالت یہودی وزیر کی سی ہے جس کی حکایت مثنوی میں ہے اور حقیقت میں جس نے ان لوگوں کو دیکھا ہوگا وہ حضرت کی تشخیص کی داد دے سکتا ہے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا کمال درجہ کا عارف اور عمیق النظر اور محیط وجامع نسب ہونا ظاہر ہے کیونکہ احوال مختلفہ کو پہچاننا موقوف ہے کمال احاطہ و جامعیت اور کشف و فراست پر حضرت صاحب نے ان صاحبوں کے نام بھی لئے ہیں مگر بخیال ناگواری اُن کے معتقدین کے تصریح مناسب نہیں سمجھی۔

عمق علم واتباع شرع

(کمال ٦٦): ایک بار حضرت صاحب فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک درویش صاحب نسبت آکر بیٹھے اور مراقب ہوکر نسبت باطنی کی تفتیش کرنے لگے میں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو تم نے آیت قرآنی نہیں سُنی **لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم** اور تم نے یہ نہیں سُنا **لا تجسسوا** کسی کے گھر میں بلا اذن داخل ہونا اور کسی کا راز دریافت کرنا کب جائز ہے پھر یہ ہے کہ جو چھپانے والے ہیں وہ کب پتہ لگنے دیتے ہیں چاہے کوئی ہزار ٹٹولا کرے وہ درویش خجل ہوا اور معذرت کرنے لگا۔

فائدہ: اس سے علاوہ صاحب کشف ہونے کے جو کہ خوارق صوریہ سے ہے حضرت صاحب کا عمق علم اور کمال اتباع شرع جو کہ کرامت معنویہ ہونے کی وجہ سے خارق صوری سے کہیں افضل و اکمل ہے ثابت ہوتا ہے اور اس تقریر میں تفسیر آیات کی مقصود نہیں بلکہ حکمیت حکم کی سمجھ کر تعدیہ، علت سے حکم کا تعدیہ مقصود ہے جو کہ ایک شعبہ ہے اجتہاد کا۔ یعنی جو علت **لا تدخلوا** اور **لا تجسسوا** کی ہے وہ یہاں بھی موجود ہے۔ دیکھئے قصداً کسی کی باطنی حالت دریافت کر لینے کو لوگ بڑی ولایت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ احیاناً معصیت ہے جیسا تقریر مذکور سے مفہوم ہوا البتہ اگر استفادہ یا افادہ مقصود ہو یا بلا قصد اطلاع ہو جائے اُس میں علت نہی کی نہیں پائی جاتی۔ حقیقت میں بدون جامعیت ظاہر و باطن کے آدمی آدمی نہیں ہوتا اور کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اوّل تو حضرت نے اپنا کمال کیوں بیان فرمایا پھر یہ کہ جب اس کے راوی خود حضرت ہیں تو اس سے اثبات کمال پر احتجاج کب ہو سکتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت صاحب کا بیان فرمانا باذن واما بنعمة ربک فحدث ہے اور نفع اس میں یہ ہوتا ہے کہ طالبین سامعین کو حقائق و معارف معلوم ہوتے ہیں اور فطری طور پر بہ نسبت انشاء محض کے اخبار میں زیادہ اثر ہوتا ہے اور اخبار غیر کی نسبت اخبار مرشد زیادہ دلپذیر ہوتے ہیں رہا احتجاج سو قرائن ظاہری و باطنی سے جب متکلم کا صدق متیقن ہو تو وہ بمنزلہ اپنے مشاہدہ کے ہے منجملہ اُن قرائن کے ایک قرینہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ الصدق طمانینة والکذب ریبة۔

لطافت فہم

(کمال ۶۷): ایک بار حضرت صاحب ارشاد فرمانے لگے کہ بعض اہل ظاہر کثرت عبادت کو منع کرتے ہیں اور یہ آیت دلیل میں پیش کرتے ہیں ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة اہل باطن یوں کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے مذاق میں قلت عبادت تهلکه ہے ہم اسی آیت سے اُس کو منع سمجھتے ہیں۔

فائدہ: کیا لطیف جواب ہے جس سے حضرت صاحب کی لطافت فہم ظاہر ہے باوجودیکہ ظاہری تحصیل حضرت صاحب کی صرف کافیہ تک تھی اور کچھ مشکوٰۃ پڑھی تھی شرح مقام کی یہ ہے کہ حظوظ نفس کا چھوڑنا تهلکه نہیں بلکہ حقوق نفس کا چھوڑنا تهلکه ہے پس جس کے قلب میں شوق نہیں ہے اُس کو زیادہ مجاہدہ میں چونکہ ترک حقوق نفس لازم آتا ہے اُس کے حق میں لا ریب تهلکه ہے اور اہل شوق کو چونکہ ملال و فتور و تعب نہیں ہوتا بلکہ اگر کمی کریں تو تنگی اور کلفت ہوتی ہے اُن کے حق میں تکثیر تهلکه نہیں بلکہ تقلیل تهلکه ہے پس اہل باطن جس طرح اہل ظاہر پر ملامت نہیں کرتے اسی طرح اہل ظاہر کو اہل باطن پر حق ملامت نہیں۔

وسعت علم و دقت فہم و مزاج و حکمت آں

(کمال ۶۸): ایک بار اس حدیث کا تذکرہ ہوا الغیبة اشد من الزنا ارشاد فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا گناہ باہی ہے اور غیبت گناہ جاہی ہے اس لئے یہ اشد ہے میں نے

عرض کیا کہ حضرت یہ لفظ تو ہم قافیہ بھی ہیں ارشاد فرمایا کہ ہمارے تو ایسے ہی چٹکلے ہیں۔
فائدہ: باہ کہتے ہیں شہوت کو اور جاہ کا منشاء قوت غصبیہ ہے قوت شہویہ میں آدمی خود اپنی نظر میں ذلیل و بے قدر ہوتا ہے اور غلبہ غضب میں اپنی نظر میں معزز و مترفع ہوتا ہے اور مسلم ہے کہ ترفع زیادہ بُری چیز ہے سبحان اللہ کیسے مختصر الفاظ میں کیا جامع اور بلیغ حکمت بیان فرمائی ہے جس سے وسعت علم ودقت فہم ظاہر ہے اور مقصود حصر نہیں ہے اس حکمت میں اس لئے حکمت منقولہ سے کہ اُس میں بھی حصر مقصود نہیں معارضہ لازم نہیں آتا اور یہ اخیر کا ارشاد مزاحاً تھا جو کہ خود ایک سنت اور دلیل ہے زندہ دلی کی اور حکمت اس میں تطییب قلب مسلم اور طالب حق کو اپنے سے بے تکلف کر لینا ہے تا کہ کوئی امر مانع استفادہ نہ رہے کیونکہ اکثر اہل اللہ کی ہیبت مانع استفادہ وابتداء بالسؤال ہو جاتی ہے۔ و **هذه الحكمة مما القى فى روعى فى المنام والله اعلم بحكمة الاحكام۔**

شان علم و بے تکلفی در آں

(کمال ٦۹): ایک بار اس حدیث کا تذکرہ ہوا کہ سجدہ میں دُعا بہت قبول ہوتی ہے کئی اہل علم مجتمع تھے سب اس کے معنے میں گفتگو کرنے لگے وجہ اشکال یہ تھی کہ سجدہ میں تو دُعا نہیں کی جاتی بلکہ تسبیح کی جاتی ہے آخر جواب یہ تھا کہ تسبیح کو مجازاً دعا کہا گیا کیونکہ کریم کی ثناء کرنا بزبان حال اُس سے سوال کرنا ہے۔

حضرت خاموش بیٹھے سنتے رہے جب سب اپنی اپنی کہہ چکے حضرت صاحب نے فرمایا کہ سجدہ حالت قرب کی ہے جب عارف کو قرب مکشوف ہوتا ہے وہ اُس وقت دُعا کرتا ہے اس دل پذیر جواب کو سن کر سب نے قبول کر لیا۔

فائدہ: شرح اس کی یہ ہے کہ حدیث میں نہ دُعا کا امر ہے نہ کوئی کلمہ اُس میں کلیت پر دلالت کرتا ہے محض ایک فضیلت مذکور ہے پس ممکن ہے کہ بعض الناس کے اعتبار سے ہو یعنی جس کو قرب مکشوف ہو اُس کی حالت کا مقتضاء حقیقۃً دُعا کرنا ہے جیسے حدیث **جعلت قرة عينى فى الصلوٰة** میں نماز کی ایک فضیلت خاص اپنے اعتبار

سے ارشاد فرمائی ہے پس اس میں کسی طرح کا استبعاد نہیں رہا اس سے بھی حضرت کی شان علم وسلامت طبع واختیار معنی الیسر کہ عین سنت اور شان علم سلف ہے ظاہر ہے۔

کمال تقویٰ وخشیت

(کمال ۷۰): میرے سامنے ایک عامل بالحدیث جو کہ علوم میں فاضل تھے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے شاید حضرت کو کسی قرینہ ظاہری یا باطنی سے اُن کا مسلک معلوم ہوگیا ہوگا۔ اُن سے استفسار فرمایا کہ آپ مدینہ طیبہ جائیں گے فاضل مذکور نے کہا میرے پاس وہاں جانے کا خرچ نہیں حضرت نے فرمایا یہ تو کوئی عذر نہیں جو اہل محبت ہیں وہ پاؤں چھوڑ کر سر کے بل جاتے ہیں اس پر فاضل مذکور نے کسی قدر طیش میں آ کر کہا کہ آپ تو اسی طرح فرماتے ہیں جیسے وہاں کا جانا فرض ہو بلکہ جو فرض ہے یعنی حج اُس میں بھی زاد وراحلہ شرط ہے حضرت نے فرمایا کہ بروئے فتویٰ تو بے شک وہاں جانا فرض نہیں لیکن طریق محبت میں تو بلا شک فرض ہی کے مثل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شان عبدیت غالب تھی ورنہ اگر آپ درخواست کرتے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اخلاص ابراہیمی کے اثر سے تو کعبہ سجدہ گاہ خلائق بنے اور اخلاص داؤدی وسلیمانی کی برکت سے بیت المقدس قبلہ ہو اور اخلاص محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر سے مسجد نبوی صلی اللہ وسلم قبلہ نہ بن جاتی۔ اس پر فاضل مذکور کہنے لگے کہ قبر شریف کی زیارت کی نیت سے جانا تو جائز بھی نہیں

چنانچہ حدیث میں آیا ہے **لا تشد الرحال الا الیٰ ثلثة مساجد الی اخرہ**۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ ایسا عام ہے کہ بجز ان تین مسجدوں کے سب نہی میں داخل ہوگئے تو زیارت ابوین وتحصیل علم کے لئے بھی سفر کرنا ناجائز ہوگا۔ حالانکہ یہ محض باطل ہے پس ضرور مستثنیٰ منہ خاص مسجد ہوگا یعنے بجز ان تین مسجدوں کے چوتھی مسجد کو مقصود سمجھ کر سفر کرنا غیر مشروع ہے اور قبور و مزارات تو اس میں مذکور ہی نہیں اُن کی ممانعت کو اس سے کیا تعلق فاضل مذکور نے کہا

کہ خیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کر لے حضرت صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ عجیب بات ہے جس ذات کی بدولت وہ مسجد اس فضیلت سے موصوف ہوگئی ورنہ پہلے اُس میں یہ فضیلت کب تھی پس وہ ذات جس کی فضیلت بالذات ہے اُس کا قصد تو جائز نہ ہو اور جس کی فضیلت بالعرض ہے اُس کا قصد جائز ہو اس پر فاضل مذکور سے کوئی جواب نہ بن پڑا، حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ایسے ہی عقائد ہوتے ہیں چنانچہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مثل اجسام کے عرش پر متمکن ہیں اور الرحمٰن علی العرش استوی سے استدلال کرتا تھا میں نے کہا کہ یہ تو خیال کرو کہ اس جگہ اگر ذات کا حکم بیان کرنا مقصود ہوتا تو بجائے الرحمٰن کے لفظ اللہ کہ اسم ذات ہے زیادہ مناسب تھا الرحمٰن کی تخصیص خود مشیر ہے کہ مقصود تجلی رحمانیت کو بتلانا ہے کہ عرش جو کہ اعظم و منتہیٰ عالم اجسام کا ہے وہ اوّلاً رحمت تامہ کا مظہر اور مہبط ہے وہاں سے پھر باقی اجزاء عالم پر نزول رحمت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کریں فاضل مذکور نے کہا اللہ تعالیٰ مجھ کو ہدایت نہ کرے آپ نے فرمایا کہ یوں مت کہو ممکن ہے کہ آپ غلطی پر ہوں ہم تو اپنے لئے دعا کرتے ہیں کہ اگر ہم غلطی پر ہوں تو اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کریں اور ہم سب کو چاہئے کہ نماز میں اھدنا کو بہت حضور قلب سے پڑھا کریں کہ ہدایت صراط مستقیم کی ہو کیونکہ ایسے اُمور خفیہ میں اللہ ہی کو معلوم ہے کون ہدایت پر ہے اس لئے ہمیشہ ہدایت طلب کرتا رہے۔

فائدہ: اس حکایت کے تمام اجزاء سے حضرت کی معرفت اسرار احکام واخبار ظاہر ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ تو فاضل مذکور کی تقریر میں ہیں اور اُن الفاظ کے معانی حضرت کی تقریر میں ہیں اور واقع میں تارکین تقلید کے مسلک کا ملخص یہی ہے کہ صورت بلا معنی ہے جیسے دوغ کہ صورت دودھ کی سی ہے اور معنے کہ روغن ہے، ندارد چنانچہ راقم کو منام میں اسی مثال سے اس میں شفاء ہوئی اور آیت استواء کی تقریر بناء بر مذہب متاخرین کے ہے جس کو اہل تجسم کے مقابلہ میں اختیار کیا ہے اور گو بعض آیات

میں الرحمٰن مذکور نہیں لیکن القراٰن یفسر بعضہ بعضًا کے اعتبار سے اُن کو بھی اسی پر محمول کرنا ممکن ہے اور جزو اخیر مشورۂ سوال ہدایت سے حضرت کا کمال تقویٰ اور خشیت ظاہر ہے کہ اچھے حال میں بھی خائف تھے اور اپنے علم و عمل پر ناز و عُجب نہ تھا۔

تعظیم شرع وعلماء

(کمال ۷۱): حضرت صاحب علماء کی گو وہ حضرت کے خادم ہی ہوں اس قدر توقیر فرماتے تھے کہ اکثر اُن کی طرف سے جو ہدایا حضور میں پیش ہوتے اُن کو یہ کہہ کر کہ مولوی صاحب کا تبرک ہے اپنے سر پر رکھ لیتے چنانچہ میرے روبرو بھی ایسا واقعہ ہوا۔

فائدہ: اکثر مشائخ علماء سے منقبض رہا کرتے ہیں حضرت کی یہ توقیر دلیل ہے کہ شریعت کی آپ کے قلب میں نہایت ہی عظمت تھی اور اس کے کمال عظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

تعظیم آثار اعمال ممدوحہ شرع

(کمال ۷۲): جب حضرت صاحب کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز ہدیۃً آتی تو سب حاضرین کو تقسیم فرما کر ارشاد فرماتے کہ کھاؤ اس میں نور ہے کیونکہ محض خالصاً للہ محبت سے کھلائی گئی ہے اور خود بھی اُس میں سے تناول فرماتے گو قلیل ہی سہی۔

فائدہ: یہ علاقہ پیری مریدی کا یا پیری مریدی کے مثل اعتقاد کا یقیناً حب فی اللہ ہے اور حب فی اللہ کا افضل الاعمال ہونا حدیثوں میں وارد ہے آپ کی نظر میں یہ فضائل کیسے بدیہی اور غالب تھے کہ اُس کو موجب انوار باطنی سمجھتے تھے شریعت کا طبیعت بن جانا اعظم الکمالات ہے۔

شان ارشاد ومعرفت

(کمال ۷۳): ایک بار حکایت فرمائی کہ میں ایک شیخ سے ملا جو مریدوں سے بھی بہت کم یعنی ضرورت سے بھی کم گفتگو کرتے تھے میں نے اُن سے کہا کہ آپ شیخ

ہو کر اس قدر تقلیل کلام میں کرتے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ شیخ زبان ہوتا ہے اور مرید کان اُن کو یہ بات بہت پسند آئی اور افادات میں کلام کرنے لگے۔

فائدہ: مریدوں کی اصلاح اور تربیت تو سب کرتے ہیں مگر پیروں کی غلطیاں سمجھنا یہ پیران پیر کا کام ہے اس سے حضرت کی کمال شان معرفت وارشاد ثابت ہے اور یہ حضرت کا بتلایا ہوا قاعدہ کیسا مفید ہے آج کل اکثر وہ لوگ جو اَبھی محتاج استفادہ ہیں، زبان درازی کرنے لگتے ہیں جو سخت مضر ہے بعضے جو احتیاط پر آتے ہیں تو کامل ہونے پر بھی افادۂ ضروریہ سے سکوت کرتے ہیں اس میں دونوں کی تعدیل ہے کہ لایعنی سے سکوت ضروری ہے اور کلام مفید کے ساتھ نطق ضروری ہے حقیقت میں اعتدال سہل بات نہیں عمل کرنے سے حقیقت نظر آتی ہے۔

تجمیل مادح وانکسار

(کمال ۷۴): حضرت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر قصیدۂ مدحیہ جو حضرت کی شان میں لکھا تھا پڑھنے لگا کہ حضرت خوش ہوں گے مگر آپ بہت منقبض ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو وہ مداح صاحب بہت ہی خجل ہوئے۔

فائدہ: مدح سے خوش نہ ہونا اور مداح کی بے قدری کرنا خود حدیث میں مامور بہ ہے اس سے آپ کا اتباع سنت ظاہر ہے اور اس عنوان سے اس کراہت کا طبعی ہونا اور عین ملامت میں بھی اپنے انکسار کی رعایت رکھنا یہ مزید بران ہے جو دلیل ہے غایت سلامت طبع کی۔

فراست وارشاد وحُسنِ خلق

(کمال ۷۵): حضرت کے ایک خادم کہ ذی علم بھی تھے حضرت کے لئے مختلف ہدایا ہمراہ لائے تھے اور کئی روز تک ایک ایک چیز پیش کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہ مولوی لوگ ہوتے ہیں بڑے ہوشیار دیکھو ہر روز دل خوش کرنے کی کیسی اچھی تدبیر نکالی ہے۔ وہ مولوی صاحب شرمندہ ہو کر معذرت

کرنے لگے اور پھر سب ہدایا ایک دفعہ لا کر پیش کر دیئے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی کمال فراست اور اُن کی اس چال پر تنبیہ کہ شعبۂ ارشاد ہے اور اُس میں لطاف عنوان کہ شعبۂ حسن خلق ہے سب کمالات ظاہر و باہر ہیں اور حضرت کے اس ارشاد میں تعلیم ہے سادگی اور اخلاص کی خصوصاً اہل اللہ کے ساتھ اور ممانعت ہے تکلف اور خداع سے۔

کمال شان افاضہ

(کمال ۷۶): ایک بار حضرت صاحب کی خدمت میں ایک شیخ قسطنطنیہ کے شیخ اسعد افندی جو مولانا روم کے خاندان سلسلہ کے شیخ کامل تھے اور ملقب بہ لقب دَدَہ تھے (یہ لقب اُس خاندان میں ایسے شخص کو ملتا ہے جو غالباً بارہ (۱۲) سال تک نہایت مجاہدات شاقہ اور امتحانات صعبہ میں کامل ثابت ہو جائے) حاضر ہوئے اُس وقت مثنوی کا درس ہو رہا تھا وہ شیخ بھی مثنوی کے عالم تھے کیونکہ اُس خاندان میں اس کا درس التزام سے ہوتا ہے حضرت حقائق معارف بیان فرما رہے تھے اور وہ خاموش بیٹھے متلذذ ہوتے تھے چونکہ حضرت کی زبان اُردو تھی اور وہ شیخ اُردو نہ سمجھتے تھے عربی فارسی البتہ جانتے تھے اس لئے حضرت کے ایک خادم مولوی نیاز احمد صاحب حیدر آبادی نے جو اُس وقت حاضر تھے عرض کیا کہ اگر یہ شیخ اُردو سمجھتے تو ان کو بڑا لطف آتا حضرت نے فرمایا اس لطف کے لئے اس زبان کی کوئی ضرورت نہیں اور برجستہ مثنوی کے یہ دو شعر ارشاد ہوئے جس پر سُننے والوں پر ایک حالت غالب ہوگئی۔

پارسی گو گرچہ تازی خوشترست — عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
بوی آن دلبر چو پران می شود — این زبانہا جملہ حیران می شود

پھر اُن شیخ نے حضرت سے اشغال کی اجازت حاصل کی اور ایک عبا پیش کر کے درخواست کی کہ آپ اس کو پہن کر مجھ کو تبرکاً دے دیجئے چنانچہ آپ نے منظور فرمایا۔

فائدہ: باوجود زبان نہ سمجھنے کے اُن کا متلذذ ہونا اور پھر درخواست اشغال و خرقہ

کی کرنا جو علامت ہے فیض یاب ہونے کی صریح دلیل ہے حضرت کی کمال شان افاضہ کی کہ وسائط عادیہ پر بھی موقوف نہیں رہا اور ایک شیخ صاحب سلسلہ کا اجازت لینا اور زیادہ مؤید ہے آپ کے اکمل الشیوخ ہونے کا جیسا کہ اُن شیخ کے منصف ہونے کا بھی مثبت ہے اور تبرک لینے کا طریق قابل تقلید ہے کہ تبرک بھی حاصل ہو جائے اور بزرگوں کو تردّد بھی نہ ہو کہ موجودات کا جائزہ لینا پڑے۔ اور حضرت کا فی البدیہہ یہ اشعار پڑھنا جیسا کہ اکثر مواقع پر مثنوی کے اشعار پڑھ دیتے تھے مناسبت مثنوی پر مبنی ہے۔

لطافت نظر و مناسبت روحانی مولانا رومی رحمہ اللہ

(کمال ۷۷): فرماتے تھے کہ مجھ کو طریق باطن کے متعلق جو شبہ واقع ہوتا ہے مثنوی سے حل ہو جاتا ہے۔

فائدہ: مثنوی کا طرز جیسا نرالا اور دقیق ہے مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے اُس میں سب کچھ ہے لیکن استنباط کرنا کوئی آسان کام نہیں بلاتشبیہ جیسے قرآن مجید میں سے باوجود اُس کے جامع ہونے کے استخراج سہل نہیں پس ایسی کتاب سے کسی مسئلہ کا فیصلہ سمجھ جانا نہایت ہی لطافت فہم و دقتِ نظر و جامعیت۔ و مناسبت روحانی حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ چنانچہ ایک بار ایک شعر کے متعلق عالم روحانی میں مولانا سے دریافت کرنا اور مولانا کا جواب دینا بھی بیان فرماتے تھے۔

انکشاف اسرار و فصاحت و فیض صحبت

(کمال ۷۸): مسئلہ وحدۃ الوجود کی تقریر اکثر ارشاد فرمایا کرتے لیکن ہر بار میں جدا عنوان ہوتا تھا اور اس حسن سے بیان فرماتے کہ اُس میں نہ شرعی خلجان ہوتا تھا نہ عقلی اشکال ہوتا تھا اور فرمایا کرتے کہ لوگ کہتے ہیں یہ مسئلہ کشفی ہے مگر میں کہتا ہوں کشفی بھی ہے۔ نقلی بھی ہے عقلی بھی ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھ کو جناب حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ توحید تم پر خوب منکشف ہوگی۔ اور خود حضرت صاحب نے بھی بعض خدام کو یہ بشارت دی کہ ہمارے

یہاں آ کر بقدر استعداد سب پر اس کا انکشاف ہوتا ہے مگر تمہارے برابر کسی کو نہیں ہوا۔

فائدہ: ایسے دقیق مسئلہ کو اس سہولت و مطابقت کے ساتھ بیان کرنا کمال انکشاف اسرار و نیز فصاحت پر مبنی ہے اور جب حقیقت منکشف ہو جاتی ہے تو ایک تقریر کا مقید نہیں رہتا بلکہ ہر طرح بیان پر قدرت ہوتی ہے اور اس سے حضرت صاحب کا تعدیہ فیض بھی ظاہر ہے کہ آپ کے خدام پر بھی انکشاف ہوتا تھا۔

فن تصوف میں محققانہ نظر

(کمال ۷۹): ایک بار ضیاء القلوب کا سبق ہو رہا تھا ایک شغل کے متعلق ایک ذی علم خادم نے اُس کے اثر کی علت اور لِمَ دریافت کی حضرت نے چین بجبین ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ بحث و مباحثہ کی باتیں نہیں۔ کرنے کے کام ہیں کر کے دیکھو۔ ایک بار ایک خادم نے اشغال کی ترتیب اور مدت پوچھی تھی کہ کون شغل کتنے روز تک کرے آپ نے فرمایا کہ یہ سبق نہیں ہیں کہ پڑھتے چلے گئے آج اور سبق پڑھا کل دوسرا سبق پڑھا (جن میں ترتیب و مدت دونوں مُعیّن ہیں) اشغال کی مثال دواؤں کی سی ہے جو پنساری کی دکان میں بھری ہیں۔ ایک مریض کو سب دوائیں آگے پیچھے نہیں دی جاتیں بلکہ اس لئے مختلف دوائیں جمع ہوتی ہیں کہ کوئی دوا کسی کے موافق ہے کوئی کسی کے۔ اور اگر ایک موافق نہ آئے دوسری بدلی جاتی ہے۔

یہی حال اشغال کا ہے کہ جس شغل سے مناسبت معلوم ہو جائے وہی ایک شغل تمام عمر کے لئے کافی ہے اسی سے نفع اور ترقی ہوتی چلی جاتی ہے یہ نہیں کہ آج ایک کیا کل دوسرا کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بعض مشائخ ایک لطیفہ کو مشغول ذکر کرتے ہیں اُس میں ہنوز رسوخ نہیں ہوا کہ دوسرے میں مشغول کر دیتے ہیں وہ پہلا اثر جاتا رہتا ہے ہمارے یہاں صرف لطیفۂ قلب کو کافی سمجھتے ہیں باقی سب لطائف اس کے تابع ہیں اور ایسے مضامین میں جو کوئی اُلجھتا فرماتے بحث مت کرو۔

فائدہ: اس تمام تر حکایت سے حضرت کا فن تصوف میں اعلیٰ درجہ کا محقق ہونا

ظاہر ہے اور قلب کو ترجیح دینا اور اُس کو متبوع قرار دینا عین مضمون حدیث کا ہے۔

اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ ۔

قوت فیض

(کمال ۸۰): حضرت صاحب نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھ کر ہمارے قلب کی طرف خیال رکھا کرو اور یہ مت سمجھنا کہ یہ تو باتیں کر رہے ہو پھر اس خیال سے کیا فائدہ۔

فائدہ: اس سے حضرت کا قوت فیض ظاہر ہے کہ باوجود باتوں میں مشغول ہونے کے آپ مطمئن تھے کہ میں فائدہ پہنچا سکتا ہوں۔ اب آگے طالب کی قسمت اور قابلیت خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو۔ خواہ زیادہ ہو یا کم ہو۔

بارانِ کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ۔۔۔ درِ باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

تقویٰ کی تاثیر

(کمال ۸۱): حافظ عبدالقادر تھانوی جن کا اُوپر بھی ذکر آچکا ہے بیان کرتے تھے کہ زمانۂ قیام تھانہ بھون میں حضرت صاحب کے پاس شب کے وقت ایک جولاہا آیا اور آکر عرض کیا کہ میری لڑکی پر اثر جن کا ہے آپؒ تشریف لے گئے اُس جن نے آپ کو سلام کیا اور یہ عرض کیا کہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی اس سے مجھ کو تکلیف ہوئی آئندہ تکلیف نہ فرمایئے صرف اپنے نام کا پرچہ بھیج دیا کیجئے چنانچہ اس کے بعد جب کبھی ایسا قصہ ہوتا آپ ایک پرچہ پر اپنا نام لکھ کر بھیج دیتے اور اُس کو دیکھتے ہی اثر دفع ہو جاتا۔

فائدہ: بلا عزیمت و عمل کے اس طرح جن کا منقاد مسخر ہو جانا اس کا سبب صرف یہ ہے کہ۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ۔۔۔ ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

تشبہ بہ سلف در جواب

(کمال ۸۲): حضرت کا ایک رسالہ اُردو زبان میں مسمّٰی ''دردنامہ'' ہے اُس

میں تمام تر شورش و عشق کے مضامین ہیں اُن میں ایک شعر یہ بھی ہے ۔

اگر ظاہر کروں سوزِ جگر کو کروں شرمندہ دوزخ کے شرر کو

ایک فاضل صاحب ظاہر نے اس پر مشافہۃً اعتراض کیا کہ یہ مضمون تو خلاف واقع ہے آپ نے جواب دیا کہ یہ مبالغۂ شعرانہ ہے اس کا مضائقہ نہیں اس پر بھی وہ رد وکد کرتے رہے آپ نے فرمایا کہ خیر مجھ سے غلطی ہوئی وہ بولے اس کہنے سے کفایت نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ کتاب شائع ہوگئی اور یہ غلطی متعدی ہوگئی۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے شائع کرنے کو کب کہا تھا وہ اس پر بھی سر ہی رہے کہ گو آپ نے نہیں کہا مگر ہو تو گئی اب اس کا کیا تدارک ہو آپ نے فرمایا یہ تو کوئی مشکل بات نہیں میں نے غلطی شائع کردی تم اس کا رد شائع کردو۔ اور اسی حکایت کا تتمہ میں نے بعض بزرگوں سے اتنا اور سُنا ہے کہ پھر حضرت اُن کو حجرہ میں لے گئے اور وہاں سے چلاتے ہوئے نکلے کہ ہاں ٹھیک لکھا ہے واللہ اعلم۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی صلح مزاجی اور مباحثہ سے یکسوئی اور کسی کے اعتراض سے دلگیر نہ ہونا اور نرمی سے دفع کردینا ظاہر ہے یہی طریقہ بعینہ سلف صالحین کا تھا اس باب میں حضرت نے ایک بار اُس حجام کی مثال دی جس سے کسی نے درخواست کی تھی کہ میری داڑھی سے سفید بال نکال دے اور اُس نے تمام داڑھی کاٹ کر آگے رکھ دی کہ مجھے کام ہے تم خود جدا کرلو اسی طرح جو بحث و جدال چاہے سب مضامین اُس کے حوالہ کرکے اپنے کام میں لگ جاؤ۔

علو نسبت

(کمال ۸۳): ایک بار ارشاد فرمایا کہ مجھ کو ہر شخص اپنے مشرب اور مذاق کے موافق جانتا ہے حالانکہ میرا مذاق اطلاق ہے۔ میری مثال پانی کی سی ہے جس میں کوئی رنگ نہیں مگر جس رنگ کی بوتل میں بھرو اُس کا ہم رنگ نظر آتا ہے۔

فائدہ: اس سے حضرت کی علو نسبت معلوم ہوتی ہے کہ کوئی اس کو ادراک نہ

کرسکتا تھا اور بوجہ جامعیت کے اپنے اپنے موافق سمجھتے تھے ولنعم ما قیل۔

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من　　وز درونِ من نجست اسرار من

درنیا بد حالِ پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

اور اطلاق سے مراد خصوصیاتِ خاصہ سے خلو ہے نہ خلوِ مطلق۔

معاملہ جمیل حق تعالیٰ

(کمال ۸۴): مسموع ہوا کہ ایک بار ارشاد فرماتے تھے کہ میری آمدنی میرے اختیار میں ہے جتنا خرچ بڑھا دیتا ہوں آمدنی بڑھ جاتی ہے جس قدر خرچ گھٹا دیتا ہوں آمدنی گھٹ جاتی ہے۔

فائدہ: مجازاً و مزاحاً اس کو اختیار فرما دیا بہرحال اللہ تعالیٰ کا معاملۂ رحمتِ خاصہ آپ کے ساتھ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے قلب کو زیادت اور قلت دونوں کی تشویش سے بچالیا۔

تواضع وشکر ورجاء

(کمال ۸۵): جب کوئی شخص خدام یا مشائخ سے آپ کے انوار و برکات و محامد کو (جو اُن کو ذوقاً یا کشفاً۔ یا تعدیہ فیض سے ظاہر ہوتے تھے) بیان کرتا تو آپ فرماتے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ اہل کشف کی نظر سے بھی میرے عیوب چھپا رکھے ہیں اُمید ہے کہ روز قیامت میں بھی رُسوا نہ فرمائیں گے۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا عجب سے دُور ہونا اور اپنے کو پُرعیوب سمجھنا جو شعبہ ہے تواضع کا۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام کا ممنون ہونا۔ اور یہ رجاء قوی رکھنا یہ سب ظاہر ہے۔

مشورۂ حسن

(کمال ۸۶): ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص مکہ میں قیام کرنا چاہے تو آتے ہی ہجرت کی نیت نہ کرے کیونکہ بعضے امتحان میں قائم نہیں رہتے اُن کو اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کرنی پڑتی ہے بلکہ اوّل عارضی طور پر چند روز رہ کر دیکھے اگر جمعیت و

اطمینان کا سامان ہو جائے رہ پڑے ورنہ چلا جائے۔

فائدہ: کیسی اچھی تعلیم ہے جس کا منشاء علم معاملات الٰہیہ وشفقت علی الخلق ہے۔

حق پرستی

(کمال ۸۷): معتبر راوی سے سنا گیا کہ زمانۂ قیام تھانہ بھون میں لوہاری کے ایک خان صاحب نے جن پر کسی نے ظلم کیا تھا آ کر شکایت کی کہ اب تو اُس نے میری زمین بھی چھین لی آپ نے فرمایا کہ صبر کرو اللہ تعالیٰ اس کا عوض آخرت میں دیں گے اُس نے عرض کیا کہ بہت اچھا اب کچھ نہ کروں گا یہ سُن کر حضرت حافظ محمد ضامن صاحب آپ کے پیر بھائی اپنے حجرہ سے نکل آئے اور آپ کو خطاب کر کے فرمایا کہ واہ حضرت خوب مشورہ دیا سب کو اپنے جیسا بنانے چاہتے ہیں یہ تو خیال فرمایئے کہ جب اس کے قلب میں قوت توکل کی نہیں اور کوئی سامان اطمینان کا نہیں اس وقت کی صبر اور دست برداری کا نتیجہ ایک روز یہ ہوگا کہ معاش کے لئے معاد کو برباد کر دے گا اور خان صاحب سے فرمایا کہ ہرگز صبر مت کرنا جا کر نالش کر دے میں دعا کروں گا۔ حضرت نے سنتے ہی قبول فرمایا اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔

فائدہ: اس سے حضرت کی حق پرستی و انصاف پسندی کالشمس فی نصف النہار واضح ہے۔

تحقیق دفع وساوس

(کمال ۸۸): ایک بار ارشاد فرمایا کہ اگر عبادت میں ریاء پیدا ہو تب بھی عبادت نہ چھوڑے۔ ریاء ہمیشہ ریاء نہیں رہتی چند روز ریاء رہتی ہے پھر وہ عادت ہو جاتی ہے پھر عبادت ہو جاتی ہے پھر اُس میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

فائدہ: سالکین کے واسطے کیسی اچھی تحقیق ہے بہت سے ذاکرین سالکین ایسے وساوس میں معطل رہ جاتے ہیں۔ اور اُس میں ریاء کی اجازت نہیں بلکہ علیٰ سبیل التنزل وسوسہ کا جواب ہے کیونکہ جب قصد نمائش نہیں تو ریاء ہی نہیں محض وسوسہ ہے جس

پر مواخذہ نہیں اور اگر فرض ہی کر لیا جائے کہ ریاء ہے تو اُس کا یہ علاج اور جواب ہے۔

حُسنِ اَخلاق و تحقیق

(کمال ۸۹): ایک بار بالکل خلوت کا وقت تھا میں چلا گیا اور بطور عذر کے عرض کیا کہ میں اس وقت مخلِ خلوت ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ خلوت از اغیار نہ از یار۔

فائدہ: علاوہ حُسنِ اخلاق کے اس میں مسئلہ عزلت کو طے خوب فرما دیا کہ خلوت جو محبوب ہے تو غیر جنس کے ضرر سے بچنے کی وجہ سے ہی نہ علی الاطلاق بہت لوگ اس غلطی میں پڑے ہیں۔

کیدِ نفس کا علاج

(کمال ۹۰): حضرت ایک بار فرمانے لگے کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ کچھ اپنے سینہ سے عنایت کیجئے سو اوّل تو اس طرح سے ملا نہیں کرتا اور جو کسی وقت اتفاق بھی ہو گیا تو ایسی چیز باقی نہیں رہتی۔

فائدہ: کیسی اچھی کام کی بات ہے بعضے بوالہوس اس خیال خام میں عمر گذار دیتے ہیں اور مجاہدہ و ریاضت کچھ نہیں کرتے واقع میں یہ بھی نفس کی ایک شرارت ہے کہ محنت سے بھاگتا ہے۔

تحقیق و تعلیم ادب شیخ

(کمال ۹۱) ایک بار بہت لوگ حاضر تھے فرمانے لگے بعضے لوگ بزرگوں کے پاس آ کر بیٹھتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ بزرگ ہیں تو ہمارے دل کی بات بتلائیں سو اوّل تو یہ کیا ضرور ہے کہ جو بزرگ ہو اُس کو دِل کی بات معلوم ہی ہو جایا کرے دوسرے اگر اَحیاناً معلوم بھی ہو جائے تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ تم کو بھی بتلا دے ایسے خیالات محرومی کی علامت ہیں بزرگوں کے پاس دل کو سب خرافات سے خالی کر کے جانا چاہئے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نباشید از گمانِ بد خجل

فائدہ: علاوہ صاحب کشف و اشراق ہونے کے اس سے یہ مسئلہ کیسا محقق

ہو گیا کہ ولایت کے لئے کشف لازم نہیں اور عدم اظہار دلیل عدم ظہور کی نہیں اورادب صحبت شیخ کی بھی اس میں تعلیم ہے۔

تحقیق متعلق ملکات نفسانیہ

(کمال ۹۲): ایک بار حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق فی نفسہ سب محمود ہیں بُری جگہ صرف کرنے سے مذموم ہو جاتے ہیں کاملین اُن کا ازالہ نہیں کرتے بلکہ مصرف بدل دیتے ہیں مثلاً بخل ہے پہلے مشروع مواقع میں صرف ہوتا تھا بُرا تھا اب مواقع غیر مشروعہ میں صرف کرنے لگے یعنی معصیت میں خرچ کرنے سے بخل کیا محمود ہو گیا۔

فائدہ: کیسی عمدہ تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب ملکاتِ نفسانیہ میں فوائد رکھے ہیں ریاضت سے اُن کا ازالہ نہ کرے ورنہ ضرورت استعمال کے وقت ضرر ہوگا مثلاً اگر غضب بالکل نہ رہے تو منکرات کا ازالہ نہ کرے گا۔ وعلیٰ ہذا

تعدیل اخلاق

(کمال ۹۳): حضرت نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ جوانی میں خوف غالب چاہئے اور بڑھاپے میں رجاء۔

فائدہ: ان اخلاق میں کیسی تعدیل فرمائی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ خوف سے مقصود سعی فی العمل ہے اور اُس کا وقت جوانی ہے اگر بڑھاپے میں اس کا غلبہ ہوا تو منجر بہ یاس و نا اُمیدی ہو جائے گا جس میں ایمان کا اندیشہ ہے۔

ایک مسئلہ اختلافیہ کی تحقیق

(کمال ۹۴): ایک بار حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جینا تو مکہ کا افضل ہے اور مرنا مدینہ کا۔

فائدہ: یہ مسئلہ علماء و محدثین میں بوجہ احادیث متنوعہ مختلف فیہ ہے اور مذاہب مختلف۔ مگر حضرت کی یہ تحقیق سُن کر حدیثوں کو دیکھنا شروع کریں تو سب حدیثیں مطابق ہو جاتی ہیں سبحان اللہ علم اس کا نام ہے۔

غلبہ انکشاف آخرت

(کمال ۹۵): جناب محمد عبدالرحمٰن خان صاحب مالک مطبع نظامی کے یہاں حضرت صاحب نے ارشاد مرشد عربی باجرت چھاپنے کے لئے بھیجی تھی مگر جناب خان صاحب نے ویسے ہی نذر کردی، حاضرین جناب خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت کی تعریف کرنے لگے کہ اُن کو اُجرت کی کچھ حرص نہ ہوئی آپ نے ہنس کر فرمایا کہ بھائی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے حریص ہیں اُجرت قلیل پر اکتفاء نہیں کیا آخرت میں اُجرت کثیر لیں گے۔

فائدہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کی نظر میں آخرت ہر وقت نصب العین تھی کہ بلا تأمل اُجرتِ دنیا کے چھوڑنے کے صلہ کی طرف آپ کا ذہن منتقل ہو گیا۔

مراعات ومواسات خدام

(کمال ۹۶): جو کام کہ اُس میں کسی قدر مشقت مالی بھی ہو کسی خادم کے متعلق فرماتے تو باوجود اس کے کہ وہ اُس میں اپنا مال صرف کرنے کو سعادت سمجھتا مگر پھر بھی حضرت صاحب اِس کو گوارا نہ فرماتے بلکہ اُس کی کافی امداد فرماتے چنانچہ اس کے بہت سے نظائر ہیں اُن میں سے اب بھی ایک کتاب جو چھپ رہی تھی اُس میں حضرت صاحب نے نقد ایک ہزار روپیہ اُن صاحب کو عنایت فرمایا۔

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کی مراعات ومواسات خدام کے ساتھ ظاہر ہے۔

اتباعِ سنت

(کمال ۹۷) حضرت صاحب اپنے مہمانوں کا گو وہ خادم ہی کیوں نہ ہوں غایت اکرام اور دل جوئی فرماتے چنانچہ بارہا استقبال کے اور وداع کے وقت بیرون مکہ تشریف لے گئے اور خادموں کو سوار ہونے پر مجبور فرماتے اور خود پیادہ چلتے اور دعوت بڑی فراغت سے کئی کئی بار کرتے۔ **فائدہ:** ان اُمور کا مسنون ہونا ظاہر ہے اور سنت کا عادت بن جانا کمال عظیم ہے۔

حکمت

(کمال ۹۸): ایک بار حضرت صاحب کے دولت خانہ میں راقم کھانا کھا رہا تھا حضرت صاحب فرمانے لگے کہ مجھ کو فلاں بزرگ نے چند وصیتیں فرمائیں تھیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی کسی کی دعوت مت کرنا پھر ارشاد فرمایا کہ تم مت خیال کرنا کہ میری دعوت کیوں کی دعوت اُس کو کہتے ہیں جس میں مغائرت اور تکلف ہو اُس میں طرح طرح کی تکالیف جانبین کو ہوتی ہیں۔

فائدہ: حقیقت میں کیسی حکمت اور تجربہ کی بات ہے اس سے حضرت کا حکیم فی المعاملات ہونا بھی ظاہر ہے۔

تعلیم و تحقیق

(کمال ۹۹): ایک بار حضرت صاحب کی خدمت میں ایک شخص نے دوسرے شخص کے کسی عمل کی کوئی شکایت کر کے اُس پر طعن شرک کا کیا آپ نے ترش ہو کر فرمایا میاں کسی پر کیا طعن کرتے ہو جس روز حقیقت منکشف ہوگی دوسروں کا شرک و کفر سب کو بھول جاؤ گے اپنے کو کافر و مشرک سے بدتر دیکھو گے۔

فائدہ: اس میں پوری تعلیم ہے کف لسان اور اپنے عیوب کو دیکھنے کی اور تحقیق ہے کہ انکشافِ حقیقت کے وقت تمام مخلوق سے اذل وارْ داٗ اپنے کو سمجھنے لگتا ہے۔

شفقت بر خدام وعضو

(کمال ۱۰۰): ایک بار اس احقر نے غلبۂ پریشانی میں ایک اور درویش کی طرف رجوع کیا جس سے دوسرے طور پر پریشانی اور زیادہ ہوگئی اور میں نے حضرت صاحب کو اس کی اطلاع دی اور اُن درویش سے پوچھنے پاچھنے کی اجازت چاہی حضرت صاحب نے ایک معتمد بزرگ کی معرفت ان لفظوں سے یہ ارشاد کہلا بھیجا کہ جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کسی کی طرف کیوں متوجہ ہوتے ہو اس ارشاد کے سنتے

ہی سب پریشانی دفع ہوگئی اور اُن درویش سے دل سرد ہوگیا۔

فائدہ: علاوہ قوتِ تصرف کے اس سے حضرت صاحب کی غایت شفقت اور خدام کی حماقت سے عفوو درگذر فرمانا ثابت ہے ورنہ دوسرا پیر تو خفاء ہوکر ساری عمر نام بھی نہ لیتا۔

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

اوراس عنوان خاص سے جو کچھ انکسار مترشح ہے ظاہر ہے۔

توحید وعشق

(کمال ۱۰۱) آمدۂ خط مکہ معظمہ سے جو حضرت صاحب کے مرض وفات میں آیا تھا معلوم ہوا تھا کہ حضرت اُس حالت میں مستغرق رہتے تھے اور افاقہ میں کبھی اشعار عشقیہ پڑھتے جس سے سامعین کو بڑا سوز وگداز ہوتا ایک شعر بھی لکھا تھا اُس خط کی نقل ضائع ہوگئی ایک مصرع قریب قریب یہ تھا۔

یہ منزل عشق کی ہے اس میں آئے جس کا جی چاہے

فائدہ: حضرت صاحب پر توحید اور عشق کا نہایت غلبہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس حالت استغراقی میں اور زیادہ انکشاف ہوگیا تھا توحید وعشق کے کمال ہونے میں کیا شبہ ہے۔

حب ذکر اللہ۔

(کمال ۱۰۲): بروایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نے مرض وفات میں مولوی محمد اسماعیل صاحب بن ملا نواب صاحب کو بجائے خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے اُن کو بہت اُنس تھا یہ وصیت فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہو اُنہوں نے کہا کہ مناسب نہیں آپ نے حسب عادت فرمایا اچھا جیسے مرضی ہو غرض جب جنازہ لے کر چلے ایک عرب بولا اُذْکُرُوا اللّٰہَ۔ سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کردیا۔

فائدہ:: اس سے علاوہ ایک کرامت کے حضرت صاحب کا غایت حُبّ ذکر اللہ صاف ثابت ہے اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ میت اس کو ادراک کرکے متلذذ ہوسکتا ہے۔

فیض صحبت

(کمال ۱۰۳): اور سر دست اسی پر حکایات تمام ہوتی ہیں حضرت صاحب کا فیض صحبت ایسا تھا کہ اگر کسی میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی وہ محروم نہ رہتا چنانچہ ادنیٰ فیض یہ دیکھا جاتا ہے کہ آپ کے اکثر خدام میں صفتِ زہد بحمد اللہ موجود ہے اور عجب العجاب یہ ہے کہ اکثر بزرگوں کا نفع دیکھا ہے کہ اپنی بی بی کو کم ہوتا ہے مگر آپ کی بی بی صاحبہ بی بی خیر النساء جو اس وقت بہت سن رسیدہ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتی ہیں اور ابتداء میں یہی حضرت صاحب کی مخطوبہ تھیں مگر حضرت صاحب کے انکار سے ان کا نکاح دوسری جگہ ہو گیا تھا پھر بیوہ ہو گئیں اور حضرت سے عقد ہو گیا واقع میں اسم بامسمٰی ہیں سخاوت وحلم وکرم۔ وعفو۔ و شفقت وعلم وفہم کہ مثنوی میں بھی مہارت رکھتی ہیں اور دوسری صفاتِ حمیدہ سے موصوف ہیں۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میں اور ان میں صرف مرد وعورت ہونے کا فرق ہے ورنہ اکثر صفات میں مشارکت ہے حضرت صاحب کی وفات کے بعد عصبات کی تقسیم کیلئے آپ کا ترکہ جو بہت مختصر تھا نیلام ہو گیا ایک مخلص سیٹھ نے اس نیت سے خرید لیا کہ پھر بی بی صاحبہ کو نذر کر دوں گا مگر آپ نے بجز چند ملبوسات حضرت صاحب کے اور کچھ نہیں قبول کیا اور وہ ملبوسات بھی حضرت کے خدام کو تبرکاً تقسیم کر دیئے چنانچہ اس ناکارہ کو بھی بعض ملبوسات عطاء ہوئے ہیں باوجود اصرار خدام کے محض توکل پر مکہ کا قیام اختیار فرمایا اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں، بعض اُمراءِ مخلصین نے کچھ ماہوار مقرر کر دیا ہے۔ غرض اُن کی حالت ایک مصداق ہے تفسیر اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ کی اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے اور خلفاء کے واسطے سے حضرت صاحب کے انوار وبرکات کو دائم قائم رکھیں۔ آمین آمین۔

خاتمہ + درغزلِ موعودِ مقدمہ + از نالۂ عندلیب +

در طلبِ وسائل وصلِ الحبیب

دلا تیرہ منشین صفائے طلب کن   ازیں خاکدان کیمیائے طلب کن
چو بر کشتی آرزو مے نشینی   زدریا دلاں ناخدائے طلب کن
زخودرہ بجائے نہ بُردند مردان   دریں تیرگی رہنمائے طلب کن
رہِ دل گرانی تن برنتابد   سبکتر ازیں پائے پائے طلب کن
نہ عمر ست بایں نفس زندگانی   ازیں جان فزاتر ہوائے طلب کن
نہ جولانگہِ تُست صحرائے گیتی   ازیں دلکشاتر فضائے طلب کن
سرت را ازیں گردبالش نزیبد   فرازِ فلک متکائے طلب کن
دو چشمت دو آئینہ و ہر دو تیرہ   زخاکسترِ دل جلائے طلب کن
زمین پائے لغزست از خون مردان   زپیرانِ ابن رہ عصائے طلب کن
فرو رَوْ بہر ژندۂ ہمچو سوزن   شہنشاہ مشرب گدائے طلب کن
صبوحی مکن باتنک می حریفان   زدریاکشان آشنائے طلب کن
بساطِ جہان نیست از مرد خالی   ازیں کہنہ دہ کدخدائے طلب کن
چو طاؤس تاکے بدیبا بر قصی   چو شیران لباس از عبائے طلب کن
بکوری دل چیست کحل الجواہر   بصیرت فزا توتیائے طلب کن
مبادا دَدَ ودام ازرہ برندت   زپر ملائک وطائے طلب کن
زمینی ست سر منزل فقر عالی   دریں بوم ظل ہمائے طلب کن
چو دراعۂ فقر دربر کشیدی   زتار توکل ردائے طلب کن
چو کاہے بدیو ارغم چند ماندن   یکے جذبۂ کہربائے طلب کن
شکستن اگر بایدت دانۂ دل   یکے گردش آسیائے طلب کن
نظر بگسل از نقش اشیاح وہمی   بہنگامہ خلوت سرائے طلب کن

بشو تختۂ بحث و افکار علمی — مزہ زچون و چرائے طلب کن
بہ نطع بدن طاعتِ حق نہ نہد — زبرگِ فنا بوریائے طلب کن
گرت آستین پرگل و لالہ باید — بروآستانِ رضائے طلب کن
براہِ طمع چند ازیں خاک بیزی — زاکسیر ہمت غنائے طلب کن
بجسم سفالین مریز آبرورا — زچشمِ زجاجی انائے طلب کن
نمک نیست در نعمتِ خوانِ دنیا — زشورلبۂ چشم اِبائے طلب کن
مبر دَست بر آخور خرنہادان — زخوان مسیحا غذائے طلب کن
ازان بزم کش نیم سوز ست دلہا — حریفانہ نزل بلائے طلب کن
درین مزرع آب و گل دانۂ سبز — بیفشان و ابرو فائے طلب کن
چو خود را تو خود ریختی خون ہم از خود — قصاصے بجو خون بہائے طلب کن
عدالت تن آسودگی برنتابد — خروشے برون دہ فنائے طلب کن
خداعِ زمان رافسونے فرودم — صداعِ جہان راطلائے طلب کن
چو مردان بخون خود اردر نہ غلطی — برواز عروسان حنائے طلب کن
درآن باغ داری ہوائے شگفتن — درین باغ نشوونمائے طلب کن
گل از خارجو یند گنج از خرابہ — تو برگ از دل بینوائے طلب کن
بدرد طلب گرچومن درد مندی — ہم از دردمندان دوائے طلب کن
گرت دستگاہ مصاف ست باخود — زسلطانِ ہمت لوائے طلب کن
چوا دبارچند انحطاط و ہو انت — چو اقبال عزّ و علائے طلب کن
زحیلولت ارض ماہت گرفتہ — ازیں نخساف انجلائے طلب کن
ہزاراں قدم از عدم پیشترنہ — وز انجانشانِ فنائے طلب کن
رُخِ نظمہائے ید اللہ نداری — پے سیلی غم قفائے طلب کن

کلیدِ درچارہ چون گم شد از تو | برو چارۂ خود زجائے طلب کن
زہر خارہ گوہر نیارند بیرون | بجز کعبہ حاجت روائے طلب کن
زبان لائق اقتدا نیست رہ را | چوپیر خرد مقتدائے طلب کن
دگرہیبت بیشتر راہ گیرد | بجز عقل مشکل کشائے طلب کن
دریں سیہ تنہا خرد گم کند رہ | زشمع شریعت ضیائے طلب کن
ہمہ پس رو اہل یونان چہ باشی | زملکِ عرب پیشوائے طلب کن
رسیدی زنحخانہ شوق طالب | زاہل صفا مرحبائے طلب کن
مگر گفتہ است جابے گیرد بدلہا | زار بابِ معنی دعائے طلب کن

تمت الرسالة علی ید المسکین اشرف علی ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ فی تھانہ بھون۔

ضمیمۂ کمالات امدادیہ

بعد ختم رسالہ کے بعض احباب نے فرمائش کی کہ اگر اور کوئی روایت کمالات کی بے تکلف یاد آجائے تو وہ بھی قلمبند کرلی جائے چنانچہ کمالات ذیل اور یاد آئے۔

معرفت و تحقیق

(کمال ۱): حضرت صاحب کسی پر عنایت فرما کر اپنی مسند پر بٹھلانا چاہتے تو یہ عذر کیا جاتا کہ

بجائے بزرگان نباید نشست

حضرت صاحب ارشاد فرماتے کہ اس کے یہ معنے نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اُس کی مساوات کا مدعی نہ ہو۔

فائدہ: عارفین کے کلام کے حقائق کا پہچاننا دلیل ہے عارف و محقق ہونے کی۔

تعلیم مسئلہ

(کمال ۲): حضرت صاحب ایک درویش کی نسبت کچھ کلمات ثنائیہ ارشاد

فرمانے لگے اُنہوں نے فرمایا ''من ہیچ نیم'' حضرت صاحب ہنس کر فرمانے لگے کہ جب عارف اپنی تعریف کرتا ہے تو کہتا ہے میں کچھ نہیں جو حاصل ہے مقام فنا کا۔

فائدہ: عارفین کے مزاح میں بھی مسائل ہوتے ہیں حضرت نے یہ مسئلہ ظاہر فرمادیا کہ اپنے کو ناچیز و بے کمال سمجھنا عین کمال ہے۔

شانِ تربیت

(کمال ۳): ایک بار مجلس میں چند خدام حاضر تھے اور کسی کتاب تصوف کا سبق ہو چکنے کے بعد دُعا کی گئی بعد دُعا کے حضرت صاحب نے بشارت دی کہ اس وقت جس قدر آدمی اس مجلس میں موجود ہیں سب کو ذرّہ محبت حق تعالیٰ کا نصیب ہوگا۔

فائدہ: طالبین کو بشارت دینا منجملہ کمالاتِ مشیخت وشان تربیت ہے اس سے علاوہ نفع مآل کے فی الحال بہت ترقی ہوتی ہے۔

دقت علم اور کمال خشیت

(کمال ۴): ایک بار آیت یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ کی تاویل میں ارشاد فرمایا کہ سَیِّئَات ہمارے یہی اعمال وعبادات ہیں کہ بوجہ ضیاع حقوق وآداب مثل سَیِّئَات ہیں حق تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کو حسنات میں شمار فرمائیں گے۔

فائدہ: اس سے علاوہ دقت علم کے کمال خشیت ثابت ہے جس کی فضیلت میں آیت یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْ وَّقُلُوْبُہُمْ وَجِلَۃٌ وارد ہے۔

حب اللہ والرسول

(کمال ۵): حکیم احمد حسن صاحب بوڑھانوی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا محمد مظفر حسین صاحب کاندھلوی تاج الاتقیاء مکۂ معظمہ میں بیمار ہو گئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں متمنی ہوں موتِ مدینہ کا اور اب میری حالت یاس کی ہوگئی آپ نے ذرا تامل کر کے فرمایا کہ آپ یہاں انتقال نہ فرمائیں گے مولانا کو بالکل اطمینان ہوگیا چنانچہ مدینۂ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں وفات فرمائی۔

فائدہ: اس سے علاوہ کرامت حسیہ کے حضرت صاحب کی مقبولیت اپنے نامہ کی نظر میں ثابت ہوتی ہے جو دلیل ہے ولایت کی۔

ایضاً

(کمال ٦): جناب قاری محمد علی خان صاحب جلال آبادی سلمہم اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت مولانا ممدوح فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کی شان مثل متقدمین وسلف صالحین کے ہے آج کل ایسے لوگ پیدا نہیں ہوتے۔

فائدہ: مثل سابق۔

اللہ رسول کی محبت

(کمال ۷): ایک بار بدیوں کی سختی کا ذکر آیا فرمانے لگے کہ حکامِ مجازی سے ملنے کے لئے اُن کے خان سامان اور اردلی کی کیسی خوشامد کرتے ہیں یہ لوگ تو دربار الٰہی و دربار رسول میں پہنچانے والے ہیں۔ اگر ان کی مُدارات و مراعات کی جائے تو کیا بعید ہے۔

فائدہ: اس سے کمال محبت اللہ ورسول کی مترشح ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

معرفت

(کمال ۸) ایک بار ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی حکمت وصنعت جس قدر اشیاء جمیلہ کے پیدا کرنے میں ظاہر ہے اُسی قدر بلکہ اُس سے بھی زائد اشیاء قبیحہ کے پیدا کرنے میں ظاہر ہے کیونکہ خوش نویس کا بڑا کمال ہے کہ چاہے خوب صورت حرف لکھے خواہ بدصورت بلکہ یہ صورت حرف کا بنانا زیادہ کمال کی دلیل ہے کہ اس پر قدرتِ خلاف ظاہر ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ کیسی معرفت کی بات ہے۔

معرفت ومحبت

(کمال ۹): ایک بار حضرت صاحب نے پانی پیا اور فرمایا کہ میاں جیسی پانی

نعمت ہے پیاس بھی نعمت ہے کیونکہ اگر پیاس نہ ہو تو پانی سے لذت حاصل نہیں ہوسکتی۔
فائدہ: سبحان اللہ کیسی معرفت ومحبت کا مضمون ہے اس لئے عارفین آلام سے بھی متلذذ ہوتے ہیں۔

بصیرت استعداد

(کمال ۱۰): جناب مولوی محمد منیر صاحب نانوتوی فرماتے تھے کہ میں نے حضرت صاحب سے بیعت کے لئے عرض کیا آپ نے فرمایا بتلاؤ کہ ایک زمین ہے اُس میں جھاڑ جھنکاڑ کھڑے ہیں اُس میں ایک شخص تخم پاشی کرنا چاہتا ہے۔ اُس کے لئے کون سا طریقہ بہتر ہے آیا پہلے جھاڑ وغیرہ صاف کر کے تخم پاشی کرے یا تخم پاشی کر کے جھاڑوں کو صاف کرتا رہے میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ پہلے تخم پاشی کردے کیونکہ اگر جھاڑ نکالنا شروع کئے اور تخم پاشی کے قبل موت آ گئی تو مقصودِ اصلی کچھ حاصل نہ ہوا اور اگر تخم پاشی پہلے کردی تو گو کھیتی زور کی نہ ہوگی مگر محروم تو نہ رہے گا آپ نے فرمایا تو بس جاؤ تم نقشبندی طریقہ میں بیعت کرو تم کو اُس سے مناسبت ہے۔

فائدہ: استعدادِ طالب کا امتحان ایسے سہل طریق سے اور اُس کی شناخت یہ بڑے شیخ کامل ومحقق کا خاصہ ہے حضرت صاحب نے اس میں کمال ہی کردیا۔ اور جو شخص دونوں خاندانوں کے طرزِ تربیت کو جانتا ہوگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ مثال نہایت منطبق ہے۔ رہا شبہ حرمان کا بعض اوقات میں چونکہ نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ ثابت ہے اس لئے حرمان کا احتمال نہیں وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ۔

عرفان ومحبت

(کمال ۱۱): ایک بار سفر حج کی صعوبتوں کا جو اس وقت بڑھ گئی ہیں تذکرہ تھا اور لوگ افسوس کر رہے تھے کہ اب لوگ حج کم کریں گے حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میاں اس سے تو مطلوب کی اور بھی قدر بڑھ جاتی ہے۔

اہل طبع سلیم زیادہ شائق ہوں گے کہ کوئی بڑا مقصود ہوگا جس کے شرائط اتنے شدید ہیں اور یہ شعر حسب حال ارشاد ہوا۔

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ   گرد گلہ تو تیائے چشم گرگ

(......کے چلنے سے جو گرد اُڑتی ہے وہ بھیڑیے کو ایسی محبوب ہے جیسے سرمۂ چشم کیونکہ دلیل ہے کثرت گلہ کی جو اُس کا عین مقصود ہے۔۱۲)

فائدہ: اس سے حضرت صاحب کا عارف اور احکام تکوینیہ کے اسرار میں مبصر ہونا رنگ و محبت کے ساتھ ظاہر ہے۔

لب معرفت

(کمال ۱۲): ایک بار ایک شخص حاضر ہو کر افسوس کرنے لگا کہ میں اتنے روز تک بیمار رہا اور حرم میں نماز نصیب نہ ہوئی حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عارف ہوتا ہے وہ حرم میں بلا اختیار نماز نہ ملنے پر متاسف نہیں ہوتا کیونکہ طرق قرب مختلف ہیں اگر محبوب نے بجائے صلوٰۃ فی الحرم کے مرض کو طریق قرب تجویز فرمایا ہو تو اِس شخص کا کیا منصب ہے کہ اپنی تجویز کو ترجیح دے۔

فائدہ: اس ارشاد میں مغز معرفت ظاہر فرمادیا ہے اس کو حضرت عارف شیرازی نے لسانِ (یعنی اشارۃً فرمایا) اشارات میں بیان کیا ہے۔

درطریقت پیش سالک ہرچہ آید خیر اوست   بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

جو شخص اس میں اتقان وایقان حاصل کرے گا اُس کو ہمیشہ باطنی ترقی حاصل ہوتی رہے گی۔

اتباع سنت وحکمت

(کمال ۱۳): ایک شخص بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب سے کسی نے یہ خبر بیان کی کہ فلاں شخص آپ کی نسبت یوں کہتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تجھ سے اچھا ہے اُس نے اِتنا تو لحاظ کیا کہ پسِ پشت ہی کہا تُو تو ایسا بدلحاظ نکلا کہ بررو کہہ دیا وہ شخص نہایت ذلیل و نادم ہوا اور چغل خوری کا پھر حوصلہ نہ رہا۔

فائدہ: یہ مضمون تقلید کے قابل ہے اگر اکابر و مشائخ ایسے تمام نماموں کو ایسے ہی جواب دے دیا کریں تو باب نمیمہ بند ہو جائے اس میں بالکل اتباع ہے سنت کا کہ ایسے خوشامدیوں کی تذلیل کا حکم ہے اور اعلیٰ درجہ کی حکمت کا اثبات ہے کہ بہت سہل طریق سے باب مفاسد کا انسداد ہوتا ہے۔

تواضع وانکساری

(کمال ۱۴): ایک بار جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا تذکرہ ہوا فرمانے لگے کہ بھائی ایسی بڑی آرزو کرنی بڑے لوگوں کی ہمت اور حوصلہ ہے ہم کو اگر مزار شریف کے گنبد کی زیارت ہی ہو جائے تو غنیمت سمجھتے ہیں۔

فائدہ: اس ارشاد سے جس درجہ تواضع وانکسار مترشح ہے ظاہر ہے اور تنبیہ و تعلیم ہے طالبان احوال و بشارات کو کہ یہ شان عبدیت و محبت کے خلاف ہے بلکہ اصل مقصود رضا و تسلیم ہے جو عطا ہو جائے فضل ہے اور جو نہ ملے عدل ہے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

رسالہ کمالات امدادیہ مکمل ہوا۔

مکتوباتِ امدادیہ

مع صد فوائد حاشیہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

تمہید از ناشر طبع ہذا

احقر ظہور الحسن غفرلہٗ خادم خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون مظہر مدعا ہے کہ عنقریب ہی قسط نمبر ۳۷ و نمبر ۳۸ میں حیات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہٗ المرقومات الامدادیہ کے نام سے ناظرین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ جس میں حضرت قدس اللہ سرہٗ کے وہ خطوط جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، حکیم ضیاء الدین وغیرہ کے نام بطور اصلاح تربیت و ہدایات مفیدہ صادر ہوئے تھے۔ بہت زیادہ نفع بخش ہیں۔ اور گویا پوری کتاب کی جان ہیں۔ کاپیوں کی تصحیح کے وقت برابر یاد آتا رہا کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے خطوط جو حضرت حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے نام کافی مقدار میں صادر ہوتے رہے ہیں وہ بھی ضرور آئیں گے لیکن نہیں آئے۔ کتاب شائع بھی ہوگئی۔ شائع ہونے کے بعد بعض اَحباب نے بھی اس کمی کو محسوس کیا اور مطلع کیا کہ وہ خطوط کیوں نہیں آئے۔ اس اطلاع کے بعد اور زیادہ تفتیش شروع ہوگئی کہ وہ خطوط اس میں نہیں آئے تو کہاں ہوں گے؟ کہ دفعۃً پرانی کتابوں میں سے ایک رسالہ مکتوبات امدادیہ کے نام سے سامنے آگیا۔ دیکھا گیا تو اس میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے پچاس خطوط حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام آئے ہوئے مطبوعہ موجود تھے۔ جن پر حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ نے خود بطور حاشیہ صد فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں جو افادہ کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔ لہٰذا اس رسالہ کو بطور ضمیمہ حیات حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین بھی اس بر موقع اشاعت سے محظوظ ہوں گے۔ والسلام

بندہ ظہور الحسن غفرلہٗ محرم ۹۱ھ

تمہید

مکتوبات امدادیہ

بنام حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله جاعل اللوح والقلم والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا محمّد الذى كتب فى قلوب امة العلوم والحكم و علىٰ آله واصحابه أولى الفضل والكرم اما بعد فهذا بعض من الكتاب الشريف والخطاب اللطيف الىٰ هذا العبد الضعيف والمسكين النحيف من الباب النّظيف والجناب المنيف لسيّدى و مرشدى مولائى الحاج الشاه الحافظ محمد امداد الله رضى الله عنه و ارضاه و جعل مقعد صدق عنده ما واه وردت فى مختلف الازمان و نزلت فى متفرق الاحيان و كثير منها ضاع و بعضها مما لا يتحمله افهام العامة لم اران يذاع و أسمّيها بالمكتوبات الامدادية عسى ان يجعلها اللّٰه تعالىٰ للطالبين نسخة ارشادية و هو رؤف بالعباد و منه الامداد والارشاد۔

ہر چند کہ بظاہر ان مکتوبات شریفہ میں اکثر معمولی مضمون ہیں مگر واقع میں بکثرت علم ظاہری و باطنی کے مسائل اس میں مخزون و مکنون ہیں۔ بندۂ ناچیز نے محض بطور مثال و نمونہ کے ہر مکتوب میں سے دو دو فائدہ کی طرف حاشیہ پر اشارہ لکھ دیا ہے اور باقی فوائد

کثیرہ کے استنباط کو طالب صادق کی فہم پر رکھ دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس کتاب فوائد انتساب میں جناب جنت مآب شیخ العرب والعجم آیۃ من آیات اللہ حضرت مرشدنا سیدنا مولانا حاجی شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز کے وہ پچاس (۵۰) مکتوب جمع ہیں جو حضرت موصوف نے جناب سیدنا مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب حنفی چشتی تھانوی رحمہ اللہ اپنے خاص جانشین اور خلیفہ کے نام مکہ معظمہ سے روانہ فرمائے ہیں اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ نے ان سب مکتوبات سے ایک سو فائدے مستنبط فرمائے ہیں جن کو مختصر تفسیر کے ساتھ حاشیہ پر ناظرین کے فائدے کیلئے درج کر دیا گیا ہے۔ جو حضرات اِن سے فائدہ اُٹھائیں احقر کو بھی دعائے خیر سے یاد رکھیں۔

راقم احقر محمد انعام اللہ حنفی تاجر کتب پٹکاپور کان پور سابق عربی مدرس جامع العلوم کان پور پٹکاپور نمبر ۶۳۔

مکتوب نمبر ا

از طرف فقیر امداد اللہ عفی عنہ۔ بعد السلام علیکم کے بمطالعہ عزیز القدر مولوی اشرف علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ معلوم ہو کہ خط آپ کا پہنچا حال انتقال سے رنج و ملال لاحق ہوا۔ خداوند تعالیٰ ﴿چند خطوط درمیان سے کٹے پائے گئے اسی لئے عبارت کا پتہ نہ لگا بجبوری بیاض چھوڑ دی۔ مطلب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر یعنی مولوی مشتاق احمد پر بخشش فرماوے اور اپنی رحمت میں ڈھانک لے۔۱۲﴾ بخشش فرماوے...... ڈھانک لے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ دن ہمیں تمہیں سب کو آنا ہے۔ ﴿تذکر و استعداد موت یعنی موت کو یاد رکھنا اور اس کے لئے تیار رہنا۔ حدیث شریف میں اس کی بہت تاکید و فضیلت آئی ہے۔۱۲﴾ اس دن کا تہیہ ہر وقت ہر کس پر لازم اور واجب ہے۔

خجل آنکس کہ رفت و کار نساخت

کوس رحلت زدند و بار نساخت

تم کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے حال سے اور جو کوئی کیفیت ﴿تعاہد اصحاب یعنی اپنے یاروں کی خبر رکھنا اور ان سے بے پروائی نہ کرنا۔ یہ مسنون ہے اور حقوق صحبت سے ہے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دریافت فرمایا کرتے تھے کہ فلاں صحابی نہیں آئے کیا وجہ ہے۔ غرض یہ کہ بے تعلقی جو درویش کیلئے لازم ہے اُس سے مراد تعلقات نفسانی ہیں نہ تعلقات شرعی ۱۲﴾ اپنے زمرہ والوں میں پیش آوے اس سے مطلع کرتے رہو اور سب ملنے والوں کو سلام کہہ دینا۔　　والسلام ۔۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ

مکتوب نمبر ۲

از طرف فقیر محمد امداد اللہ عفی عنہ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ بمطالعہ عزیز مولوی اشرف علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آمین۔ واضح ہو کہ خط آپ کا پہنچا کل حال معلوم ہوا۔ خداوند تعالیٰ بتصدق ﴿دُعا و توسل یعنی دُعا کرنا اور مقبول بندوں کا وسیلہ دُعا میں پیش کرنا۔ بعض کا گمان ہے کہ دُعا کرنا تفویض کے خلاف ہے۔ یہ گمان صحیح نہیں۔ تفویض کے خلاف وہ درخواست ہے جو اَمرالٰہی کے خلاف ہو اور جس کا خود حکم کیا گیا ہے اس کو مانگنا عین تفویض ہے بلکہ ترک کرنا خود رائی ہے جو خلاف تفویض ہے۔ البتہ غلبۂ حال یا کسی واردِ وقتی کے اقتضاء سے ترک کرنا خلاف نہیں اور بعض کا گمان ہے کہ دُعا میں توسل ممنوع ہے یہ گمان بھی غلط ہے۔ احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق لازم سمجھنا بداعتقادی ہے﴾ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مرادیں پوری فرماوے اور تمہارے دامن تمنا کو گوہر مقصود سے پُر کرے آمین یا رب العالمین۔ اور در بارہ سرپرستی مدرسہ جو تم لکھتے ہو اگر صرف دُعا خواہی پر منحصر ہو تو اُس سے مجھے انکار نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ جب یاد آوے گا اُس کی ترقی کی دعا کی جاوے گی۔ باقی رہی ظاہری تدابیر نہ وہ ہمیں آتی ہیں نہ ہم سے ہو سکیں نہ ہم اُن کے اہل ہیں اُن سے معاف رکھیں ﴿قول بالمعروف یعنی عذر بالجمیل یعنی جو سوال اس سے کیا گیا ہے اگر کسی وجہ سے اُس کو پورا نہ کر سکے تو خشکی سے جواب نہ دے۔ نرمی و خوبصورتی سے عذر کر دے اس کا حکم قرآن مجید میں صاف صاف موجود ہے ۱۲﴾ ہاں صرف دُعا پر اِکتفاء کریں۔ سب صاحبوں کی خدمت میں سلام کہہ دینا۔ خصوصاً جناب

عبدالرحمان خان صاحب کو اور ان کیلئے حرم محترم میں بہبودی دارین کی دُعا کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ قبول فرماوے۔ والسلام۔ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۴ھ۔

مکتوب نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... از فقیر امداد اللہ عفی عنہ۔ بخدمت بابرکت عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زاداللہ محبتہ و معرفتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مکتوب بہجت اُسلوب مرقومہ ۲۱ محرم ۱۳۰۶ھ بذریعہ ڈاک وارد ہوا۔ مسرت وخوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس یادفرمائی ﴿مکافات بالدعا یعنی اگر کوئی شخص محبت و خدمت سے پیش آوے تو اُس کو دُعا دینا حدیث شریف میں وارد ہے﴾ وعنایت کے بدلے مکروہات دنیا وعقبات عقبیٰ سے مامون ومحفوظ رکھ کر جمعیت خاطر واطمینان قلب اور اپنی محبت ورضا عطاء کرے۔

افسوس ﴿والد صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر پا کر اُن کی تعزیت میں یہ تحریر فرمایا ہے، غالباً یہ عبارت ہو کہ اُن کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی نہایت افسوس ہوا۔۱۲﴾ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کے والد صاحب مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں مقام اعلیٰ عنایت کرے اور آپ کو صبر واستقلال عنایت فرما کر ثواب عظیم ونعم البدل عطاء کرے اور اپنے ماسویٰ سے اپنی طرف کر لے آمین۔ آپ کی طبابت کے شغل کو ترک کر کے پھر کان پور تشریف لا کر دینیات کے شغل کا حال معلوم ہوا بہت خوشی ہوئی۔ اللہ جل جلالہ آپ کی اس خدمت میں برکت دے کر آپ کے برکت وفیض سے تمام مسلمانوں کو مستفیض ومستفید کرے۔ میں نے قبل ہی آپ کو مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط ﴿اعتصام بالدین یعنی دین کو مضبوط پکڑنا اس کی تاکید وفضیلت سب کو معلوم ہے۔۱۲﴾ پکڑنا چاہئے۔ دنیا ﴿یہ بھی پڑھا نہ گیا۔ نہ مضمون معلوم ہوا کیا عجب ہے کہ یہاں دنیا کی کوئی صفت مذموم اور اس کی ناپائیداری بیان کی گئی ہو۔۱۲﴾ جو خود ہی اچھی صورت میں خدمت کو حاضر رہے گی۔ بہرکیف آپ لوگ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیدا کر کے بڑے درجہ عنایت کئے ہیں۔ پس اپنے مقصود کا

خیال سب پر مقدم رکھنا چاہئے۔ آئندہ اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنت پر آپ لوگوں کو ثابت قدم وجان باز رکھے۔ الحمد للہ میں بفضلہٖ تعالیٰ مع الخیر ہوں۔ لیکن اب کے باعث ضعف جسمانی وضعف بصارت کے لکھنے پڑھنے میں دِقت ہے دُعا کرو اللہ تعالیٰ خاتمہ ساتھ ایمان کے کرے اور ہم کو اور تم کو اپنے صدیقوں کے زمرہ میں داخل کرے۔ فقط از مکہ معظمہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ)

مکتوب نمبر ۴

از فقیر محمد امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت مولوی اشرف علی صاحب زاد فیوضہ بعد سلام مسنون واضح رائے باد کہ نامہ بہجت شامہ العزیز با تمیز رسید از استعمال حال ذوق وشوق آثار ترقی فہمید مسرت بر مسرت افزود خدائے تعالیٰ برکت زیادہ کند۔ مطالعہ ضیاء القلوب از بس نافع است۔ بہر شغلے ﴿ قانون تعیین شغل یعنی اشغال کے طرق مختلفہ میں سے طالب سلوک کس کو اختیار کرے سو اُس کا قانون یہ ہے کہ جس شغل میں لذت زائد پاوے اُس کو اختیار کرے ہر چند کہ اس طریق میں لذت مقصود اصلی نہیں اور نہ طالب کو اس پر نظر چاہئے مگر شغل سے چونکہ مقصود یکسوئی ہے اور وہ بدون لذت کے مبتدی کو حاصل نہیں ہوتی۔ ایسے شخص کے لئے لذت مقصود بالتبع ہے اور اس قانون کی ضرورت غیبت شیخ میں ہے اور اگر پاس ہو تو اس کا اتباع ہی بڑا قانون ہے ﴾ کہ لذت بیش یا بند آنرا مواظبت نمایند اُمید ست کہ نافع شدنی است و ترک تعلق مصلحت نیست ﴿ضرر ترک اسباب ضعیف النفس را یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ وریاضت سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی ہو وہ ظاہری اسباب معیشت کو ترک نہ کرے ورنہ نفس کو تشویش و بدگمانی قضائے الٰہی کے ساتھ پیدا ہوگی اور تشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا بالخصوص باطن کا کام جس میں سراسر جمعیت کی ضرورت ہے۔ البتہ جس وقت قلب میں قوت اعتماد علی الحق حاصل ہو جاوے تو ترک اسباب جائز ہے مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے جب تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا امتحان نہ کرلے اور شیخ کی بھی اجازت ہو جاوے۔ ۱۲﴾ زیرا کہ

ایں اُمر بجز تجرد نہ زیبد عیال را مضطرب گذاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است و رو بہ ہی ندارد بہ خلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الیٰ اللہ است وگاہی ماہی بخدمت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند و اَحوال بسمع مبارک ایشاں رسانیدن نافع خواہد شد ان شاء اللہ تعالیٰ والسلام فقیر بباعث ضعف بصر از تحریر معذور است۔۲۲ محرم الحرام ۱۳۰۸ھ برلفافہ۔

مکتوب نمبر ۵

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت سراپا اخلاص ومحبت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب سلمہ اللہ بعد سلام مسنون و دُعائے ترقی درجات عالیات کے واضح رائے شریف ہو۔ الحمدللہ فقیر بہ خیریت ہے اور آپ کی خیر وخوبی درگاہِ پاک بے نیاز سے مطلوب۔ مطلب ضروری یہ ہے کہ عزیزم مولوی انوار اللہ صاحب حیدر آبادی استاذ نواب صاحب ﴿اس جگہ سے عبارت کٹ گئی ۱۲﴾ حیدر آباد دَکن نے جو کہ فقیر کے خاص احباب میں سے ہیں مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً میں دو تین سال رہ کر ایک بڑی کتاب مسمی از زبان فقیر بہ انوار احمدی چند مسائل کی تحقیق میں بڑی خوبی سے لکھی ہے۔ فقیر نے تابحث آداب اُس کتاب کو سُنا خود مولانا ممدوح کی زبانی فقیر بہت محظوظ ومسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وہنر میں برکت کرے۔

ایک جدید طرز اور نئے انداز سے نہایت مفید اور کار آمد کتاب تالیف ہوئی ہے۔ کتاب موصوف میں ایک فصل احادیث کے اسناد کی معتبر وغیر معتبر کی معرفت میں اور اوہام فرقہ باطلہ کے دفع میں بڑی دلچسپ تقریر کے ساتھ لکھی گئی ہے چونکہ بنائے دین اسلام احادیث پر ہے اور یہ لوگ سوائے صحاح ستہ کے اور حدیث کی کتابوں سے ناواقف ہیں اور جس سے واقف بھی ہیں تو اُس کی اکثر احادیث کو ضعیف وموضوع کہتے ہیں اور اُس کے عامل کو ضال ومضل بتلاتے ہیں۔

تو اس اوہام بے جا اور جہل ...... ﴿یہاں بھی کاغذ کٹا ہوا تھا۔ غالبًا یہ عبارت ہو

اور جہل سے دین کے ایک جزو ہیں۔۱۲﴾ جزو میں خرابی واقع ہوتی ہے اس لئے فقیر نے مناسب سمجھا کہ اس فصل کو پوری کتاب کے طبع سے قبل چھاپ دی جاوے کہ اُس سے خلق کو فائدہ عظیم ہوگا اور خوبی ساری کتاب کی اُس سے ظاہر ہوگی اب فقیر اس فصل کو ایک رسالہ علیحدہ نام زد بہ لمعۃ الانوار تجویز کر کے آپ کی خدمت میں اس غرض سے ﴿اشاعۃ علم مطلب وفضیلت ظاہری محققین فقراء کو ہمیشہ اس طرف توجہ رہی ہے اور ہے بھی ایسے ہی چیز کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ مگر مراد اس سے علوم وحی ہیں نہ فنون عقلیہ و فلسفیہ افسوس ہے کہ آج کل علم دین کو مزاحم درویشی سمجھتے ہیں۔ انا للہ ۱۲﴾ بھیجتا ہوں کہ عبدالرحمٰن خان صاحب مطبع نظامی بمقتضائے اپنی ہمدردی اسلامی و فیاضی ذاتی کے اس کو نظامی مطبع میں چھاپ دیں اور بعد طبع ہونے کے سو جلدیں جناب مولانا صاحب موصوف کی خدمت میں اور پچیس جلدیں فقیر کے پاس بھیج دیں۔

ان سب کی قیمت جو آپ سلمہ کی زبانی معلوم ہوں گے جو فقیر کے اخص الخواص اور محرم اسرار اور راز اور نہایت نیک...... ﴿یہاں سے بھی کاغذ کٹا ہوا تھا۔۱۲﴾ زیارت اولیاء کرام ﴿زیارت قبور اولیاء مطلقاً قبور مسلمین کی زیارت مستحب و مسنون ہے اور اولیاء اللہ کی زیارت میں اور زیادہ انوار و برکات ہیں۔ صرف بعض لوگوں کو اس لئے سفر کرنے میں خلجان ہے مگر الفاظ حدیث الا فزوروا القبور کا اطلاق حضر و سفر دونوں کو شامل ہے۔ البتہ عقیدہ میں اگر فساد ہو تو پھر حضر میں بھی خرابی ہے۔ اور حدیث شد رحال مساجد کے ساتھ خاص ہے جبکہ تضعیف اجر کی نیت سے سفر کیا جاوے۔ کما لا یخفی علیٰ اہل العلم﴾ ہند کے اشتیاق میں عازم ہند ہیں والسلام مع الاکرام اور فقیر کا سلام صاحب مطبع اور ان کے صاحبزادہ کو پہنچادیں۔ ان کو اصل خط بھی دکھادیں۔...... آپ کے خط کا جواب پہلے روانہ ہو چکا ہے جس میں اذکار ضیاء القلوب کی اجازت مرقوم ہے اور مولوی رشید احمد صاحب کی خدمت سے استفاضہ کی ترغیب مسطور ہے یقین ہے کہ ملاحظہ میں گزرے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بادۂ عشق سے سیراب بنا کر تشنہ دار رکھے۔ والسلام ۱۳ر صفر المظفر ۱۳۰۸ھ۔

مکتوب نمبر ٦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت سراپا محبت و اخلاص سراسر عقیدت و اختصاص عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زید عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا محبت نامہ وہدیہ معرفت مولوی عبدالغفار صاحب پہنچا، کمال مسرور و مشکور کیا، خداوند تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات میں رکھے اپنے کام ﴿اقتصار نظر بر مقصود یعنی طالب کو اپنے کام میں لگا رہنا چاہئے۔ ثمرات کا تقاضا دل میں نہ لاوے۔ ثمرات خود مرتب ہو جاتے ہیں کیونکہ ثمرات موہوب من اللہ تعالیٰ ہیں جن کا ترتب محض فضل سے ہوتا ہے۔ عین عمل میں ثمرات پر نظر کرنے سے قلب میں اوّل تشتت پھر بعد چندے اگر ثمرات میں توقف ہو گیا تو مایوسی اور اس سے بعض اوقات ترک عمل اور بعض اوقات خودکشی وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے۔ اور یہ سب اُمور مہلکات سے ہیں۔ یہ بڑے ہی کام کی بات ہے۔ طالب کو ازبر کرلینا چاہیے﴾ میں لگے رہو۔ خدا خود ہادی و مددگار ہے خاک سے کیمیا کر دے تو کچھ تعجب نہیں ورنہ فقیر ﴿انکسار تفسیر اور فضیلت ظاہر ہے اور درویش کے لئے یہ خصلت افرض الفرائض ہے اور یہ شعب فناء سے اور رُوح اس کی ترک دعویٰ ہے۔ ظاہراً اور باطناً﴾ تو اپنے آپ کو خوب جانتا ہے محض وسیلہ بزرگان طریقت کا رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔ رسالہ مؤلفہ عزیزم مولوی انوار اللہ صاحب طبع ہو گیا ہے لیکن غلط بہت ہے۔ آئندہ اگر کبھی طبع کرانا منظور ہوگا تو اطلاع ہوگی اطلاعاً قلمی ہوا۔ مسموع ہوا کہ رسالہ ضیاء القلوب مؤلفہ فقیر محمد عبدالرحمٰن خان صاحب کے مطبع میں طبع ہوا ہے اور بہت صحیح چھپا ہے، اس سے اطلاع کرنا فقط از مکہ مکرمہ حارۃ الباب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ۔

مکتوب نمبر ۷

بسم اللہ الرحمٰن از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت سراپا عنایت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اکثر احباب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ عزیزم مولوی قاری احمد مکی صاحب کا مدرسہ

کس قسم کا ہے۔ اس لئے واسطے اطلاع لوگوں کے یہ تحریر لکھی گئی۔ یہ مدرسہ مدرسۂ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی شاخ ہے۔ جناب مولانا مرحوم کی ہمت اور توجہ سے یہ مدرسہ قائم ہوا اور اس کا اہتمام قاری حافظ احمد مکی صاحب موصوف کے ذمہ ہوا۔ اس میں علوم دینیات پڑھائے جاتے ہیں لیکن مدرسہ میں مولانا مرحوم کی زیادہ تر توجہ علم تجوید وحفظ قرآن کی طرف ہے۔ کیونکہ علم تجوید ﴿ضرورت علم دین یعنی قرآن مجید کو صحیح اور اچھی طرح سے پڑھنا۔ چونکہ قرآن مجید غلط پڑھنا منع ہے تو صحیح پڑھنا واجب ہے۔ اس سے علم تجوید کا ضروری ہونا ظاہر ہے۔ ہمارے ہندوستانیوں کو اس طرف بہت ہی کم توجہ ہے۔ کم از کم مخارج کی تصحیح اور کھڑے پڑے کا فرق تو حاصل کرلیا کریں﴾ کا رواج بہت کم ہوگیا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں بہت کم ہے ماشاء اللہ ان مدارس سے فائدہ عظیم ہوئے ہیں۔ ہندیوں کو اس فن میں عرب وغیرہ بہت حقیر سمجھتے تھے بلکہ بعض عرب ہندی علماء کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے مگر بفضلہٖ تعالیٰ ان مدارس کے ذریعہ سے بہتیرے کامل قاری ہوکر نکلے ہیں اور حرمین شریفین میں بعض ہندی قاری تعلیم یافتہ ان مدرسوں کے اب اُستاد عرب ہیں۔ قاری حافظ احمد مکی صاحب کا مدرسہ محلہ جیاد میں ہے پینسٹھ طلباء بالفعل عرب ترک ہندی وغیرہ مختلف قوموں کے پڑھتے ہیں۔ حافظ صاحب نے اپنے حبّ ایمانی وتدیّن وتورّع کی وجہ سے اس کا انتظام بہت عمدگی کے ساتھ کر رکھا ہے۔ بالفعل اس میں ایک قاری اور ایک حافظ مقرر ہیں اور مولوی حافظ صاحب موصوف خود ایسی محنت ومستعدی سے دینیات وعلم تجوید پڑھاتے ہیں جو کئی مدرس کے برابر ہے۔

ہر مسلمان پر مدد ﴿ترغیب اعانت علم جب علم کا ضروری ہونا ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ ضروری چیز کی اعانت بھی ضروری ہے۔ اس سے اعانت علم کی ضرورت ثابت ہوئی۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔ اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے ۱۲﴾ دین فرض ہے۔ خصوصاً تعلیم قرآن مجید جو اصل دین اسلام ہے۔ خاص کر مکہ معظمہ ایسا مقدس مقام ہے جو دین کا مرکز

و مامن و ماوائے مسلمانان ہے۔ جہاں کی خیرات میں ایک کا لاکھ ثواب ہے اور مکہ معظمہ میں مدد علم دین کا تو کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ مسلمان آخرت ہی کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ تھوڑا سا خرچ کر کے بے حساب منافع آخرت اور زاد عقبیٰ حاصل کریں وما توفیق الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ از مکہ معظمہ حارۃ الباب چہار دہم رجب الحرام ۱۳۱۰ھ۔ مکرر یہ ہے کہ یہ مضمون آپ مہربانی فرما کر اخبار نور الانوار میں یا جس اخبار میں مناسب سمجھیں طبع کرادیں۔ اور اس بارے میں ایک مضمون آپ بھی اپنی طرف سے تحریر فرما کر درج کردیویں کہ سب شریک حسنات ہوں اور ممکن ہو تو ایک پرچہ مندرجہ مضمون فقیر کے پاس روانہ کردیویں۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مکتوب نمبر ۸

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیضدرجت سراپا محبت وسراسر عقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عرصہ سے آپ کی خیریت ﴿شفقت علی الخدام تفسیر وفضیلت ظاہر ہے۔ اس کے آثار میں یہ ہے ان کا خیال رکھنا۔ اُن کے اخبار کا انتظار کرنا﴾ اور کیفیت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے تعلق خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور حفاظت میں رکھے۔

باعث تحریر یہ ہے کہ آپ کے پیر بھائی اہل عرب جو یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور مصر وداغستان وغیرہ عرب کے ملک میں ہیں بوجہ ناواقف ہونے زبان فارسی اور ہندی کے گونہ سیکھنے اور اوطریق سلوک وغیرہ سے متعسر ہیں۔ بنا بر آسانی وتسہیل کے قبل ازیں ترجمہ عربی رسالہ ضیاء القلوب مصنفہ فقیر عزیزم مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی طبع کرنے کو لے گئے ہیں۔ فی الحال ترجمہ عربی رسالہ ﴿تسہیل علی الطالب یعنی اگر کوئی اَمر طالب کے لئے دُشوار ہو تو اُس کی آسانی کا سامان کردینا جس سے وہ بسہولت فائز المرام ہو سکے۔ یُرید اللہ بکم الیُسر وحدیث یسراس کی ترغیب کے لئے کافی ہے۔ منجملہ اس کے آثار یہ ہیں کہ مثلاً کوئی کتاب کام کی ہو۔ اگر اختلاف زبان مانع فہم طالب ہو تو اُس کی زبان میں ترجمہ کردینا وغیر ذلک ۱۲﴾ ارشاد

مرشد کا آپ کی خدمت میں طبع کرنے کی غرض سے مع اصل ہندی کے روانہ کیا جاتا ہے آپ بحکم عبدالرحمٰن خان صاحب کے مطبع میں خان صاحب سے طبع کرالیں اور سو دو سو جلد کی قیمت جو ہوگی بعد طبع کے اطلاع ہونے پر روانہ کی جائے گی اور چھاپنے میں صحت اور کاغذ وغیرہ کا بہت لحاظ مدنظر رہے۔ جو کوئی بات دریافت کرنے کی ہو تو اطلاع کرنا فقیر اکثر اوقات دُعائے خیر سے یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔ فقط اور موافق قاعدۂ عربیہ اگر کہیں کاتب سے سہو ہوگیا ہو تو درست کرلیں۔ فقط۔

مکتوب نمبر ۹

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیضد رجت سراسر محبت وعقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط مؤرخہ ۲۳ صفر از بمبئی معرفت مولوی محمد سعید صاحب وصول ہوا۔ کمال مشکور کیا۔ اللہ آپ کو ترقی دارین عطا فرمائے۔ قبل ازیں گو کہ خط عزیزم مولوی احمد حسن صاحب سے آپ کے مع الخیر شہر کان پور میں پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تاہم آپ کے خط کا بہت انتظار تھا اور تعلق قلبی بھی زیادہ تھا۔ الحمد للہ کہ آپ مع ہمراہیان خیریت سے پہنچے۔ آپ کو یہ سفر مبارک ﴿تہنیت برنعمت یعنی کسی دینی نعمت پر مبارک باد دینا اس کی اصل حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے نکلتی ہے کہ قبولِ توبہ پر اُن کو مبارک باد دی گئی تھی﴾ ہو ہموارہ اپنے حالات سے اطلاع کرتے رہیں۔ حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ نے جو خرچ وغیرہ کا سلوک کیا فقیر اُن سے ﴿محبت بہ محسن محب یعنی جو اپنے دوست سے احسان کرے اس سے محبت کرنا یہ آثار غلبہ محبت سے ہے کہ دوست کا دوست دوست ہوتا ہے یہ اُمر بھی اعلیٰ شعبہ حق صحبت کا ہے﴾ نہایت خوش ہے۔ اللہ اُن کے مال و جان میں برکت دیوے اور سب سے بڑی اور اعلیٰ دولت جو اپنی رضا مندی ہے اُن کو نصیب فرماوے۔ عدن پہنچنے کا حال بھی مولوی محمد سعید صاحب کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ گھر میں واہتل جن وغیرہ سلام دُعا کہتی ہیں۔ تمہارے گھر میں بھی سلام اور دُعا فقیر اور گھر کی طرف سے کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے آمین۔ از مکہ مکرمہ۔ ۲ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

مکتوب نمبر ۱۰

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا محبت و عقیدت عزیز القدر عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحمد للہ فقیر خیریت سے ہے آپ کے لئے دُعا کرتا ہے۔ آپ کا خط مشتمل بر خیریت قبل ازیں آیا تھا شاید جواب بھی تحریر ہو چکا ہے۔ تازہ واقعہ پُر ملال یہ ہے کہ عزیزم مولوی محمد ابراہیم صاحب گنگوہی بوجہ خلل دماغ جو یبوست اور خشکی اور بیماری سابق سے ہوگیا تھا بتاریخ دوم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ جمعرات کو قبل نماز عصر کلمہ پڑھتے پڑھتے اس جہان فانی سے راہی ملک بقاء ہوئے۔ اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون ۔ فقیر کو بھی بہت صدمہ اور رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت اور داخل جنت فرماوے بجز صبر چارہ نہیں۔ آخر صبر کیا۔ فقیر کی جانب سے مولوی صاحب مرحوم کے والد صاحب کو تعزیت ﴿تعزیت اس کی ماہیت اور مسنون ہونا ظاہر ہے﴾ کریں اور کہیں کہ ایسا فرزند صالح اللہ تعالیٰ ہر کسی کو عنایت فرماوے۔ حالت مسافری میں ایسے فرزند ولی کا انتقال ہونا بہت بڑا رنج اور صدمہ ہے لیکن کُل نفس ذائقة الموت بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی اور خوش رہنا چاہئے۔ الحمد للہ بیماری ﴿شکر بر حسن حال خدام یعنی اپنے خادموں کی اچھی حالت پر شکر کرنا بہت ہی بڑے عرفان کی دلیل ہے کہ جو نعمت خادم پر ہو اُس کو اپنے حق میں بھی نعمت سمجھ کر شکر کرے کیونکہ اس کے حق میں نعمت ہونا مبنی ہے۔ اس اتصال معنوی پر جو درمیان شیخ اور طالب کے ہے جس کو یہ اتصال مکشوف ہوگا اس کو یہ معرفت ہوسکتی ہے۔ ۱۲﴾ اور...... کی کیفیت بہت اچھی رہی ذکر و اَوراد ہی میں مشغول رہے۔ تیمارداری کو ایک شخص نیک بخت جو للہ خدمت کرتا تھا مقرر کردیا گیا۔ اس نے اوّل سے آخر تک بہت اچھی طرح خدمت کی۔ تجہیز و تکفین بھی بہت اچھی طرح ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ایسا حسن خاتمہ اور گور و کفن ہر کسی کو نصیب فرماوے۔ آپ صبر کریں اور اپنے فرزند کے واسطے دُعائے مغفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر فرماوے آمین۔ از مکہ مکرمہ۔ ٦ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ۔

مکتوب نمبر/۱۱

ازفقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیعد رجت سراپا محبت وسراسر عقیدت عزیز القدر عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زاد عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط آپ کا مؤرخہ یکم جمادی الاولیٰ بذریعہ ڈاک وصول ہوا نہایت مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز القدر کو ترقی دارین اور اپنی محبت نصیب فرمادے۔ الحمد للہ فقیر بخیر ہے۔ آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ اِن دنوں طبیعت کچھ اس قدر سُست اور بدمزہ ہے کہ کسی بات کو دل نہیں چاہتا۔ ملنے جُلنے کو دِل گوارا نہیں کرتا۔ موسم سردی اور ضعف وغیرہ کی وجہ سے طبیعت بے چین رہتی ہے۔ آپ بھی دُعا ﴿دُعا یعنی دوسرے شخص سے دُعا کی درخواست کرنا گو یہ درخواست کرنے والا رُتبہ میں بڑا اور وہ دُوسرا چھوٹا کیوں نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا یااخی اشر کنا فی الدعاء اس کے مسنون ہونے کی دلیل ہے﴾ کریں۔ مثنوی عاشق تھانہ بھون اور سرمہ مرسلہ عزیزم حافظ ابوسعید خان صاحب بذریعہ قاری عبداللہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیوے بصارت وبصیرت میں نور بخشے۔ آپ نے جو تحدث نعمت تحریر کیا ہے فقیر دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصداق لئن شکرتم لازیدنکم کا آپ کو کرے۔

الحمد للہ فقیر اس خبر سے بہت مسرور ہوا۔ حق سبحانہ آپ سے مخلوق کو فیض یاب کرے اور برکات بزرگان اپنی محبت عطا فرماوے۔ مولوی محمد حسین صاحب الٰہ آبادی کو تحریر کریں کہ اگر ضیاء القلوب عربی طبع ہوگئی ہو تو بہت جلد مطلع کریں۔

اکثر مشائخ عرب وشام و اِستنبول اُس کے منتظر ہیں۔ فقیر بھی دیکھ کر خوش ہوگا۔ ترجمہ تنویر جب طبع ہو یہاں روانہ کرنا کہ آپ کے مساعی جمیلہ سے فقیر بھی چشم روشن کرے تمہاری ستی یعنی پیرانی صاحبہ کے نام جو پرچہ تھا اُن کو دیا گیا۔ بہت بہت سلام دُعا کہتی ہیں۔ اور اپنے گھر میں بہت بہت سلام دُعا کہہ دینا۔ تمہاری پیرانی صاحبہ مریض ہیں۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرماوے۔

بخدمت مخدوم عبدالرحمٰن خان صاحب بہت بہت السلام علیکم و دُعا کہہ دیں۔
عزیزم حافظ ابو سعید خان صاحب کو بعد بہت دُعائے ترقی دارین کے کہیں کہ تمہارا ہدیہ سُرمہ اور مثنوی پہنچی۔ فقیر کو مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی محبت نصیب فرمادے۔
بخدمت میاں محمد یونس صاحب سلام دُعا کہہ دیں۔ مکرر آنکہ عزیزم شاہ محمد رضا صاحب جن کا آپ خط لائے تھے آپ کے پیر بھائی اور نیک بخت آدمی ہیں، آپ شاہ صاحب کے حال پر مہربانی ﴿حق اخوان طریقت یعنی پیر بھائیوں کا حق ماننا چاہئے۔ جو چیز اپنے پاس ہو مال یا علم اس سے دریغ نہ کریں اُن سے بہ اُلفت پیش آدیں وشمل ذالک قول اللہ تعالیٰ و ان صاحب بالجنب اس کو بھی شامل ہے۔۱۲﴾ رکھیں اور جو بات اور ذکر وغیرہ دریافت کریں بتادیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوگا۔ از مکہ مکرمہ۔ ۱۸رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ مکرر آنکہ اوّل تو فقیر نے اپنی سمجھ کے موافق اپنے لئے مثنوی شریف کا حاشیہ کیا کچھ ضرور نہیں کہ سب کو پسند آوے۔ اس پر بعض جگہ حواشی مکرر بھی لکھے گئے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کی مرضی طبع کی ضرور ہے تو کسی معتبر آدمی کے ہاتھ طلب کرلینا۔
مکرر آنکہ یہ خط ہمدست عزیزم قاری مولوی احمد صاحب روانہ کرنا چاہا تھا اُن کو توقف ہوگیا۔ اتنے میں خط مؤرخہ ۷ جمادی الاخریٰ بھی وصول ہوا۔ مشکور کیا۔ چونکہ جواب ہر دو خطوں کا ایک ہی ہے۔ لہٰذا پہلے خط کے جواب پر اِکتفا کیا گیا۔ حاجی محمد انوار صاحب مرحوم کے انتقال سے بڑا صدمہ ہوا۔ اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے اور جنت الفردوس عطاء فرماوے۔ پس ماندوں کو صبر عطاء کرے۔
فقیر کی طرف سے حاجی محمد عابد صاحب اور اُن کے متعلقین کو تعزیت تحریر کریں۔
بخدمت قاضی ظہور الحسن صاحب بعد سلام و دُعا کے معلوم ہو کہ جب مولوی صاحب مذکور یہاں تشریف لاویں گے تب جو کچھ فقیر کو بزرگانِ طریقت سے پہنچا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بتایا جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ ہادی ہے۔ فقط۔

مکتوب نمبر ۱۲

از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا محبت وعقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ یہاں تمام خیریت ہے۔ آنعزیز کی خیریت مدام مطلوب۔ خط آپ کا مؤرخہ ۲۱ شوال بذریعہ ڈاک وصول ہوا۔ کمال ممنون ومشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو اپنی رضامندی وذوق وشوق وحسن خاتمہ نصیب فرماوے۔ پرچہ ملفوفہ بھی ملا کیفیت معلوم ہوئی۔ تمام خُرد وکلاں کے لئے نام بنام دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے۔ آپ کے خطوط کے جواب برابر ﴿اجابت داعی یعنی عرض کرنے والے کو جواب دینا پکارنے والے کی طرف التفات کرنا دعوت کا قبول کرنا خط کا جواب دینا سب اس میں داخل ہے۔ حدیث صحیح میں اسی عنوان سے اس کو حقوق مسلم میں سے فرمایا ہے﴾ تحریر کرادیئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم پہنچتے کیوں نہیں۔ مولوی محمد سعید صاحب اسنبول گئے ہوئے ہیں۔ آپ کے لئے فقیر اکثر اوقات دُعا وہمت ﴿صرف ہمت یعنی قوت قلب کو کسی مقصود محمود میں متوجہ کرنا جس اَمر کے لئے ظاہری تدبیر جائز ہے اس کی تحصیل کے لئے ہمت بھی جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی تدبیر ہے مگر باطنی یہی قوت اگر اللہ کے نام سے اور نیک نیتی سے بڑھائی جاوے اس میں نورانیت ہوتی ہے اور اگر دوسرے مکروہ طریقوں سے اس کی مشق کی جاوے اور بُری جگہ صرف کیا جاوے اس میں ظلمت ہوتی ہے اسی لئے محض تصرفات دلیل کمال نہیں۔ ہاں اگر اتباع شرائع کے ساتھ ہو تو مقبول ہے۔ جیسے دوسرے جسمانی قوی باصرہ وغیرہ کی تقویت میں بھی تفصیل ہے۔ اتنا فرق ہے کہ قویٰ جسمانی میں قرب خاص ترتب اثر کے لئے مشروط ہے۔ صرف ہمت میں قرب و بعد یکساں ہے۔ اگر صاحب ہمت کافی قوت رکھتا ہو۔ اور جب صرف ہمت کی مشروعیت فی حد ذاتہا ثابت ہوگئی اس سے معلوم ہوگیا کہ قول مشہور عارف راہمت نباشد ماؤل ہے یعنی محبوب حقیقی کی مرضی کے خلاف میں وہ ہمت صرف نہیں کرتا کہ خلاف معرفت ہے۔ اوّلہ مرضیات میں اس سے کام لینا تو عین عرفان کی دلیل ہے ہاں غلبۂ مشاہدہ میں احیاناً یہ قوۃ مضمحل ہوجاتی ہے﴾ میں مصروف ہے اور جو کوئی احباب فقیر کا حال دریافت

کریں سلام اور خیریت کہہ دیں۔ مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی اور مولوی ابوالقاسم صاحب مرحومین کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا۔ اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔ خدا مغفرت نصیب کرے اور پس ماندوں کو صبر عطا فرماوے۔ شیخ محمد زبیر صاحب کو داخل سلسلہ کیا گیا۔ شجرہ اور اَوراد خاندان تعلیم کر دیں اور فقیر کے حسن خاتمہ کی دُعا کریں۔ از طرف عزیزم حافظ احمد حسین صاحب و مولوی محب الدین صاحب وغیرہ حضار السلام علیکم برسد۔ فقط از مکہ مکرمہ۔ ۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ۔

مکتوب نمبر ۱۳

از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیضدرجت سراپا محبت وعقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط اور شجرہ مرسلہ آپ کے وصول ہوئے۔ کمال مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ بزرگانِ سلاسل ﴿افاضہ برزخیہ یعنی اہل برزخ سے فیوض وبرکات حاصل ہو سکتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مگر بڑے بڑے لوگ اس کے اثبات کے قائل ہیں اور مشاہدہ کے بعد کیسے قائل نہ ہوتے۔ ہاں اس افاضہ کے لئے مناسبت مفیض و مستفیض میں ہونا چاہئے﴾ کی برکت اور فیض نصیب فرماوے فقیر اور تمام حضار دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ مولوی محمد شفیع صاحب ﴿اکرام رسول یعنی جو شخص کسی کا پیغام یا سلام یا خط یا ہدیہ لاوے اس کی بزرگ داشت کرنا اور اس کے لئے دُعا کرنا بھی اکرام میں داخل ہے۔ احادیث کثیرہ سے اس کا مسنون ہونا معلوم ہے﴾ حامل خط ہذا کے لئے بھی دُعا کرتا ہوں۔ فقط از مکہ مکرمہ یکم ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ۔

مکتوب نمبر ۱۴

از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت سراپا محبت وعقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط آپ کا مع ہدیہ جائے نماز ﴿اظہار ہدیہ یعنی کوئی ہدیہ دے تو اس کو پوشیدہ نہ کرے کہ حدیث میں کتمان کو کفران فرمایا ہے﴾ جرمین ہمدست حاجی عادل شاہ خان صاحب وصول ہوا۔ کمال مشکور کیا۔ اللہ

تعالیٰ آپ کو اپنی محبت ورضا ﴿محبت ورضا اس کا مقامات عالیہ سے ہونا ظاہر ہے، کتب اخلاق میں اس کی ماہیت وآثار وطریق تحصیل دیکھنے کے قابل ہے﴾ نصیب فرماوے۔ فقیر کے حق میں دعائے حسن خاتمہ کریں۔ آپ کا جو خط آتا ہے جواب تحریر کرادیا جاتا ہے شاید ڈاک میں کچھ توقف ہو جاتا ہے۔ باقی خیریت فقط از مکۂ مکرمہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ۔ خان صاحب عبدالرحمٰن خان صاحب کی اشیاء مرسلہ موصول ہوئیں۔ ممنون ہوا۔ فقیر کا سلام اور دُعا کہہ دیں۔ فقیر نے خان صاحب کے لئے دُعا کی اللہ تعالیٰ قبول کرے۔

مکتوب نمبر ۱۵

از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیض رجت سراپا محبت وعقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط مؤرخہ غرہ رجب مع ہدیہ مبلغ پانچ روپیہ وصول ہوا۔ کمال مشکور وممنون کیا۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو اپنی محبت ورضا وحسن خاتمہ نصیب کرے اور آپ کے مال وجان ﴿مقصودیت حسنات دنیا ولو بالعرض یعنی دنیا کی برکت ووسعت بقدر کفایت وصحت وعافیت بھی چونکہ معین آخرت ہے قابل مانگنے اور دُعا کرنے کے ہے۔ نعم المال الصالح للرجل الصالح حدیث صحیح ہے﴾ میں برکت دیوے۔ بہت دِنوں سے آپ کی خیریت وکیفیت معلوم نہ ہوئی تھی تعلق خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا ﴿ابتداء بنفسہ فی الدعاء یعنی دُعا میں اوّل اپنے لئے مانگے پھر دوسرے کے لئے بھی معمول شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف میں آیا ہے﴾ خاتمہ بالخیر کرے فقط از مکۂ مکرمہ ۲۲ محرم ۱۳۱۳ھ۔

مکتوب نمبر ۱۶

از فقیر اِمداد اللہ چشتی عفا اللہ عنہ۔ گرامی منش عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ شوقہ ومحبتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حال ایں نواح بحمد اللہ قابل شکر ذوالجلال ہے۔ خیریت احباب مطلوب بہر حال ہے۔ آپ کے محبت نامہ کا بہت دِنوں سے انتظار تھا۔ الحمد للہ عین انتظار میں پہنچا۔ دیکھ کر نہایت ہی جی خوش ہوا۔

مضمون عزیزی سے آگاہی ہوئی۔آپ کے دونوں رسالے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اگر روانہ ہو گئے ہوں فہو المراد ورنہ فوراً روانہ کیجئے گا۔ترجمۂ تنویر بسم اللہ ﴿تعجیل فی الخیر یعنی نیک کام جلدی کرنا چنانچہ حدیث میں سفر حج کیلئے تعجیل کا حکم آیا ہے۔ہاں جس چیز میں کسی شر کا احتمال ہو اس میں توقف و مشورہ واجب ہے﴾ کر کے چھپوانا شروع کر دیجئے۔مفصل حالات مدرسۂ دیو بند کے سننے کے لئے دل معلق ہے آپ اس کی پوری کیفیت تحریر کیجئے کہ کیونکر باہمی ﴿اصلاح بین الناس اس کی تاکید و ترغیب قرآن مجید میں موجود ہے۱۲﴾ صلح وقوع میں آئی۔واقعی نجات طرفین کو ملی یا ہنوز اندرونی خلش باقی رہی۔خدا کرے فساد کی بیخ و بنیاد اُڑ گئی ہو آمین۔۸صفر ۱۳۱۳ھ برلفافہ

مکتوب نمبر ۱۷

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔بخدمت فیضدرجت سراپا محبت وعقیدت عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔السلام علیکم وقلبی لدیکم الحمد للہ فقیر بہر حال خیریت سے ہے اور خیریت آنعزیز کی خدا کی جناب سے شبانہ روز مطلوب۔خط آپ کا مؤرخہ ۷ ربیع الاوّل بذریعہ ڈاک وصول ہوا۔کمال خوشی ہوئی۔اللہ تعالیٰ آنعزیز کو مدام اپنی یاد اور ذوق وشوق اور مواجید میں سرشار اور مخمور رکھے۔ہر دو رسالے پیش فقیر موجود ہیں ہر دو طبع کریں یا ایک۔مرضی آنعزیز خالی فائدہ رسانی سے نہیں۔خیر الناس من ینفع الناس۔اوراق نمونہ تنویر بھی فقیر کے پاس پہنچے اور سُنے بہت پسندیدہ ہوئے۔تقطیع اوسط۔خط اچھا۔حواشی مفید۔غرض بہرنوع پسند ہے۔بعد طبع اگر صلاح ہو تو چند نسخہ یہاں ارسال کریں گے۔باقی بہ قیمت اوسط سوداگروں کے ہاتھ فروخت کروادیں۔بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مفت چیز کی قدر نہیں کرتے جو قیمت دے کر لیتے ہیں اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور عزیز جانتے ہیں اور مصارف طبع تنویر سے فقیر کو بھی اطلاع کریں۔ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے بھی روانہ ہو سکتے ہیں۔مال فقیر ہم ازاں عزیز دریغ نیست درباره شرکت ندوة العلماء آنکہ۔

من نگویم کہ ایں مکن و ان کن　　مصلحت بیں و کار آساں کن

جو آپ کی طبیعت کے موافق ہو کریں بلکہ سالک کو انقطاع عن الناس ﴿انقطاع عن الخلق سالک کو بالخصوص مبتدی کو ظاہرا بھی قلت اختلاط ضروری ہے قلب سے تو منتہی کو بھی واجب ہے۔ مگر مراد اس سے فضول اختلاط کا ترک کرنا ہے نہ کہ حقوق کا ضائع کرنا﴾ ضروری ہے اور ذاکر شاغل کو خود خدا نصیب کرتا ہے۔ ہر کہ از حق اُنس گیرد از خلق وحشت گیرد۔ آپ نے اور عزیزم مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی نے جو پیش بنی کی وہ بہت بجا اور حق معلوم ہوتی ہے۔ آپ لوگ وہاں کے حالات سے خوب واقف ہیں۔ اگر آئندہ نیچریت وغیرہ کا خوف ہو تو آپ ہرگز شریک نہ ہوں۔ فقیر کو اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ فقیر کے یہاں سے سب کو اجازت ہے۔

متاع　نیک　ہر دوکان　کہ　باشد

لیکن مبتدی ﴿وحدت طلب یعنی ایک پیر سے تعلق رکھنا کئی جگہ رجوع کرنے سے نہایت ہی بے برکتی بلکہ گوناگوں مضرتیں ہوتی ہیں اس کی دلیل تجربہ ہے، البتہ اگر شیخ اوّل میں شرائط ارشاد کے نہیں پائے جاتے تو اس کو چھوڑنا لازم ہے اور اس مسئلہ میں تفصیل زیادہ ہے۔ یہاں گنجائش نہیں ۱۲﴾ کو ہر جائی ہونے سے نقصان ہے اگر چہ ظاہر میں فائدہ معلوم ہو وہ عارضی ہوتا ہے اور باطن میں نسبت قطع کرنے کا خوف ہوتا ہے۔ فقط از مکۂ مکرمہ ۸ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ۔ بخدمت فیضدرجت جناب عبدالرحمٰن خان صاحب وصاحبزادۂ ایشاں بعد السلام علیکم ودعائے ترقی دارین واضح باد کہ فقیر از حسن ظن ایشاں درحق فقیر بسیار ممنون ومشکور است از طرف جمیع اخوان طریقت السلام علیکم برسد۔

مکتوب نمبر ۱۸

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ عزیز وافر تمیز عزیزی مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ علمہ وعملہ وعرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ! میں اچھا ہوں آپ لوگوں کیلئے دُعائے خیر کرتا ہوں۔ عزیزم آپ نے جو در بارۂ تنویر وغیرہ کے مولوی محمد

سعید صاحب کے خط میں دریافت فرمایا ہے اس کیلئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اکثر نسخہ اس کے ہدیہ ہونا چاہئیں۔ تھوڑے بہت نسخہ خاص خاص احباب کو دیے چاہئے۔ مفت کتاب کی چنداں قدر نہیں ہوتی ہے۔ اکثر بے توجہی سے گوشہ میں پھینک دی جاتی ہے۔ قیمۃً جو چیز لی جاتی ہے اچھی ہو یا بُری ضرور ایک نظر دیکھی جاتی ہے۔ اور اگر بایں ہمہ زرِ مصارف پورا نہ ہو تو تحریر فرمایئے میں ان شاء اللہ تعالیٰ اُس کی سبیل کروں گا۔ عزیزم مولوی احمد حسن صاحب نے مثنوی کے طبع کے لئے بہت اشتیاق ظاہر فرمایا دل وجان سے چھپائی کے لئے تیار ہیں۔ میں نے بھی ان کو اجازت دے دی ہے۔ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ میری مثنوی لادیں گے۔ آپ بھی اُس میں سعی فرمایئے گا۔ سب بھائی ﴿معاونت فی الخیر نص قطعی قرآنی اس کے لئے کافی ہے﴾ مل کر اس کو چھپوایئے گا۔ میں نے اس مثنوی پر بہت محنت کی ہے۔ خدا کرے صحت کے ساتھ بایں ہیئت کذائی چھپ جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت نفع ہوگا۔ آپ لوگوں کیلئے باعث ثمرۂ اُخروی ہوگا۔ مثنوی کے نسخے کل غلط چھپے ہیں۔

جس سے بالکل مطلب فوت ہو جاتا ہے مقام سمجھنے سے رہ جاتا ہے۔ اگر میری حیات میں طبع ہوگئی تو میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گا ورنہ مرضی مولیٰ اور یہ اصل نسخہ مثنوی کا میں نے عزیزی احمد حسن صاحب اور آپ کو دیا ہے۔ آپ دونوں صاحب اپنے پاس رکھئے گا خدا برکت دے گا۔ زیادہ والسلام۔ مکرر آنکہ آپ کا خط و پولندہ کتاب اکسیر وانوار الوجود فی اَطوار الشہود بھی پہنچے۔ آپ کے خط کے مضمون سے آگہی ہوئی۔ طبیعت نہایت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دن بہ دن ترقی ہوگی۔ باطن فقیر ہر وقت آپ کے ساتھ اور جن جن صاحبوں

﴿جواز بیعت غائبانہ اس کی دلیل وہ قصہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر حدیبیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکۂ معظمہ میں بھیجا اور ان کے بعد میں یہاں صحابہ کو بیعت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست مبارک کو فرمایا کہ ہذہ ید عثمانی اور دوسرے دَست مبارک پر رکھ دیا۔

اصل یہ ہے کہ بیعت کی حقیقت طالب کی جانب سے التزام اتباع اور شیخ کی جانب سے التزام تربیت ہے۔ سو یہ معاہدہ دُور سے بھی ہو سکتا ہے اس کو بیعتِ عثانی کہتے ہیں ۱۲﴾ نے بیعت عثانی کے لئے درخواست کی ہے اُن کو میں نے قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو کامیاب فرمادے۔ آمین۔ آپ اُن کی استعداد کے موافق کچھ معمول بتلا دیجئے گا۔ ارشاد مرشد وضیاء القلوب کی میں نے اُن کو اجازت دی۔ ۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب نمبر ۱۹

از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ بمطالعہ ساطعہ عزیز وافر تمیز عزیزی مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ پس از ادعیہ وافرو ترقیات متکاثرہ واضح رائے عزیز باد۔ الحمد للہ کہ یہاں خیریت ہے۔ آپ لوگوں کی مطلوب عافیت ہے۔ راحت نامہ مرقومہ ۳ جمادی الثانی چہارم رجب المرجب کو موصول ہوا۔ موجب انشراح خاطر بنا۔ ماشاء اللہ آپ اور آپ کے متعلقین کے ذوق وشوق کی کیفیت سُن کر طبیعت نہایت ہی خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بایں ذکر وشغل دائم مشغول رکھے۔ دن بہ دن ترقی در ترقی فرمائے مقصودِ اصلی تک پہنچائے آمین ثم آمین۔ ایک مہینہ کا عرصہ ہوا کہ میں ترجمہ تنویر وغیرہ کی رسید روانہ کر چکا ہوں اور مصارف ترجمہ وتنویر کی نسبت بھی کچھ لکھ چکا ہوں۔ غالباً وہ خط پہنچا ہوگا اس سے پوری کیفیت معلوم ہوگئی ہوگی۔ آپ نے جو در بارہ ترجمہ تنویر مشورۂ احباب طے شدہ تحریر فرمایا ہے مناسب ہے۔ میں بھی پیشتر اسی قسم کا مضمون تحریر کر چکا ہوں۔ نسخہ اکسیر ترجمہ تنویر کے بالفعل پچاس نسخے یہاں روانہ کیجئے۔ اگر ضرورت ہوگی تو اور منگا لئے جاویں گے۔ ندوہ اگر قابل اطمینان نہیں ہے تو اُس کی شرکت کے لئے میں آپ کو مجبور نہیں کرتا ہوں۔ آپ اس بارے میں مختار ہیں۔ ندوہ کی کیفیت آپ بخوبی جانتے ہیں ﴿عدم دوام کشف یعنی اہل کشف کو ہر وقت کشف ہونا ضروری نہیں۔ اکثر اوقاف اکثر اُمور مخفی رہ سکتے ہیں۔ دلائل نقلیہ وعقلیہ بہ کثرت اس پر متفق ہیں۔ سو عوام جہلاء کا اپنے پیروں کو حاضر ناظر جاننا شعبہ شرک وجہل کا ہے﴾ رات دن اُس

کے حالات دیکھتے رہتے ہیں۔ مولوی محمد فاروق صاحب سلمہٗ کو پہلے ہی میں نے داخلِ سلسلہ کرلیا ہے۔ اُس کی اطلاع بھی خط سابق میں دے چکا ہوں۔ ذکر شغل کی اُن کو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اپنی محبت کاملہ مرحمت فرمادے آمین۔ مثنوی شریف کی نسبت پہلے میں لکھ چکا ہوں اور اب پھر تحریر کرتا ہوں کہ مثنوی شریف عزیزی مولوی احمد حسین صاحب سلمہ اللہ العزیز بقصد طبع لے جاتے ہیں آپ بھی اُس میں ساعی رہئے گا۔ تصحیح وعمدگی خط وکاغذ کا بہت خیال رکھا جائے۔ بالفعل جتنی مثنوی موجود ہیں یک لخت مسخ ہیں اغلاط کثیرہ کی وجہ سے بالکل مطلب فوت ہوجاتا ہے دیکھنے والا غریب حیران رہ جاتا ہے۔ پہلے بھی بہت ﴿تفویض الامر الی اہلہ یعنی جو شخص جس کام کے لائق ہو اس سے وہ کام لینا حدیث میں اس کے خلاف واقع ہونے کو آثار قیامت سے فرمایا ہے۔۱۲﴾ لوگوں نے اس کے طبع کی درخواست کی تھی مگر بوجہ عدم وثوق میں نے اُس کو منظور نہیں کیا تھا۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ اس کا انتظام طبع پورا پورا ہوجائے گا، خدا ایسا ہی کرے آمین۔ جناب محبی مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم کی اہلیہ نے بروز دوشنبہ چھٹی رجب المرجب کو اس دارِ فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی۔ اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون۔ حاضرین مجلس عزیزی مولوی محبّ الدین صاحب و مولوی احمد حسن صاحب سلمہ و منشی عبداللہ صاحب و عبدالرحیم صاحب وغیرہ وغیرہ آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ زیادہ والدعا از مکہ مکرمہ مؤرخہ ۹ رجب المرجب پنج شنبہ ۱۳۱۳ھ جناب محبّ من عبدالرحمٰن خان صاحب وعزیزی ابوسعید خان صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہہ دیجئے گا و جمیع احباب کو درجہ بدرجہ سلام کہہ دیجئے گا۔

مکتوب نمبر ۲۰

مخدوم حق جناب فیض مآب محبّ صادق و مخلص واثق جناب مولانا عزیزان من مولوی احمد حسن صاحب و مولوی اشرف علی صاحب و مولوی محمد علی صاحب ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ اَز فقیر اِمداد اللہ بعد دُعائے ترقی مدارج

مشاہدات واضح ﴿لا نتھی تجلیات یعنی تجلیات الٰہیہ کی کوئی انتہا نہیں، اس لئے سالک کو کسی مقام پر پہنچ کر قناعت نہ کرنا چاہئے۔ ہردم طالب ترقی کا رہے دُعا سے بھی اور ارادہ وعمل سے بھی قولہ تعالیٰ۔ قل رب زِدنی علما اس کی دلیل ہے۔ ہر چہ بروئے میری بروئے ملیسٹ کا بھی مضمون ہے﴾ باد۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمہ اُمور حسب ﴿حسن ظن یعنی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ نیک گمان رکھنا قرآن وحدیث میں صاف صاف اس کا حکم ہے﴾ مرضی شما خواہند شد۔ العبد الضعیف فقیر امداد اللہ چشتی مکرر آنکہ خط مولوی اشرف علی صاحب محررہ ۲ شعبان ۱۳اھ مع کتب اکسیر وانوار الوجود بدست حاجی ظفر اللہ صاحب رسید احوال مفصل اکثر اعزہ معلوم شد بدعائے صحت چشم عزیزہ پرداختم وکتب اکسیر وغیرہ دَر اسباب عبد الصمد صاحب تاجر مکہ معظمہ ہم رسیدند جزاکم اللہ تعالیٰ از طرف محبان طریقت وخلیل روڑکوی سلام مسنون پذیرآباد مؤرخہ یکم ذی الحجہ یوم الخمیس ۱۳اھ۔

مکتوب نمبر/۲۱

راحت جان عزیزی مولوی اشرف علی صاحب سلمہ و زاد اللہ عرفانہ۔ پس از ادعیہ وافرہ واضح رائے عزیز باد کہ الحمد للہ والمنتہ۔ میں خیریت سے ہوں۔ آپ لوگوں کی خیریت کا خواہاں۔ پہلے بھی آپ کو خط رسید وغیرہ کا لکھا گیا ہے اور اب پھر لکھا جاتا ہے۔ عزیزم جو آپ نے ہدیہ روانہ کئے وہ سب پہنچے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے حرمین شریفین مرحمت فرمائے اور اپنے دریائے محبت کا غواص بنائے اور مراد سے مالا مال فرمائے۔ باطن فقیر ﴿معیت باطن شیخ یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ باطن اور حقیقت کہتے ہیں ان اسمائے الٰہیہ کو جن کا فیض کسی خاص مظہر میں موجود ہے سو شانِ ہدایت خداوندی چونکہ بواسطۂ شیخ کے ظاہر ہوتی ہے اس لئے شیخ مظہر اسم ہادی کا ٹھہرا اور اِسم شیخ کا باطن وحقیقت قرار پایا اور شان ہادی کی معیت میں کوئی اشکال ہی نہیں۔

یہ تقریر میں نے خود حضرت مرشدی رضی اللہ عنہ سے سُنی ہے﴾ ہر وقت آپ کے پاس ﴿باطن کہتے ہیں حقیقت کو اور حقیقت کہتے ہیں اُس اِسم الٰہی کو جو کسی مظہر میں متجلی ہوا ہے۔ حقیقت

شیخ کی اسم ہادی ہے اور اسماء الٰہیہ کے فیوض کسی مکان کے ساتھ مقید نہیں ہیں اور اُس کا یہ مطلب نہیں کہ پیر ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔۱۲ منہ ﴾ ہے۔ محبت ﴿ ربط قلب شیخ اس کو رابطہ بھی کہتے ہیں حقیقت اس کی غلبہ محبت ہے، شیخ کے ساتھ اور تفصیل اس کے طرق و خصوصیات کی کتب فن میں مذکور ہے اور ضرورت رابطہ کی اس فن کے اجلی بدیہیات سے ہے۔۱۲﴾ قلبی چاہئے۔ اس کی بدولت سب کچھ ہوتا ہے۔ عزیزی مولوی احمد حسن صاحب زاد اللہ عرفانہ۔ مثنوی شریف میں بہت کوشش فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کوشش کو مشکور فرمائے اور اُس کی جزاء پوری پوری مرحمت کرے آپ بھی اُن کے شریک حال رہیئے حتی المقدوران کا ساتھ دیجئے۔ آپ اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ سب مل کر اُن کی اعانت پوری کیجئے باقی یہاں سب خیریت ہے۔ حج وغیرہ بہت اچھی طرح ہوا۔ کسی طرح کی کوئی بیماری وغیرہ نہیں پھیلی۔ ہر طرح کی خیریت ہے۔ مدینہ منورہ کا قافلہ بھی بہت آسائش کے ساتھ آیا گیا کوئی شکوہ کسی طرح کا نہیں ہوا۔ زیادہ والدعا۔ مکرمی خان صاحب کو سلام و عزیزی ابوسعید خان صاحب کو دُعا کہہ دیجئے گا۔ موصولہ ﴿ یہ تاریخ وصول خط کی ہے غالباً تاریخ تحریر خط تقریباً ایک مہینہ پہلے ہوگی۔۱۲﴾ ۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب نمبر ۲۲

محبی و اعزی مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ محبت نامہ آپ کا مع اشیاء مفصلہ ذیل مرسلہ تمہارے ہم دست منشی حاجی محمد مرتضیٰ خان صاحب پہنچ کر باعث سرور خاطر فقیر ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء وابقاکم اللہ بفیوض الہدیٰ آمین۔ خان صاحب موصوف داخل سلسلہ اربعہ خاندان فقیر میں ہو گئے ہیں۔ بارہ تسبیح معمول (ف ۴۳) بزرگانِ چشت بعد نماز تہجد پاس انفاس اسم ذات اور ایک ایک تسبیح درود شریف مرقومۂ ارشاد مرشد و استغفار و لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بعد نماز صبح و مغرب اِکتالیس (41) مرتبہ الحمد شریف بضم بسم اللہ شریف ان کے واسطے فقیر نے تجویز و مقرر کردیں اور مراقبہ بوقت فرصت و فراغ قلب وطن

تعلیم کیا گیا اور باقی امداد در بارۂ تکمیل اشغال مذکورہ وغیر ہا آپ کے ذمہ کی گئی۔ الازم کہ حسب (ف ۴۴) استعداد و استمداد خان صاحب موصوف کی اُن کی ترقی میں سعی قلبی فرماتے رہیں۔ فیاض حقیقی امداد غیبی فرماوے گا اور خان صاحب کو ہدایت کی جاوے کہ ہمیشہ اپنے اجتہاد و حصول مراد سے فقیر کو مطلع کرتے رہیں۔ واللہ ولی التوفیق وللعاشقین نعم الشفیق فقط یک چادر جوڑہ یک شیشی سرمہ چند کتب واشتہار نقد دہ (۱۰) روپیہ۔ الراقم فقیر محمد امداد اللہ عفی عنہ۔ ۱۷ ذی الحجہ یوم سبت ۱۳۱۲ھ۔

(ف ۴۴..... رعایت استعداد طالب تفسیر ظاہر ہے ضرورت اس کے آیات واحادیث سے مفہوم ہے۔ ربانی ایسے عالم کو کہتے ہیں جو طالب کے استعداد وقوت کا لحاظ رکھے۔)

مکتوب نمبر ۲۳

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اَز فقیر امداد اللہ عفی عنہ۔ محبی ومخلصی عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ۔ بعد دعوات زاید ذوق وشوق مع الجمعیت والانشراح و انبساط خاطر واضح باد آنعزیز رسید۔ کیفیت حالات معلوم شد۔ نوشتہ بودند کہ از تدبیر (نام شخصے) قدر افاقہ دست دادہ است۔ ایں چنیں افاقہ ﴿عدم اعتداد نفع من غیر الشیخ یعنی سوائے پیر کے جو دوسرے سے کچھ نفع ہوتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔ یہ مسئلہ وحدت مطلب کے فروع میں سے ہے۔ دلیل اس کی تجربہ ہے﴾ ظنی ومستعار است قیام پذیر نیست و برفتن نزد صاحب موصوف اجازت طلبیدہ بودند از طرف فقیر اجازت است اما اَوراد و اَشغال مختلف بہ حالت تلوین بیم زیانست زیرا کہ اثر ہر یک جداگانہ است ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بدانکہ باعث تفرقہ ﴿علاج قبض اسی مکتوب میں بہ قدر ضرورت موجود ہے اور کتب سلوک میں بہ تفصیل تمام مرقوم ہے مگر تعیین سبب اور علاج کی۔ طبیب قلبی یعنی شیخ کی رائے پر ہے۔ یا اس کی صحبت سے ایسی تمیز ہوگئی تو طالب کو کچھ پتہ لگ جاتا ہے﴾ و تشویشات خاطر بچند وجہ فرمودہ اندگاہے از فساد غلبہ شوق وعشق ہم میباشد صورتش آنکہ عاشقان طالب وصال حق اندو آں حاصل نمیشود مگر بفناء طالب در ذات مطلوب وفنا

موقوف است بہ مستی وانشراح خاطر بذات او تعالیٰ چوں بعضے طالبین بغلبۂ شوق و درد اشتیاق ریاضت شاقہ بر خودمی نہند ونفس را یک لخت از تلذذات مالوفات باز میدارند وجوع وعطش مفرط و ترک راحت اختیاری کنند ایں اُمور باعث انقباض خاطر میگردد وآں انشراح وانبساط وشوق کہ میداشتند بہ سبب فتور حواس مبدل بغم و پریشانی میگردد۔

علاجش مطلق العنان کردن۔ نفس را در خواہشات مباحہ و ترک ریاضت تا آنکہ آں شوق وانشراح ومستی عود کند باید کہ شغل درود بہ کثرت صبح وشام ویازدہ یازدہ کرت سورۂ فاتحہ خواندہ برآب دمیدہ بنوشند بتصور حقیقت شیخ رابمعیت خودسازند۔ ایں علاج در ضیاء القلوب از صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۵ مرقوم است بہ عمل آرند۔ ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت صلاح وفلاح پذیر خواہد شد۔ خاطر جمع دارند رسالۂ قرأت قبل رسیدن خط برسید بست وہفت رسالہ نزد قاری عبداللہ صاحب فرستادہ وجزو اکسیر ترجمہ تنویر نیز رسیدہ ماشاء اللہ خوب اُست۔ اللہ تعالیٰ سعی آں عزیز را مشکور گرداند باقی حالات ایں جانب زبانی مولوی عبدالرزاق صاحب معلوم خواہد شد زیادہ نزد ہمہ دوستاں وعزیزان سلام مسنون زیادہ الراقم الاثم فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ باقی کیفیت بزبانی عزیزم مولوی سید عبدالرزاق صاحب معلوم خواہد شد بخدمت مکرم معظم جناب عبدالرحمٰن خان صاحب و عزیزم ابوسعید خان صاحب بعد السلام علیکم واضح باد کہ فقیر بہ خیریت بودہ خیریت آں صاحبان مطلوب۔ ہدیہ مرسلہ آنصاحبان ہمیشہ حسب معمول میرسد۔ فقیر را ممنون و مشکور فرمودہ اند۔ اللہ تعالیٰ در مال و جان شمایان برکت دہد واز مکروہات دنیاوی واز قرض وغیرہ تشویشات نجات بخشد فقط ۱۳۱۳ھ۔ غالباً

مکتوب نمبر ۲۴

مجمع فرخندگی عزیزی مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ شوقہ ومحبتہ پس از دُعائے ترقی درجات واضح باد الحمد للہ والمنۃ اچھا ہوں آپ سب صاحبوں کے لئے دُعائے خیر کرتا ہوں۔ آپ کا مسرت نامہ پہنچا باعثِ مسرت ہوا۔ ذی الحجہ میں مَیں

نے یہاں سے ایک خط روانہ کیا ہے جس میں نسخہ اکسیر کی رسید و نیز جملہ اُمور مندرجہ خط ہذا کا جواب اُس میں تحریر کیا گیا ہے اُمید ہے کہ مطالعہ عزیز سے گذرا ہوگا۔ بے شک عزیزی ﴿برکات علماء محققین احادیث سے ایسے حضرات کے وجود کا مبارک ہونا معلوم ہوتا ہے اور خود مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہدایت وتعلیم وتربیت کا سلسلہ ان سے جاری ہوتا ہے اس سے بڑھ کر کیا برکت ہوگی﴾ مولوی رشید احمد صاحب زاد اللہ عرفانہ کی علالت کا اثر ہندوستان پر بہت پڑا۔ اکثر اُمور خیر جو اُن کی ذات سے منسلک تھے بند ہوگئے۔ درس حدیث و فتویٰ نویسی کا کام جو خاص بصارت کے متعلق تھا وہ بالکل جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ شفائے کُلّی مرحمت فرماوے آمین۔ جناب حکیم ضیاء الدین صاحب مرحوم کی ذات بھی بہت باخیر تھی ان کے واقعۂ جانکاہ نے بھی بہت لوگوں کی کمر توڑ دی۔ خیر مرضی مولیٰ اللہ تعالیٰ اُن کو بخش دے اور اپنی قرب رحمت میں جگہ دے آمین۔ عزیزی مولوی منور علی صاحب نے بھی نہایت ہی اظہار بشاشت کے ساتھ آپ کی ملاقات کی کیفیت تحریر کی ہے اور بہت خوش آپ کے یہاں سے گئے ہیں۔ عزیزی مولوی ﴿جواز مدح بہ حالت عدم خوف افتتان یعنی اگر تعریف کرنے سے اُس میں عجب وخود بینی پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو تو بہ قدر ضرورت ومصلحت تعریف کر دینا جائز ہے۔ خود ہمارے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہوا ہے﴾ احمد حسن صاحب زاد اللہ شوقہ ومحبتہ کی کارگذاری کی خبریں ہر طرف سے آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کوشش وسعی بلیغ کو مشکور فرمائے آمین۔ آپ بھی اُن کی پشت پناہی کے لئے کمر باندھے رہئے اُن کی معاونت نہایت ضروری اُمر ہے وہ سب کام چھوڑ کر اسی اُمر عظیم کے سرانجام دہی کے لئے شب وروز مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ تائید غیبی اُن کے شامل حال رکھے آمین یا رب العالمین۔ اپنے گھر میں بہت بہت دُعا کہہ دیجئے گا۔ اور مکرمی عبدالرحمٰن خان صاحب و جملہ احباب کو بہت بہت سلام وعزیزی ابوسعید خان صاحب وغیرہ دعاء رایادہ والدعا۔ الراقم الضعیف فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ مورخہ یکم صفر المظفر ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب نمبر ۲۵

سلام علیکم چو در خاطری گر از چشم دوری بدل حاضری

عزیز وافر تمیز عزیزی مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد محبتہ۔ پس از دعائے ترقی درجات واضح رائے آں عزیز باد کہ راحت نامہ مشعر احوال باطنیہ آنعزیز مع کوائف مختلفہ وصول ہوا۔ آپ کے مژدۂ ترقیات باطنیہ نے کمال مسرور کیا۔ اللہ تعالیٰ شب و روز ترقی مزید فرمادے۔ میں ہر وقت دست بہ دُعا ہوں گو اس وقت میری طبیعت اچھی نہ تھی مگر آپ کی کیفیت سُن کر بہت جی خوش ہوا۔ افاقہ ظاہری محسوس ہونے لگا۔ میں آج کئی روز سے ﴿جواز اظہار مرض ہرگاہ شکوہ مقصود نباشد۔ حدیث میں درد سر کا اظہار ثابت ہوا ہے البتہ بطور شکایت کے ناجائز اور خلاف صبر کے ہے اور محض رفع انتظار احباء کے لئے کوئی حرج نہیں اور اگر فناء وانکسار و عبودیت کے طور پر ہو تو عبادت ہے۔۱۲﴾ بیمار ہو گیا ہوں۔ پہلے درد پسلی اُٹھا اُس سے بہت تکلیف ہوئی اور بخار بھی زور شور سے آیا بعد کرب و بے چینی کے الحمد للہ درد تو اَب جاتا رہا بخار اُبھی تک باقی ہے اور ضعف بہت ہو گیا۔ پہلے سے چونکہ ضعف تھا اس کی وجہ سے اور نقاہت بڑھ گئی کئی روز سے نیچے بھی نہیں اُترتا ہوں لیکن الحمد للہ دن بہ دن تخفیف ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب (رجاء یعنی رحمت الٰہیہ کا اُمیدوار رہنا ہر حالت میں مرض ہو یا فقر و فاقہ ہو یا کثرت ذنوب ہو اس کا حُسن اور واجب ہونا سب جانتے ہیں﴾ صحت حاصل ہو جائے گی۔ منشی عبدالرزاق صاحب کے انتقال کا بہت صدمہ ہوا آدمی باخیر تھے۔ خداوند کریم اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے آمین زیادہ والدعا محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ اَز مکہ مکرمہ مؤرخہ ۱۱ رصفر المظفر ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب ۲۶

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونصلی علیہ از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت عزیزم مولانا مولوی قاری اشرف علی صاحب ادام اللہ عرفانہ بعد سلام مسنون و شوق کے ظاہر ہووے کہ خط آپ کا بذریعہ عزیزم مولوی حافظ قاری احمد صاحب مکی کے پہنچا

کل حالات سے مطلع ہوا۔ ہمیشہ خیال آپ کا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درجات علیا عطا فرماوے۔ اور فیض آپ کا ہمیشہ جاری رہے۔ پہلے کے خطوط میں اپنا کل حال لکھا گیا تھا۔ ضعف پیری زیادتی پر ہے۔ ہمارا آپ کا خاتمہ بخیر کرے دربارہ ﴿اس کی خوبیاں اور برکات عقلاً ونقلاً مسلم ہیں﴾ طبع مثنوی شریف آپ ومولوی احمد حسن صاحب و مولوی محمد علی صاحب کے مشورہ پر ہونا مناسب ہے کیونکہ آپ وہاں سب حاضر ہیں اور کچھ قدر مولوی خلیل الرحمٰن کے ذریعہ سے بھیجتا ہوں ﴿بذل مال بمریدان یعنی اگر مرید کو حاجت مال کی ہو اور شیخ کے پاس گنجائش ہو تو مریدوں کو بھی دینا اہل اللہ کی عادت ہے یہ نہیں کہ ہمیشہ نذرانہ ہی لیا کرے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داد و دہش اپنے غلاموں کے ساتھ کس کو معلوم نہیں﴾ اس کی کارروائی کرے اور میں دُعا کرتا ہوں بہ سہولت انجام پہنچاوے۔ عزیزہ نور چشم زاد محبتہا بعد دُعا وسلام کے ظاہر ہووے۔ مولوی صاحب نے گھر بنوادیا۔ میں خوش ہوا اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے اور تم کو اس میں رہنا نصیب ہو اور دارین کی خیر و برکت عطا فرماوے اور آپ کے بھائیوں کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ اُن کی بھی صورت اللہ تعالیٰ کر دیوے۔ زیادہ فقط ۲۵ صفر سنہ ۱۳۱۴ ہجری۔

مکتوب نمبر ۲۷

عزیز سعید عزیزی مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ محبتکم۔ پس از ادعیہ وافرہ واضح رائے سعید باد کہ راحت نامۂ آنعزیز مشعر احوال صحت وری وسلامتی و دیگر کوائف مرقومہ ۳ ربیع الاوّل روز پنج شنبہ کل بروز شنبہ ۴ ربیع الثانی کو وصول ہو کر باعث اطمینان خاطر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو علی الدوام خوش وخرم رکھے اور اپنی یاد میں ہمیشہ مشغول رکھے آمین۔ حسب استدعا ﴿قبول شفاعت یعنی کسی کی سفارش قبول کر لینا خواہ کسی دنیاوی حاجت میں ہو یا دینی حاجت میں فضیلت اس کی ظاہر ہے۔ ۱۲﴾ آنعزیز عزیزی مولوی اسحاق علی صاحب کو میں نے داخل سلسلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ برکت عطاء فرمائے آمین۔ آپ اُن کے مناسب حال وظیفہ وغیرہ تلقین کر دیجئے گا۔ میری کیفیت سابق دستور

ہے۔ ضعف ونقاہت بدستور چلا جاتا ہے۔ دن بدن ضعف کی ترقی ہے۔ ترجم شریف
﴿اظہار تقلیل عبادت یعنی اگر کسی عذر سے عبادت میں کمی ہو جاوے تو اس کو ظاہر کر دینا یہ بہت ہی
بڑے اخلاص کی بات ہے کہ جو لوگ اس شخص کی کثرت عبادت کے معتقد ہیں ان کے روبرو یہ
دینا کہ فلاں معمول میں کمی ہوگئی۔ اس میں ریاء کی جڑ کٹتی ہے﴾ میں اتفاق سے کسی جمعہ کو جانا
نصیب ہوتا ہے ورنہ اکثر نہیں جا سکتا ہوں۔ زیادہ والدعا۔ فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ
عنہ۔ از مکہ مکرمہ مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ

مکتوب نمبر ۲۸

بخدمت فیضدرجت بابرکت عزیزم مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد
اللہ عرفانہ ومحبتہ۔ السلام علیکم الحمد للہ والمنتہ۔ راقم بہ خیریت وخیریت وعافیت آنعزیز
اَز ربّ البیت خواہاں خط آنعزیز آیا۔ اَحوال مندرجہ سے آگاہی کماہی حاصل ہوئی جو
جو کوائف وحالات مندرج خط تھے وہ بفضلہٖ سب محمود واحسن ہیں۔ ان شاء اللہ ﴿تبشیر
طالب یعنی طالب کو بشارت دینا کہ تجھ کو فلاں نعمت یا کسی نعمت میں ترقی ہوگی اس سے اس کا دِل
بڑھ جاتا ہے۔ حدیث بشریٰ میں اس کی ترغیب ہے﴾ آئندہ اور ترقی پذیر ہوں گے مطمئن
خاطر رہنا چاہئے۔ میرا تعلق خاطر تمہاری جانب مصروف ہے اور سابق میں جو آنعزیز
کو تحریر ہوا تھا کہ اگر کان پور سے دل برداشتہ ہو تو تھانہ بھون کو کہ جائے سکونت ہے جانا
مناسب ہے اُس سے یہ مراد نہ تھی کہ ضرورت بلاضرورت ترک تعلق کر کے تھانہ بھون
جانا چاہئے۔ بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جب تک مخلوق کان پور کو تم سے فیض پہنچ رہا ہے
اور وہاں کی مخلوق بھی تم سے مانوس ومطیع ہے۔

تو وہاں سے جنبش کرنا اور طالبان مطلوب کو محروم ﴿نفع رسانی مفہوم وخوبی محتاج
بیان نہیں، تمام قرآن وحدیث اس سے پُر ہے﴾ رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ہاں اگر
خدانخواستہ تمہاری طبیعت کسی وجہ سے برداشتہ ہو اور قصد یہ ہو کہ کان پور چھوڑا جاوے تو
اس حالت میں میری رائے یہ تھی کہ اور جگہ سے تھانہ بھون جانا مناسب ہے۔ باقی اللہ

تعالیٰ ہمارا اور آپ کا اور نیز سب مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر فرماوے۔ آمین رب العالمین
۔محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ۔ از خط قاری احمد مکی صاحب۔

مکتوب نمبر ۲۹

سعادت آثار رحمت اطوار عزیز باتمیز عزیزی مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ محبتکم وعرفانکم۔ پس از دعائے ترقی درجات واضح رائے آنعزیز باد کہ الحمد للہ علیٰ احسانہ میں بہ خیریت ہوں احباب کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہوں۔ ہاں کبھی کبھی کچھ شکایت ہو جاتی ہے باقی ضعف و نقاہت بہ مقتضائے سن البتہ ہوگیا ہے۔ آپ کا راحت نامہ عین انتظاری میں پہنچا۔ باعث سرور خاطر ہوا۔ آپ کے کوائف باطنی سُن کر بہت جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار اِحسان ہے کہ آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ خداوند کریم اُس میں ترقی عطاء فرمائے اور ہمارے جمیع احباب کو نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ آپ کے حالات ماشاء اللہ سب محمود ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو خود اُس کی محمودیت ﴿امکان بے خبری صاحب حال از حال خود یعنی گو اپنا حال اجمالاً تو ضرور ہی معلوم ہوتا ہے مگر یہ ممکن ہے کہ اس کی پوری کیفیت کہ یہ حالت ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اچھی ہے یا بُری تفصیلاً نہ معلوم ہو جس طرح مرض کے تغیرات یا صحت کے مدارج کو مریض پورے طور ہی نہیں سمجھ سکتا﴾ معلوم ہو جائے گی۔ اللہ کا شکر بجالایئے۔ اور اس سے زیادتی کے شب و روز طالب رہئے۔ تھانہ بھون کے مقدمہ میں جو آپ نے تامل کیا نہایت عقل مندی کو کام میں لایئے۔ عزیزم میری غرض یہ ہے کہ جہاں کہیں رہو باخدا رہو اور بالفعل کان پور کے لوگ آپ کے تہ دل سے مشکور ہیں آپ کی ذات سے اُن کو فائدہ ہے۔

لہٰذا بالفعل قیام کان پور مناسب وانسب معلوم ہوتا ہے۔ جب تک یہاں کا تعلق خدا کو منظور ہے رکھئے بعد ازاں پھر تھانہ بھون میں محض توکل بخدا ﴿توکل معنی اور علو مرتبہ بدیہی ہے﴾ خدا کا نام لے کر بیٹھ جایئے اور کسی نوع کوئی تعلق ظاہری نہ کیجئے وہ خود مسبب الاسباب ہے سب سامان آپ کے درست کرے گا ان شاء اللہ کوئی تردّد

نہ کرنا پڑے گا۔ عزیزی مولوی احمد حسن صاحب زاد اللہ محبتہ و عرفانہ اس میں شک نہیں کہ بہت کوشش فرما رہے ہیں۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اُن کی سعی کو مشکور فرمائے اور اُن کی ترقی درجات کا مثنوی شریف کو سبب بنائے آمین۔

پہلا جزو اُس کا میرے پاس آ گیا دیکھ کر نہایت جی خوش ہوا۔ مثنوی شریف جس درجہ کی کتاب تھی عزیزی موصوف نے اُس کا پورا حق ادا کیا۔ خداوند کریم اُس کو بایں حُسن و خوبی تمام کو پہنچائے۔ آمین جمیع احباب سے میرا بہت بہت سلام کہہ دیجئے۔ خصوصاً محبی و مکرمی جناب عبدالرحمٰن خان صاحب۔ زیادہ والدعا۔ فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ موصولہ ۱۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب نمبر ۳۰

عزیز وافر تمیز عزیزی مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ پس از ادعیہ وافرہ واضح رائے عزیز باد کہ الحمد للہ میں بہ خیریت ہوں آپ لوگوں کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہوں۔ آپ کے جو محبت نامے آئے اُن کے جواب اُسی وقت تحریر کرائے ﴿تعجیل در انجاح مرام طالب یعنی طالب کی حاجت پورا کرنے میں جلدی کرنا خواہ مالی حاجت ہو یا علمی خط کا جواب دینا وغیرہ سب اس میں آ گیا﴾ روانہ کئے۔ الحمد للہ سب کیفیت آپ کی اچھی ہے۔ خداوند کریم روز افزونی فرمائے آمین۔ بالفعل باعث تحریر یہ اَمر ہے کہ نسخہ حکم جو ترجمہ کے لئے میں نے دیو بند روانہ کیا تھا اب وہاں سے خط آیا کہ حکم کا ترجمہ پورا ہو گیا ہے لہٰذا آپ اُس ترجمہ ﴿دلالۃ علی الخیر یعنی کوئی نیک کام کسی کو بتلا دینا الدال علی الخیر کفاعله میں اس کا ثواب مذکور ہے۔ اس میں بہت سی باتیں آ گئیں مثلاً کوئی مسئلہ بتلا دینا کوئی دینی کتاب تصنیف کرنا یا طبع کی کوشش کرنا یا طبع کرانا۔۱۲﴾ کو منگا کر طبع کا تخمینہ کرائیے جو کچھ اس کا صرفہ ہو اُس سے بہت جلد مطلع فرمائیے۔ بالفعل ایک سو روپیہ کسی معتبر آدمی جانے والے کے ذریعہ سے روانہ کروں گا۔ باقی آپ کی تحریر آنے کے بعد دیکھا جائے گا۔ غرض کہ جو کچھ آپ کی رائے ہو فوراً تحریر فرمائیے زیادہ والدعا۔ بخدمت مکرمی جناب عبدالرحمٰن خان

صاحب، بہت بہت سلام و عزیزی میاں محمد ابوسعید صاحب وغیرہ کو بہت بہت دُعا۔ فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۳۱۴ھ بر لفافہ محررہ مولوی منور علی صاحب ضمن مضمون خود۔

مکتوب نمبر۔۳۱

سعادت آثار رحمت اطوار عزیزی مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ۔ پس از دعائے ترقی درجات واضح رائے عزیز باد کہ الحمدللہ والمنۃ بفضلہٖ تعالیٰ اچھا ہوں۔ آپ لوگوں کے لئے دُعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ راحت نامہ آنعزیز مرقومہ ۱۹ر جمادی الاولیٰ عین انتظاری میں بہ تاریخ ۱۵ر جمادی الاخریٰ وصول ہوکر باعث مسرت قلبی ہوا۔ آپ کے اور آپ کے متعلقین کے حالات سُن کر نہایت جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے آمین۔ عزیزی مولوی اسحاق علی صاحب کا بھی خط آیا اللہ تعالیٰ اُن کے ذوق وشوق ﴿شوق و محبت الٰہی کچھ حاجت بیان نہیں﴾ کو بڑھائے اور اپنی محبت کاملہ مرحمت فرمائے فقیر ہر وقت سب کیلئے دست بہ دُعا ہے۔

ہاں آپ کی ہمشیرہ عزیزہ مرحومہ کے انتقال کی خبر سُن کر بہت صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔ اور ان کے ﴿ترحم علی الصغیر یعنی چھوٹوں پر بالخصوص بچوں پر مہربانی رکھنا حتیٰ کہ پیار کے الفاظ یا کلمات دُعائیہ اُن سے یا اُن کی نسبت کہنا سب اس ترحم کی فرع ہیں اس میں کوتاہی کرنے والے پر وعید آئی ہے۔۱۲﴾ چھوٹے چھوٹے بچوں کی عمر میں برکت دے آمین۔ ایک خط ابھی چند روز ہوئے آپ کے پاس روانہ کیا ہے اُس میں میں نے دربارہ طلبی نسخہ ترجمہ حکم از دیوبند و انتظام طبع وغیرہ تحریر کیا ہے اُس مضمون کو پھر مکرر لکھتا ہوں۔ عزیزم میں نے کئی سال کا عرصہ ہوا کہ نسخہ حکم بہ غرض ترجمہ کرانے کے لئے دیوبند روانہ کیا تھا۔ ابھی چند روز ہوئے کہ ایک خط دیوبند سے آیا اُس میں لکھا ہے کہ ترجمہ حکم تیار ہوگیا ہے اُس کی نسبت جو لکھا جائے اُس پر موجب عمل درآمد ہو۔

لہٰذا چاہتا ہوں کہ وہ کتاب نہایت ہی مفید خلق ہے اُس کا طبع ہو کر شائع ہو جانا بہت ضروریات سے ہے۔ آپ اُس ترجمہ کو دیوبند سے منگا کر مطبع والوں کو دکھلا کر اس کی چھپائی کا تخمینہ کرائیے اور اُس کی کیفیت سے جلد مجھ کو مطلع کیجئے۔ بالفعل ایک سو روپیہ کسی معتبر آدمی کے ہاتھ ان شاء اللہ تعالیٰ میں روانہ کرتا ہوں۔ آپ کی تحریر کا منتظر ہوں۔ زیادہ والدعا۔ عزیزی مولوی محب الدین صاحب مولوی شفیع الدین منشی عبداللہ صاحب میاں عبدالرحیم صاحب وعبدالرحمٰن وغیرہ وغیرہ آپ کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ بہ خدمت مکرمی جناب عبدالرحمٰن خان صاحب بہت بہت میرا سلام کہہ دیجئے گا و عزیزی محمد ابوسعید صاحب سلمہ سے دُعا وجمیع احباب کو دُعا وسلام وعزیزی مولوی احمد حسن صاحب زاداللہ محبتہ وعرفانہ اور اُن کے جمیع متعلقین سے بہت سے بہت دُعا و سلام کہہ دیجئے گا۔ بہت دِنوں سے کوئی راحت نامہ اُن کا نہیں آیا مانع خیر باد۔ فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ از مکہ مکرمہ مؤرخہ ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب نمبر ۳۲

محبت نہاد راسخ الاعتقاد عزیزی مولوی محمد اشرف علی صاحب زاداللہ عرفانکم پس از دُعائے ترقی مدارج واضح رائے آنعزیز سراپا تمیز باد۔ الحمدللہ فقیر زندہ ہے۔ احباب کے حق میں دعائیں کرتا ہے۔ عزیزم حادثہ مکرمی جناب عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم و مغفور سُن کر بے انتہا صدمہ ہوا۔ اُسی حالت میں مرحوم ومغفور کے لئے مع احباب فاتحہ خوانی کی اور دُعائے طلب مغفرت ونزول رحمت بہ درگاہ قاضی الحاجات کے خدا وند کریم مرحوم ومغفور کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور موردانعام واکرام بنائے اور اُن کے ورثاء کو صبر مرحمت ﴿صبر کون نہیں جانتا﴾ فرمائے اور توفیق عمل خیر عنایت کرے۔ خصوصاً عزیزی حافظ ابوسعید خان صاحب سلمہ کو اُن کا قدم بہ قدم بنائے آمین یارب العالمین۔ خان صاحب مرحوم کی ذات۔ ماشاء اللہ عجیب خیر و برکت کی تھی۔ ہزاروں اُمور حسنہ اُن کی بدولت وجود پذیر ہوئے۔ تمام خلائق کو ان کی ذات

سے دائماً نفع پہنچتا تھا۔ ایسے لوگوں کا دنیا سے تشریف لے جانا کوہ الم کا گرنا ہے ایک جہان کواُن کی جدائی کا صدمہ ہوتا ہے۔ اخیر زمانہ ﴿تغیر الناس یعنی کام کے آدمیوں کا کم ہو جانا حدیث کا ل ماٗتہ لا تجد فیہا راحلۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔۱۲﴾ ہے جو جاتا ہے اپنی نظیر ساتھ لئے جاتا ہے۔ چراغ لے کر تلاش کیجئے تو اُس کی مثل کا پتہ نہیں لگتا ہے پس ماندگان محزون حزین کو حسرت وافسوس کے سوا چارہ نہیں۔ کیا کیجئے۔ مقدرات الٰہی میں کسی کا اجارہ نہیں۔ اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون۔ زیادہ والدعا فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ ﴿سن مہر لفافہ سے لکھا گیا۔۱۲﴾

مکتوب نمبر ۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَز فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت بابرکت فیضد رجت مولانا مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خط آپ کا پہنچا خیریت آپ کی معلوم ہوئی لیکن مفصل حال آپ کے اور نیز حال مقدمہ طبع مثنوی شریف کے مدت سے معلوم نہیں ہوئے باعث خیر باد مفصل حال طبع مثنوی شریف اور محررین کے اور برخوردار صاحبزادہ مولوی احمد حسن صاحب کے اطلاع کرنا اور باقی سب خیریت ہے۔ ضعف از حد ہے اور خشک خارش تمام بدن میں محیط ہے خدا خیر کرے۔ دُعائے مغفرت خان صاحب کی گئی خدا اُن کو غریق رحمت کرے فقط عزیزم میاں مولوی سید اسحاق علی صاحب بعد سلام مسنون کے آپ نے خوب کیا۔ آپ کو ہدایت ﴿مجاز را بہ جائے شیخ پنداشتن یعنی شیخ کے خلیفہ کو شیخ کی جگہ سمجھنا یہ اَمر علاوہ شرعی ہونے کے طبعی بھی ہے بلکہ خود خلفاء میں جو اقدم واسبق ہو دوسرے خلفاء اس کی تعظیم واَدب شیخ کے مثل کریں﴾ کی جاتی ہے کہ مولانا صاحب کو بجائے میرے معلوم کرنا جو ہدایت و اِرشاد فرماویں عمل کرنا۔ باقی کام بھی ﴿موہوب بودن ثمرات یعنی اَذکار واشغال کے ثمرات وہبی میں اکتساب صرف اعمال وطاعات تک ہے ان پر ثمرات کا مرتب ہونا محض فضل ہے کوئی استحقاق نہیں کہ تقاضا یا فخر کرنے لگے نہ کوئی استبعاد ہے کہ مایوس ہونے لگے۔ لا یدخل الجنۃ

احد بعمله او نحوه اس کی مؤید ہے﴾ برآمد ہو جاوے گا۔ فقط ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ روز یک شنبہ از خط حافظ احمد مکی۔

مکتوب نمبر ۳۴

فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت سراپا برکت عزیزم مولوی حافظ محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ وبرکاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہر دو خط آپ کے بہ ذریعہ عزیزم مولوی قاری احمد مکی صاحب پہنچے اور سُنا کوائف معلوم ہوئے۔ نہایت خوشی حاصل ہوئی ان شاء اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً ازدیادِ انوارِ باطنی ہوگی اور خلق اللہ کو آپ کے ذریعہ سے فائدہ عظیم ہوگا۔

ہر وقت ایک خیال ﴿اخبار عن المحبة یعنی اگر کسی سے محبت ہو تو اس کو اطلاع محبت کی کر دینا حدیث میں اس کا حکم آیا ہے اور اس میں اثر یہ ہے کہ اس سے دوسرے کو بھی محبت ہو جاتی ہے اور روز بہ روز ترقی محبت کی ہوتی ہے﴾ خاص تمہاری طرف رہتا ہے۔ اور درباب مثنوی شریف کے معلوم ہوا۔ مولوی صاحب نے اس کو بہت پھیلایا ہے ﴿تصدنی العمل یعنی جو کام کرے اس میں میانہ روی اور توسط اختیار کرے بہت غلو نہ کرے جس کا نباہ مشکل ہو علیکم من الاعمال ما تطیقون الحدیث۔ اس پر واضح الدلالت ہے﴾ خیر خدا انجام فرماویں۔

دربارۂ حکم اگر کوئی صورت ہوگئی ہو چھپ جانا مناسب ہے والا بعد حج کسی معتبر کے ہاتھ سو روپیہ بھیج دیا جاوے گا۔ ضرور اس کے حالات سے جلد مطلع کریں اور اس وقت نہایت ضعف طاری ہے ہر جمعہ کو حرم محترم میں جانا نہیں ہوتا تن پر خارش ہے۔ خدا رحم فرماوے۔ اُمید دُعاء خاتمہ بالخیر کی رکھتا ہوں۔ عزیزم مولوی اسحاق علی صاحب کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ وہاں ضیاء القلوب وارشاد مرشد ہے مطالعہ فرماویں اور مولانا سے اشکالات دفع کریں۔ فقیر دُعا کرتا ہے اور سب کو دُعا فقط اور مولانا صاحب کو میری جگہ جان کر اُن سے شغل و وظائف و ذکر میں مشغول رہیں۔ فقط ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ از خط حافظ احمد مکی صاحب۔

مکتوب ۳۵

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت جامع الکمالات عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خط آپ کا پہنچا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا مندی ﴿رضائے الٰہی اعلیٰ درجہ کی دولت ونعمت ہے۔۱۲﴾ نصیب کرے حکم کے بارے میں بہت فکر تھی اگر سہولت کے ساتھ انجام ہو جاوے تو بہتر ہے اور ایک عبا ﴿عطاء تبرک بمرید یعنی اپنے معتقد کو کوئی چیز اس لئے دینا کہ وہ اس کو موجب برکت سمجھتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ حج میں موئے مبارک صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم کرانا اس کی اصل ہے﴾ سبز رنگ کا بہ دست شاہ بہاء الدین صاحب دستی روانہ کیا گیا ہے۔ آپ کیلئے قبول فرماویں گے۔ اور اللہ آپ کو زیادہ علم وفضل بخشے۔ جس میں خلق اللہ کو نفع عام ہو اور تصانیف مفید ومقبول ہو۔ میرا تعلق آپ کی طرف اکثر اوقات رہتا ہے اور اس وقت فقیر پا بہ رکاب ہے۔ اُمید دُعاء بالخیر کی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا ہمارا خاتمہ بالخیر فرماویں۔ میاں منشی عبداللہ صاحب کی طرف اور میاں عبدالرحیم کی طرف سے اور حضار مجلس کی طرف سے آپ کو سلام مقبول ہو۔ جُبّہ یعنی عبا کو آپ اپنے تصرف میں لاویں۔ فقط ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ۔

مکتوب ۳۶

از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیضدرجت عزیزم مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ واضح ہو کہ خط آپ کا سُنا اُحوال سے آگاہی ہوئی بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون ﴿تقدیم حق جیران یعنی جب اور وجوہ استحقاق مساوی ہوں تو قرب ومجاورۃ کو مرجح کہیں گے۔ بے شمار احادیث حقوق جار سے مملو ہیں۔ جیران میں اپنے وطن میں داخل ہیں۔ بہ نسبت دوسرے بستی والوں کے﴾ تشریف لے گئے۔ اُمید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد ﴿آبادی و مدرسہ و مسجد ایک دار العلم ہے دوسرا دار العمل تمام تر احکام کا حاصل یہی دو چیزیں

ہیں علم اور عمل ان کی آبادی واعانت کے فضائل کیوں نہ ہوں﴾ کو از سر نو آباد کریں۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دُعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے۔ باقی ضعف طاری ہے از حد اس وقت حرم شریف میں جانا نہیں ہوتا۔ حافظ احمد حسین کے انتقال کے بعد انواع قسم کے تفکرات اُن کی اولاد کی جانب سے اور اُمورات سے واقع ہوئے ضعف بصارت ہے کہ پڑھنے سے عاجز رہا۔ اُمید دُعا خاتمہ بالخیر رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا آپ کا خاتمہ بالخیر فرماویں اور اپنی محبت پر مارے اور رکھے۔ اور عزیزم مولوی اسحاق علی صاحب کو بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے معلوم ہو کہ ان کا خط پہنچا تحریر سے عاجز ہوں اس واسطے توقف تحریر میں ہوتا ہے باقی اپنے شغل میں رہئے۔ فقیر دعا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مدارج طے ہو کر مقصد منزل میں خداوند تعالیٰ پہنچاوے گا خداوندِ تعالیٰ اپنی محبت وعشق صادق نصیب کرے۔ فقط ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ از خط حافظ احمد مکی صاحب۔

مکتوب ۴۷

عزیزم مولوی اشرف علی صاحب دام بقاہ۔ پس از دُعا واضح ہووے کہ آپ کے دو خط حالت انتظار میں آئے۔ میری طبیعت ﴿اسناد الی الاسباب یعنی مسببات کو اسباب کی طرف منسوب کرنا مثلاً فلاں چیز سے یہ مرض پیدا ہو گیا وغیر ذالک یہ جائز ہے عرفان و توحید کے خلاف نہیں۔ ہاں اگر اس نسبت کے وقت خالق اسباب سے ذہول وغفلت ہو تو بے شک معرفت ووحدت کے خلاف ہے نصوص واجبہ اس نسبت سے بھری ہوئی ہیں﴾ بوجہ ضعیفی و پیری کے ہمیشہ علیل رہتی ہے۔ حضرت ﴿اشارہ قرب اجل یعنی ایسے کلمات کہنا جس سے عمر کا قریب اختتام ہونا معلوم ہو بہ دلیل خطبہ حجۃ الوداع کے یہ بھی سنت ہے من جملہ اس کے حکمتوں کے یہ ہے کہ طالبین وقت کو غنیمت سمجھ کر کچھ استفادہ کر لیں۔ ۱۲﴾ حق کے سوا بہ ظاہر اُمید نہیں۔ چراغ سحری ہوں۔ آپ کے استقامت اور توکل میں کامیابی کی دُعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ پرسانِ حال کی خدمت میں ماوجب الراقم فقیر امداد اللہ چشتی مکہ مکرمہ مؤرخہ ۶ رجب المرجب ۱۳۱۵ھ۔

مکتوب نمبر ۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از فقیر اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیعد رجت عمدۃ السالکین نخبۃ الواصلین حضرت العالم الحافظ الحاج القاری شاہ محمد اشرف علی صاحب التھانوی ادام اللہ عرفانہ ومحبتہ ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ خط آپ کا پہنچا نہایت مسرت حاصل ہوئی ۔ اور قلب کو فرحت ۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو ترقی ظاہر و باطن عطا فرماوے وخلق اللہ کو مستفید فوائد صوری ومعنوی کرے آمین ۔

ان شاء اللہ میں ہر وقت دُعا کرتا ہوں کہ آپ سے خلقت کثیرہ کو فائدہ ہوگا اور سلسلہ جاری رہے گا۔ مہر مدرسہ ومسجد وحجرہ کے اَحوال سے نہایت خوشی ہوئی۔ فقیر کو نہایت ضعف ہے۔ کروٹ لینا دُشوار چارپائی کے پاس چوکی پا کی کی رکھی گئی۔ وقت آخر ہے دُعائے خاتمہ بالخیر کا طالب ہوں۔ کتب کثیرہ یہاں موجود ہیں۔ مستحسن یہ ہے کہ اگر ہو سکے ایک دفعہ آپ تشریف لاویں کہ اس بہانہ ﴿تم نے لقائے احباب حدیث اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا سے اس کا مسنون ہونا ثابت ہے﴾ سے ملاقات ہو جاوے اور کل کتابیں اپنے ہمراہ ﴿عطاء نعمت بلا سوال بہ قدر دان اصل یہ ہے کہ نعمت کو بے قدر کرنا نہ چاہئے اس لئے اہل کمال بعد طلب کے کچھ عنایت فرماتے ہیں ۔ بے رغبتوں کے وعظ کہنے کی ممانعت کی حدیث اس کی اصل ہے۔ لیکن اگر یقیناً معلوم ہو کہ قدر کرے گا۔ بالخصوص جب یہ معلوم کہ زیادہ قدر کرے گا اس وقت طلب کا انتظار نہ کرے۔ آخر شب وروز ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا سوال ہزاروں علوم وحقائق بیان فرماتے تھے اور سب سے بڑھ کر نعمت علم ہے خواہ زبانی یا کتاب کے پیرایہ میں﴾ لیتے جاویں ۔ والا بالضرور کسی کے ہمراہ رَوانہ کروں گا۔ عزیزم مولوی اسحاق علی صاحب کو فرماویں گے کہ میں دُعا کرتا ہوں اُن کے حق میں کہ خداوند تعالیٰ اپنی محبت ان کو نصیب کرے اور فیض یاب ہوں اپنی مرادوں سے اور کل احباب عمدتصاحبہ واہلیہ منشی عبدالرزاق و دُختر منشی صاحب اور آپ کی اہلیہ صاحبہ اور میاں الٰہی بخش صاحب کو بہ شوق سلام وطلب و دُعائے خاتمہ بالخیر فرماویں و

حاضرین مجلس کی طرف سے سلام مسنون مقبول مقبول باد۔ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ۔ العبد محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ مکرر آنکہ مولوی یونس صاحب سے سلام فرماویں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور و ماجور فرماوے۔

مکتوب ۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت والا رتبت حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دام حبکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ خط آپ کا پہنچا نہایت مسرت حاصل ہوئی۔ اللہ آپ کو جمیع مقاصد دارین سے فیض یاب کرے۔ ضعف از حد ہے۔ اُمید دُعا کی رکھتا ہوں کیونکہ پابہ رکاب بیٹھا ہوں۔ حکم کا منتظر ہوں ﴿شوق لقاء اللہ اور آخر عمر اس میں حدیث صاف موجود ہے ﴾۔ اور محبت اور خیال آپ کا بیان کرنا حاجت نہیں۔ دل کو دل ﴿کشف قلوب یعنی بلا زبان کے کہے ممکن ہے کہ ایک دل کا حال دوسرے دِل پر کُھل جاوے۔ جس نے اہل کشف کی صحبت اُٹھائی ہوگی اس کو اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں رہ سکتا۔ ۱۲﴾ سے راہ ہے۔ اگر صورت نظر آوے آنا بہتر ہے والا کتابوں کا روانہ کرنا دُشوار نہیں صورت ہو جاوے گی۔ عزیزم (نام عزیزے) کو سلسلہ بیعت عثمانی میں داخل کیا۔ آپ اُن کو شغل واذکار بتادیں اور شجرہ بھی عنایت کریں۔ ایسا ہی علی احمد صاحب کو بھی داخل کیا۔ اور اُن کو بھی ذکر و شغل بتادیں۔ آپ کافی ہیں۔ جو طالب ہو اُن سب کو ذکر واشغال بتانے کی اجازت عامہ آپ کو ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب اور مسماۃ عمدن اور آپ کی اہلیہ اور اہلیہ منشی عبدالرزاق صاحب اور سب احباب کو سلام مسنون کے بعد طلب دُعا کرتا ہے۔ مولوی اسحاق علی صاحب کیلئے دُعا کرتا ہوں۔ اللہ ان کے مقاصد سے ان کو بامراد فرماویں اور میاں احمد حسن صاحب کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ اُن کو اپنی رضامندی و مقصد دِلی سے فیض یاب کرے۔ حال فقیر کا یہ ہے کہ چارپائی پر ہر وقت لیٹا رہتا ہوں اور نیچے اُتر آنے کی طاقت نہیں۔ معلوم کر لیجئے سابق خط جو آپ کا آیا تھا رسید بھی پہنچی اور معاً مولوی بدرالاسلام صاحب کو دی گئی۔ اطمینان فرماویں۔ میرا خیال ہر

وقت آپ کی طرف ہے اور روپیہ بھی اُن سے وصول ہو گیا اور اپنے محل پر پہنچ گیا۔ السلام علیکم وعلیٰ کافتہ المحبین ۔ ۱۱ رمحرم الحرام ۱۳۱۶ھ یوم الاربعاء۔ مکرر یہ ہے کہ آتے وقت اتفاق ہو ضرور مولوی محمد حسین صاحب سے عربی ضیاء القلوب اور مجموعۂ مؤلفات فقیر لیتے آویں اور آپ کی کتاب جزاء الاعمال ہنوز کسی کے پاس نہیں آئی۔ نہ فقیر کے پاس نہ احمد کے پاس۔ اطلاعاً لکھ دیا ہے۔ محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔

مکتوب نمبر ۴۰

بخدمت محبی ومخلصی مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو خط آپ کا پہنچا کتاب کلیات امدادیہ پہنچی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین ﴿اخلاص سب جانتے ہیں﴾ سے کرلے، فقیر کو ضعف کی ترقی ہے۔ چار پائی ﴿صلوٰۃ علی السریر یعنی چار پائی پر نماز پڑھنا۔ جیسے تخت پر درست ہے ویسے ہی چار پائی پر۔ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں وارد بھی ہوا ہے اور فقہاء نے بھی تصریح کی ہے﴾ پر نماز پڑھتا ہے۔ پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ پھر مخالفین سے صدمات پہنچ رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ کل حال پا بہ رکاب ہے دُعا کا محتاج ہے۔ والسلام المرسل العبد الضعیف فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۲ رصفر ۱۳۱۶ھ

مکتوب نمبر ۴۱

محبی ومخلصی مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط آپ کا آیا اللہ تعالیٰ آپ کا قصد ﴿مشروعیہ تدبیر محمود نیک کام کا نیک طریقہ سے قصد کرنا خلاف توکل وتفویض نہیں بلکہ اس کا شعبہ ہے۔ خود قرآن وحدیث میں بہت تدبیروں کی تعلیم ہوئی ہے﴾ پورا کرے۔ فقیر کا دل بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے۔ کلیات امدادیہ کی رسید روانہ کردی گئی ہے۔ رسالہ جزاء الاعمال ﴿ابتداء طلب چیزے از محبین مخلصین مراد یہ ہے کہ جس شخص پر یقین ہو کہ اگر اس سے کچھ فرمائش کریں گے تو نہایت ہی خوش ہوگا اس سے فرمائش کرنا جائز ہے بلکہ بلا اجازت ایسے شخص کی چیز لے لینا جس میں اُس کو ضرر زائد نہ پہنچے جائز ہے۔ آیت اوصدیقکم و

حدیث ابی الہیثم اس کی دلیل ہے﴾ ابھی تک نہیں پہنچا ہے۔ ضیاء القلوب عربی کی خبریں دو سال سے سُنی جاتی ہیں۔ یہاں اب تک ایک نسخہ نمونہ بھی نہ آیا۔ یہاں بفضلہٖ سب طرح سے خیریت ہے۔ والسلام فقط۔ المرسل محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ سہ شنبہ ربیع الاوّل ۱۳۱۶ھ از جانب خادم عبدالرحیم و منشی عبداللہ صاحب سلام مسنون قبول باد۔

مکتوب نمبر ۴۲

عزیزم مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ ذوقہ وشوقہ بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو۔ خط آپ کا پہنچا۔ پہلے خط کا جواب مع رسید رسالہ کلیات امدادیہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچا ہوگا۔ فقیر بحمد اللہ بہ صحت وعافیت ہے۔ البتہ ضعف ونقاہت ترقی پر ہے۔ آپ کی حالت بہت اچھی ہے۔ مقام شکر ﴿شکر سب کو معلوم ہے کہ اعلیٰ مقامات میں سے ہے﴾ ہے۔ ذٰلک فضل اللہ ﴿ترکِ عُجب۔ جب کوئی نعمت ظاہری یا باطنی اپنے پاس دیکھے اپنی کوشش کا نتیجہ نہ سمجھے بلکہ فضل الٰہی جانے اس میں عجب نہیں ہوتا﴾ فقیر دُعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے شمار کرلے۔ مولوی سید احمد علی صاحب کا حال سُن کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مقامات میں ترقی عطا فرماوے۔ فقیر کا دِل بھی ملاقات کو بہت چاہتا ہے۔ والسلام۔ سب احبا کو سلام پہنچے۔ مثنوی شریف جلد دوم کے چار نسخہ پہنچ گئے۔ مولوی احمد حسن صاحب کی سعی حد درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ جلد ثالث کا ابھی تک سامان نہیں ہے۔ پھر پندرہ سو روپیہ قرض بھی ہوگیا ہے۔ از جانب مولوی محبّ الدین صاحب و منشی عبداللہ صاحب و شیخ عبدالرحیم صاحب تسلیم قبول ہو۔ المرسل فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ۔

مکتوب نمبر ۴۳

محبی ومخلصی مولوی اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہوا کہ خط آپ کا ۲۶ جمادی الاُولیٰ کو پہنچا و نیز دو عدد رسالہ ''جزاء الاعمال'' بھی پہنچے۔ فقیر کے پسند ﴿تصدیق حق یعنی کوئی تقریر یا تحریر مطابق واقع وموافق قواعد حقہ ہو۔ اُس

کی صحت کو بیان کر دینا کہ اور لوگوں کو بھی بھلی معلوم ہو جاوے۔ آیت والذی جاء بالصدق و صدق بہ کی ایک تفسیر یہی مضمون ہے ﴾ آئے۔ فقیر دُعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن میں ترقی کرے۔ ضیاء القلوب عربی بھی پہنچ گئی۔ فقیر کا جو منہیہ ہے شاد اُس کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ بہر حال بہت اچھا ترجمہ ﴿علم وہبی بہت اولیاء اللہ کو یہ دولت ملی ہے کہ ظاہر اًزیادہ درسیات کی تحصیل نہیں کی اور علوم منکشف ہو گئے۔ بعض اوقات صرف معانی کا انکشاف ہوتا ہے۔ بعض اوقات الفاظ کا بھی۔ مثلاً غیر زبان کو سمجھ جانا۔ خصوصاً ایسا سمجھنا کہ اس میں تحسین یا تقبیح کی رائے بھی دے سکیں۔ ہمارے پیر و مرشد قدس سرہم کی صحبت جس نے اُٹھائی ہوگی معانی والفاظ دونوں کا القاء قلب مبارک پر ہونا خود اس نے مشاہدہ کیا ہوگا﴾ کیا ہے فقیر کے پسند آیا۔ رسید الٰہ آباد آپ لکھ دینا۔ الحمد للہ فقیر بہ صحت و عافیت ہے۔ والدعا۔ بندہ حسن کو فقیر کا سلام پہنچے۔ المرسل فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۱۶ھ

مکتوب نمبر ۴۴

محبی و مخلصی مولوی اشرف علی صاحب زاد اللہ ذوقہ و شوقہ۔ بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو خط پہنچا۔ الحمد للہ کہ آپ کے قلب کی حالت بہت اچھی ہے۔ یہ مقام خوف و رَجاء ہے اسی کو ہیبت ﴿ہیبت و انس من جملہ احوال رفیعہ ہیں۔ اختلاف مراتب اس کو خوف و رجاء و قبض و بسط بھی کہتے ہیں اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں﴾ و انس کہتے ہیں۔ ہیبت کبھی انس کا غالب ہو جاتا ہے۔ دونوں ﴿تساوی فرح و ترح عندالطالب یعنی طالب حق کی نظر میں نعمت اور مصیبت دونوں یکساں ہونا چاہئے۔ یعنی باعتبار ماہیت و حقیقت کے نہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ دونوں حضرت محبوب کی طرف سے ہیں دونوں مایۂ شادمانی ہونا چاہئے۔ قل کل من عند اللہ میں اس کی تعلیم ہے۔ یہ بات بہت قوی محبت کا اثر ہے کہ اس انتساب میں ایسا مست ہو جاوے کہ تالم و تاذی باقی نہ رہے۔ ۱۲﴾ کو ایک سمجھنا چاہئے۔ پیرانی صاحبہ اکثر مریض رہتی ہیں۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ مرض لگا ہی رہتا ہے۔ بحمد اللہ فقیر اچھا ہے اور دُعا کرتا ہے۔ مولوی محمد اسحاق علی صاحب کیلئے بھی دُعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو فائز المرام کرے والدعا۔ فیصلۂ ہفت مسئلہ پر جو ضمیمہ آپ نے لگایا ہے اُس کے نسخہ ابھی تک یہاں نہیں

پہنچے۔ از جانب مولوی محب الدین صاحب و منشی صاحب و عبدالرحیم صاحب سلام پہنچے۔ فقط العبد الضعیف فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ یکم رجب المرجب ۱۳۱۶ھ۔

مکتوب نمبر ۴۵

محبی و مخلص مولوی محمد اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو خط آپ کا دوسرا ابھی پہنچا پہلے خط کے جواب میں لکھ دیا گیا ہے۔ مکرر ہے کہ آپ کی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ ضرر نہ ہوگا۔ فقیر دُعا کرتا ہے۔ ضیاء القلوب میں سب کچھ ہے جو کچھ قلب پر وارد ہو من جانب اللہ ﴿مراقبہ توحید افعال سب حوادث کو من جانب اللہ سمجھنا اس کے خیال رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اس کے عجیب وغریب ثمرات ہیں مگر اوّل علوم شرعیہ میں رسوخ اور محبت کا غلبہ ان دونوں کی ضرورت ہے۔ ورنہ اعتقاد اجمالی کافی ہے۔ مراقبہ میں ضلالت کا خوف ہے﴾ خیال کرو۔ جو واردات مضر ﴿تقسیم واردات قلبیہ بعض واردات مضر ہوتے ہیں بعض نافع مگر مضر کو استقلالاً دفع کرنے کی حاجت نہیں اس میں بہت سی صعوبتیں علمی و عملی ہیں۔ مشغولی ذکر سے خود مضر دفع ہو جاتا ہے اور تقسیم باعتبار ماہیت وآثار خاصہ کے ہے۔ اور تساوی باعتبار انتساب الی اللہ ہے جس کا اُوپر بیان تھا۔ فلا تعارض﴾ ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔ والسلام فقط۔ المرسل العبد الضعیف فقیر محمد اِمداد اللہ، ۱۹ ر جب پنج شنبہ ۱۳۱۶ھ

مکتوب نمبر ۴۶

عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو۔ خط آپ کا پہنچا۔ ۵۰ عدد شجرے پہنچے۔ ابھی تک فیصلہ ہفت مسئلہ ضمیمہ شدہ نہیں آیا ہے۔ اور کلیات کی صرف ایک ہی جلد آئی ہے۔ آپ کی حالت بہت اچھی ہے۔ پہلے آپ کو لکھ دیا گیا ہے پھر ''ضیاء القلوب'' میں سب موجود ہے۔ اس قسم کی گھاٹیاں ﴿عقباتِ سلوک باطنی یعنی سالک کو طرح طرح کی گھاٹیاں پیش آتی ہیں، دلیل اس کی تجربہ ہے۔ پیر کی اس لئے ضرورت ہے ورنہ خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچے﴾ طالب کو آیا ہی کرتی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ سب سے پار ﴿دفع بلا از دُعا شیخ تدبیر کو تو اللہ تعالیٰ نے اثر دیا

ہے مگر شیخ کی دُعا بھی اکسیر اعظم ہے بالخصوص بلاء باطنی کے دفع کے لئے ﴾ ہو جاؤ گے۔ فقیر دُعا کرتا ہے انه سمیع قریب والسلام الرسل العبد الضعیف فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ باقی سب احبابوں کو سلام پہنچے۔ ۸ شعبان ۱۳۱۶ھ پنج شنبہ۔

مکتوب نمبر ۴۷

محبی و مخلصی عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ دونوں خط آپ کے پہنچے۔ ایک عزیزم مولوی محمد سعید صاحب کے خط میں مع نصف آدھے نوٹ مبلغ ( ) و ضمیموں کے اور دوسرا خط بہ معرفت مولوی حافظ احمد صاحب مع نصف آدھے نوٹ مذکور و ضمیمہ و پروف تعلیم الدین و ترجمہ حکم کے پہنچا۔ حالت آپ کی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے جو کچھ بقیہ قبض ہے وہ بھی رفع ان شاء اللہ تعالیٰ ﴿تبرک بالاستثناء یعنی مستقبل کے اخبار یا انشاء کے لئے قطعاً حکم نہ کرنا بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ کہہ لینا قرآن مجید میں یہ حکم منصوص ہے ﴾ ہو جائے گا۔ فقیر دُعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مخلصین سے کر لے وقت ﴿تقدیر یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہر شے کا زمان و مکان و شرائط و موانع تجویز ہوئے ہیں اس کے خلاف نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب کا عقیدہ ہے۔ ۱۲﴾ جب آئے گا ملاقات بھی ہو ہی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دونوں کتابوں کو فقیر نے سُنا۔ بہت پسند آئیں۔ اللہ تعالیٰ اختتام کو پہنچائے۔ کلیاتِ اِمدادیہ کا ابتداء میں صرف ایک نسخہ آیا تھا اور جو آپ نے لکھا ہے کہ صاحب مطبع نے ارسال کی ہیں سو وہ نہیں پہنچیں۔ والسلام فقط العبد الضعیف فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ یک شنبہ ۲۲ شوال المکرم ۱۳۱۶ھ۔ از جانب کاتب الحروف بندہ کم ترین محمد شفیع الدین و مولوی محب الدین صاحب و عبدالرحیم صاحب تسلیم قبول باد۔

مکتوب نمبر ۴۸

عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ ذوقہ وشوقہ۔ بعد سلام مسنون کے واضح ہو خط آپ کا پہنچا۔ الحمد للہ آپ کی حالت ﴿حوالہ تاکید کلام بالظن یعنی دلیل ظنی سے کلام کو مؤکد کرنا کما یا کیفاً جائز ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اِبن صیاد کی نسبت حکم کرنا اس کی

اصل ہے﴾ بہت اچھی ہے۔نصف قطعہ نوٹ مبلغ (   ) کا مجی قاری حافظ احمد صاحب کی معرفت نصف عزیزم مولوی محمد سید صاحب کی معرفت پہنچا۔ کلیات امدادیہ ﴿صدق وعدہ یعنی سچا وعدہ کرنا۔سچا وعدہ وہ ہے کہ وعدہ کے وقت نیت ایفاء کی ہو اور ایفاء وعدہ یعنی وعدہ کا سچا کرنا یہ دوسری بات ہے اور وجوہ میں اس سے مؤخر﴾ کی رسید پہنچنے کے بعد لکھی جائے گی والسلام العبد الضعیف فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۴؍ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ۔از جانب جملہ احباب خصوصاً بندہ محمد شفیع الدین تسلیم قبول باد حج پنج شنبہ کو ہوا۔

مکتوب نمبر ۴۹

عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زاد اللہ ذوقہ وشوقہ بعد سلام مسنون کے واضح ہو خیریت آپ کی عزیزم محمد سعید صاحب کے خط سے معلوم ہوئی آپ کی حالت اب الحمد للہ بہت اچھی ہے۔فقیر دُعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ترقی فرمائے۔

کان پور سے آپ کے وہاں قیام کے بارے میں خط آیا تھا جواب اُن کو لکھ دیا گیا تھا آپ کو بھی تحریر ہے کہ فقیر کے نزدیک مستقل ﴿جواز عزم مستقل نظر پر اَسباب یعنی ہر چند کہ کسی کو غیب کی خبر نہیں اس بناء پر کسی اَمر کا مستقل اِرادہ کرنا بظاہر محلِ تردد میں معلوم ہوتا ہے مگر اسباب ظاہرہ پر نظر ایسا ارادہ کرنا غیر مشروع نہیں خود حضرت شارع علیہ السلام کا سفر وغیرہ کے لئے اِرادہ فرمانا مشروعیت کی دلیل ہے۔حالانکہ بعض سفر ناتمام بھی رہے﴾ قیام آپ کا تھانہ بھون میں ضروری ہے باقی تعطیل وغیرہ کسی فرصت کے وقت یا جس وقت طبیعت ﴿جواز تفریح بہ سفر یعنی سفر سے جی بہلانا کچھ مضائقہ نہیں۔نفس کو ایسے لذات دنیا خلاف طریق نہیں جبکہ اعتدال کے ساتھ ہو بلکہ ایسے اُمور سے شوق ریاضت کا پھر تازہ ہو جاتا ہے ورنہ طبیعت میں تنگی وفتور پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔دلیل اس کی تجربہ ہے﴾ کچھ گھبرائے تو کان پور کا بھی دورہ کریں اور اُن لوگوں کی خبر گیری کریں اور طالب کے واسطے تو تھانہ بھون کان پور سے کچھ دُور نہیں۔چنانچہ کانپور بھی یہ ہی مضمون جواب میں لکھا گیا ہے۔کلیاتِ اِمدادیہ کے نسخہ پہنچ گئے۔والسلام فقط العبد الضعیف فقیر محمد اِمداد اللہ عفا اللہ عنہ المرقوم ۱۵؍محرم الحرام ۱۳۱۷ھ۔

مکتوب نمبر ۵۰

بخدمت عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب زاداللہ ذوقہ وشوقہ۔ بعد سلام مسنون کے واضح ہو خط آپ کا پہنچا فقیر کا دِل بہت خوش ہوا کچھ پیچش ہوگئی تھی اس کو تو آرام ہوگیا۔ ضعف کی یہ حالت ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کروٹ لینا مشکل ہے اب تو یہی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دارفانی سے جلد بُلا لے۔ فقیر جملہ احباب کیلئے دُعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فائز المرام کرے۔ گفتگو کی طاقت نہیں ہے۔

بھوپال کے خط سے بھی معلوم ہوا کہ عزیزم حافظ محمد یوسف صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ﴿کرامت اجابت دُعا من جملہ اَحوال مقبولہ ہے چنانچہ اس مکتوب میں اس عالم سے جلد بلا لینے کی دُعا فرمائی گئی اور تین ماہ کے اندر وصال ہوگیا۔۱۲﴾ نہایت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ترقی مراتب عطاء فرمائے۔ مناسب حال ہر شخص ﴿وصیت بالتلقین ضروری اُمور بالخصوص اُمور متعلقہ ہدایت وتربیت کی نسبت وصیت کرنا عین اتباع سنت مطہرہ ہے اور مضمونِ وصیت پر مکتوبات کا خاتمہ ہونا بھی عجائب میں سے ہے۔ یا اللہ ہم گنہگاروں کا بھی اتباع سنت پر خاتمہ کیجئے اور اسی پر زندہ رکھیو اور اسی دُھن میں اُٹھائیو اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک نعلین میں پہنچائیو۔ آمین۔ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ ہجری۔ مقام تھانہ بھون۔ اشرف علی حنفی تھانوی عفی عنہ ۱۲﴾ کے آپ خود تعلیم کریں۔ فقیر کا سلام جملہ محبوں کو پہنچے۔ العبد الضعیف فقیر محمد اِمداداللہ عفا اللہ عنہ المرقوم ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۱۷ھ و

ہٰذا آخر مکتوب من شیخی طبیب القلوب الیٰ ھذا المریض با نواع العیوب ثم اشتاق الی لقاء المحبوب و بعد اقل من شھرین سافر الی المقصود المطلوب فانا للہ و انا الیہ راجعون و کل شیء الیہ یتوب والصلوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ ما تردد القمران بین الطلوع والغروب و قد فرغ من جمعھا لست عشرۃ من رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ۔ (تمام شد)۔

خوانِ خلیل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس میں افضل الفضلاء اکمل الکملاء جناب مولانا خلیل احمد صاحب انبیہٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے حالات طیبہ درج فرمائے ہیں۔

یہ رسالہ اس شعر کا مصداق ہے:

گر شوی در دین مہمان خلیل جامہا نوشی ازیں خوان خلیل

تمہید طبع خوان خلیل

(از حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا قدس اللہ سرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس ناکارہ کو ہمیشہ اپنے اکابر کے حالات کے سننے اور جمع کرنے کا سوانح لکھوانے کا بہت ہی اشتیاق رہا۔ ''تذکرۃ الخلیل'' میں جیسا کہ خود مولانا مرحوم نے بھی تحریر فرمایا اس ناکارہ کے اصرار کو بہت دخل تھا۔ اسی طرح حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ چچا جان قدس اللہ سرہ عزیز مولوی یوسف نور اللہ مرقدہ کی سوانحوں کی تالیف میں اس ناکارہ کا بہت دخل رہا۔ مگر افسوس کہ تذکرۃ الرشید یعنی سوانح قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی اور تذکرۃ الخلیل جس میں میرے پانچ اکابر کے مختصر حالات ہیں۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہ جوان دونوں کتابوں کے مصنف تھے ان کے انتقال کے بعد سے ان دونوں کتابوں کی طباعت کا سلسلہ بند ہو گیا۔

ہر چند میں نے مولانا مرحوم کے صاحب زادگان پر اصرار کیا اور تقاضے کئے کہ یہ جواہر پارے اسی طرح مولانا کی دیگر تصانیف علمی و دینی ذخیرے کے ساتھ ساتھ بہت ہی مقبول عام کتابیں ہیں۔ مگر ان عزیزوں کو دوسرے قصوں کی وجہ سے ان کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ بالآخر ''تذکرۃ الخلیل'' تو میں نے گزشتہ سال عزیزم مولوی حکیم محمد الیاس سلمہ پر تقاضا کر کے طبع کرائی تھی اور اس سے پہلے جناب الحاج متین احمد صاحب سے بھی کئی سال سے تقاضا کر رہا تھا اور وہ اس کا اہتمام بھی کر رہے تھے۔ مگر حالات کی ناسازگاری سے طبع نہ ہو سکی۔ لیکن بحمد اللہ گذشتہ سال وہ بھی طبع ہو کر شائع

ہو چکی لیکن ہندو پاک میں کتابوں کی آمد و رفت بند ہے اور حکیم الیاس صاحب کی مطبوعہ قریب الختم ہے۔ اس لئے میں نے ان کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کے ساتھ ''خوان خلیل'' جو حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ نے حضرت سہارن پوری کے وصال پر ایک مختصر سا رسالہ تالیف فرمایا تھا وہ بھی بطور ضمیمہ کے شائع کر دیا جائے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ دو ہفتے مختلف احباب کو اس کے ڈھونڈنے کی تکلیف گوارا کرنی پڑی اور بڑی مشکل سے ملی۔

اس کے سننے سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں تو حضرت حکیم الامت نے کوزہ میں دریا کو بند کر رکھا ہے اور نہایت اختصار کے ساتھ جام میں اپنی دوسری تالیفات کا حوالہ فرما دیا۔ اس لئے میں نے ''خوان خلیل'' کو سنتے وقت ان حوالہ جات کو بھی تلاش کرایا اور ان میں سے جو عام فہم اور محتاج الیہ تھے ان کو تو بطور ضمائم کے اس پر نقل کرا دیا اور جو بہت طویل مضمون تھے جیسا کہ ایک مضمون خواب کے سلسلہ میں مختصر طور سے تو یہاں بھی آیا اور اس کے متعلق مختصر مضمون ضمیمہ میں بھی لکھوایا لیکن اس کے متعلق مختلف علماء کے فتاویٰ ''الامداد'' بابت ماہ شوال، ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ کے تریسٹھ صفحات پر تھے وہ تو گویا مستقل ایک کتاب تھی۔ اسی طرح بعض علمی و فقہی مسائل تھے جو عام فہم نہ تھے اس لئے ان کا مفصل حوالہ لکھوا دیا۔

اس سب کے بعد دوستوں کا اصرار ہوا اور مجھے بھی اچھا معلوم ہوا کہ ''خوان خلیل'' کو مستقل بھی چھاپ دیا جائے اور ''تذکرۃ الخلیل'' کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر بھی چھاپ دیا جائے۔ اس لئے کہ میرے شیخ کے حالات اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے قلم سے نور علیٰ نور ہیں۔ اس لئے آج ۲۲ ذی قعدہ ۹۱ھ کو اس کے ضمائم پورے ہونے کے بعد توکلاً علی اللہ طباعت کیلئے دے رہا ہوں۔

وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه أنيب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور (یوپی)

خوان خلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلاۃ

حضرت مولانا عارف جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشتریان یوسف علیہ السلام کے قصے میں نقل فرمایا ہے۔

چو یوسف شد بخوبی گرم بازار — شد ندش مصریاں یکسر خریدار
بہر چیزے کہ ہر کس دسترس داشت — دراں بازار بیع او ہوس داشت
شُنیدم کزغمش زالے برآشفت — تنیدہ ریسمانے چند وی گفت
ہمیں بس گرچہ من کاسد قماشم — کہ در سلک خریدار انش باشم

اسی مخلص بڑھیا کی تقلید ان سطور کی تحریر میں احقر نے اختیار کی ہے کہ ایک حبر ہمام و بحر قمقام یعنی۔

الشیخ مولانا خلیل أحمدا. مسکوحلة خلة الرحمن
وسمی ابراهیم یوسف وقته من وجهه کا لقلب فی اللمعان (ضمیمہ ۱/۲۵)
المتوفی فی ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ رحمه الله تعالیٰ رحمةً
واسعةً و أفاض من برکاته علی أهل الدیار القریبة والشاسعة

کے دریائے کمالات میں سے چند رشحات وقطرات ناظرین مشتاقین کے قلوب وابصار پر بصورت رسالہ پاشاں کرتا ہوں جو بمقابلہ اس دریا کے امواج کے (جن کو مولانا قدس

اللہ سرہ کے حذاق عارفین معرفین عنقریب سطح اذہان عشاق معتقدین صادقین پر مطلاطم و متراکم فرمائیں گے) وہی نسبت رکھتے ہیں جو اس بڑھیا کا ریسمان خزائن عزیز سے نسبت رکھتا تھا جس کے پیش کرنے میں میری بھی وہی نیت ہے جو اس بڑھیا کی تھی یعنی۔

ہمیں بس گرچہ من کاسد قماشم — کہ درسلک خریدار انش باشم

جیسا اس کے قبل اسی نمونہ کی دو مختصر یادداشتیں ''یادیاراں'' و ''ذکر محمود'' (ضمیمہ ۲۵/ ۲) پیش کر چکا ہوں اور یہ ماحضر نافع ہونے کی صورت میں چونکہ مولانا ہی کا فیض ہوگا۔ اس لئے ممدوح کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے اور ان فیوض کی مبدأیت کو آپ کی شان میزبانی سے تشبیہ دے کر ان فیوض کے مجموعہ کو خوان کے اور اس کے آحاد کو جامات اطعمہ (**فی القاموس' جام : اناء من فضة ج جامات' انتھی ' وھو یعم ماللماکول وما للمشروب**) واشربہ کے مشابہ قرار دے کر اس مجموعہ حالات کو ''خوان خلیل'' سے اور ہر جز کو ''جام'' سے ملقب کرتا ہوں اور ان ہی مناسبات سے اس رسالہ کی لوح پر اس شعر کے لکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

گر شوی در دین مہمان خلیل — جامہا نوشی ازیں خوان خلیل

اب وہ جامات پیش کرتا ہوں **والله یطعم ویسقی وھو یشبع ویروی**

کتبہ اشرف علی عفی عنہ اوائل رجب ۱۳۴۶ھ

جام نمبرا

یوں تو مولانا رحمہ اللہ سے اس احقر کو مدت دراز سے نیاز حاصل تھا لیکن زیادہ خصوصیت اس زمانہ سے ہوئی جب سے میں کانپور کا تعلق چھوڑ کر وطن (ضمیمہ ۲۵/ ۳) میں مقیم ہوا اور سہارنپور کی آمدورفت میں کثرت ہوئی جس میں مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر تو گویا بالالتزام حاضری ہوتی تھی اور متفرق طور پر بھی بکثرت آنا جانا رہتا تھا اور ہر حاضری میں طویل طویل اوقات مولانا کی صحبت سے

مستفید رہتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجودیکہ میں ہر طرح چھوٹا تھا عمر (حضرت سہارنپوری کی ولادت صفر ۱۲۶۹ھ اور حضرت حکیم الامت کی ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہارم شنبہ بوقت صبح صادق ہے۔ ومما ینبغی أن یحفظ حضرت سہارنپوری کی وفات ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ بالمدینہ منورہ اور حضرت تھانوی کی وفات ۱۶ رجب ۶۲ھ شب سہ شنبہ ساڑھے دس بجے ہوئی) میں بھی طبقہ (حضرت سہارنپوری کی اجازت بیعت از حضرت شیخ المشائخ حاجی صاحب محرم ۱۲۹۸ھ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اجازت شیخ المشائخ مہاجر مکی سے شروع ۱۳۱۱ھ میں ہے۔ جیسا کہ بتفصیل ضمیمہ: ۴، ۵ ہے) میں بھی اور علم و عمل میں تو مجھ کو کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ اس میں تو چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت کا ذکر بھی ایک درجہ میں ادعا ہے علم و عمل کا مگر مولانا کا برتاؤ مساویانہ تو یقینی ہی تھا۔ بعض اوقات ایسا برتاؤ فرماتے تھے کہ جیسے چھوٹے کرتے ہیں بڑوں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا درجہ ہوگا۔ تواضع کا' یہ بنا تو یقینی تھی اور احتمالی یہ بھی ہے کہ شاید اس واقعہ کو بھی دخل ہو کہ مولانا (ضمیمہ ۴/۲۶) بواسطہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ سے منتسب تھے اور یہ احقر بلا واسطہ (ضمیمہ ۵/۲۶) اگر یہ بھی تھا تو اس حفظ مراتب کا جو کہ حکمت عملیہ کا اعلیٰ شعبہ ہے کامل ثبوت ہوتا ہے۔

فائدہ: تواضع و حفظ حدود کا کمالات مقصودہ میں سے ہونا ظاہر ہے۔

جام نمبر۲

مولانا نے اپنے ایک معتقد خاص سے فرمایا تھا کہ مجھ کو اشرف سے اس وقت سے محبت ہے جس وقت اس کو خبر بھی نہ تھی۔ **فائدہ:** اس واقعہ میں ایک خاص سنت کا اتباع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہے تو اس کو خبر کر دے انتہی اور حکمت اس کی ظاہر ہے کہ اس میں تطییب ہے قلب مسلم کی نیز جلب ہے اس کی محبت کا اور باہمی تحابب و توادد کے ثمرات ظاہر ہیں۔

جام نمبر۳

باوجود میرے کم مرتبہ ہونے کے گاہ گاہ مجھ کو ہدایا سے بھی مشرف فرمایا ہے۔

فائدہ: اس میں علاوہ سنت تہادی کے کہ سبب ہے تحابب مطلوب کا' تواضع بدرجہ غایت بھی ہے کیونکہ تہادی بشان خاص تواضع ہی سے ناشی ہے۔

جام نمبر۴

احقر مولانا کے سامنے وعظ کہتا ہوا بے حد شرماتا تھا گو امتثال امر کے سبب عذر نہ کرسکتا تھا لیکن مولانا نہایت شوق ورغبت سے استماع فرماتے تھے۔

فائدہ: اس میں علاوہ تواضع کے اہتمام علم کے فضائل کی بھی تحصیل ہے جس پر سلف صالح عامل تھے۔

جام نمبر۵

ایک بار احقر کے مواعظ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بیان میں کہیں انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں۔ **فائدہ:** اس میں حسن ظن و سنت مدح لتالیف القلب و تحضیض علی الخیر کا ثبوت ظاہر ہے۔

جام نمبر۶

گاہ گاہ غریب خانہ کو بھی اپنے اقدام سے مشرف فرماتے تھے۔ مجھ کو یاد (ضمیمہ ۶/۲۹) ہے کہ غالباً جب اول بار تشریف آوری ہوئی تو احقر نے جوش محبت میں کھانے میں کسی قدر تکلف بھی کیا اور اہل قصبہ میں سے بھی بعض عمائد کو مدعو کردیا کہ عرفاً یہ بھی معزز ضیف کا اکرام ہے (ان بعض عمائد نے میری اس خدمت کا یہ حق ادا کیا کہ بعد جلسہ دعوت کے مجھ کو بدنام کیا کہ طالب علم ہوکر اتنا تکلف کیا؟ پانچ چھ کھانے والوں کے سامنے بہتر یا باسٹھ برتن تھے۔ میں عدد بھول گیا کہ کون سا فرمایا تھا۔ اس روایت کے قبل مجھ کو تکلف کے

مقدار کی طرف التفات بھی نہ ہوا تھا) مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ یہ تکلف کیوں کیا گیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب خود حضرت ہی ہیں۔ اگر بکثرت کرم فرماتے تو ہرگز تکلف نہ کرتا۔ یہ تقلیل سبب ہے اس تکثیر کا' اس کے بعد آمد کی تکثیر ہوگئی اور تکلف کی تقلیل۔

فائدہ: اس سے بے تکلفی وسادگی ورعایت میزبان ظاہر ہے اور ان سب کا اخلاق فاضلہ سے ہونا ظاہر ہے۔

جام نمبر ۷

باوجود یہ کہ اس احقر کے ساتھ مساویانہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر برتاؤ فرماتے تھے جیسا کہ جام نمبر ۱ میں مذکور ہوا۔ لیکن اظہار حق کا اس قدر غلبہ تھا کہ اگر میں نے استفادتاً کوئی بات پوچھی تو اس کے جواب میں کبھی تکلف نہیں فرمایا اور کبھی ازخود بھی متنبہ فرمایا۔ چنانچہ اس وقت تین مسئلے اس قسم کے میرے ذہن میں حاضر ہیں۔

مسئلہ ۱: میرا ایک دوست سے اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ پشت کی طرف سے فوٹو لینے میں جس میں چہرہ نہ آئے گنجائش ہے یا نہیں؟ جانبین سے مکاتبت کا سلسلہ چلتا رہا۔ آخر میں احقر نے اس دوست کو مولانا رحمہ اللہ کے فیصلے پر راضی کر کے تحقیق مسئلہ کی درخواست کی۔ مولانا نے خوشی سے قبول فرما کر مسئلے کا فیصلہ کر دیا۔ چنانچہ ہم دونوں نے قبول کر لیا۔ یہ محاکمہ (برضیمہ ۷/۲۹) تتمہ جلد رابع "فتاویٰ امدادیہ" کے آخر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس محاکمہ کی تمہید میں مولانا رحمہ اللہ کی عبارت قابل دید ہے۔ وہی ہذہ بندہ ناچیز باعتبار اپنے علم وفہم کے اس قابل نہیں کہ علمائے اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کر سکے۔ مگر ہاں! امتثالاً للأ مر الشریف اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا عرض کرتا ہے۔ الخ۔

فائدہ: تواضع اور اظہار حق میں اس طرح جمع کرنا جس درجہ کا کمال ہے ظاہر ہے۔

مسئلہ ۲:۔ مشتمل بر سوالات متعددہ جز اول بعض روایات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد ہے۔ أخطأ الكاتب في تستأنسوا وانما هو تستأذنوا میں

نے مولانا رحمہ اللہ سے بذریعہ خط پوچھا جس کا جواب نہایت (برضمیمہ ۶/۳۰) قریب و عجیب ارشاد فرمایا جو 'بیان القرآن' کے حواشی عربیہ متعلقہ آیت "یایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم" (نور ۲۷) الآیۃ میں شائع ہوا ہے۔ احقر نے اس خط کو مختصر اور معرب کر دیا ہے جس کا حاصل برتقدیر ثبوت ایسی قرأت کا قرأت موجودہ سے منسوخ ہونا اور راوی کو نسخ کی خبر نہ پہنچنا ہے۔ انتھی جزو ثانی متعلق نبوت' جزو ثالث متعلق رقوم مدرسہ جزو رابع متعلق عدت' یہ سب اجزا بعینہا فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم کے آخر میں بعنوان بعضے از تحریرات الخ (برضمیمہ ۹/۳۱) شائع ہوئے ہیں۔

مسئلہ ۳:۔ پیر محمد والی مسجد کی سمت جنوب میں جو سہ دری مسجد سے ملی ہوئی ہے اس پر سائبان ڈالا گیا تو مولانا نے اس کے متعلق از خود کچھ تحریر فرمایا جس کا یہاں سے جواب عرض کیا گیا۔ چند بار اس میں مکاتبت ہوئی جس میں کوئی اخیر فیصلہ نہیں ہوا۔ اس مکاتبت کا نام مسئلہ اہل الخلۃ فی مسئلۃ الظلۃ ہے جو ترجیح الراجح (برضمیمہ ۱۰/۳۳) کے حصہ دوم کے اخیر کے قریب میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مکتوب سوم کے شروع میں ایک عجیب دل ربا جملہ ہے وھی ہذہ گرامی نامہ موجب برکت ہوا۔ کئی روز تک تو یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں۔ مبادا تکرار موجب بار ہاہا لآخر یہ خیال ہوا کہ یہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کر دوں الخ

ملاحظہ فرمایا جائے اس جملہ میں رعایت حق و رعایت خاطر دونوں کو کس طرح جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کا اثر احقر پر یہ ہوا کہ اس پر جو عرض کیا گیا باوجود یہ کہ اس کا جواب نہیں آیا۔ مگر مجھ کو ایک تنبیہ میں اس کو لکھنے کی ضرورت ہوئی کہ اس کا جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جائے۔ الی قولی۔ اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کر لی جائے۔

جام نمبر ۸

ایک بار بعض عنایت فرماؤں نے بعض حکایات کی نسبت میری طرف خلاف

واقع کردی جس کا چرچا اپنے مجمع میں پھیل گیا۔ میں اس وقت میرٹھ میں تھا اور اس چرچے سے بالکل غافل۔ مجھ کو خیر خواہ دل سوز نے یہ خبر پہنچائی مجھ کو بہت رنج ہوا اور سب سے زیادہ خیال مجھ کو مولانا رحمہ اللہ کے تکدر کا تھا۔ اس لئے میں نے اس واقعہ کی حقیقت مولانا کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ وہاں سے حسب ذیل جواب آیا۔ معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں مجھ ناچیز کو جو تعلق اور محبت پہلے تھا وہی عقیدت بحمد اللہ موجود ہے۔

آں نیست کہ حافظ را مہرت رود از خاطر آں وعدہ پیشینش تا روز پسیں باشد

جو قلبی محبت اور جس کو ذخیرہ آخرت سمجھ رکھا ہو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بدل نہیں سکتی جو روایتیں پہنچی ہیں ان میں مبالغہ سے بہت کام لیا گیا ہے۔ **انتھی ملخصا بقدر الضرورۃ**...... یہ واقعہ حکایات الشکایات (برضمیمہ ۱۱/۳۵) حکایت نمبر ۴ کے آخر میں مذکور ہے۔ بعد اختتام قصہ کے مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اس دل سوز خیر خواہ کے ذریعہ سے بدون اپنی طرف نسبت کرنے کے میں نے ہی یہ خبر پہنچائی تھی۔ تاکہ تاخیر تدارک سے بات بڑھ نہ جائے۔

فائدہ: اس سے مولانا کی کتنی بڑی خیر خواہی ثابت ہوتی ہے کہ میری بے خبری کو صعوبت تدارک کی مصلحت سے گوارا نہیں فرمایا اور اپنی طرف منسوب نہ فرمانا ممکن ہے کہ اس لئے ہو کہ زیادہ رنج نہ ہو کیونکہ راوی جس قدر زیادہ ثقہ ہوتا ہے۔ اسی قدر روایت کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ **واللہ اعلم بضمائر عبادہ۔**

جام نمبر ۹

ایک شخص نے اپنی ایک حالت کی جس کا کچھ حصہ نوم تھا اور کچھ یقظہ مشابہ بنوم تھا اور اس حالت میں غیر اختیاری طور پر ایک غیر مشروع کلمے کا زبان سے نکلنے کی اطلاع دے کر تحقیق چاہی تھی۔ میں نے قواعد شریعت وطریقت سے اس کا جواب لکھ دیا جس

کا حاصل سائل کا معذور ہونا تھا۔ چونکہ طریقت اس وقت کالعدم ہوگئی ہے اس لئے اس جواب کی حقیقت نہ سمجھنے سے اکثر عوام اور بعض اہل علم میں بھی اس کے متعلق ایک شورش (اس زمانے میں اخبارات واشتہارات میں اس پر بڑا ہنگامہ اور غوغا قائم تھا) برپا ہوگئی کہ اس کو معذور کیوں قرار دیا؟ جس کی تحقیق احقر نے ''حکایات الشکایات'' (برضمیمہ ۱۲/۴۵) کی حکایت سوم میں لکھی ہے۔ مولانا نے شفقت سے زبانی مشورہ دیا کہ اس سائل کے قابل توبیخ ہونے کے متعلق کوئی تحریر شائع ہو جائے تو شورش کم ہو جائے اور عوام کا دین بھی محفوظ رہے۔ انتہی بمعناہ

میں نے اس باب میں اپنا شرح صدر نہ ہونا عذر میں پیش کیا اور عرض کیا کہ آپ اور دوسرے علماء کچھ تحریر فرمائیں تو میں شائع کردوں۔ اس کو منظور فرمایا۔ چنانچہ میں نے سوال مرتب کر کے مختلف علماء سے رجوع کیا جس میں مولانا بھی تھے۔ سب نے اپنی اپنی رائے کے موافق جواب لکھا جو ''الامداد'' (ضمیمہ ۱۳/۵۴) شوال ۱۳۳۶ھ میں شائع ہوئے ہیں۔

فائدہ:۔ اس میں بھی وہی خیر خواہی اور اس کے ساتھ دین کی حفاظت کا اہتمام ظاہر ہے۔

جام ۱۰

اس قصہ مذکورہ کا اثر عوام میں کسی قدر باقی تھا کہ اس اثنا میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے جلسہ سالانہ کا موقع آ گیا۔ حسب دستور میں بھی حاضر ہوا۔ چونکہ اس جلسے میں احقر کا معمول وعظ بیان کرنے کا تھا۔ مولانا رحمہ اللہ نے بمصلحۃ براءۃ عن التہمۃ مجھ سے فرمایا کہ اس وقت بڑا مجمع موجود ہے۔ اگر اس واقعہ خواب کے متعلق کچھ بیان کردیا جائے تو اچھا ہے۔ تاکہ عوام کے شکوک رفع ہو جائیں۔ احقر نے عرض کیا کہ مجھ کو تو اس کے متعلق کچھ بیان کرنے سے شرم وعار آتی ہے کیونکہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ میں اپنا تبریہ کروں اور انسان اپنا تبریہ ایسی بات سے کیا کرتا ہے جس کا کسی درجے میں احتمال ہو۔ پس تبریہ کرنا اس کے احتمال کو تسلیم کرلینا ہے۔ مولانا نے فرمایا

کہ اچھا! اگر تم اپنی زبان سے تبریہ نہیں کرتے تو ہم میں سے کوئی شخص اس کے متعلق بیان کر دے۔ احقر نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہوا تو میں جلسے سے اٹھ جاؤں گا۔ مولانا نے فرمایا نہیں نہیں! تم کو گوارا نہیں تو پھر کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب مکالمہ وعظ مظاہر الاقوال (بر ضمیمہ ۵۵/ ۱۴) کی تمہید میں مذکور ہے۔ اس مشورہ میں بھی علاوہ خیر خواہی کے اتباع سنت یعنی تہمت کا رفع کرنا ہے۔ جیسا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ اعتکاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر یہ مشورہ چونکہ محل اجتہاد تھا جس کی وجہ احقر کے جواب میں مذکور ہو چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سنت اس امر میں ہے جو محل اشتباہ ہو جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی کا کہاں تک انسداد کیا جائے۔ یوں تو جواب دینے کے بعد بھی اس میں پھر شبہات پیدا کئے جاسکتے ہیں تو پھر اس کیلئے تو ایک محکمہ کی ضرورت ہوگی یہ توجیہ ہے میرے جواب کی۔ مگر میرے اس عذر کے قبول فرما لینے کے بعد جب بیان ہوا تو اتفاق سے حفظ لسان و مذمت بہتان کا۔ چنانچہ اس وعظ کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا جس سے بلا اختیار مولانا اور بدون قصد احقر کے ایک کرامت مولانا کی ظاہر ہوئی کہ جس چیز کو مولانا کا جی چاہتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو واقع فرما دیا۔

اسی کو عارف رومی فرماتے ہیں۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　　می دہد یزداں مراد متقیں

جام نمبر ۱۱

ایک تقریب غسل صحت ختنہ میں اتفاق سے یہاں سے احقر اور سہارنپور سے مولانا رحمہ اللہ اور دیوبند سے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ ایک قصبہ میں مجتمع ہو گئے۔ مگر بعض عوارض کے سبب میں تو بلا شرکت واپس آگیا اور دیگر حضرات نے ان عوارض کی طرف التفات نہیں فرمایا اور شرکت فرمالی۔ اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی۔ کیسا تواضع کا جواب ارشاد فرمایا کہ ہم نے فتویٰ پر

عمل کیا اور فلاں شخص (یعنی احقر) نے تقوے پر عمل کیا۔ (برضیمہ ۱۵/۵۶)

فائدہ: اس جواب سے جس قدر تواضع اور اختلافی امر میں شق مقابل کے اختیار کرنے والے کے عمل کی حسن توجیہ مرعی ہے ظاہر ہے اور حضرت مولانا دیوبندی نے جو جواب عطا فرمایا وہ رسالہ ذکر محمود نمبر ۲۴ میں مع تفصیل قصہ مذکور ہے۔

جام نمبر ۱۲

مولانا رحمہ اللہ میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل واشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرح صدر کے بعد قبول فرمالیتے تھے۔ چنانچہ بعض واقعات نمونہ کے طور پر معروض ہیں۔

واقعہ ا:۔ ایک بار سفر بہاولپور (برضیمہ ۱۶/۵۹) میں اس احقر سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں اس عادت کے سبب اکثر خطور بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں ہو جاتا ہے۔ سو کیا خطور بھی اشراف نفس و انتظار میں داخل ہے جس کے بعد ہدیہ لینا خلاف سنت ہے؟ اس حقیر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے استفسار کا جواب دے سکوں لیکن چونکہ لہجہ استفسار اُمر بالجواب پر دال تھا اس لئے **الأمر فوق الأدب** کے بنا پر جواب عرض کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جائے کہ اگر وہ احتمال واقع نہ ہو تو آیا نفس میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ناگواری ہو تو اس احتمال کا خطور اشراف نفس ہے اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشراف نفس نہیں ہے خالی خطرہ ہے جو احکام میں موثر نہیں۔ اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی۔

فائدہ: اس واقعہ میں مولانا رحمہ اللہ کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں۔ ایک

تواضع جس کے سلسلہ میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے۔ دقیق تقوی کہ اشراف کے احتمال بعید تک نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا۔ تیسرے۔ اتباع سنت جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے۔ اپنے معاملہ میں اپنے نفس کو متہم سمجھا کہ اپنی رائے پر وثوق نہیں فرمایا ورنہ جس کی نظر اتنی دقیق ہو کیا اس فیصلے تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی؟

واقعہ ۲:۔ ایک بار خود افادتاً فرمایا اور زیادہ یاد یہ پڑتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی سے نقل فرمایا تھا کہ قرآن مجید میں جو وقاف لازمہ ہیں۔ وہ ایسے ہی مواقع پر ہیں جہاں وصل کرنے سے ایہام خلاف مقصود کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ مگر اس آیت میں کفار کا قول منقول ہے ''وقالوا اتخذ الله ولدا سبحنه'' اور ولدا پر وقف نہیں۔ حالانکہ قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہاں پر لزوم وقف تھا کیونکہ وقف نہ ہونے سے ایہام ہوتا ہے کہ سبحانہ بھی ان ہی قائلین کا قول ہے۔ حالانکہ یہ ان کے قول ''اتخذ الله ولدا'' کا رد اور ابطال ہے۔ سو اس میں نکتہ یہ ہے کہ تنزیہ میں جہاں تک ہو تعجیل کی جائے تالی یا سامع کو نافین تنزیہ کے قول کے بعد ذرا بھی انتظار نہ ہو کہ اس قول کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ انتھی بمعناہ

باوجود یہ کہ خود یہ نکتہ ارشاد فرمایا مگر ایسے ہی ایک مقام کے متعلق (جس کی تعیین مجھ کو یاد نہیں رہی) احقر سے فرمایا کہ یہاں دفع ایہام کیلئے وقف ہونا لازم تھا۔ مگر ائمہ وقف نے یہاں وقف کا حکم نہیں فرمایا۔ مجھ کو وہ نکتہ یاد آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک بار آپ نے یہ نکتہ فرمایا تھا یہاں بھی وہی نکتہ تعجیل ابطال باطل ہو سکتا ہے۔

فائدہ: علاوہ تواضع کے اس احتیاط بلیغ کو ملاحظہ فرمایا جائے کہ باوجود یہ کہ اس نکتہ پر نظر تھی مگر خصوصیت مقام کے سبب دوسرے سے مشورہ فرمایا کہ شاید یہاں کوئی دوسرا داعی ہو۔ علمائے رسوم ایسی احتیاطیں کہاں کرتے ہیں۔ یہ اہل حقائق ہی کا حصہ ہے۔

فائدہ: اس نکتہ مذکورہ کے علاوہ احقر کے ذہن میں ایسے مقامات کے متعلق ایک

اور حقیقت آئی ہے۔ بنظر علما کی نظر ثانی کے عرض کرتا ہوں کہ ایہام کے مواقع تتبع سے دو قسم کے معلوم ہوئے ہیں۔ ایک وہ کہ اہل حق کی طرف انتساب باطل کا ایہام ہو۔

دوسرے وہ اہل باطل کی طرف انتساب حق کا ایہام ہو۔ سو اول قسم کے مواقع میں تو وقف لازم کلی ہے اور دوسرے قسم کے مواقع میں وقف لازم اکثری ہے۔ علمائے وقف نے ایسے مواقع پر اس کا زیادہ اہتمام والتزام نہیں کیا جس کا مبنی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اہل حق سے تو صدور باطل کا منکر شرعی ہے تو اس ایہام کا دفع زیادہ مہتم بالشان ہے اور اہل باطل سے صدور حق کا منکر شرعی نہیں۔ ''لأن الكذوب قد يصدق'' بلکہ یہ صدور خود قرآن میں منقول ہے جہاں منافقین کا ذکر ہے چنانچہ دوسرے قسم کے بعض مواقع کا ذکر کرتا ہوں جس سے میرا دعویٰ اکثریت کا ثابت ہوتا ہے سورہ منافقون کی اوّل آیت میں منافقین کا قول ''نشهد انک لرسول الله'' (منافقون) منقول ہے اور یہاں علمانے وقف لازم کیا ہے تا کہ اس کے بعد کا قول والله يعلم الخ کی نسبت ان کی طرف متوہم نہ ہو تو یہاں تو ایہام کا اعتبار کیا گیا اور اسی صورت میں رکوع اوّل کے ختم کے قریب منافقین کا قول ''لاتنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا'' (منافقون ۷) منقول ہے اور اس کے متصل ہی اس کا رد ''ولله خزائن السموات'' الخ منقول ہے جو حق تعالیٰ کا قول ہے مگر ينفضوا پر وقف لازم نہیں تو یہاں اس ایہام کا اعتبار نہیں کیا گیا اسی طرح اسی کے بعد ان کا دوسرا قول منقول ہے ''لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل'' (منافقون ۸) اور اس کے متصل ہی اس کا رد ولله العزة الخ منقول ہے جو حق تعالیٰ کا قول ہے مگر الاذل پر وقف لازم نہیں تو یہاں بھی اس ایہام کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ ایہام ثانی کا اعتبار اکثری ہے کلی نہیں۔ سو اسی بنا پر ولله اپر وقف لازم نہ ہونے کو بھی مبنی کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

واقعہ ۳:۔ ایک شخص نے مولانا رحمہ اللہ کے روبرو ایک حکایت بیان کی کہ ایک شخص مر گیا تھا تھوڑی دیر میں وہ زندہ ہوگیا اور اسی نام کا ایک دوسرا شخص اسی وقت مر گیا اور پہلے مرنے والے نے بیان کیا کہ مجھ کو ایک مقام پر لے گئے۔ وہاں پیشی کے وقت کہا گیا کہ اس شخص کو نہیں بلایا گیا بلکہ دوسرے شخص کو بلایا گیا ہے۔ چنانچہ مجھ کو دنیا میں لوٹا دیا اور دوسرے کو دنیا سے بلایا گیا۔ یہ حکایات بیان کر کے پوچھا کہ کیا ایسا ممکن ہے؟

بعض اوقات کسی دوسری طرف توجہ ہونے سے بعض پہلوؤں پر نظر نہیں جاتی۔ کچھ نرم سا جواب فرما دیا۔ میں نے ادب سے عرض کیا کہ یہ تو ممکن نہیں معلوم ہوتا اگر ملک الموت کو ایسی غلطی ہوسکتی ہے تو ملک الوحی سے بھی ہو سکے گی۔ پس کسی غالی کے اس قول کی صحت کی گنجائش نکل آئے گی۔ جبریل غلط کردہ مقصود علی بود اور اس حکایت کی توجیہ صحیح اور سہل یہ ہے کہ وہ مریض مبرسم یا مسکوت تھا اور اس میں اس کا متخیلہ فاسد ہوگیا تھا۔ مولانا رحمہ اللہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور نہایت انبساط کے ساتھ اس کی تصویب فرمائی۔

فائدہ ۱: مولانا کا کمال حق پرستی جس قدر اس سے واضح ہے محتاج بیان نہیں۔

فائدہ ۲: اس کے قبل ایسا ہی واقعہ احقر کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس اللہ سرہ کے حضور میں پیش آیا۔ مولانا کے جواب کے بعد یہی تقریر میں نے وہاں بھی کی تھی۔ مولانا قدس اللہ سرہ نے بھی اس کی تصویب فرمائی اور اس کے قبل بھی ایسی ہی حکایت میں نے حضرت مولانا الشیخ محمد رحمہ اللہ سے وعظ میں سنی تھی۔ میں اس وقت بچہ تھا کیا عرض کرتا اور نہ مولانا کی تحقیق اس مجلس کی مجھ کو یاد رہی۔

جام نمبر ۳ اتمہ جام نمبر ۱۲

ایک بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے لن یغلب اثنا عشر الفا عن قلة اور اس میں کوئی قید مذکور نہیں تو کیا یہ مطلق ہے اور ہر صورت کو شامل ہے۔ گو مقابلے میں لاکھوں کافر ہوں یا یہ کہ کسی اور دلیل سے مقید ہے؟ اطلاق پر یہ اشکال ہے کہ بہت

جگہ اس عدد سے زیادہ ہونے کی صورت میں بھی مسلمان مغلوب ہو گئے ہیں میں نے عرض کیا کہ ظاہر حدیث کا تو اطلاق ہی ہے اور بدون دلیل قوی کے تقیید کی کوئی وجہ نہیں اور مسلمانوں کا کہیں مغلوب ہونا کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ جہاں مسلمان مغلوب ہوئے ہیں۔ سبب اس کا کوئی علت ہے نہ کہ قلت اور وہ علت خواہ کوئی امر ظاہر ہو جیسے نا اتفاقی' خواہ کوئی امر باطن ہو جیسے عجب ونظر الی الأسباب ونحوهما جیسا غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار اور کفار چار ہزار (کمافی الجلالین) مگر اول میں مسلمان مغلوب ہو گئے جس کا سبب عجب بالکثرۃ تھا (كما فى القرآن المجيد اذ اعجبتكم كثرتكم) پھر آخر آخر میں وہی مغلوب غالب ہو گئے کما قال تعالیٰ ''ثم انزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين وانزل جنودا لم تروها'' (توبہ ۲۶) اور یہ انزال سکینہ مشروط ہے زوال سبب مغلوبیت کے ساتھ کہ وہ عجب ہے اور یہ زوال توبہ ہے۔ انتهى قولي بمعناه مولانا مسرور ہوئے اور اس کو پسند فرمایا۔

فائدہ: اس سے مولانا کی تواضع اور عدم استنکاف فی طلب الحق وسعی زیادت فی العلم ظاہر ہے جس میں امتثال ہے امر حق رب زدنی علما (طہ ۱۱۴) کا۔

جام نمبر ۱۴

ایک سفر میں مولانا کی معیت میں ایک ہم وطن دوست کی طلب پر جودھ پور جانا ہوا اور لوگوں کی درخواست پر احقر کے متعدد بیانات ہوئے جن سے بفضلہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور اہل بدعت کے خیالات میں بھی ایک درجہ میں نرمی وحسن ظن پیدا ہو گیا۔ ہر بیان کے ختم پر آئندہ بیان کیلئے لوگوں کی درخواست پر وقت اور موقع کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ ایک شب میں ختم وعظ پر ان دوست صاحب نے ایسے موقع کیلئے اعلان کر دیا جہاں وعظ کی درخواست نہ تھی اور وہ محلہ تمام تر اہل فساد اور اہل عناد کا تھا۔ اپنے نزدیک انہوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ صبح کو جمعہ تھا اور اس محلہ کی مسجد میں جمعہ بھی ہوتا تھا تو ان کو خیال یہ ہوا کہ اس طرح سے اہل محلہ کے کان میں حق پہنچ جائے گا مگر اس میں

خرابی یہ ہوگئی کہ اول تو اس محلہ کے اکثر لوگ سخت مبتدع ومتعصب تھے پھر خصوصیت کے ساتھ ان کو ان دوست صاحب سے پہلے سے کچھ رنج بھی تھا جس کا سبب جس طرح اہل محلہ کی کج فہمی تھی کسی قدر ان دوست صاحب کی تیز زبانی بھی تھی۔ ان لوگوں کو یہ اعلان نہایت ناگوار ہوا اور وہ یوں سمجھے کہ انہوں نے ہم کو زک دینے کیلئے یہ کارروائی کی ہے اور تہیہ کرلیا کہ وعظ نہ ہونے دیں گے۔

ان دوست صاحب کو بھی قرائن سے اس کا خطرہ ضرور تھا انہوں نے یہ انتظام کیا کہ مجسٹریٹ صاحب کو جو کہ گلاؤٹھی کے رہنے والے اور خوش عقیدہ شخص تھے ایک درخواست دے دی کہ عین موقع پر پولیس کا انتظام کردیا جائے تاکہ کوئی فتنہ و فساد نہ ہو۔ چنانچہ درخواست منظور ہو کر ایک سب انسپکٹر مع چند جوانوں کے حاضر رہنے کیلئے مامور ہوگئے۔ ہم لوگوں کو اس کی اطلاع عین اس وقت ہوئی جبکہ جمعہ میں جانے کی تیاری کررہے تھے۔ میں نے اپنی طبیعت اور مذاق کے موافق یہ رائے قائم کی کہ ایسی تشویش کی جگہ جانا نہ چاہئے اور تہیہ وعظ کا دل سے نکال دیا اور اس رائے کو مجمع میں ظاہر کردیا۔ ان دوست صاحب نے تو یہ جواب دیا کہ سب لغو روایتیں ہیں اور یہ راوی جنہوں نے یہ حکایت کی تھی بزدل اور کم ہمت ہیں یہ ہر جگہ یوں ہی ڈر جاتے ہیں ضرور چلنا چاہئے اور مولانا نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو بھی تب بھی تبلیغ حق میں ایسے امور کی پرواہ نہ کرنا چاہئے۔

ان دوست کی رائے کی تو مجھ کو کچھ وقعت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا منشاء میرے خیال میں دنیا تھی مگر مولانا کے ارشاد پر میں خاموش ہوگیا گو میری رائے اب بھی وہی تھی کہ جانا مناسب نہیں مگر دو وجہ سے موافقت کرلی۔ ایک اس وجہ سے کہ منشاء اس رائے کا دین ہے گو وہ امر اجتہادی ہے جس میں موافقت واجب نہیں مگر ناجائز بھی نہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ جب مولانا جانے کو تیار ہیں تو میں کیا چیز ہوں کہ اپنی جان بچاؤں غرض سارا مجمع وہاں پہنچا۔ مگر رنگ بدلا ہوا پایا نہ کسی نے سلام کیا نہ کلام کیا اور

امامت کیلئے تو کیا پوچھتے۔ نماز سے فراغت ہوئی ان دوست صاحب نے اعلان کیا کہ وعظ ہوگا۔ فوراً محلّہ کے ایک شخص نے نہایت تند آواز سے کہا کہ وعظ نہ ہوگا۔ پھر کیا تھا دونوں طرف سے آویزش ہوگئی اور اس قدر شور وغل ہوا کہ خدا کی پناہ! جمعہ کی سنتیں بھول گیے اور اس فرض میں مشغول ہوگئے میں اور مولانا ایک کنارے پر سنتیں پڑھنے لگے۔ مگر مولانا تو مطمئن اور میں متفکر کہ دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے اور پولیس کا کہیں نام ونشان نہیں۔ یہاں تک اختلاف کی نوبت پہنچی کہ ایک شخص جا کر منبر پر بیٹھ گیا یہ سمجھا کہ جب منبر پر میرا قبضہ ہوجائے گا پھر وعظ کیسے ہوگا اس سے جہل کا اندازہ کرلیا جائے۔

ایک خان صاحب ہمارے محبین میں اس مزاج کے تھے کہ وہ خنجر لے کر اس منبر نشین پر حملہ آور ہوئے۔ ایک صاحب ٹونک کے جو سنجیدہ مزاج تھے اس وقت موجود تھے انہوں نے حملہ آور صاحب کا پیچھے سے ہاتھ پکڑ لیا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ ابھی سب پھنس جائیں گے وہ خفا ہوکر اس مجمع سے چلے گئے اور یہاں شور وغل کی وہی حالت۔ جب میں سنتیں پڑھ چکا اور معلوم کرلیا کہ یہ سارا غیظ اس احتمال پر ہے کہ کہیں وعظ نہ ہونے لگے تو میں نے اس فتنہ کے سرغنہ کو اپنے پاس بلایا غنیمت ہے کہ وہ آبیٹھے اور نہایت غصے سے کہا کہئے۔ میں نے کہا کہ کیا تم کو یہ شبہ ہے کہ وعظ ہوگا؟

سو سن لو! وہ واعظ میں ہوں اور میرا وعظ ایسا ارزاں نہیں ہے کہ کسی کے سر ہوکر کہوں میں تو بہت خوشامد کرا کر وعظ کہتا ہوں اور اس حالت میں تو میں کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتا تم اطمینان رکھو میں ہرگز وعظ نہ کہوں۔

گا بلکہ اب تو اگر تمام اہل محلّہ بھی درخواست کریں تب بھی نہ کہوں۔ تم لڑو مت اور یہ اعلان میرے مشورے سے نہیں ہوا۔ بلکہ خلاف مزاج ہوا۔ یہ سنتے ہی وہ شخص ٹھنڈا ہوگیا اور اس کے ٹھنڈے ہونے سے سب خاموش ہوگئے۔

میں نے بواسطہ دوسرے شخص کے اس کے بعد یہ قول سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی کیا بات ہے! ان کی تو جوتیاں ہم اپنے سر پر رکھ لیں۔ یہ سارا فساد فلاں شخص

کا ہے جس نے اپنی رائے سے اعلان کر دیا اور یہ بھی مسموع ہوا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم کو وعظ ہونا ناگوار نہ تھا۔ بلکہ یہ مخلصانہ تصرف ناگوار ہوا' ہم کو خاص طور پر اطلاع کی جاتی ہم خود حاضر ہو کر وعظ کی درخواست کرتے۔ پھر آنے والوں کیلئے خاص طور پر فرش کا' برف کا' شربت کا انتظام کرتے اس طرح سے ہماری سخت اہانت تھی جو ہم کو گوارا نہیں ہوا جب فضا میں سکون ہوا ہم لوگ مسجد سے واپس آ رہے تھے کہ سب انسپکٹر صاحب مع گارڈ کے راستہ میں ملے کہنے لگے کہ چلئے وعظ کہئے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! کیا موقع پر پہنچے ہیں یہاں تو خون ہو جاتا آپ کا آنا کس مصرف کا ہوا؟ اور اب وعظ نہیں ہو سکتا۔ وعظ کیا ہوا کھیل ہوا یہ وہی بات ہوئی پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد اور وہ بات ہوئی ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔ اس وقت مولانا یہ فرما رہے تھے کہ راہ حق میں ایسی کلفت بھی کیسی لذت بخش ہے۔

فائدہ:۔ مقصود اس قصہ کے نقل کرنے سے مولانا کا یہ قول نقل کرنا تھا جس سے مولانا کا مذاق "وامر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على مآاصابک" (لقمان ۱۷) کے اتباع کا کس قدر وضوح سے ثابت ہوتا ہے جس میں اپنی ہمت کو قاصر دیکھتا تھا آخر ضعیف وقوی اور ناقص وکامل میں فرق تو ہونا چاہئے۔ ولنعم ماقيل فى مثل هذا

نہ از و عشق را کنج سلامت ۔ خوشا رسوائی کوئے ملامت

وفی ذلک فليتنافس المتنافسون (مطففین ۲۶)

جام ۱۵

ایک سفر میں مولانا کی معیت میں بسواری ریل بہاولپور سے واپسی ہو رہی تھی۔ اتفاق سے اس درجہ میں صرف میں اور مولانا ہی تھے اور رفقا دوسرے درجہ میں تھے ظہر کا وقت تھا گرمی سخت تھی اور پسینہ کثرت سے نکل رہا تھا مولانا غایت تواضع اور بے تکلفی سے پنکھا ہاتھ میں لے کر مجھ کو ہوا کرنے لگے۔ میں اس کا تحمل کب کر سکتا تھا پریشان ہو کر پنکھا

پکڑ لیا فرمانے لگے۔ کیا حرج ہے؟ کوئی دیکھتا تھوڑا ہی ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تھا کہ اس وقت درجہ میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دیکھتا تو ہے فرمایا کون دیکھتا ہے؟ میں نے کہا کہ جس کیلئے میں آپ کا ادب کرتا ہوں وہ دیکھتا ہے ہنسنے لگے اور پنکھا چھوڑ دیا۔

فائدہ: کیا انتہا ہے اس بے نفسی کی کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ یہ برتاؤ اور اس سے بڑھ کر یہ کمال ہے کہ جب دیکھا کہ طبیعت پر گرانی ہے تو اپنے ارادہ پر اصرار نہیں فرمایا اور یہ کمال بڑھ کر اس لئے ہے کہ پہلے عمل میں تو اپنے رفیق کے جسم کی رعایت تھی اور دوسرے عمل میں قلب کی رعایت اور ثانی کا اوّل سے اکمل ہونا ظاہر ہے۔

جام ۱۶

مجھ کو متعدد سفروں میں مولانا کی معیت کا اتفاق رہا۔ میں بکثرت دیکھتا تھا کہ محنت مشقت کا کام کرنے میں بوجھ اٹھانے میں نہ کسی رفیق کا انتظار فرماتے تھے اور نہ کسی اجیر کا' ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو آمادہ ہو جاتے تھے گو خدام اس کی تکمیل نہ ہونے دیتے تھے مگر بعض اوقات خدام سے سبقت فرما جاتے تھے۔

فائدہ: اپنا یا رفقا کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا عین اتباع سنت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم راہیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہتے تھے خصوصاً سفر میں اور اکثر کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔

جام نمبر ۱۷

ایک بار میں سہارنپور غالباً جلسہ مدرسہ میں حاضر ہوا بعد جلسہ کے ایک گاؤں والوں نے (جس کا نام غالباً شیخ پورہ ہے) مولانا کو مع دوسرے خدام اور احقر کے مدعو کیا اور اس سے دوسرے دن ایک تاجر چاول مقیم سہارن پور نے ہم سب کی مع بعض مہمانان مقیمین کی دعوت کی۔ مولانا نے وعدہ فرما لیا کہ گاؤں سے صبح کو واپس آ کر دوپہر کا کھانا تمہارے یہاں کھالیں گے۔ شام کو گاؤں گئے اور شب کو وہاں مقیم

رہے۔ پھر صبح کو عین ایسے وقت کہ خوب زور سے بارش ہو رہی تھی اسٹیشن پٹری پر سوار ہوئے۔ اہل موضع ایسے وقت کے سفر کو گوارا نہ کرتے تھے اور قیام پر مصر تھے۔

لیکن چونکہ ان سوداگر صاحب سے وعدہ تھا اس لئے بھیگتے ہوئے ریل پر پہنچے اور سہارنپور اترے۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے مدرسہ کو آ رہے تھے کہ راستہ میں وہ سوداگر صاحب ملے۔ مولانا نے گاڑی ٹھہرا کر یا آہستہ کرا کر (یاد نہیں) ان کو اپنی واپسی کی اطلاع کی کہ ہم لوگ اپنے وعدے پر آ گئے ہیں تو آپ کیا مزے کا جواب دیتے ہیں کہ مجھ کو امید واپسی کی نہ تھی اس لئے میں نے کچھ سامان نہیں کیا۔

اب کل صبح کی دعوت ہے اس وقت مولانا کا حلم اور میرا غصہ دیکھنے کے قابل تھا۔ مگر بوجہ ادب کے غصہ ظاہر نہ کر سکتا تھا اور مولانا نے منظور فرما لیا اور کھڑے چڑھے سب مہمانوں کے کھانے کا انتظام فرمانا پڑا۔ اگلے دن کی دعوت سے میں نے عذر کر دیا جس کی اصل وجہ تو غصہ تھا مگر ظاہری عذر یہ کیا کہ سویرے بھوک نہیں لگتی اور دیر میں ریل نہ ملے گی اور مجھ کو کل وطن جانا ضروری ہے۔ مولانا نے سفارش فرمائی کہ دعوت میں شریک ہو جانا۔ اگر رغبت ہوئی کچھ کھا لینا ورنہ اصرار نہ ہوگا۔ چنانچہ اگلے روز سب حضرات ان کے مکان پر پہنچے اور کھانا لایا گیا۔ میں بھی بیٹھا رہا مگر کھانے کی خواہش نہیں ہوئی۔ کچھ تو غصہ کے سبب' کچھ خلاف معمول ہونے کے سبب تھوڑی دیر میں اجازت لے کر مکان سے باہر آ گیا اور صاحب دعوت کو بھی فرمائش کر کے ہمراہ لایا اور باہر آ کر ان کی اس نامعقول حرکت پر اچھی طرح کان کھولے اور توبہ کرائی۔

فائدہ: اس سے مولانا کا حلم ظاہر ہے اور حلم بھی اتنے درجہ کا کہ میں اس میں ساتھ نہیں دے سکا۔

جام ۱۸

احقر کو بعض امور اجتہادیہ ذوقیہ متعلقہ معاشرت و انتظام میں رائے کا اختلاف (برضیمہ ۱۷/۶۱) تھا اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے میرا یہ خیال تھا کہ مجھ کو مولانا

سے صرف اعتقاد عقلی ہو سکتا ہے انجذاب طبعی نہ ہوگا مگر کیفیت یہ تھی کہ حاضری تو حاضری تصور کرنے سے اس قدر انجذاب ہوتا تھا کہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا اور غالباً اسی کا اثر ہوگا کہ خواب میں بھی اگر کبھی زیارت ہوتی تو اسی شان سے ہوتی۔

یہ کھلی دلیل ہے محبوبیت کی کہ محبّ کو گمان بھی نہیں بلکہ احتمال عدم کا ہے۔ مگر طبیعت ہے کہ کھنچی چلی جاتی ہے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت اپنے اوپر سمجھتا ہوں کہ اس اختلاف کے ضرر سے مجھ کو محفوظ رکھا۔

جام ۱۹

احقر نے جو عقد ثانی کیا اس کے دوران میں یا بعد میں (یاد نہیں رہا) بعض ثقات سے معلوم ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ کی نظر میں پہلے ہی سے اس کا استحسان تھا اور رائے بھی ظاہر فرمائی تھی مگر غالباً یہ خیال تھا کہ احقر منکوحہ اولی کے سبب اس کی ہمت نہ کرے۔ جب اس کا وقوع ہوگیا بہت مسرت ظاہر فرمائی اور میری اس درخواست کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس میں برکت فرمائے یہ فرمایا کہ ہم کو تو برکات کی توقع ہے (کمافی اصلاح انقلاب) (برضمیمہ ۱۸/۲۶)

فائدہ: اس سے مولانا کا تعلق نیازمندوں کی مصالح ظاہرہ و باطنہ سے ظاہر ہے۔ یہ شان فیوض نبوت سے ہے۔ ورنہ مقام ولایت کے فیض کی شان دوسری ہوتی ہے کہ کسی مصلحت میں دخل نہ دیا جائے اور اول کا اکمل ہونا معروف ہے۔

جام ۲۰

اور اس جام میں دوسرے نوع جام کی طرف بھی اشارہ ہے جو اس شعر میں مذکور ہے۔

ہر آں کہ زاد بناچار بایدش نوشید زجام دہر مے کل من علیها فان

یعنی اس میں وفات کے بعد برزخ کا ایک واقعہ مذکور ہے گو ظنی ہے لیکن مبشرات میں سے ہونے کے سبب قابل ذکر ہے اور یہ ایک ثقہ کا خواب ہے جن کا نام محمد عمر فاروق

مقیم غازی پور زیر قلعہ کہنہ ہے۔ ان کا خط ۱۳ رجب ۱۳۴۶ھ کو میرے پاس آیا جو بعینہ منقول ہے اور اسی پر اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں۔ وھو ہذا حال میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کی بھی زیارت سے شرف یاب ہوا ہوں۔ مولانا مرحوم کو خواب میں بہت ہی خوش دیکھا۔ احقر نے عرض کیا کہ آپ تو زندہ ہیں لوگوں نے ناحق وفات کی خبر اڑا دی۔ اس پر مولانا نے ہنس کر فرمایا میں تو زندہ ہوں پھر یہ دیکھا کہ مولانا کسی طالب علم کو مالابدمنہ پڑھانا چاہتے ہیں انتھت الرؤیا

فائدہ: تعبیر ظاہر ہے یہ ارشاد کہ میں تو زندہ ہوں مصداق ہے اس قول کا

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اور مالا بدمنہ پڑھانا اشارہ ہے مولانا کے جامع بین الفقہ الظاهر والفقه الباطن کی طرف کیونکہ مالا بدمنہ کے مصنف دونوں کے جامع ہیں اس کے ساتھ ہی اشارہ ہے شان غلبہ فقہ ظاہر کی طرف چنانچہ مالابدمنہ میں غالب حصہ یہی ہے۔ واللہ اعلم

وهذا آخر ماأردت ايراده فى هذا الحين نفع الله به الطالبين ورزقنا حبه وحب نبيه وحب الصالحين

اوائل ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ بمقام تھانہ بھون

ضمیمہ خوان خلیل

بعد الحمد و الصلاۃ

ا۔ متعلقہ صفحہ ۵ (ترجمہ) مولانا عارف جامی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں کے بارے میں نقل فرمایا ہے (ترجمہ اشعار) جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی گرم بازاری ہوئی تو سب اہل مصران کے خریدار بن گئے جس مال پر جو شخص جتنی قدرت رکھتا تھا۔ اس بازار میں ان کی خریداری کی ہوس رکھتا تھا۔

میں نے سنا کہ ان کے غم سے ایک بڑھیا بہت پریشان سوت کے چند دھاگے لے کر کہہ رہی تھی کہ اگر میرے پاس پونجی کھوٹی ہے تو میرے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے خریداروں کی قطار میں میرا شمار ہو جائے۔

اسی مخلص بڑھیا کی تقلید ان سطور کی تحریر میں احقر نے اختیار کی ہے کہ ایک حبر ہمام اور بحر قمقام یعنی (ترجمہ اشعار عربی) حضرت مولانا خلیل احمد جو کہ حق تعالیٰ شانہ کی محبت کے لباس سے آراستہ ہیں اور حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے ہم نام اور اپنے زمانہ کے یوسف جن کا چہرہ انور روشنی میں قلب مبارک کے مانند ہے جن کی وفات ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات سے دور اور نزدیک سب لوگوں کو مستفیض فرمائے کہ دریائے کمالات میں سے (آگے ترجمہ کی حاجت نہیں)

۲۔ متعلقہ صفحہ ۶:۔ یادیاراں حضرت قطب الارشاد شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے وصال پر تصنیف فرمایا تھا اور ''ذکر محمود''

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ کے وصال پر لکھا تھا اور دونوں رسالے اسی وقت مستقل طبع بھی ہو گئے تھے۔

۳۔ متعلقہ صفحہ ۶:۔ حضرت نور اللہ مرقدہ ۱۳۱۵ھ میں کان پور سے ملازمت چھوڑ کر اپنے وطن مستقل طور پر خانقاہ امدادیہ میں رونق افروز ہوئے۔

۴۔ متعلقہ صفحہ ۷:۔ حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ ۱۲۸۸ھ یا ۱۲۸۹ھ میں حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہی سے بیعت ہوئے تھے۔ جیسا کہ خود حضرت سہارن پوری کی تحریر ''مقدمہ اکمال الشیم'' میں لکھا ہے اور اس بیعت کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ اس کے بعد ۱۲۹۷ھ میں جبکہ حضرت سہارن پوری کا دوسرا سفر حج تھا۔ حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو بطور سفارش کے یہ تحریر فرمایا کہ مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ حضرت ان کی حالت پر مطلع ہو کر مسرور ہوں گے۔ چنانچہ جب آپ حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت آپ کی باطنی کیفیت مشاہدہ فرما کر نہایت خوش ہوئے اور جب آپ محرم ۱۲۹۸ھ میں واپس ہونے لگے تو چھاتی سے لگایا اور اپنی دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر حضرت سہارن پوری کے سر پر رکھ دی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے نام مبارک باد کا خط اور حضرت سہارن پوری کے نام کا خلافت نامہ مزین بمہر آپ کے حوالہ فرما کر آپ کو رخصت کیا۔

حضرت نے اس شاہی عطیہ کو ایک خاص احترام کے ساتھ قبول کیا اور دستار مبارک کو اسی بندش پر جو اعلیٰ حضرت کی باندھی ہوئی تھی جگہ جگہ سوئی سے سی لیا کہ اس کے بل جدا نہ ہونے پائیں اور جب ہندوستان پہنچ کر گنگوہ حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت کا والا نامہ پیش کر کے یہ دونوں عطیے بھی حضرت گنگوہی کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مبارک ہو یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ بندہ تو اس لائق نہیں۔ یہ حضور کی بندہ نوازی ہے اور میرے لئے تو وہی مبارک ہے جو آں حضرت

کی طرف سے عطا ہو۔ نیز یہ بھی عرض کیا کہ اجازت نامہ درحقیقت شہادت ہے کسی مسلمان کے ایمان کی لہٰذا دو مقبول شہادتیں ثبت ہوں گی تو ہر شخص کی نفسی نفسی پکارنے کے وقت بارگاہ خدا میں پیش کرسکوں گا۔ حضرت امام ربانی آپ کے اس حسن ادب سے کہ اصل کمال یہی ہے بہت خوش ہوئے اور خلافت نامہ پر دستخط فرما کر مع دستار. آپ کے حوالہ فرمادیا۔ (تذکرۃ الخلیل ۵۸)

۵۔ متعلقہ صفحہ ۷:۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ طالب علمی کے آخری دور ۱۲۹۹ھ میں بحالت قیام دیوبند بذریعہ خط شیخ العرب والعجم سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوئے (تمہید تربیۃ السالک)

حضرت تھانوی نے ''یادیاراں'' کے شروع ہی میں اس قصہ کو خود تحریر فرمایا ہے کہ سب سے اول اس نااہل کو اس مرکز دائرہ ارشاد کی زیارت اس وقت ہوئی جب میں مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا اور وہاں حضرت اپنی تشریف آوری سے اہل مدرسہ کو و اہل شہر کو گاہ گاہ مشرف فرمایا کرتے تھے۔ سن یاد نہیں رہا دیکھنے سے میرے قلب میں جو عقیدت اور محبت پیدا ہوئی وہ میرے لئے باعث اس کی ہوئی کہ باوجود حقیقت و غایت بیعت کے نہ سمجھنے کے میں نے بیعت کی درخواست کی۔ چونکہ طبیب حاذق کو مریض کی رائے کا اتباع ضرور نہیں بلکہ اگر ایسا کیا جائے تو مریض کیلئے مضر بھی ہے۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک علم سے فراغ نہ ہو جائے اس وقت تک ایسا خیال وسوسہ شیطانی ہے۔

اس وقت میری سمجھ میں اس جواب کی حقیقت و عظمت اور حکمت مطلق نہ آئی اور غلط فہمی ہے اس کو دفع الوقتی پر محمول کیا الخ۔ آگے حضرت نے اس کی مصالح بتلائی ہیں۔ اس واقعہ کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سوانح میں اور بھی مفصل لکھا ہے جس کو مختصر نقل کرتا ہوں۔ چونکہ بمصلحت اشاعت معارف امدادیہ حضرت کا حضرت حاجی صاحب سے تعلق بیعت روز ازل ہی سے مقدر ہو چکا تھا۔ اس کا غیب نے سامان یہ

ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ دیو بند تشریف لائے تو حضرت والا بغرض مصافحہ دوڑے تو ان اینٹوں کی وجہ سے جو وہاں نو درہ کی تعمیر کی وجہ سے پڑی تھیں۔ حضرت کا پاؤں بے اختیار پھسلا اور گرنے ہی کو تھے کہ حضرت گنگوہی نے فوراً ہاتھ پکڑ سنبھال لیا۔ حضرت والا کو حضرت گنگوہی کی زیارت ہوتے ہی اس قدر کشش اور عقیدت ہوئی کہ بیعت کی درخواست کی۔ مولانا نے اس بنا پر بزمانہ طالب علمی کہ شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا انکار کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد قریب ہی جب مولانا گنگوہی رحمہ اللہ ۱۲۹۹ھ میں تیسرے حج کو تشریف لے جانے لگے تو حضرت نے حاجی صاحب کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھ کر غالباً خود مولانا ہی کے ہاتھ بھیجا کہ میں نے تو مولانا سے بیعت کیلئے عرض کیا تھا۔ انہوں نے انکار فرما دیا آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھ کو بیعت کر لیں لیکن حضرت حاجی صاحب نے بجائے مولانا سے سفارش فرمانے کے حضرت والا کو خود ہی شرف بیعت سے غائبانہ مشرف فرمایا اور اب معلوم ہوا کہ مولانا کے انکار بیعت میں یہ قدرتی سبب در پردہ کارفرما تھا کہ حضرت والا حضرت حاجی صاحب ہی کے حصہ میں آنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب ہو چکے تھے۔ ''اشرف السوانح'' صفحہ ۱۶۶ میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے جس کو دیکھنا ہو وہاں دیکھ لے۔ حضرت حاجی صاحب نے اس کے بعد حضرت کے والد ماجد کو لکھا کہ جب تم حج کو آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو لے کر آنا۔ چنانچہ ۱۳۰۱ھ میں حضرت حکیم الامت مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور حضرت حاجی صاحب سے دست بدست بیعت ہوئے اور پھر ۱۳۰۲ھ میں تشریف آوری ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت حکیم الامت سے فرمایا کہ چھ مہینے میرے پاس رہ جاؤ۔ مگر والد صاحب نے مفارقت گوارا نہ کی۔ اس پر حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ والد کی اطاعت مقدم ہے اب تو چلے جاؤ پھر دیکھا جائے گا۔

دس برس تک حضرت حکیم الامت کو حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق بڑھتا ہی رہا اور خط و کتابت بھی اس درمیان میں ہوتی رہی جو ''اشرف السوانح'' میں موجود ہے۔ بالآخر ۱۳۱۰ھ میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں چھ ماہ قیام کرنے کی نیت سے روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر حضرت حاجی صاحب کی وہ شفقتیں اور خصوصی توجہات بڑھیں کہ دیکھنے والوں کو حسد ہو گیا۔ حضرت حکیم الامت کے الفاظ ہیں ''ارادہ تو چھ ماہ قیام کا تھا مگر لگائی بجھائی کرنے والوں اور حاسدوں سے اندیشہ ہوا کہ ابھی تو میں مقبول ہوں آئندہ کہیں یہ حاسدین حضرت کو میری طرف سے مکدر نہ کر دیں اس لئے ہفتہ عشرہ پہلے ہی روانہ ہو گیا''۔ اس دوران قیام میں حضرت حاجی صاحب نے سرسید مرحوم کو ایک خط حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے لکھوایا جس کے بھیجنے میں بعض خدام مانع ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے کئی دفعہ فرمایا کہ اگر وہ خط بھیج دیا جاتا تو امید ہے کہ اصلاح ہو جاتی مگر ہمارے دوستوں کی رائے نہ ہوئی۔ یہ ''خط اصلاح الخیال'' کے آخر میں طبع ہو گیا ہے۔

۶۔ متعلقہ صفحہ ۸:۔ یہ واقعہ آپ بیتی ۱۴/ ۴/ ۷ پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حالات کے ذیل میں اس سیہ کار نے بھی لکھا ہے۔ کیونکہ یہ سیہ کار بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ اس میں بندے نے باسٹھ رکابیاں لکھی ہیں اور اس دعوت کی کچھ مزید تفصیل بھی لکھی ہے شرکائے طعام تو چار ہی تھے۔ حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ اور یہ سیہ کار اور خود حضرت تھانوی اور وہ رئیس تھانہ بھون جن کا اسم گرامی جب حضرت اقدس رحمہ اللہ نے نہیں لکھا تو میں کیوں لکھوں؟

۷۔ متعلقہ صفحہ ۹:۔ یہ محاکمہ تتمہ جلد رابع ''فتاویٰ امدادیہ'' کے آخر میں ۳۲۲ پر بہت تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔ چار صفحات پر ۳۲۲ سے مذکور ہے جس میں زید و عمرو کے اقوال اور ان کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ ابتدا اس مضمون سے ہے۔

''محاکمہ متعلقہ مسئلہ تصویر از مولانا خلیل احمد صاحب''

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید و عمرو میں حسب ذیل مکاتبت ہوئی۔ اس میں حق کس کی تقریر ہے؟ اور اگر زید کی تقریر حق ہے تو عمرو کی اخیر تقریر کا کیا جواب ہے؟ وجہ اس مکاتبت کی یہ ہوئی کہ عمرو نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ پشت کی طرف سے فوٹو لینے میں جس میں چہرہ نہ آئے گنجائش معلوم ہوتی ہے اور ''درمختار'' کی روایت محوۃ الوجہ سے اس کا استدلال تھا۔ اس پر زید کی تقریر ہوئی۔ پھر اس پر آگے سلسلہ چلا۔ آگے زید و عمرو کی طویل مکاتبت جو مسئلہ فقہیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں کثرت سے عربی عبارتیں ہیں مذکور ہے۔ ان سب کی یہاں ضرورت نہیں اصل ''امدادالفتاویٰ'' میں جس کو دیکھنا ہو دیکھ لے۔ اس جگہ تو صرف خوان خلیل کی مناسبت سے حضرت سہارن پوری کا محاکمہ نقل کرنا ہے جس کی طرف حکیم الامت نے اپنے اس جام میں اشارہ فرمایا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً

بندہ ناچیز باعتبار اپنے علم و فہم کے اس قابل نہیں ہے کہ علمائے اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کر سکے۔ مگر ہاں! امتثالاً للأمر الشریف اس مسئلہ میں جو کچھ خیال میں آیا ہے۔ عرض کرتا ہے۔ روایات فقہیہ کے دیکھنے سے یہ امر واضح ہے کہ عمل تصویر اور اقتنائے تصویر میں فقہا کے نزدیک فرق ہے۔ تصویر سازی کو مطلقاً حرام اور ناجائز تحریر فرماتے ہیں اور اقتنائے تصویر کو مطلقاً ناجائز نہیں لکھتے۔ بلکہ بعد تغیرات جائز تحریر فرماتے ہیں لہٰذا ان وجوہ سے زید کا قول حق معلوم ہوتا ہے کہ فوٹو لینے میں کسی جان دار کے خواہ وجہ کی طرف سے لیا جائے یا پشت کی طرف سے عدم جواز ہو۔ اگرچہ زید کی تعمیم مستبین الاعضاء ہو یا غیر مستبین الاعضاء ان دونوں کی مساوات روایات سے مفہوم نہیں ہوتی اور روایت ''ترمذی'' و ''ابوداؤد'' جس کے الفاظ یہ ہیں

فمر بالتمثال الذی علی باب البیت فیقطع فیصیر کھیئة الشجرۃ

اس امر کے اوپر دلالت کرتی ہے کہ بعد قطع راس تصویر ذی روح کی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ کالشجرۃ ہو جاتی ہے حالانکہ وہ تصویر ظاہراً حیوان ہی کی تصویر معلوم ہوتی ہے اور مضاھاتاً بخلق اللہ جو علت حرمت ہے متحقق معلوم ہوتی ہے اور نیز مخصوص راس کا مختلف فیہ ہونا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب بعض اجزائے اصلیہ مفقود ہو گئے تو وہ تصویر ذی روح کی تصویر نہ رہی۔ ''ردالمحتار'' میں ہے۔ **وفیه اشعار بانه لاتکره صورة الراس وفیه خلاف کما فی اتخاذا کذا فی المحیط**

معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہا نے ایسے جز کا حکم کل کا قرار دیا ہے اور ذی روح قرار دے کر اس کو منع کیا ہے اور بعض نے اس کو غیر ذی روح قرار دیا ہے اور جائز فرمایا ہے۔ بندے کے نزدیک ایسے اختلاف کی صورت میں اس خلاف کو نزاع لفظی پر محمول کیا جائے اور حرمت کا محمل عام اس کو قرار دیا جائے کہ جب قصداً کسی ذی روح کی تصویر پشت کی جانب سے لی جائے تو بروئے اطلاق روایات ناجائز ہو اور جبکہ تصویر کا لینا مقصود نہ ہو۔ مثلاً کسی مکان یا جنگل یا پہاڑ کی تصویر لینی مقصود ہے اور پشت کی جانب سے کسی انسان کی تصویر آ گئی یا اس قدر صغیر ہے کہ جو قریب سے بھی بدشواری فہم میں آتی ہے گویا مقدار طیر سے بھی کم ہے تو ایسی صورت میں جائز کہہ دیا جائے تو بظاہر کچھ مضائقہ نہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب حررہ خلیل احمد عفی عنه**

۸۔ متعلقہ صفحہ ۹: ''بیان القرآن'' کے حاشیہ پر مختلف توجیہات کے بعد یہ عبارت ہے۔

''والذی تحرر عندی فیه وفیما ورد من أمثاله علی تقدیر ثبوت هذه الروایات ان هولاء رضی الله تعالیٰ عنهم سمعوا القرأة التی اختار وها من رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی آله وسلم تسلیما ولم یسمعوا القرء ات الموجودة ثم ان تلک القرأة نسخت ولم یبلغهم الخبر فداوموا علیها وأنکروا غیرها بمخالفة ظاهر

الفواعد وعدم سماعه كما كان أبو الدرداء يقرأ والذكروالانثى وكانت عائشة تقرأ خمس رضعات فاحفظ كذا أفاد جامع الفضائل العلمية والعملية مولانا خلیل احمد انبیٹھوی دامت برکاتہم۔

۹۔ متعلقہ صفحہ ۱۰:۔ یہ ''امدادی الفتاویٰ'' جلد چہارم طبع ہند کے ص ۲۲۷ سے ص ۲۳۶ تک ہے۔ علمی مسائل ہیں جس کا جی چاہے اصل سے مراجعت کرلے۔ عنوان اس کا یہ ہے بعضے از تحریرات سیدنا و مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم کہ در جواب سوالات صاحب فتاوی صدور یافتہ بمناسبت مقام در آخر ملحق کردہ شد۔ پہلا مسئلہ بعض قرأت کے متعلق ہے طویل مضمون ہے۔ اس کا خلاصہ جام ۷ کے اندر آچکا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے تحریر فرمایا کہ پہلی مکاتبت تو ختم ہوگئی۔ اب دوسری مکاتبت شروع ہوتی ہے۔

مخدومنا و مقتدانا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب! دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اتفاق سے ایک مبتدع کی کتاب میں بعض شبہات نظر سے متعلقہ بمعجزہ گزرے جن کے شافی کافی جواب کیلئے طبیعت جویاں ہے اور اس غرض سے اس وقت تکلیف دیتا ہوں (معجزات کے متعلق اور جھوٹا دعوائے نبوت کرنے والے کے متعلق طویل مضمون ہے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں) کہ دو مسئلے فروع میں سے قابل تحقیق ہیں۔ ایک یہ کہ مدرسہ میں جو روپیہ آتا ہے اگر یہ وقف ہے تو بقائے عین کے ساتھ انتفاع کہاں ہے؟ اور اگر یہ ملک معطی کا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد واپسی ورثہ کی طرف واجب ہے۔

الجواب:۔ عاجز کے نزدیک مدارس کا روپیہ وقف نہیں مگر اہل مدرسہ مثل عمال بیت المال معطیین اور آخذین کی طرف سے وکلا ہیں۔ لہٰذا اس میں نہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ معطیین واپس لے سکتے ہیں۔

(مکرر سوال) حضرت مخدومنا ادام اللہ ظلال فیوضهم علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

شفاء نامہ مزیل مرض ہوا لیکن اساس شبہہ ہنوز قطع نہیں ہوئی (اس کے بعد پہلا نمبر تو معجزات کے متعلق ہے اور دوسرا نمبر یہ ہے) عمال بیت المال منصوب من السلطان ہیں اور سلطان کی ولایت عامہ ہے اس لیے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس میں ولایت عامہ نہیں ہے اس لیے آخذین کا وکیل کیسے بنے گا کیونکہ نہ توکیل صریح ہے اور نہ دلالتاً ہے اور مقیس علیہ میں دلالتاً ہے کہ سب اس کے زیر طاعت ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہے

الجواب: سیدی ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ!

بندے کے خیال میں سلطان میں دو وصف ہیں۔ ایک حکومت جس کا ثمرہ تنفیذ حدود وقصاص ہے۔ دوسرا انتظام حقوق عامہ۔ امر اول میں کوئی اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ امر ثانی میں اہل حل وعقد بوقت ضرورت قائم مقام ہوسکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اہل حل وعقد کی رائے ومشورہ کے ساتھ نصب سلطان وابستہ ہے۔ جو باب انتظام سے ہے۔ لہٰذا مالی انتظام مدارس جو برضائے ملاک وطلبہ ابقائے دین کیلئے کیا گیا ہے۔ بالاولی معتبر ہوگا۔ ذرا غور فرمائیں انتظام جمعہ کیلئے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات میں اس کی نظیر شاید ہو سکے۔ والسلام خلیل احمد عفی عنہ ۵ رجب ۱۳۲۵ھ

فروع میں دوسرا مسئلہ جس کا حوالہ اوپر آیا تھا عدت کے متعلق تھا کہ اگر عورت خاوند یا اس کے اقرباپر زبان درازی کرے تو اس کی وجہ سے اس کو گھر سے نکالا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق بھی تحریرات بہت سی اصل کتاب ''امداد الفتاویٰ'' میں موجود ہیں۔ ایسے ہی نقود مدرسہ کے متعلق حضرت اقدس قطب عالم مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے بھی یہ سوال کسی نے کیا تھا۔ حضرت گنگوہی نے اس کا جواب مرحمت

فرمایا تھا جس کا ذکر "تذکرۃ الرشید" ۱/۱۶۴ پر ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے۔

شبہ:۔ مدرسے میں جو چندہ وغیرہ کا روپیہ آتا ہے۔ وہ وقف ہے یا مملوک؟ اگر وقف ہے تو بقائے عین واجب ہے اور صرف بالاستہلاک ناجائز اور اگر مملوک ہے اور مہتمم صرف وکیل تو معطی چندہ اگر مر جائے تو غربا اور ورثا کا حق ہے اس کی تفتیش وکیل کو واجب ہے زمانہ شارع علیہ السلام وخلفا میں جو بیت المال تھا اس میں بھی یہ اشکال جاری ہے۔ بہت سوچا مگر قواعد شرعیہ سے حل نہیں ہوا اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہونا چاہئے اور مستہلک ملک مستہلک ہو کر جو صرف کیا جائے اس کا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا۔ اگر یہ ہے تو اہل مدرسہ یا امین انجمن کو سخت دقت ہے انتہی۔

الجواب: از حضرت قطب عالم۔

مہتمم مدرسہ کا قیم و نائب جملہ طلبا کا ہوتا ہے۔ جیسا امیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے۔ پس جو شی کسی نے مہتمم کو دی۔ مہتمم کا قبضہ خود طلبا کا قبضہ ہے۔ اس کے قبض سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبا کا ہو گیا۔ اگرچہ وہ مجہول الکمیہ والذوات ہوں۔ مگر نائب معین ہے۔ پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی کی اس میں نہیں ہو سکتی اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک رہے۔ واللہ اعلم۔

۱۰۔ متعلقہ صفحہ ۱۰:۔ یہ بھی بہت طویل خط و کتابت ہے جو "ترجیح الراجح" حصہ دوم کے صفحہ ۱۸۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۹۰ تک ۸ صفحے میں ہے جس کی تمہید میں حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے **مسئلة أهل الخلة فی مسئلة الظلة**

بعد الحمد و الصلاة

اس احقر نے مسجد پیر محمد والی کی چار سہ دریوں کے سامنے ٹین کا سائبان ڈلوایا تھا۔ ان میں ایک سہ دری کے سائبان کے متعلق بعض اہل علم سے بطور تحقیق خط و

کتابت ہوئی۔ اس کو اس غرض سے نقل کرتا ہوں کہ اہل علم سے اس باب میں مزید تحقیق کرلی جائے اور میرے قول وفعل کو حجت نہ سمجھا جائے۔ میں نے اپنی فہم کے موافق کہا ہے اور کیا ہے۔ وسمیتها بما سمیتها اشارة الی الاسم المسمی نواث (یہ لفظ مختلف رسالوں میں ایسے ہی ملا مگر اس کو ہمارے مدرسہ کے ناظم اور حضرت حکیم الامت کے اجل خلفا میں سے حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب نے تراث الاکابر پڑھا ہے اس کے معنی سلف کی میراث کے ہیں) الاکابر نخبۃ الأ کبر

(مکتوب اول آں بزرگ) مکرم محترم سیدی ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک (کذا فی الأصل) اور مضمون کے بعد آپ کی سہ دری کے سائبان کے متعلق مجھ کو خلجان ہے۔ میں اس کو ناجائز سمجھ رہا ہوں اور آپ جائز۔ مولوی کی تقریر کچھ فہم میں نہیں آئی اس لئے مکلّف خدمت ہوں کہ مفصل کیفیت اس کی تحریر فرمائیں کہ وہ جنوبی سہ دری داخل مسجد ہے یا خارج مسجد اور مسجد کے ساتھ اس کی تعمیر ہے یا بعد میں تعمیر کی گئی یا اس کا کوئی حصہ داخل مسجد ہے۔ بعد تفصیلی علم کے اگر خلجان رہا تو عرض کروں گا۔ (پھر ایک اور مضمون ہے) والسلام ۳۰ شوال ۱۳۳۱ھ (معروض احقر بجواب مکتوب اوّل) (میرے پاس جو کاغذ ہے اس میں القاب وآداب نقل نہیں ہوئے انتہی) مولوی سے جو مضمون ذکر کیا گیا تھا وہ مطول تھا اس لئے بوجہ عدم انضباط کے ادا نہیں کر سکے۔ ملخص اس کا یہ ہے کہ یہ دیوار جس پر سائبان رکھا گیا ہے جزو مسجد ہے اور سائبان بھی بقصد مصلحت مسجد ڈالا گیا ہے۔ الخ۔

مکتوب دوم بجواب معروض بالا مکرم ومحترم دامت برکاتہم' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (بعد ایک مضمون کے) سائبان مسجد کے متعلق جناب نے دو مقدمے تحریر فرمائے الخ۔ معروض احقر بجواب مکتوب دوم (بعد القاب وآداب کے) دیوار کو جو میں نے جزو

مسجد لکھا تھا وہ اس بنا پر کہ وہ فرش مسجد پر بنی ہوئی ہے جیسا کہ حدود متقابلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے گو بعد میں بنائی گئی۔ چنانچہ ایک بار میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی یہی شبہ پیش کیا تھا الخ۔

مکتوب سوم بجواب معروض مذکور

مکرم ومحترم مصدر مکارم دام فضلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ موجب برکت ہوا کئی روز تک تو یہ خیال رہا کہ مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کروں یا نہ کروں مبادا تکرار موجب بار ہو بالآخر یہ خیال ہوا کہ اپنا خیال ایک دفعہ اور عرض کر دوں اس وقت مجھ کو دو امر عرض کرنے ہیں۔ ایک تو دیوار کے متعلق کہ مسجد ہے یا نہیں۔ دوسرے سائبان کے متعلق الخ۔

معروض احقر بجواب مکتوب سوم (بعد القاب و آداب) والا نامہ نے مشرف فرمایا اظہار حق کا تکرار حاشا وکلا کہ قلب پر بار ہو اور بحمد اللہ مجھ کو تو عادت ہے کہ جب کسی امر کا حق ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ پھر اپنی رائے پر اصرار نہیں ہوتا۔ سو اب تک اسی کا انتظار ہے جو نہیں ہوا اور مجھ کو بھی تکرار فی الجواب خلاف ادب معلوم ہوتا ہے۔ مگر تحقیق نے اس پر جری کیا الخ والسلام خیر الختام ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ تمت المکاتب۔

تنبیہ:۔ گو پھر اس معروض کا جواب نہیں آیا مگر اس جواب نہ آنے کو حجت نہ سمجھا جائے۔ چونکہ اس کا سبب کوئی عارض بھی ہوسکتا ہے مثلاً وہی امر جو مکتوب سوم کے شروع میں مذکور ہے اس لئے اب بھی ضرورت ہے کہ اس باب میں اہل علم سے مزید تحقیق کر لی جائے۔ جیسا تمہید میں عرض کیا گیا۔ فقط۔

۱۱۔ صفحہ ۱۱:۔ ''حکایات الشکایات'' حضرت حکیم الامت کی ایک مستقل تالیف ہے۔ جو مستقل بھی چھپی ہے مگر وہ نہیں ملی لیکن یہ مضمون ''الامداد'' بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ سے شروع ہوا ہے جس کی تمہید میں حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے

بعد حمد وصلاۃ کے یہ احقر عرض رساں ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس میں سے اکثر کا سبب تعصب و تحزب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا۔ نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔ تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کیلئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا۔

چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی۔ میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جائیں گے۔ شان میں فرق آجائے گا جس کا حاصل ارضائے عوام ہے سو طبعاً مجھ کو اس مقصود یعنی ارضائے عوام سے غیرت آتی ہے۔ باقی بعض محبین کی یہ توجیہ کہ اعتراض سے عام مسلمانوں کو بدگمانی کا گناہ ہوتا ہے تو جواب سے ان کا اس گناہ سے بچانا ہے تامل کے بعد یہ توجیہ برائے گفتن ہی معلوم ہوئی ہے۔ کیونکہ مسلمان دوسرے ہزاروں گناہوں میں مبتلا ہیں ان سے بچانے کا اس قدر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا؟

نیز دوسرے علمائے حقانی سے اگر ایسی ہی بدگمانی ہو جائے اس کے رفع کرنے کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو اپنے نفس یا اپنے کسی معتقد فیہ کیلئے ہوتا ہے۔ بلکہ اس قدر تو کیا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات تو اگر ان بزرگوں سے کچھ چشمک ہوتی ہے تو نفس میں ایک گونہ سرور پایا جاتا ہے کہ اچھا ہوا ان کی ذرا رسوائی تو ہوئی۔ تدین کا تو مقتضی یہ تھا کہ اگر اپنے یا اپنے اکابر کے کسی مخالف سے بھی کسی کو بے جا بدگمانی ہو تو اس کے رفع کیلئے بھی ویسا ہی اہتمام ہو جیسا اپنے یا اپنے اکابر کیلئے ہوا ہے۔ پھر اس توجیہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟ اور خیر اگر اپنے کسی بزرگ کیلئے ایسا اہتمام کرے تو اس کو نصرت

مظلوم میں بھی داخل کر سکتے ہیں جو کہ طاعت ہے مگر اپنے نفس کے لئے ایسا کرنا تو طاعت بھی نہیں گو جائز ہو مگر ممکن ہے کہ کسی کو بعض جائز سے بھی طبعاً انقباض ہوتا ہو۔ چونکہ احقر کو اس سے انقباض ہوتا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا عوام کی خوشامد ہو رہی ہے کہ ہم سے ناراض مت ہونا' ہم کو برا مت سمجھنا۔ ہماری برائی تم سے غلط کہی گئی ہے سو جہاں کوئی دنیوی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو کیوں تعب میں پڑے؟ اور تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر نہیں جس کیلئے اتنا اہتمام کیا جائے۔ یہ ہے میرا مذاق اس امر میں' پس ان وجوہ سے میں نے اس کا کبھی قصد نہیں کیا اور نہ اپنے مخصوصین کو اس کی اجازت دی۔ ہاں! اگر کسی محض بے تعلق شخص نے بدون مجھ سے مشورہ لئے ہوئے کبھی جواب دے دیا تو نفس کو سرور ضرور ہوا مگر پوچھنے پر مشورہ بھی کسی کو نہیں دیا۔

لیکن آج کل بعضے نئے اعتراضات سن کر خصوص رسائل الامداد بابت شہور اولیہ سن رواں کے مضامین کے متعلق یا بعضے پرانے اعتراضوں کا اعادہ سن کر قلب میں ایک نیا خیال یہ پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ بعض معتقدین و موافقین کو اب تک ان اعتراضوں کا علم نہ ہو اور اس لئے وہ معتقد ہوں اور اگر علم ہو جاتا تو معتقد نہ رہتے تو گویا زمانہ بقائے عقیدت تک وہ دھوکے میں رہے اور مسلمانوں کو دھوکے سے بچانا ضروری ہے۔ جیسا کسی تاجر کے سودے میں کوئی کھوٹ ہو تو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ چند ایسے اعتراضات کو نقل کر کے اپنے نزدیک جو ان کی حقیقت ہے اس کو بھی لکھ دیا جائے۔ تاکہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جس کا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے۔ ضمناً یہ بھی مصلحت ذہن میں آئی ہے کہ بعض لوگ واقعی طالب حق ہوتے ہیں اور اصل قصہ معلوم نہ ہونے یا اس کی حقیقت نہ سمجھنے سے تردد میں پڑ جاتے ہیں اور وہ خلوص

کے ساتھ تردد رفع کرنا چاہتے ہیں۔ ایسوں کا تردد رفع کرنا ہدایت کا ایک شعبہ ہے جو کہ طاعت ہے سو ساتھ ساتھ یہ طاعت بھی ادا ہو جائے گی۔

پس اس عجالہ مختصرہ میں ان مضامین کو اس ترتیب سے لکھا جائے گا کہ اوّل ایک وہ مضمون جو مبنیٰ ہے اعتراض کا بعنوان ''حکایت'' لکھوں گا۔ پھر معترض کے اعتراض کو بعنوان ''شکایت'' نقل کروں گا۔ پھر اپنے نزدیک جو اس کی حقیقت واقعہ ہے بعنوان ''درایت'' لکھ کر ختم کر دوں گا۔ اور بفضلہ تعالیٰ ان شبہات سے کوئی مفسدہ ہوا بھی نہیں۔ چنانچہ خطبہ کے آخری نوٹ نمبر ا میں مذکور ہے اور خود حاجت نہ ہو تا بھی مسلم نہیں۔ رفع شبہات وتصحیح اعمال وعقائد اعظم حاجت ہے۔ مثلاً حکایت متضمنہ خواب مندرجہ رسالہ صفر حکایت سوم میں وجہ حاجت نہایت ظاہر ہے کہ اگر کسی اہل حال کو ایسا امر پیش آئے تو وہ غلطی اعتقاد یا پریشانی وتوہم مطرودیت سے بچا رہے۔ اس سے وہ شبہ بھی دفع ہو گیا جو بعض خیر خواہوں کو جواب نہ دینے کے متعلق واقع ہوا کہ اپنے سے رفع تہمت کرنا سنت بھی تو ہے جیسا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ اعتکاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

وجہ جواب ظاہر ہے کہ یہ سنت بھی اس امر میں ہے جو محل اشتباہ ہو اور جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی عن دلیل کا کہاں تک انسداد کیا جائے۔ مجھ کو اس وقت اپنی تین حالتیں پیش نظر ہیں۔ ایک محبین کی ملامت اور مخالفین کا اعتراض۔ دوسرے ان سب اعتراضوں کو جن کو دوسرا عیب جو مدتوں میں چھانٹتا از خود ایک جگہ جمع کر دینا۔ تیسرے اس جمع کرنے میں یہ نیت کہ جس کا جی چاہے تعلق رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ ان تینوں حالتوں پر تین شعر بے ساختہ ذہن میں آئے ہیں۔ اول کے متعلق مومن خاں کا یہ شعر۔

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

ثانی کے متعلق اسی غزل کا دوسرا شعر۔

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات
میں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ثالث کے متعلق غالب کا شعر بتصرف یسیر۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہوجان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

وأفوض أمری الی الله ان الله بصیر بالعباد قل یجمع
بیننا ربنا ثم یفتح بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم

نوٹ ۱:۔ ممکن ہے کہ ان مضامین کی تحریر یا تدوین میں کوئی عمل کسی مناسب رائے کے خلاف واقع ہوگیا ہو۔ مگر بحمداللہ! دین کے خلاف کچھ نہیں ہے۔ نیز ان مضامین سے جو کچھ تشویش عوام میں ہوئی اس کا حاصل مجھ کو سب وشتم کرنا تھا۔ بحمداللہ کسی مقصود دینی میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوا۔ سوا اپنے سب وشتم کو بامید عفوحق سب کو معاف کرتا ہوں۔

نوٹ ۲:۔ بندے نے آئندہ کیلئے ایک کافی جماعت اہل علم ودیانت کی اس کام کیلئے مخصوص کردی ہے کہ میری تمام تحریرات کونظر تنقید سے دیکھ لیا کرے جوان کی رائے میں قابل اشاعت نہ ہوں ان کو یا حذف کردیں یا ان پر نشان بنادیں۔ تاکہ ان کوکوئی شائع نہ کرے۔ باقی اگر کوئی خاص مکتوب الیہ کسی خاص مضمون کا جواب بطور خود بدون یہاں کے علم کے شائع کردے تو وہ اختیار سے خارج ہے۔ اب اگر کوئی مضمون جو ناظرین کے نزدیک وہم ہو یہاں سے شائع ہو تو اس کے متعلق خط وکتابت بجائے میرے بنام جماعت ''انتخاب'' التالیفات'' بہ نشان تھانہ بھون فرمانا مناسب ہے۔

نوٹ ۳:۔ جس طرح ''ترجیح الراجح'' کا سلسلہ شبہات محتمل الصحت کیلئے جاری ہے ایسا ہی اگر موقع ہوا تو شبہات غیر محتمل الصحت کیلئے اس ''حکایات

الشکایات'' کا بھی سلسلہ جاری رہنا محتمل ہے۔والأمر کله بیدالله

نوٹ ۴:۔ اس وقت ایسے شبہات چھ ہیں۔ تین مخالفین کی طرف سے' تین احباب کی طرف سے جن میں دواوسط کے مجھ پر زیادہ شاق ہوئے ہیں جن کے شاق ہونے کی وجہ درایت متعلقہ حکایت ۴ میں مرقوم ہے۔کتبہ اشرف علی تھانوی عفی اللہ عنہ آخر جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ۔اس کے بعد جام مذکور میں حکایت ۴ کے متعلق ذکر فرمایا ہے وہ ''الامداد'' بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ میں حسب ذیل مذکور ہے۔حکایت ۴ ایک شخص کا خواب مع تعبیر جو بعنوان ''سوال وجواب'' ذیل میں منقول ہے۔

سوال:۔ ۱۴ جمادی الاخری روز جمعہ بوقت شب خواب میں احقر نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب! مولانا صاحب شیخ کامل ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام میں مولوی کہہ کے سکوت فرمایا بعد کو غالباً دومنٹ سکوت فرما کے لفظ ''صاحب'' کہا اور ''شاہ صاحب'' صاف فرما گئے بیچ میں سکوت نہ کیا۔نہ معلوم وجہ سکوت کیا ہے؟ جو کچھ تعبیر ہو مطلع فرمایا جائے۔

الجواب: عن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول صلى الله عليه وسلم مضطجعا فی بیته' كاشفا عن فخذيه أوساقيه' فاستأذن أبوبكر رضی الله عنه فأذن له' وهو على تلك الحال فتحدث' ثم استاذن عمر رضی الله عنه فأذن له' وهو كذلك فتحدث' ثم استأذن عثمان رضی الله عنه فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وسوى ثيابه (الى قوله) قال: ان عثمان رجل حيى وأنی خشيت ان أذنت له على تلك الحالة أن لايبلغ الى فی حاجته. رواه مسلم (مشکوة)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر صفت حیا ولحاظ کے غلبہ سے آپ نے ان کے ساتھ برتاؤ کا لحاظ

کیا اور شیخین کے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کیا اور لفظ صاحب ہمارے محاورہ میں لحاظ کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ سو جن صاحب کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ صاحب فرمایا ہے ان میں اس شان عثمانی کا غلبہ مشاہد ہے اور جس کے نام کے ساتھ یہ لفظ فوراً نہیں فرمایا اس سے شیخین کا سا برتاؤ کیا اور پھر وقفے کے بعد ''صاحب'' کا لفظ فرمانا یہ مخاطب کی رعایت کی مصلحت سے ہے کہ وہ خالی نام لینے سے بے وقعتی اس نام والے کی نہ کرے۔ آگے اللہ کو معلوم ہے کیا راز ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ کسی ایسے شخص سے تعبیر پوچھی جاتی جو خواب کے تعلق والوں سے علیحدہ ہوتا اور محقق بھی ہوتا والسلام۔

مکرر یہ ہے کہ محض اس خواب کی بنا پر کسی کے کمال وغیرہ کے معتقد نہ ہوں کہ خواب حجت شرعیہ نہیں ہے۔ حالت بیداری میں جس کی حالت کو شریعت پر پورا منطبق دیکھیں اس کو کامل سمجھیں والسلام۔

شکایت:۔ ایک صاحب کا خط آیا جو کہ بعینہ محفوظ نہیں مگر خلاصہ اس کا یہ تھا کہ اس کی یہ تعبیر نہیں۔ بلکہ ایک نام کے ساتھ لفظ صاحب فوراً نہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ اس نام کا مسمی ایک زمانے میں بعض مسائل میں اختلاف رکھتا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جو آخر جواب میں لکھا ہے ''یہ محض اس خواب کی بنا پر الخ''، اس میں صاحب تعبیر نے دوسرے صاحب کی بزرگی پر حملہ کیا ہے انتھی بخلاصتہ۔

درایت:۔ یہاں سے جو جواب گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہی تعبیر صحیح ہو جو آپ نے لکھی ہے مجھ کو اپنی تعبیر پر کہ تعبیر ظنی ہوتی ہے اصرار نہیں اور حملے کے مضمون کا حاشا وکلا میرے قلب میں وسوسہ بھی نہیں۔ ایک قاعدہ کلیہ شرعیہ نفع طالبین کیلئے لکھ دیا ہے کہ ہمیشہ ان کے کام آئے۔ انتہی۔

اسی طرح ایک روایت مجھ کو ایک ثقہ دل سوز سے بایں الفاظ پہنچی ''سنا ہے کہ ''الامداد'' میں حضرت قدس اللہ سرہ کی نسبت بھی کچھ ابہامات طباعت ہو گئے ہیں۔

میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت کا دل استخفاف کے خطرے سے بھی پاک ہے مگر سنتا ہوں کہ حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین و منتسبین کو گرانی ہو رہی ہے اور دور دور تک نوبت پہنچ گئی ہے میں نے خود ''الامداد'' دیکھا نہیں' سنا ہے کہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب الزہد کا تذکرہ اور اس پر حضرت کا کوئی قول مذکور ہے۔

اسی طرح یہ سنا ہے کہ مولوی صاحب کا کوئی خط اور آپ کی طرف سے اس کا جواب ''الامداد'' میں طبع ہوا ہے۔ اس کے عنوان میں کچھ ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے مولانا صاحب مدظلہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ انتہی اور واقعی یہ شکایتیں جو اس حکایت میں ہیں اسی طرح جو اس سے پہلی حکایت میں ہے مجھ پر سب سے زیادہ اُشد واشق اس لئے ہے کہ جس ذات مقدسہ کے ساتھ غلامی کی نسبت کو اولاً و بالذات اپنے ایمان کا مدار قطعاً اور جن اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت کو ثانیاً و بالعرض اپنے کمال نجات میں موثر ظناً اعتقاد رکھوں۔ نعوذ باللہ! ان ہی کی شان مبارک میں مجھ کو گستاخ بتایا جائے اور گستاخی بھی وہ جس کی مجھ کو خواب میں بھی ہوا نہ لگی ہو۔

حکایت سابقہ (خوان خلیل میں یہ حکایت آگے آرہی ہے۔ اور ''حکایات الشکایات'' میں وہ پہلے آچکی ہے۔ اس لئے سابقہ فرمایا گیا) کی درایت تو اوپر گزر چکی اور اس حکایت کی درایت کیلئے میری تقریرات و تحریرات کے غیر محدود وغیرہ معدود مضامین کافی ہیں۔ نمونے کیلئے بعض اقل قلیل کا پتا عرض کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔ الظہور ص ۴۵ اور رسالہ ''یاد یاراں'' تمام اور ''الامداد'' بابت صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۲۹ اور صفحہ ۳۰ اور صفحہ ۳۱ جس میں ان مذکوہ بالا مولوی صاحب کا بھی ایک کلام ضمناً مذکور ہے اور وعظ ''فوائد الصحبۃ'' در مجموعہ اشرف المواعظ کلاں (یہ سلسلہ میرے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ نے شروع کیا تھا ہر ماہ ایک سو ساٹھ صفحات کا مجموعہ حضرت حکیم الامت کے مواعظ کا شائع فرماتے تھے اور قیمت صرف چار آنے

تھی جو اس کی پڑت سے بھی کم تھے اور اس کے مستقل خریدار ماہوار رسالوں کی طرح سے سینکڑوں ہو گئے تھے اور کلاں کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا تھا کہ اس نام کا ایک مختصر سا وعظ حضرت حکیم الامت کا پہلے شائع ہو چکا تھا) حصہ اول مطبوعہ ساڈھورہ صفحہ ۵۴ اور صفحہ ۵۵ اور تنبیہات وصیت میں فہرست صالحین للبیعہ اور مسودہ وعظ فضل العابد بیان کردہ ربیع الثانی جس میں شیخین کبیرین مصداق یکساں دونوں کی تفضیل بعض وجوہ سے حضرت شیخ العرب والعجم رحمہ اللہ پر منصوص ہے۔

اگر تتبع کیا جائے تو بکثرت ایسے مقامات ملیں گے جن میں فضائل ان اجلہ کے مصرح ہیں۔ امام غزالی کی کتاب الزہد کے متعلق جس مضمون کا مجھ پر شبہ کیا گیا یہ مجھ کو اولاً دیکھ کر حیرت ہوگئی کہ اے اللہ! یہ کیا قصہ ہے؟ میں نے اپنے ذہن میں اس کا کوئی وجود نہیں پایا۔ لیکن احتیاطاً اپنا کلام ٹٹولنا شروع کیا تو اتفاق سے وہ مقام مل گیا دیکھا تو اس میں کسی بزرگ کا نام تک نہیں ہے۔ صرف لفظ ''ایک شیخ'' لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کی تفسیر کس دلیل سے خود کر لی گئی ہے۔ میں نے بہت سوچا۔ بہت پرانی بات ہے۔ خوب محفوظ نہیں' لیکن دو امر پر حلف کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میں نے حضرت رحمہ اللہ سے یہ مضمون نہیں سنا۔ کسی ایسے شخص سے سنا ہے جس کا مقصود اس قول سے اپنی کم ہمتی کیلئے ایک سہارا ڈھونڈنا ہے مگر مجھ کو اس شخص کی تعیین یاد نہیں رہی۔ دوسرے اس پر حلف کرتا ہوں کہ مقصود اس سے حضرت رحمہ اللہ پر نکیر نہیں۔

باقی جس عنوان کا ذکر اس دل سوز کے کلام میں ہے اس عنوان کے الفاظ مجاز یکے شیخ طریقت اُو نحوہ ہیں۔ سو اول تو یہ الفاظ معلوم نہیں کہ کس کے ہیں۔ لیکن جس کے بھی ہوں میرے ذہن میں جو اس کے معنی متبادر طور پر اولاً آئے وہ یہ ہیں کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہو سکتی ہے تو اہل کمال کو بھی اپنی اصلاح سے غافل نہ ہونا چاہئے تو مجازیت اس درجہ کا عنوان ہے کہ نعوذ باللہ! ان شیخ کی تنقیص کہ

ایسے کو کیوں مجاز بنایا؟ اس کی بہت سی نظیریں خود اپنے مجازین کے متعلق جا بجا تحریرات میں منضبط ہیں۔ چنانچہ اس وقت ایک موقع نظر کے سامنے بھی ہے۔ ''الامداد'' بابت محرم ۳۶ھ ص ۲۱ کہ اس میں ایک صاحب' پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے۔ کس قدر لتاڑ پڑی ہے۔ اس مقام پر ظاہر ہے کہ یہی مقصود ہے کہ مجاز ہو کر بے فکر نہ ہونا چاہئے کہ اس حالت میں بھی خطائیں صادر ہو سکتی ہیں۔

روایت:۔ احقر نے اس درایت کے مضمون کا خلاصہ اپنی جماعت کے بعض حضرات اکابر کی خدمت میں (جو لباس خلہ احمد یہ سے پیراستہ ہیں) عرض کیا تھا۔ اس کا جواب بخامہ عنایت جو ارشاد فرمایا اور اصاغر کو جس کی توقع اکابر سے ہوتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے معلوم نہیں کہ لوگوں کو کیا مزہ آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں (یہ خط بعینہ خوان خلیل میں آچکا ہے۔

اس لئے خلاصہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی) ہر چند کہ اس تحریر کے بعد بوجہ حصول طمانیت کے اس مضمون درایت کی حاجت نہ رہتی۔ خصوص اس کے بعد جبکہ بفضلہٖ تعالیٰ مشافہتاً بھی ہر پہلو سے اطمینان اور ایقان حاصل و کامل ہو گیا۔ لیکن دو خیال سے اس کو باقی رکھا گیا۔ ایک یہ کہ بہت قریب احتمال ہے کہ بعض کو اس درایت کے مضمون کا علم نہ ہونے سے کچھ وساوس باقی رہتے۔ دوسرے یہ کہ اس کے ضمن میں میرا اعتقاد جو اپنے اکابر کے ساتھ ہے اس کا علم میرے تمام متعلقین کو بھی صریحاً و مقصوداً ہو جائے تا کہ مرور زمانہ پر بھی ان میں اس کا تغیر محتمل نہ رہے۔ فقط۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے الامداد محرم ۳۶ھ صفحہ ۲۱ کا جو حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے

ملفوظات ۲۲:۔ ایک صاحب نے جو مولوی اور مجاز تھے ایک عریضہ لکھ کر خدمت والا میں پیش کیا جس میں یہ مضمون تھا کہ میں اپنے وطن جاتا ہوں اور وہاں فتنے بہت ہیں۔ آپ کچھ فرما دیجئے تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے فرمایا کہ میں کیا کہہ دوں؟ ان

صاحب نے کہا آپ پہلے اس کو جانتے ہیں پھر مجھ سے یہ لفظ کیوں کہلایا جاتا ہے؟ پھر فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ تم کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آیا۔

اگر دعا کرانی تھی تو صاف لفظوں میں کہا ہوتا کہ دعا کر دیجئے (اس کے بعد ایک صاحب نے ان صاحب کی سفارش کرنی شروع کی تو ان پر بھی لتاڑ پڑی ''الامداد'' میں مفصل موجود ہے) اور اس درایت کے درمیان میں ''الامداد'' بابت صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ کا جو حوالہ دیا تھا۔ اس میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے تین قصے تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں۔

اول قصہ:۔ اس مسئلے میں ہے کہ مجھے اس میں تردد تھا کہ جمعہ کے بارے میں فقہا نے قصبہ کو مصر کے حکم میں کیسے قرار دیا؟ جبکہ حدیث میں صرف مصر کا لفظ ہے اور قصبہ شہر ہے نہیں۔ پھر لفظ مصر قصبہ کو کیسے شامل ہوا؟ سو یہ تردد ایک حکایت سن کر رفع ہوا۔

وہ یہ کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ایک مرتبہ ایام طالب علمی میں گنگوہ آتے ہوئے قصبہ تیتروں کے برابر پہنچے تو کسی عامی سے پوچھا کہ یہ گاؤں کون سا ہے؟ وہ گنوار بولا: ارے! تو کون ہے؟ شہر کو گاؤں کہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر غیر گاؤں کو کہتے ہیں اور لغت میں قصبہ کا کوئی جدا نام نہیں۔ اس میں دو ہی لغت مستعمل ہیں۔ ایک قریہ اور ایک مصر۔ مجھے یہ روایت پہنچی کہ حضرت گنگوہی کو بھی یہی تردد تھا مگر جب حضرت ایک قصبہ میں پہنچے جہاں لوگ آپ کو پہچانتے نہ تھے وہاں آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون سا گاؤں ہے؟ جواب ملا کہ تجھے سوجھتا نہیں یہ تو شہر ہے اس وقت حضرت کو بھی شفائے قلب ہوگئی کہ عوام قصبہ کو بھی شہر کہتے ہیں۔

دوسرا واقعہ:۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا لکھا ہے کہ اپنے صاحب زادے کے کپڑے کی گٹھڑی منگا کر دیکھی تو اس میں کپڑے کسی قدر تکلف کے تھے اور گٹھڑی جامدانی کی تھی۔ حضرت ان کو دیکھ کر بہت نفرت کے ساتھ سب کو پھینک رہے تھے اور

زجر فرماتے تھے۔ حضرت بہت بڑے زاہد تھے اس کے بعد تیسرا واقعہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا یہ تحریر فرمایا کہ گنگوہ میں خانقاہ کی مسجد کو لوگوں نے تیار کرنا چاہا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے لوگوں سے صاف کہہ دیا کہ بھائی! میرے بھروسے کوئی کام نہ کرنا کہ میں چندہ وصول کرانے میں سعی کروں گا۔ (طویل قصہ ہے)

۱۲۔ متعلقہ صفحہ ۱۱ حکایت ۳:۔ ایک صالح ذی علم نے اپنی حالت باطنیہ لکھی تھی۔ یہاں سے اس کی تحقیق کی گئی تھی۔ وہ ذیل میں منقول ہے۔

سوال:۔ اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا۔

۱۔ بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لئے کہ ہمارے نانا صاحبان، لودھیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علما کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں ان کو بلا وجہ ترجیح دی جائے۔ اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندے کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لدھیانوی اور حضور کے درمیان اگر کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۲۔ اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے "بہشتی زیور" تو حرز جان ہے۔ کچھ عرصے کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ.......... کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے.......... نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔

لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور سے ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔

لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔

بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی یہی کہتا ہوں **اللھم صل علی سیدنا ونبیا ومولانا** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں' زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب:۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ۱۴ شوال ۱۳۳۵ھ یہ خواب اور اس کا مفصل جواب "الامداد" ۱۳۳۶ھ میں مذکور ہے۔

شکایت مع درایت:۔ اس واقعہ کے متعلق اور اس پر جو میرا جواب ہے اس کے متعلق جو کچھ شورش برپا ہوئی۔ جس میں زیادہ حصہ بعض اخباروں نے لیا اس کا حاصل پانچ الزام ہیں۔

اول:۔ یہ کہ نعوذ باللہ! مجیب نے دعویٰ نبوت کا کیا **أستغفر الله! نعوذ بالله!**
لا حول ولا قوة الا بالله

دوسرے: یہ کہ صاحب واقعہ پر زجر و توبیخ اور اس کو استغفار کا امر نہیں کیا۔ کیونکہ

یہ وسوسہ شیطانی تھا یا کم از کم یہ واقعہ طبیعت پر گراں کیوں نہیں ہوا۔

تیسرے:۔ یہ کہ جب یہ وسوسہ شیطانی تھا تو اس کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا؟ جیسا کہ اس کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے:۔ یہ کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم کیوں نہیں دیا؟

پانچویں:۔ یہ کہ اس تحریر کو شائع کیوں کیا گیا جس سے اتنا مفسدہ ہوا؟

الزام اوّل کا افترا و بہتان عظیم ہونا اس قدر ظاہر ہے کہ بجز اس کے کہ اس آیت مبارک کی تلاوت کردوں اور زیادہ جواب دیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے۔

آیة والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (احزاب ۵۸) کیوں کہ عبارت جواب میں اوّل سے آخر تک ایک لفظ بھی اس دعوے پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ جواب میں لفظ تبع سنت خود اعتراف ہے کہ مجیب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت ہے۔ پس اس الزام والوں کیلئے آیت موصوفہ کی وعید ہی کافی ہے۔ مگر چونکہ دنیا میں ایسے بھی غبی ہیں کہ وہ اس سے زیادہ واضح جواب کے محتاج ہیں اس لئے اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ غور کرنا چاہئے کہ اگر یہی واقعہ اس زمانہ کے مشہور مدعی نبوت کے سامنے پیش ہوتا تو کیا وہ اس کا یہی جواب دیتا جو احقر نے دیا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ وہ تو یوں کہتا کہ تمہارا مجھ کو رسول نہ سمجھنا اور اس بنا پر ان الفاظ کو غلط جان کر فکر تدارک کرنا تمہاری غلطی ہے اور میں واقع میں رسول ہوں اور یہ کہتا کہ اس سے بڑھ کر میری رسالت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ تم باوجود یہ کہ میری رسالت کا اقرار کرنا نہیں چاہتے مگر خدا تعالیٰ تم سے جبراً اس کا اقرار کراتا ہے انتہی۔

اب موازنہ کر کے بتایئے کہ احقر کے جواب میں نعوذ باللہ! دعوی تو درکنار کہیں اس کا شبہ بھی ہے؟ حاشا وکلا! اگر یہ قصداً افترا نہیں بلکہ بدفہمی ہے تو اگر اس کی کوئی بنا بھی ہے جیسے بعض کا قول سنا گیا ہے کہ صاحب واقعہ کے اس مضمون کے نقل کرنے پر

رد نہ کرنا اس مضمون کی تقریر ہے تو موٹی بات ہے جب صاحب واقعہ خود ہی اس مضمون کے ردوابطال کو بھی نقل کر رہا ہے تو پھر مجیب کو اس کی کیا حاجت رہی؟

تو مجیب کا سکوت فی الواقع اس صاحب واقعہ کے اس ردوابطال کی تقریر ہے نہ کہ اس مضمون کی پھر یہ بنا کیا چیز رہی اور اگر بلا کسی بنا کے یہ بدفہمی ہے تو بس اس آیت کا مصداق ہے ۔آیة **فانها لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** (حج ۴۶) اللہ تعالیٰ فہم وتدین عطا فرمائے۔

غرض اس الزام کا منشا تو جہل محض یا عناد بحت ہے۔رہے بقیہ الزامات' سو اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے دو جزو ہیں۔ایک خواب کا' ایک بیداری کا۔سو ظاہر ہے کہ حصہ خواب میں وہ بالیقین وبالاجماع مکلّف تو ہے نہیں مگر تاہم اس میں فی نفسہ چند احتمال ہیں۔

ایک یہ کہ یہ خواب گو صورتاً منکر وقبیح ہے مگر نظر بر صلاح حال صاحب رویا تعبیر اس کی اچھی ہو چونکہ صاحب رویا کی حالت کو تعبیر میں دخل ہوتا ہے۔جیسا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ام فضل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا۔

کأن قطعة من جسدک قطعت ووضعت فی حجری اور ساتھ ہی یہ عرض کیا تھا **رأیت حلما منکرا اللیلة** مگر آپ نے یہ فرمایا کہ **رأیت خیراً** اور پھر ایک اچھی تعبیر دی (مشکوۃ باب مناقب اہل البیت) حالانکہ ظاہراً کیا بے ادبی کا واقعہ دیکھا اور جیسا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک خواب دیکھا۔**أنه أتی قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم فنبشه فأخبر أستاذه' وکان أبوحنیفة صبیا بالمکتب' فقال له أستاذه: أن صدقت رؤیاک یا ولد' فانک تقتفی أثر رسول الله صلی الله علیه وسلم وتنبش عن شریعته فکان کما عبر الأستاذ** (رسالہ تعبیر الرویا کشوری ص ۳۷) اسی طرح علامہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بتغیر بعض الفاظ یہ واقعہ درج فرمایا ہے (**من رسالة بعض الاحباب**) دیکھئے یہ

خواب ظاہرا کیسا موحش تھا لیکن تعبیر کیسی تسلی بخش بتائی گئی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو اور اس کی تعبیر اچھی نہ ہو۔ سو احقر کا ذہن جواب لکھنے کے وقت اس احتمال اوّل کی طرف گیا اور گو میں صاحب واقعہ کو نہ پہچانتا ہوں۔ نہ جانتا ہوں' کیونکہ نہ وہ میرا مرید ہے' نہ کچھ خط و کتابت یا تعلیم و تلقین کا کوئی تعلق مجھ کو یاد ہے مگر بعض قرائن قصہ سے میرے قلب نے اس کے صلاح کی شہادت دی جن میں بڑا قرینہ غلط کلمات کے نکلنے سے اس کا خواب میں بھی پریشان ہونا اور اس کے تدارک کی کوشش کرنا ہے۔ کیونکہ خواب میں آدمی مکلف نہیں ہوتا مگر باوجود عدم تکلیف کی حالت میں ہونے کے امر و نہی کا ایسا اہتمام ہونا بین دلیل ہے۔ صاحب رویا کے ایمان قوی و صلاح کی۔ پس اسی صلاح و تدین کی بنا پر میں نے اس کی اچھی تعبیر لکھ دی اور اس وقت وجہ مناسبت کا نہ لکھنا۔

ایک تو اس لئے تھا کہ میں اس کو اپنے نزدیک خفی نہیں سمجھا۔ دوسرے اس لئے کہ مخاطب میرے گمان میں صاحب علم یا صاحب فہم تھا۔ اس کی حاجت نہ سمجھی۔ تیسرے تعبیر کے ساتھ وجہ مناسبت لکھنا ضروری بھی نہیں۔ جیسا حکم شرعی کے ساتھ دلیل لکھنا ضروری نہیں مگر اب تبرعاً وجہ مناسبت بھی لکھتا ہوں اور وہ یہ کہ بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور شخص کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف۔ پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی تعبیر ''اتباع'' سے دی گئی اسی طرح بجائے اسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا اسم ملفوظ ہونے کی تعبیر اگر اس اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آ گیا؟ نیز مناسبت کی تقریر علمی اصطلاح کے موافق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تشبیہ بلیغ میں اداۃ تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ابو

یوسف ابوحنیفہ اور تعبیر کیلئے ادنی مناسبت بھی کافی ہے۔ باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں۔ اگر یہ خواب شیطانی ہو یا کسی مرغ دماغی سے ناشی ہوا ہو اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو یہ ممکن ہے۔ لیکن غلط تعبیر دے دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا۔

یہ تو کلام تھا حصہ خواب کے متعلق اب رہا حصہ بیداری کا جس میں غلط کلمات نکل رہے ہیں۔ سو صاحب واقعہ تصریحاً کہتا ہے کہ میں بقصد تلافی کلمات خواب کے صحیح کلمات ادا کرنا چاہتا ہوں۔ مگر بلا اس کے اختیار اور قصد کے پھر بھی غلط ہی نکلتے ہیں سو چوں کہ کوئی دلیل شرعی یا عقلی اس شخص کی تکذیب پر اور اس حالت کے امتناع پر قائم نہیں۔ گو کثیر الوقوع نہیں لیکن اتنی قلیل بھی نہیں کہ عدیم النظیر کہا جائے۔ غرض جب ایسا ممکن ہے تو اس شخص کی اس جز میں بھی تصدیق کی جائے گی۔

پس اس کی تصدیق کی بنا پر اس میں بھی چند احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حالت بقیہ اثر ہو۔ اس حالت خواب کا گو دونوں میں یہ تفاوت ہوگا کہ حالت خواب میں شعور و اختیار دونوں منفی ہوتے ہیں اور اس بیداری میں صرف اختیار منفی ہو شعور منفی نہ ہو۔ جیسا بعض اوقات آدمی کچھ ہذیان بکتا ہے اور بیدار ہو کر بھی تھوڑی دیر تک ایسا مغلوب رہتا ہے کہ وہی بکتا رہتا ہے اور مدار انتفاء تکلیف کا عدم اختیار پر ہے۔ اگرچہ بقائے شعور کے ساتھ ہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس پر کسی کیفیت باطنیہ کا غلبہ ہو۔ سو واقعی اس کا مضمون پڑھ کر جو میرے قلب پر اثر ہوا اس اثر سے میرا وجدان انہی دو احتمالوں کی طرف علی سبیل التردد گیا اور دونوں احتمالوں پر ایسی حالت مثل خواب کے قابل تعبیر و تاویل ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے جواب کو اس حالت کی بھی تعبیر مشترک قرار دیا۔ باقی مجھ کو اس پر بھی اصرار نہیں۔ کیونکہ اس میں تیسرا چوتھا احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اس حالت کا سبب کوئی آفت دماغ یا لسان میں ہو یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہو کہ جس طرح وہ قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ زبان پر ان کلمات کا القا کر دیا ہو۔ لیکن ہر حال میں بتقدیر نفی

اختیار وقصد میں مصدق ہونے کے وہ نہ کافر ہے نہ عاصی ہے۔ بلکہ تیسرے احتمال پر تو یعنی جبکہ اس کا سبب کوئی آفت یا مرض ہو۔ یہ حالت مذموم واثر شیطانی بھی نہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی فرح بالتوبہ کی مثال میں ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی جس نے شدت فرح میں یہ کہہ دیا تھا "اللھم انت عبدی وانا ربک" حالانکہ فی نفسہ یہ کلمہ کفر ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نقل فرما کر اس پر انکار نہیں فرمایا۔ بلکہ صرف اتنا فرمایا "اخطأ من شدة الفرح" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت فی اللسان کی حالت نہ مذموم ہے نہ اثر شیطانی ہے اور نہ حق تعالیٰ کی فرح محمود کی تشبیہ فرح مذموم شیطانی کے ساتھ لازم آتی ہے۔ وھو باطل اور یہی حکم ہے آفت فی الدماغ کا بل بالأولی لأنه مرض وقال الله تعالیٰ ولا علی المریض حرج اور اس حدیث مثال تائب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ غیر صحیحہ پر ہر حالت میں گرانی ہونا ضروری نہیں اور ایک اعرابی نے جو آپ کے سامنے کہہ دیا تھا کہ ہم حق تعالیٰ کو آپ کے سامنے شفیع لاتے ہیں تو آپ پر بے حد گرانی ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ تکلم بالقصد تھا گو جہل سے تھا اور یہاں بلا قصد فافہم اور واقعہ زیر بحث میں تو بلا قصد سے بھی زیادہ یعنی مع قصد واہتمام تکلم بکلمہ صحیحہ ایک غلط کلمہ نکلا تو وہ بدرجہ اولی عدم گرانی کا مستحق ہوگا اور چوتھے احتمال پر گو یہ سبب عن الشیطان ہو مگر معصیت پھر بھی نہیں۔ جیسا کہ قلب کے وسوسے کا حکم ہے اور جامع دونوں میں عدم قصد وعدم اعتقاد ہے اور وسوسے کا یہ حکم یعنی عدم معصیت احادیث میں منصوص ہے بلکہ باوجود وسوسے کے مذموم ہونے کے اس کے بلا قصد آنے کو علامات ایمان میں سے فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے "انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم الخ" کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا أوجد تموہ کے بعد ذاک صریح الایمان ارشاد فرمانا (کما فی المشکوۃ عن الصحیحین) صریح دلیل ہے اس کی اور

بعض احادیث وسوسہ میں جو استعاذہ کا امر فرمایا ہے یہ دلیل نہیں اس کے معصیت ہونے کی۔ ہاں! لفظ استغفار سے اس دلالت کی گنجائش ہوسکتی تھی۔ چنانچہ معصیت نہ ہونا مجمع علیہ ہے اور یہ استعاذہ خواہ لفظاً ہو یا معناً۔ چنانچہ بعض احادیث میں وہ مذکور بھی نہیں صرف معنی پر اکتفا فرمایا گیا یعنی اس کو برا سمجھنا اور دفع کی کوشش کرنا جیسا واقعہ زیر بحث میں بھی ایسا کرنا مذکور ہے۔ **ونعم ما قال العارف الرومی**

ترک استثنا مرادم قسوتے ست　　　نے ہمی گفتن کہ عارض حالتے ست

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت　　　جان اوباجان استثنا ست جفت

بہر حال تیسرے اور چوتھے احتمال میں بھی معصیت لازم نہیں اور اگر تیسری حالت کے معصیت ہونے کا اس سے شبہ ہوجائے کہ حدیث میں ہے **من قال باللاۃ والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ** جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ سبق لسان بھی اس درجہ کی معصیت ہے کہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے تو یہ سمجھنا چاہئے۔ یہاں ذکر اس شخص کا ہے جس کو پہلے سے عادت کفر بکنے کی تھی۔ پھر بھی اس امر بالتدارک کا سبب خود اس سبق لسان کا فی نفسہ معصیت ہونا نہیں بلکہ اس کے منشا یعنی عادت سابقہ اختیاریہ کا مذموم ہونا ہے اور تدارک جو اس کا لاالہ الا اللہ سے کیا گیا ہے سو مقصود اس کا اظہار بقاء ایمان سابق یعنی اظہار عدم زوال ایمان سابق ہے نہ کہ احداث ایمان جدید بعد زوال السابق سو اس سے وجوب تجدید پر بھی استدلال نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ اس صاحب واقعہ کی تصدیق کی بنا پر متعدد احتمالات مذکورہ میں سے جو احتمال بھی لیا جائے ان سب میں اتنا تو امر مشترک ہے کہ یہ شخص نہ کافر ہوا نہ عاصی۔ پس اس سے الزام ثانی وثالث بھی مرتفع ہوگیا۔ ثانی تو اس لئے کہ یہ شخص جب نہ کافر ہے نہ عاصی تو پھر زجر وتوبیخ کی کیا وجہ؟ اور گرانی کا جواب اوپر بضمن تقریر حدیث مثال تائب ہو چکا ہے۔ ورنہ یہاں تو شب وروز مشاہد ہے کہ اس سے اہون امور پر

گرانی وزجر تو کیا سخت سے سخت دار و گیر کی جاتی ہے تقریراً بھی تحریراً بھی۔

اور ثالث اس لئے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اول تو یہی متیقن نہیں کہ یہ وسوسہ شیطانی تھا اور بر تقدیر تسلیم بھی غایت مافی الباب میری ایک رائے کی غلطی ہوگی مگر ملامت تو پھر بھی نہیں ہوسکتی۔ رہا چوتھا پانچواں الزام سواوپر کی تقریر سے جب اس کا معذور عند اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو واقعی جواب لکھنے کے وقت اس کی طرف درجہ وسوسہ تک بھی التفات نہیں ہوا کہ آیا یہ ظاہر احکام فقہیہ میں بھی معذور ہوگا یا کہ غیر معذور ہوکر مامور بتجدید الایمان یا بتجدید النکاح ہوگا۔

اس لئے میں نے اس کے حکم فقہی سے جواب میں تعرض نہیں کیا تھا۔ بلکہ جواب لکھنے کے مدتوں بعد تک بھی مجھ کو یہ احتمال نہیں ہوا کہ کوئی صاحب علم اس کو غیر معذور سمجھیں گے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گو سب کی نہیں مگر بعض حضرات اکابر کی رائے اس کے ظاہراً و قضاءً غیر معذور ہونے کی طرف ہے۔ اس وقت میں نے اس کے حکم فقہی کے اظہار کی ضرورت سمجھی اور چونکہ اس معاملے کا بوجہ مجیب ہونے کے میرے ساتھ ایک گونہ تعلق تھا اور میری رائے اس میں نرم تھی اس لئے میں نے اپنے فتوے پر اعتماد کرنے کو خلاف احتیاط سمجھ کر دوسرے حضرات سے فتاویٰ حاصل کئے جن کا اس مقام پر تو (بوجہ کم گنجائش ہونے کے بدون اپنی رائے کو دخل دیئے ہوئے) صرف خلاصہ بألفاظہا نقل کئے دیتا ہوں۔ بعد میں کسی موقعہ پر ان کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم (ان صاحب علم کی تحریر بھی حضرت حکیم الامت نے حسب وعدہ شائع کردی ہے جو شوال ۱۳۳۶ھ کے "الامداد" میں ۶۴ صفحے ہیں) کے مرتب کر کے اگر کوئی صاحب شائع کرنے کیلئے مانگیں گے دے دیئے جائیں گے۔ پس ان میں سے سہارن پور کے فتوے کا حاصل یہ ہے کہ "صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے۔ ایک جہت وہ ہے جس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری جہت ظاہر اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے کہ جس پر اس کو مامور بہ تجدید الایمان والنکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے۔ اس صورت

میں فیما بینه و بین الله تعالی نکاح اول بحالہ باقی ہے۔ لہٰذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے۔ انتہی۔

اور دیوبند کے فتوے کا حاصل یہ ہے کہ اس کو معذور کہنے میں اور حکم کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے اور جبکہ حکم کفر وارتداد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونت زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا۔ استحباباً تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے اور اس دوسرے فتوے کی ایک تصدیق کا حاصل یہ ہے کہ عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا دیانتاً متفق علیہ ہے۔ البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوجہ اس کو حلف دے۔

اور دہلی کے فتوے کا حاصل یہ ہے کہ ''جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادہ سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے صدور خطاً ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا۔ احتیاطاً تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے اس کی منکوحہ قطعاً اس کے نکاح میں ہے اور اسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں۔

اگر اس کی یہ حالت بے خودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضا و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہو تاہم بوجوہ مذکورہ بالا قضاءً بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔ انتہت اور اصل مدعیٰ میں یہ سب فتوے متحد ہیں۔ یعنی ۱۔ عدم حکم بالارتداد۔ ۲۔ بقائے نکاح زوجہ۔ ۳۔ عدم جواز نکاح زوجہ بالزوج الثانی اور جو امور زائد علی اصل المدعیٰ ہیں۔ مثلاً امر بتجدید نکاح و لایمان احتیاطاً ان میں گو نہ اختلاف یہ معتد بہ اختلاف نہیں۔ پس ان فتوؤں کے باہم متخالف ہونے کا شبہ نہ کیا جائے۔ اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعض میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بناء پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کی من کل

الوجوه مؤید ہیں) ظاہر کر کے سبکدوش ہوتا ہوں۔

اب علما اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علما کی تقلید سے اور اسی طرح صاحب واقعہ بھی ان فتوؤں کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمالیں۔ رہا پانچواں الزام سو واقعی میرے نزدیک یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا کہ اس میں کسی ایسے شبہ کی گنجائش میرے ذہن میں نہ تھی اور کسی شبہ کی گنجائش نہ ہونے ہی کے سبب میں نے جواب مجمل کو کافی سمجھا۔ تفصیل کی حاجت نہ سمجھی تو اس حالت میں اس کی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیوں کر ہوسکتا تھا اور جب اس کا احتمال نہ تھا تو گو اشاعت میں نے نہیں کی۔ مگر اس اشاعت کو روکا بھی نہیں۔ بالخصوص جبکہ اس کی اشاعت میں یہ فائدہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر کسی کو ایسی حالت پیش آئے تو وہ تلبیس سے محفوظ رہ کر اپنے جان وایمان کو بچا سکے اور ایسا ہی شخص اس فائدے کی قدر بھی کر سکتا ہے ورنہ غیر صاحب حال کیا جانے بقول کسے۔

اے تراخارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ۔۔۔ حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

یہ تھی حقیقت واقعہ کی راست راست بے کم وکاست۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ بحمد اللہ نہ صاحب واقعہ نے اور نہ احقر نے نہ کسی کفر کا ارتکاب کیا۔ نہ کسی معصیت کا غایت مافی الباب بعض امور متعلقہ رائے میں رائے کا اختلاف محتمل ہوسکتا ہے جو کسی درجے میں بھی محل ملامت نہیں ہے مگر پھر بھی صمیم قلب سے کہتا ہوں۔ ''اللھم اغفرلی ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما علمت منه وما لم أعلم' وما انت أعلم به منی وأفوض أمری الی الله ان الله بصير بالعباد

۱۳۔ متعلقہ صفحہ ۱۱: یہ مضمون ''الامداد'' شوال ۱۳۳۶ھ کا حوالہ ہے وہ ''الامداد'' مذکور کے صفحہ ۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۶۶ پر ختم ہوا جس میں فتوی سہارنپور حضرت سہارنپوری کی طرف سے اور فتوی دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور فتوی دہلی مفتی کفایت اللہ صاحب کی طرف سے بہت تفصیلی ذکر کیے گئے ہیں اور بہت طویل بحث اس سلسلہ میں کی گئی

ہے۔ اس سب کو تو یہاں نقل کرانا بہت دشوار ہے جس کو دیکھنا ہو اصل ''الامداد'' میں دیکھے۔ اس میں ایک دوسرا خواب بھی ایک شخص کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیارت اور اس خواب کے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے سوال اور حضرت قدس اللہ سرہ کا جواب مع تفصیل و تعبیر نقل کیا گیا ہے۔ مضمون تو بہت اہم ہے لیکن چونکہ خاص اہل علم سے متعلق ہے اور طویل بھی بہت ہے کہ ساٹھ صفحے کا ہے اس لئے یہاں نقل نہیں کیا گیا۔

۱۴۔ متعلقہ صفحہ ۱۲۔ یہ وعظ مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ جامع مسجد میں بروز یک شنبہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ میں ہوا جو ڈھائی گھنٹے تک مسلسل ہوا۔ یہ وعظ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی حال شیخ الاسلام پاکستان نے نقل کیا تھا۔ چار ہزار سے زائد مجمع تھا۔ وعظ تو ۴۴ صفحے کا ہے جس میں تمہید کا حضرت حکیم الامت نے ''خوانِ خلیل'' میں ذکر کیا ہے۔ اس کو اس وعظ کے شروع میں مولانا ظفر احمد صاحب ناقل وعظ نے بھی ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: جس سال یہ وعظ جلسہ مظاہر علوم سہارن پور میں ہوا ہے اس سال حضرت اقدس سیدی حکیم الامت دامت برکاتہم پر ایک شخص کے خواب کی وجہ سے عوام کالانعام نے زبان طعن بہت کچھ دراز کر رکھی تھی۔ اخبارات میں بھی اس کا بہت کچھ شور و غوغا رہا اور یہ سنت اللہ ہے کہ قائم بالامر کے ساتھ اوّل اوّل بہت مخالفتیں عوام کی طرف سے ہوا کرتی ہیں مگر آخر میں سب کو گردنیں جھکانا پڑتی ہیں۔ بہر حال جب جلسہ مذکورہ میں حضرت حکیم الامت تشریف لے گئے اور آپ کا بیان ہونا قرار پایا تو بیان سے پہلے سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم نے مولانا سے فرمایا کہ اس وقت بہت بڑا مجمع موجود ہے اسکے بعد کی عبارت حضرت سہارن پوری کے اس ارشاد تک کہ ''جب آپ کو گوارا نہیں تو پھر کوئی ضرورت نہیں'' کے بعد ''مظاہر الاقوال'' کی تمہید میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت حکیم الامت منبر پر تشریف لے گئے اور بیان شروع فرمایا تو بے ساختہ زبان پر وہ آیت آئی جو حضرت صدیقہ کی برأت میں حق تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے کہ ان کے متعلق بھی

ایک افترا و بہتان منافقوں نے تراشا تھا جس میں کچھ مسلمان بھی ملوث ہو گئے تھے حق تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو جنہوں نے اس بہتان میں حصہ لیا تھا ان آیات میں سخت دھمکایا ہے۔

حضرت حکیم الامت نے اس آیت کو تلاوت فرما کر حفاظت لسان کی تاکید و ضرورت بیان فرمائی۔ بعد بیان کے فرماتے تھے کہ میں نے تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے ارشاد کو قبول نہ کیا تھا مگر حق تعالیٰ نے مولانا کی خواہش پوری کر دی کہ مولانا جو کچھ چاہتے تھے وہی بیان ہو گیا۔ یہ مولانا کی توجہ کا اثر تھا کہ میری زبان سے یہی مضمون بیان ہوا جس کی مولانا کے خیال میں ضرورت تھی انتہی بمعناہ ظفر احمد۔ اس کے بعد وعظ شروع ہوا اور خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اذتلقونه بالسنتكم وتقولون بافواهكم ماليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم (نور ۱۵)

۱۵۔ متعلقہ صفحہ ۱۳۔ ذکر محمود جو النور جلد ا حصہ ۲ بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۹ھ میں یہ واقعہ اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ ذکر ۲۴ حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے۔ ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی۔ احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمہ اللہ بھی اور دیگر حضرات بھی وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیوں کر ہوتی جبکہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے۔ مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا بر تجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے وہ اس میں توسع فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آ گیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی خود اپنے ہی مجمع میں اس کا مختلف عنوانوں سے بڑا غوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کی ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب

دیا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجود یہ کہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل غور ہے۔

وہ جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ عوام کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں اس لئے اس نے احتیاط کی۔ حقیقت یہ ہے کہ "بریں نکتہ گر جہاں فشانم رواست" یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔ فقط اززکریا عفی عنہ۔

النور میں یہ واقعہ اتنا ہی چھپا ہے۔ چونکہ یہ سیاہ کار بھی اس تقریب میں شریک تھا اور اس سیہ کار کے سامنے ہی یہ شوروغوغا اور ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ ایسے موقعوں پر عوام میں توچہ میگوئیاں خوب ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے بعض نے تو شیخین پر اعتراض کیا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں جتنی باریک بینی ہے بڑوں بڑوں کے یہاں بھی نہیں اور بعض نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر اعتراضات کئے کہ اکابر کے ہوتے ہوئے بھی اپنے تقوے کا مظاہرہ کیا۔ یہ غسل ختنہ عزیزم مولوی حکیم طیب مرحوم رام پوری کا تھا جن کے صاحبزادے الحاج مولوی حافظ عامر انصاری سلمہ مقیم دہلی مصنف رسالہ "فضائل علم ومناقب علما" وغیرہ ہیں۔ میں نے ان سے اس کی تاریخ پوچھی تھی انہوں نے لکھا کہ "والد مرحوم کے ختنہ کی تاریخ جیسا کہ انہوں نے خود لکھائی تھی اور ان کی بیاض میں بھی موجود ہے۔ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ کو ختنہ ہوئی اور ۵ جمادی الاولی ۲۹ھ کو تقریب صحت ختنہ ہوئی"۔ ان کے والد حضرت مولانا الحاج احمد صاحب قدس اللہ سرہ جن کے متعلق حضرت حکیم الامت نے "ذکر محمود" میں لکھا ہے کہ "کوئی رسم کیوں کر ہوتی جبکہ صاحب تقریب خود ایک عالم بدعت سے مانع تھے" حضرت قطب عالم گنگوہی رحمہ اللہ کے حدیث پاک کے شاگرد تھے۔ اسی کے متعلق عزیزی مولوی عامر نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ۱۴ شوال ۱۳۰۳ھ کو دادا مرحوم بغرض تحصیل علم حدیث

گنگوہ حضرت گنگوہی کی خدمت میں تشریف لے گئے اور تعلیمی سال کے بعد ۱۷ شعبان ۱۳۰۴ھ بعد تکمیل صحاح ستہ فارغ ہوئے فقط۔

حضرت الحاج حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ جناب الحاج حکیم ضیاء الدین صاحب رام پوری کے بھتیجے تھے جس کی وجہ سے حضرت گنگوہی کے یہاں بھی خاص منظور نظر تھے اور اس کی وجہ سے حضرت گنگوہی کے اجل خلفا سب ہی سے خصوصی تعلق تھا۔ اخیر تک دارالعلوم دیوبند کے ممبر اور مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ کی مشہور تحریک ریشمی خطوط کے خاص رازداروں اور مشیروں میں سے تھے۔

شوال ۱۳۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہند وحضرت اقدس سہارن پوری نور اللہ مرقدہما حجاز تشریف لے گئے جس کی تفاصیل حضرت شیخ الہند وحضرت سہارن پوری کی سوانحوں میں مذکور ہے۔ روانگی سے قبل مظاہر علوم کے کتب خانہ میں تقریباً ایک ہفتہ تک حضرت شیخ الہند وحضرت سہارن پوری اعلیٰ حضرت رائے پوری شاہ عبدالرحیم صاحب اور یہی مولانا احمد صاحب مسلسل مشوروں میں شریک رہے۔ صبح کو اشراق کے بعد چائے سے فراغ پر یہ چاروں کتب خانہ میں تشریف لے جاتے اور اندر کی زنجیر لگالیتے اور بارہ بجے کے قریب جب حضرت سہارن پوری قدس اللہ سرہ کے کارکن حاجی مقبول احمد صاحب بار بار تقاضہ کرتے کہ کھانا ٹھنڈا ہو گیا تو دیر تک جواب ہی نہ ملتا اور پھر بہت دیر کے بعد مولانا احمد صاحب کہتے کہ آرہے ہیں آرہے ہیں اور ظہر کی اذان کے قریب یہ حضرات اترتے اور جلدی جلدی ٹھنڈا گرم کھانا نوش فرماتے اور پھر ظہر کی نماز کے بعد اوپر تشریف لے جاتے اور عصر کی اذان کے قریب اترتے۔

جیسا کہ میں ''آپ بیتی'' ۴ کے صفحہ ۲۸ پر اس واقعہ کو ذکر کر چکا ہوں مولانا حکیم احمد صاحب ہمارے اکابر کے یہاں بڑے مدبر ذی رائے سمجھے جاتے تھے اہم

مشوروں میں ان کی شرکت ضروری سمجھی جاتی تھی اس لئے دونوں مدرسوں کے ہمیشہ اہل شوریٰ میں داخل رہے۔ بڑے متقی تھے اور میرے چونکہ ننھیال کی طرف سے رشتہ دار بھی تھے اس لئے مجھ پر شفقت بھی بہت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے میری ابتدائی مدرسی کے زمانے میں فرمانے لگے کہ مولوی زکریا! تمہارے ان مدرسوں سے کچھ آتا جاتا ہو اس کو تو تم جانو ہم تو ایک بات جانیں کہ باپ داداؤں سے یہ سنتے آئے تھے کہ فلاں چیز نہیں کھانی' یہ نہیں کھانا' وہ نہیں کھانا' تمہارے مدرسوں میں پڑھ کر یہ چیز جاتی رہتی ہے۔ جو چاہے کھلا دو' زکاۃ کا کھلا دو' صدقے کا کھلا دو' تیجے کا کھلا دو' مجھ پر بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے' مجھے اپنے رام پور کے مدرسے کیلئے حضرت قدس اللہ سرہ سے کئی بار مانگا مگر حضرت نے ہر مرتبہ یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ یہ تو مظاہر میں رہے گا۔ عزیز عامر نے لکھا ہے کہ دادا صاحب کی پیدائش ۲۰ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ قبیل صبح صادق ہوئی۔ محمد ظریف تاریخی نام ہے اور یہی بندہ کی ''تاریخ کبیر'' میں بھی ہے اس میں سن وفات اوائل ۴۲ھ تحریر ہے۔ رام پور کے اپنے جدی قبرستان میں جناب الحاج حافظ محمد یوسف صاحب بن جناب حضرت الحاج حافظ محمد ضامن صاحب شہید کے برابر میں دفن ہوئے۔ **نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ**

۱۶۔ متعلقہ صفحہ ۱۳۔ بہاولپور کے سفر کے متعلق ایک واقعہ اس ناکارہ کے بھی علم میں ہے اور اس جام کو پڑھ کر بندے کے ذہن میں آیا کہ غالباً وہ واقعہ بھی اسی سفر کا ہے جس کو میں لکھوا رہا ہوں اور یاد پڑتا ہے کہ ''آپ بیتی'' میں اس واقعہ کو کہیں لکھوا بھی چکا ہوں کہ حضرت مولانا الحاج سر رحیم بخش صاحب سرپرست مدرسہ مظاہر علوم متوطن ٹھسکہ میرانجی ریاست بہاولپور کے وزیر تھے اور نواب صاحب بہاولپور کے انتقال کے بعد چونکہ نواب زادہ ولی عہد کم سن تھے اس لئے یہ ان کے اتالیق کے طور پر ان کے بلوغ تک نواب صاحب کے قائم مقام رہے اور سارے اختیارات ریاست کے ان ہی

کے قبضے میں تھے اور چونکہ حضرت قطب عالم گنگوہی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ اس لئے حضرت کے اجل خلفائے اربعہ اور حضرت حکیم الامت سے بہت خصوصی تعلق تھا اور ان کے اس خصوصی تعلق کی بنا پر ان حضرات اکابر کا ان کی درخواست پر بہاولپور کثرت سے تشریف لے جانا ہوا کرتا تھا۔ بہت ہی خوبیوں کے آدمی تھے۔

یہ وہی بزرگ ہیں جن کے متعلق علی میاں نے عزیز مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی سوانح کے باب اوّل صفحہ ۹۲ میں اس سیہ کار کا ذکر کرتے ہوئے اس ناکارہ کے متعلق دو ابتلا لکھے جس میں سے دوسرا کرنال میں مدرسی کیلئے اس ناکارہ پر وہاں کی مدرسی کیلئے زور دیا۔ مرحوم کی کوئی سوانح بھی ان کے انتقال کے بعد لکھی گئی تھی جو اس وقت یاد نہیں۔ باوجود نواب صاحب کی قائم مقامی کے ایسی سادہ زندگی گزارتے تھے کہ جب انگریزی درباروں میں وائسرائے وغیرہ یا وزیر ہند کی آمد پر کوئی دربار ہوتا تو وہ اس میں ضرور مدعو ہوا کرتے تھے اور ان کی کرسی نوابوں کی کرسی کے پاس ہی ہوتی تھی۔ چونکہ سادہ لباس ہوا کرتا تھا اور بہت ہی سادہ اور ان کے ملازم نہایت ہی خوش پوشاک' کوٹ بھی زریں قیمتی جس پر سنہرے بٹن بھی کثرت سے لگے ہوئے ہوتے تھے' پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ سارے درباری یہ سمجھتے کہ یہ ملازم تو وزیر صاحب ہیں اور ان کا چوبدار آگے آگے جارہا ہے لیکن جب دربار میں پہنچنے کے بعد یہ اپنی کرسی پر بیٹھتے اور ملازم چونری لے کر کرسی کے پیچھے کھڑا ہوتا جب لوگوں کو معلوم ہوتا کہ یہ وزیر صاحب ہیں اور یہ ان کے چوبدار بڑی خوبیاں تھیں' اپنی اس نوابی کے زمانے میں ریاست کے سارے کاروبار سے نمٹنے کے بعد اپنے والد کے جو ایک کسان تھے اور سارا لباس ان کا گجروں جیسا ہوتا تھا ان کے پاؤں سارے عملہ اور سارے خدام کے سامنے دبایا کرتے تھے اور جب ان اطراف میں آتے تو ان اکابر کے سامنے ایسا دوزانوں بیٹھتے جیسا کوئی بہت ادنی خادم ہو۔ ان کے محاسن کے واسطے تو بڑا دفتر چاہئے۔

ایک مرتبہ ان کی طلب پر حضرت اقدس سہارن پوری' حضرت شیخ الہند اور حضرت حکیم الامت تینوں ساتھ ہی بہاولپور تشریف لے گئے اور ساتھ ہی واپس تشریف لائے' واپسی پر انہوں نے ہر سہ حضرات کی خدمت میں علی التساوی ایک گراں قدر ہدیہ پیش کیا۔ شیخین نے تو قبول کر لیا اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے چونکہ اشراف نفس ہو گیا تھا اس لئے قبول سے معذوری ہے اور ان دونوں حضرات کو نہیں ہوا ہوگا۔ مولانا رحیم بخش صاحب نے وہ رقم فوراً لے کر اپنی جیب میں رکھ لی اور اشارتاً بھی کوئی لفظ اس کے قبول کرنے کے متعلق نہیں کہا یہ سب حضرات ان سے رخصت ہو کر ریل میں سوار ہو گئے۔ مولانا رحیم بخش صاحب نے اپنے ایک ملازم کے ذریعے حضرت حکیم الامت کی رقم ایک لفافہ میں بند کر کے بھیجی اور اس میں ایک پرچہ لکھا کہ حضرت والا نے اشراف نفس کے احتمال سے یہ ناچیز ہدیہ واپس فرما دیا تھا اور اس خاک سار کو حضرت اقدس کی منشا کے خلاف مکرر درخواست کی جرأت نہیں ہوئی لیکن اب تو حضرت واپس جا چکے اور اشراف کا کوئی احتمال بھی نہیں رہا اس لئے امید ہے کہ اس ناجائز ہدیہ کو قبول فرمالیں گے اور اگر اب بھی کوئی گرانی ہو تو حضرت کی طبع مبارک کے خلاف ذرا اصرار نہیں۔ اس مضمون کا پرچہ لفافہ میں بند کر کے اس نوکر سے کہا کہ جب ۷، ۸ اسٹیشن گزر جائیں تو فلاں جنکشن پر یہ بند لفافہ حضرت کی خدمت میں پیش کر دینا اور پوچھ لینا' حضرت اگر کچھ جواب دیں تو لیتے آنا' ورنہ چلے آنا۔ چنانچہ حسب ہدایت ملازم نے چند اسٹیشن جا کر وہ لفافہ پیش کیا اور حضرت نے پڑھا اور بہت ہی اظہار مسرت کیا اور فرمایا کہ محبت خود طریقے سکھلا دیتی ہے۔

مجھے تو اس قصہ پر ہمیشہ ایک مصرع یاد آتا ہے کہ "محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی" بہر حال حضرت نے قبول فرما کر تحریر فرمایا کہ خدا تعالیٰ آپ کے فہم و ذکا میں ترقی عطا فرمائے۔ واقعی اب مجھے کوئی عذر نہیں۔ مولانا سر رحیم بخش صاحب کا اصل

وطن ٹھسکہ میرانجی ضلع کرنال تھا۔ نواب صاحب کے بلوغ پر جب وہ خود با اختیار ہو گئے تو یہ بہاولپور سے پنشنر ہو کر اپنے وطن ٹھسکہ تشریف لے آئے تھے اور صرف ۱۹ گھنٹے بیمار رہ کر بوقت ۴ بجے صبح شنبہ ۳۰ محرم ۵۴ھ مطابق ۴ مئی ۳۵ء بعمر ۷۶ سال عیسوی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللهم اغفرلہ۔ ۴ھ میں ذی الحجہ کے پورے مہینے گنگوہ قطب عالم کی خدمت میں رہے اور بیعت سے مشرف ہوئے اور واپسی پر حافظ علیم الدین گنگوہی جو اس وقت بچے تھے اپنے ساتھ ملازم بنا کر لے گئے۔ حافظ صاحب مرحوم بھی مولانا کے نہایت ہی وفادار خادم' حضر وسفر کے حاضر باش' نہایت سادہ مزاج' مولانا مرحوم کے انتقال کے کئی سال بعد تک ٹھسکہ ہی میں رہے اور گھر کا سارا مہمانوں وغیرہ کا انتظام حافظ صاحب مرحوم ہی کے ذمہ تھا۔ مولانا مرحوم کے انتقال سے چند سال پہلے انہوں نے اپنے ضعف کی وجہ سے اپنے بھتیجے کو بھی ملازم کر دیا تھا جو نہایت جوان فوجی آدمی معلوم ہوتا تھا اوپر جس خوش پوشاک ملازم کا ذکر کیا گیا وہ یہی دوسرے ملازم تھے۔ (تاریخ کبیر)

۱۷۔ متعلقہ صفحہ ۲۲:۔ اس نوع کا ایک ارشاد حکیم الامت کا حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ کے متعلق بھی ہے جس کی تفصیل آپ بیتی ۴ میں حضرت حکیم الامت کے احوال میں گزر چکی ہے جو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ کی گرفتاری محرم ۵۱ھ کے سلسلے میں ارشاد فرمایا۔ علما حقہ میں رائے کا اختلاف مذموم چیز نہیں بلکہ محمود ہے۔ بڑی رحمت ہے۔ بشرطیکہ خلاف نزاع مجادلہ کا ذریعہ نہ بنے۔ اس ناکارہ نے تو جب سے ''مشکوۃ شریف'' شروع کی تھی اسی وقت سے علما کے اختلاف کو بالخصوص صحابہ کرام' ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو بڑی رحمت سمجھتا رہا ہے۔ یہ میرا طبعی ذوق ہے لیکن جب کتب حدیث میں حضرت عمر بن عبدالعزیز عمر ثانی رحمہ اللہ کا یہ مقولہ نظر سے گزرا کہ مجھے اس بات سے مسرت نہ ہوتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف نہ

ہوتا۔ اس لئے کہ ان میں اگر اختلاف نہ ہوتا تو گنجائش نہ رہتی۔ حدیث پاک کے پڑھانے کے درمیان میں ہمیشہ میں نے اس پر زور دیا کہ اہل حق کا اختلاف مبارک ہے مذموم نہیں۔ اب سے ۳۴ سال پہلے جب کہ حضرت حکیم الامت اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقد ہما کے درمیان میں لیگ کانگریس کا اختلاف تھا۔

اس وقت شعبان ۵۷ھ میں اس ناکارہ کا ایک رسالہ **الاعتدال فی مراتب الرجال** شائع ہوا تھا جس کو میرے دونوں اکابر اور ان کے مخصوص خدام نے بہت ہی پسند کیا تھا۔ بالخصوص حضرت اقدس مولانا الحاج الشاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ اور میرے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے شدید اصرار پر وہ رسالہ نہایت عجلت میں طبع کرایا گیا تھا اور اس کے بعد سے ہند و پاک میں کئی مرتبہ طبع ہو کر فروخت اور تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کے سوال ۷ کے جواب میں یہی مضمون بہت تفصیل سے لکھا گیا تھا اور میرے حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے سفری بیگ میں تو یہ رسالہ مستقل رہتا تھا اور اسفار میں کبھی کبھی ملاحظہ بھی فرماتے رہتے تھے۔ میرے اکابر میں مسائل میں نہیں بلکہ طبائع میں بھی ہمیشہ اختلاف رہا اور اس اختلاف پر ثمرات بھی بہت مختلف مرتب ہوتے رہے۔

حضرت اقدس شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ کے یہاں رحم دلی' دلداری کا بہت غلبہ تھا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک ملفوظ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت حاجی صاحب تھانہ بھون میں اپنے مشاغل سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت قیلولہ کیلئے ایک مرتبہ لیٹے تو ایک صاحب تخلیہ کا وقت دیکھ کر آ بیٹھے اور دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے اور حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ پر نیند کا غلبہ' آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ لیکن ان کی دلداری میں کچھ نہ فرمایا دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا کہ حضرت بیٹھے ان سے باتیں کرتے رہے۔ یہ صاحب یہ سمجھ کر آئے تھے کہ تخلیہ کا وقت

ہے تنہائی میں خوب توجہ ہوگی تو حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے اپنی جگہ سے للکار کران صاحب سے کہا کہ خود تو رات بھر بیوی کو بغل میں لئے پڑے سوتے رہتے ہو اور یہ بے چارے رات بھر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ دوپہر کو تھوڑا سا وقت لیٹنے کو ملتا ہے تو تم لغویات میں وقت ضائع کردیتے ہو اگر اب سے اس وقت آئے تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔ حافظ صاحب بہت تیز مزاج تھے کبھی حضرت حاجی صاحب کو بھی اور کبھی مولانا شیخ محمد صاحب کو بھی سنا دیتے تھے۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اسی طرح حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت اقدس نانوتوی قدس اللہ سرہ کے مزاج میں طبعی اختلاف تھا کہ حضرت نانوتوی کے یہاں دلداری کا مضمون بہت بڑھا ہوا تھا۔ حضرت تھانوی اپنے ایک ملفوظ ''حسن العزیز'' جلد اول ۴۹۵ میں یہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کردیتے تھے۔ مولانا رشید احمد صاحب کی اور شان تھی کوئی بیٹھا ہو جب وقت اشراق یا چاشت کا آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوگئے یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا لکڑی لی اور چل دیئے۔ چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو۔ وہاں یہ شان تھی جیسے بادشاہوں کی شان۔

مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب جب حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسم صاحب تو لوگوں میں ملتے پھرتے اور مولانا گنگوہی انتظام میں مشغول رہتے۔ جب مولانا محمد قاسم صاحب واپس آتے تو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے کہ کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا ہے؟ آپ ملتے جلتے ہی پھرتے ہیں۔ مولانا فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے سر پر موجود ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے آپ کی نظر فقہ پر

بہت اچھی ہے۔ ہماری نظر ایسی نہیں بولے کہ جی ہاں! ہمیں کچھ جزئیات یاد ہو گئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا۔ آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ انہیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ انہیں۔

اس ملفوظ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت گنگوہی کے اور بھی کئی واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ نانوتہ میں مولانا مظفر حسین صاحب تشریف لائے۔ وہاں حضرت مولانا رشید احمد صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب موجود تھے فرمایا بھائی! ایک مسئلہ میں تردد ہے۔ میں نے سنا تھا کہ سب صاحب زادے جمع ہیں۔ اس لئے مسئلہ پوچھنے آیا ہوں۔ وہ مسئلہ یہ کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنے میں علما اختلاف کرتے ہیں کہ جائز ہے یا نہیں؟ بس تم لوگ آپس میں گفتگو کر کے ایک منقح بات بتلا دو کہ جائز ہے یا نہیں؟ میں دلائل نہیں سنوں گا۔ چنانچہ سب حضرات نے آپس میں گفتگو کی۔ مولانا نے ادھر التفات بھی نہیں فرمایا۔ گفتگو کر کے ان حضرات نے عرض کیا کہ حضرت طے ہو گیا۔ جائز ہے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں جاتا ہوں۔ عجیب شان کے لوگ تھے۔

ملفوظ:۔ ۲۸۱ حسن العزیز جلد اوّل میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہ کھلم کھلا کسی کو برا نہیں کہتے تھے اور حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ صاف صاف کہتے تھے، لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے، چاہے کوئی رہے چاہے کوئی جائے۔ پہلے میں بھی نرم جواب کو پسند کرتا تھا۔ لیکن اب تجربے کے بعد مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا طرز نافع ثابت ہوا۔

اور دوسرے ملفوظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ تحمل سے زیادہ کبھی اپنے ذمہ کام نہ لے۔ چنانچہ ایک صاحب نے مولانا کے کسی مہمان سے بسترہ کو پوچھ لیا تو معلوم ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر اس کے پاس نہ ہوتا تو تم کہاں سے دیتے؟ اور اگر ایک دو بستر کہیں سے لا کر دے بھی دیتے تو اگر بہت سے

مہمان آتے اور کسی کے پاس بھی بستر ہ نہ ہوتو سب کیلئے کہاں سے لاؤ گے؟ خبر دار! جو کسی سے بستر ہ کیلئے پوچھا جو آئے اپنے ساتھ بستر ہ لے کر آئے۔ اسی طرح سنا گیا کہ ایک مرتبہ جاڑے کے زمانے میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی رضائی تو کسی مہمان کو دے دی۔ پھر مولانا گنگوہی سے ان کی اپنے لئے رضا مانگی تو فرمایا کہ اپنی رضائی کیوں دوسرے کو دے دی؟ میں تو اپنی رضائی نہیں دیتا۔ جب انہوں نے کہا کہ حضرت میں رات بھر جاڑے میں مروں گا۔ تب دو شرطوں سے دی۔

ایک یہ کہ تہجد کے وقت مجھے واپس کر دینا' کیوں کہ لحاف اوڑھ کر مجھ سے نہ اٹھا جائے گا اور دوسرے کسی اور شخص کو مت دینا تا کہ کسی کی جوں نہ چڑھ جائے۔ فقط۔

اس اختلاف طبائع کا اثر حضرات کے خدام میں بھی نمایاں تھا۔

حضرت شیخ الہند اور شیخ الاسلام میں قاسمی رنگ کا غلبہ تھا اور حضرت سہارن پوری اور حضرت تھانوی میں حضرت گنگوہی کے رنگ کا غلبہ تھا اور حضرت شاہ عبدالرحیم قدس اللہ سرہ کا تو عجیب معاملہ تھا کہ رنگ طبیعت تو قاسمی رنگ کا تھا۔ لیکن ہیبت کا اثر خدام پر اتنا ہوتا تھا کہ عملاً گنگوہی رحمہ اللہ طرز کا ظہور رہتا تھا۔

اور یہ اختلاف طبائع حادث نہیں بلکہ قدیم ہے۔ میں نے اپنے رسالہ "اعتدال" میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے: آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک سختی کا حکم کرتے ہیں۔ دوسرے نرمی کا اور دونوں صواب پر ہیں۔ ایک جبرئیل علیہ السلام دوسرے میکائیل علیہ السلام۔ اور دو نبی ہیں۔ ایک نرمی کا حکم کرتے ہیں دوسرے سختی کا اور دونوں صواب پر ہیں ایک ابراہیم علیہ السلام دوسرے نوح علیہ السلام اور میرے دو ساتھی ہیں ایک نرمی کا حکم کرتے اور دوسرے سختی کا۔ ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ یہ مضمون "اعتدال" میں بہت تفصیل سے آچکا ہے۔ اس لئے اکابر کے اختلاف رائے اور اختلاف طبائع کو ہم جیسوں کے آپس کے اختلاف پر

قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد کہ باوجود اختلاف کے انجذاب ہوتا تھا کوئی نئی چیز نہیں۔ حضرات شیخین کی آپس کی محبت کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

میرے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اس سیہ کار سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا تمہارا ہر چیز میں تو اختلاف' مجھے میٹھے کا شوق تمہیں نفرت' میں مرچ کے پاس نہیں جاتا تم سے بغیر مرچ کھایا نہیں جاتا۔ تم گوشت بغیر نہیں کھا سکتے اور میں گھاس کھانے والا وغیرہ وغیرہ کے بعد فرمایا کرتے پھر معلوم نہیں تمہاری طرف اتنی کشش کیوں ہے؟ پھر بعض دفعہ فرمادیا کرتے کہ اس اختلاف طبائع کے باوجود معلوم نہیں تم سے عشق کیوں ہوگیا؟ بہرحال علماء اور اکابر کا اختلاف رائے اور اختلاف مسائل بہت ہی مبارک ہے۔ مگر ہم جیسے نااہل' نالائق اس کو ایک فتنہ بنادیتے ہیں۔

۱۸۔ متعلقہ صفحہ ۲۳:۔ ''اصلاح انقلاب'' جلد دوم میں مستقل رسالہ ''الخطوب المذیبة للقلوب المنیبة'' میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ وہاں حضرت کے نام کو ایک بزرگ صاحب ارشاد و تلقین کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

❁❁❁

ترجمة المصنّف

(از حضرت شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اس ناکارہ کے اکابر شموس و بدور ہدایت ہر ایک اپنے علوم و معرفت اور علوشان فقہ وسلوک تفسیر وحدیث میں ممتاز۔

أولئک آبائی فجئنی بمثلهم اذا جتمعنا یاجریر المجامع

الٰہی! کیسی کیسی صورتیں تونے بنائی ہیں
کہ ہر اک دست بوسی کیا قدم بوسی کے قابل ہے
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
ان ہی کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

لیکن اس کے باوجود گلدستے کے پھولوں کی طرح سے ہر ایک کی بو الگ' نظافت و لطافت الگ اور گلدستہ جب ہی کامل و مکمل ہو سکتا ہے جبکہ اس میں مختلف رنگوں کے اور مختلف خوشبوؤں اور اداؤں کے پھول ہوں۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن اے ذوق! جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

میرے جملہ اکابر کی سوانح عمریاں مختصر و مفصل بہت سی لکھی گئی ہیں۔ جن میں ان کے علمی کمالات' عملی ریاضات' معارف و علوم و حکمت پر مختصر مفصل سب ہی کچھ لکھا گیا۔ لیکن ان سب کا احاطہ نہ ہو سکتا ہے اور نہ مجھ جیسے ناقص العلم والفہم کے ادراک میں آسکتے ہیں۔ مگر میرا جی یہ چاہا کرتا ہے کہ ان اکابر کے تاریخی حالات نہایت اجمالی طور پر ضرور دوستوں کو مستحضر رہیں۔ اس سے دور اور زمانے کا علم تو ہوتا رہے۔ اسی لئے میں نے اپنے اکابر کا حال جس تذکرہ میں عربی میں یا اردو میں لکھا بہت مختصر لکھا۔ چونکہ ''خوانِ خلیل'' حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کی تالیف ہے اور حضرت حکیم الامت کی سوانح عمریاں مختصر و مطول ہندو پاک میں بہت سی لکھی جا چکی ہیں اور گو کمالات علمیہ اور عملیہ تو ان میں بھی نہ آئے۔ ان میں ''اشرف السوانح'' (مؤلفہ محبی و مخلصی جناب الحاج خواجہ عزیز الحسن) بہت ہی مکمل اور قابل اعتماد ہے کہ خود حضرت حکیم الامت کے زمانہ حیات میں لکھی گئی اور خود حضرت کی نظر ثانی دو حصوں پر ہوئی۔ اس کے بعد جتنی لکھی گئیں وہ سب اسی سے ماخوذ اور ان کا چربہ ہیں جو مختلف اہل ذوق نے اپنے ذوق کے موافق لکھی ہیں۔ میرا ذوق جیسا کہ میں نے اوپر لکھا نہایت مختصر تاریخی حالات لکھ دینے کا ہے۔ اسی لحاظ سے اس مختصر مضمون میں ''خوانِ خلیل'' کے مصنف حضرت اقدس حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے مختصر تاریخی حالات لکھنے کا ہے۔

یہ تو مشہور ہے کہ آپ کی پیدائش ایک صاحب خدمت مجذوب حافظ غلام مرتضیٰ پانی پتی کی دعا سے ہوئی۔ اس لئے کہ آپ کے والد صاحب نے مرض خارش سے تنگ آکر اطبا کے مشورے سے کوئی دوا قاطع النسل کھالی تھی جس کی وجہ سے اولاد کے پیدا

ہو۔ کی کوئی امید نہ تھی۔آپ کی نانی صاحبہ بہت پریشان تھیں۔

انہوں نے اپنی لڑکی (یعنی آپ کی والدہ ماجدہ) کیلئے دعا کرائی۔ان مجذوب نے پیشین گوئی کی کہ اس لڑکی سے دولڑکے پیدا ہوں گے۔ایک میرا ہوگا جو مولوی' عالم' حافظ ہوگا۔اس کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔اس کا نام اکبر علی رکھنا۔حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ میں جو کسی وقت اکھڑی اکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں تو انہیں مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے۔جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں' کیونکہ طبیعت مجذوبوں کی طرح آزاد ہے۔

تاریخ ولادت

۵ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ کو بدھ کے دن صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت ہوئی۔تاریخی نام کرم عظیم ہے۔ددھیالی نام عبدالغنی تجویز ہوا اور ننھیالی اشرف علی' پھر اسی کو غلبہ ہوا۔

حضرت کا تعلیمی دور قرآن شریف سے ہوا۔چند پارے آپ نے کھتولی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے اخون جی سے پڑھے۔پھر حافظ حسین علی صاحب سے جو دہلی کے رہنے والے تھے اور میرٹھ میں قیام تھا۔آپ نے دس سال کی عمر میں حفظ سے فراغت پائی تھی۔ فارسی کی تعلیم میرٹھ کے استاذوں سے حاصل کی اور پھر متوسطات تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں اور انتہائی کتب فارسی ابوالفضل تک اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں جو ادب فارسی کے استاذ کامل تھے۔اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے۔عربی کی ابتدائی چند کتابیں مولانا فتح محمد صاحب تھانوی سے پڑھیں اور فارسی کی چند کتابیں "سکندر نامہ" وغیرہ بھی دیوبند میں مولوی منفعت علی صاحب سے پڑھیں۔دیوبند کا داخلہ آخر ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں ہے۔وہاں جا کر حضرت نے نور الانوار' ملا حسن' مشکوۃ شریف' مختصر المعانی شروع کی اور پانچ سال تک مسلسل دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی۔لیکن دوران تعلیم میں حضرت کو خارش کا مرض لاحق ہوا۔جبکہ حضرت کی عمر

اٹھارہ برس کی تھی۔ چھٹی لے کر اپنے مکان تھانہ بھون تشریف لے گئے اور چونکہ طلب علم کا زمانہ شروع ہو چکا تھا خالی رہنا مشکل تھا۔ اس لئے بطور مشغلہ کے مثنوی ''زیر و بم'' تصنیف فرمائی جس کا پہلا شعر جو اس کی تمہید ہے یہ ہے۔

ہمی گوید گرفتار درد و نالہ نا داں ہشتدہ سالہ

۱۳۰۱ھ جبکہ حضرت کی عمر بیس سال کی تھی علوم ظاہریہ سے فراغت حاصل کی۔

حضرت حکیم الامت کی طالب علمی کے زمانے میں ان کی تائی صاحبہ نے فرمایا کہ بھائی! تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا اور بڑا عربی پڑھ رہا ہے۔ اس کی گزر اوقات کی کیا صورت ہوگی؟ کیونکہ جائیداد وارثوں میں تقسیم ہو کر قابل گزارہ کے نہ رہے گی۔ یہ بات والد صاحب کو بہت ناگوار ہوئی اور باوجود اس کے کہ تائی صاحبہ کا بہت ادب کرتے تھے یہ سن کر جوش آ گیا اور کہنے لگے کہ بھابی صاحبہ! یہ تم نے کیا کہا؟ خدا کی قسم! جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو ایسے ایسے اس کی جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا۔ یہ مقولہ نقل کر کے حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ بات کوئی درویش کہتا تو اس کی بڑی کرامت سمجھی جاتی لیکن والد صاحب تو دنیادار سمجھے جاتے تھے۔

دیوبندی دور کے اساتذہ کرام

۱۔ حضرت اقدس نانوتوی رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت نے ان سے کوئی سبق تو نہیں پڑھا لیکن درس ''جلالین'' میں شرکت کیا کرتے تھے۔ ۲۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس اوّل جو حضرت حاجی صاحب کے اکابر خلفا میں شمار ہوتے تھے اور اسباق میں بھی علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ سے بھی طلبا کو مستفید فرماتے تھے۔

۳۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدرس چہارم جبکہ حضرت حکیم الامت ۱۲۹۵ھ میں دیوبند میں داخل ہوئے تو حضرت شیخ الہند کے پاس ''مختصر

المعانی" اور "ملا حسن" کے اسباق پڑھے۔ حضرت حکیم الامت نے اپنی تعلیم کی تفصیل "سبع سیارہ" میں لکھی ہے۔ ان دو کے علاوہ حضرت کے اساتذہ میں مولانا سید احمد صاحب مدرس دوم اور ملا محمود صاحب مدرس سوم اور مولانا عبدالعلی صاحب بھی تھے۔ "ذکر محمود" میں ہے کہ ابتدائے حاضری سے فراغ تک حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے پاس میرے اسباق رہے جن میں حمد اللہ علی میر زاہد رسالہ میر زاہد علی ملا جلال اور فقہ میں ہدایہ اخیرین اور حدیث کی متعدد کتب پڑھیں جن کی تفصیل "سبع سیارہ" رسالہ میں ہے اور قرأت کی مشق مکہ مکرمہ کی حاضری پر شیخ القراء قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے کی۔ "اشرف السوانح" میں تحریر ہے کہ جب مدرسہ صولتیہ کے بالائی حصہ پر قاری صاحب حضرت تھانوی کو مشق کراتے تو نیچے سے سننے والے کو بسا اوقات استاذ و شاگرد کی آواز میں اشتباہ ہوتا تھا۔ دار العلوم سے فراغ پر آخر صفر ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ فیض عام کان پور کی صدر مدرسی پر بمشاہرہ پچیس روپے تشریف لے گئے۔

حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم کے زمانے میں اپنے لئے زیادہ سے زیادہ دس روپے تنخواہ کافی سمجھا کرتا تھا۔ پانچ روپے اپنی ضروریات کیلئے اور پانچ روپے گھر والوں کی ضرورت کیلئے۔ فیض عام میں تشریف لے جانے کے تین چار ماہ بعد مواعظ کی شہرت ہوئی تو اہل مدرسہ نے اس پر زور دیا کہ حضرت اپنے مواعظ میں مدرسے کیلئے چندہ بھی کیا کریں جس کو حضرت نے قبول نہیں کیا۔ اس پر اختلاف ہوا اور حضرت استعفیٰ دے کر چلے آئے۔ مگر چونکہ اہل کان پور گرویدہ ہو چکے تھے اس لئے جب حضرت واپسی کیلئے اس نیت سے کہ پھر ادھر آنا ہو یا نہ ہو گنج مراد آباد حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کی زیارت کیلئے پہنچے اور زیارت وغیرہ کے بعد دوبارہ کان پور سامان لینے کیلئے پہنچے تو حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے محلہ کی جامع مسجد پٹکا پور میں ایک مدرسہ جامع العلوم کے نام سے تجویز کیا اور اس میں باصرار حضرت سے قیام کی درخواست کی۔ چنانچہ پچیس روپے پر حضرت نے وہاں قیام منظور فرما لیا اور جامع العلوم کے قیام

کے دوران میں حضرت کو خیال ہوا کہ تنخواہ لے کر دین کی خدمت گو جائز ہے۔لیکن جی اس کو پسند نہ کرتا تھا اس لئے کچھ دنوں بعد دہلی جا کر حکیم عبدالمجید صاحب سے طب کی تعلیم شروع کی تا کہ گزر اوقات مطب سے ہو اور خدمت دین لوجہ اللہ تعالیٰ لیکن حضرت کے دہلی جانے پر اہل کان پور مضطربانہ دہلی پہنچے اور واپسی پر اصرار کیا۔ دہلی کے دوران قیام میں حضرت کے ہم سبق جناب الحاج حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی نور اللہ مرقدہ نے بھی یہی مشورہ دیا کہ طب کا مشغلہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مطب کے ساتھ دین اور علم دین کی خدمت نہیں ہوتی (از زکریا عفی عنہ: حضرت اقدس قطب الارشاد حضرت گنگوہی کا مشہور مقولہ ہے کہ جسے دنیا سے کھونا ہو کسی خانقاہ میں بٹھا دو اور علم دین سے کھونا ہو تو علم طب پڑھا دے اور دونوں سے کھونا ہو تو شاعری سکھا دے)

حضرت حکیم الامت نے از خود استاذ سے سبق چھوڑ کر واپس آنا خلاف ادب سمجھا۔اس لئے اہل کان پور سے کہا کہ تم استاذ سے خود اجازت لو۔

ان کے اصرار پر حکیم عبدالمجید صاحب نے حکیم الامت سے فرمایا کہ اگر تم ترقی کرنا نہیں چاہتے تو اجازت ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ۱۵ روز دہلی قیام کے بعد کان پور مراجعت فرمائی۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو جب مشغلہ طب چھوڑ کر کان پور مراجعت کی اطلاع ہوئی تو حضرت نے بہت اظہار مسرت فرمایا اور فرمایا کہ طبابت کے شغل کو ترک کر کے کان پور آ کر دینیات کے شغل کا حال معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات میں برکت فرمائے۔ آپ کے فیوض و برکات سے لوگوں کو بہت مستفیض فرمائے۔ میں نے آپ کو پہلے ہی مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہئے۔ دنیا خود ہی اچھی صورت میں خدمت کیلئے حاضر رہا کرے گی۔ بہرکیف! آپ لوگ علماء و رثة الانبیاء ہیں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے پیدا کر کے بڑے درجے عنایت کئے ہیں۔ پس اپنے مقصود کا خوب خیال رکھنا چاہئے۔ (مکتوبات امدادیہ ص ۳ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ)

طالب علمی کے آخری دور میں دیوبند کے قیام میں ایک مرتبہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کی دیوبند تشریف بری پر بیعت کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت قطب عالم نے یہ کہہ کر کہ ''طالب علمی کے زمانے میں شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا'' انکار فرما دیا تھا جس کو حضرت تھانوی نے دفع الوقتی پر محمل فرمایا جس کی تفصیل ''یاد یاراں'' میں مذکور ہے۔ لیکن اسی زمانہ میں ایک دوسرے طالب علم کو حضرت نے بیعت فرما لیا جس سے حضرت تھانوی کو بہت قلق ہوا اور ۱۲۹۹ھ میں حضرت قطب الارشاد گنگوہی رحمہ اللہ تیسرے سفر حج کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت تھانوی نے حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کے ہاتھ ہی دستی خط حضرت شیخ المشائخ مہاجر مکی کی خدمت میں لکھا کہ میں نے مولانا سے درخواست بیعت کی تھی۔ مولانا نے انکار کر دیا۔ جناب سفارش فرما دیں اور اعلیٰ حضرت کی حضرت قطب عالم سے جو گفتگو ہوئی وہ تو معلوم نہیں۔ لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خط کا جو جواب حضرت شیخ المشائخ نے مرحمت فرمایا تھا اس میں بجائے سفارش کرنے کے خود ہی خط سے بیعت فرما لیا۔

اور اس سے بہت قبل حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت حکیم الامت کے والد کو ایک خط لکھا تھا کہ جب تم حج کو آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو ساتھ لے کر آنا۔ حالانکہ حضرت شیخ العرب والعجم کو اس وقت حضرت تھانوی سے کوئی خصوصی تعارف بھی نہ تھا۔ خط سے بیعت کے بعد من جانب اللہ حاضری کی صورت بھی پیدا ہوئی وہ یہ کہ اس زمانے میں دیوبند میں کوئی کمپنی قائم ہوئی تھی۔ جس میں فی حصہ پانچ سو روپے کا تھا اور ایک شخص کو ایک حصے سے زائد لینے کا حق نہ تھا۔ مگر حضرت تھانوی کے والد صاحب نے اپنے تمول کی وجہ سے تین حصے اس طرح لئے ایک اپنے نام سے دوسرا حضرت تھانوی کے نام سے اور تیسرا حضرت کے چھوٹے بھائی منشی اکبر علی کے نام سے اور کچھ عرصہ بعد بعض وجوہ سے اس رقم کو واپس لے لیا۔ اس پر حضرت تھانوی نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ جو حصہ آپ نے میرے نام سے جمع کیا تھا اور اب واپس لے لیا وہ میری ملک

ہے یا آپ کی؟ اس پر والد صاحب نے جواب دیا کہ اب تک تو میری ملک تھی اور مصلحتاً
تمہارا نام لکھا تھا لیکن اب تمہاری ملک ہے۔ اس پر حضرت تھانوی نے لکھا اب تو اس رقم
کی زکوۃ بھی مجھ پر واجب ہے اور اس کی وجہ سے مجھ پر حج بھی فرض ہو گیا۔ والد
صاحب نے زکوٰۃ کی رقم تو نقد بھیج دی اور حج کے متعلق لکھا کہ میں تمہاری چھوٹی بہن
یعنی والدہ ماجدہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی (شیخ الاسلام پاکستان) کے
نکاح سے فارغ ہو جاؤں تو آئندہ سال حج کیلئے جاؤں گا اس وقت تم بھی ساتھ چلنا۔

حضرت تھانوی نے لکھا (اگر چہ والد کا ادب بھی بہت کرتے تھے اور ڈرتے بھی
بہت تھے) آپ مجھے یہ لکھ دیجئے کہ تو آئندہ سال تک زندہ رہے گا۔ اس پر والد
صاحب نے لکھا کہ یہ میں کیسے لکھ سکتا ہوں تو حضرت تھانوی نے لکھا کہ پھر حج کو کیسے
موخر کر سکتا ہوں؟ اس پر والد صاحب نے بہت ہی عجلت کی حالت میں شوال ۱۳۰۱ھ
میں نہایت عجلت میں اپنی صاحب زادی کا کھڑے کھڑے نکاح پڑھ دیا اور شادی کی
تقریبات سے فراغت بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت تھانوی کے ساتھ حج کو روانہ ہو گئے
جبکہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کو کانپور کی ملازمت کو چند ماہ ہی ہوئے تھے۔ اس
سال دریا میں طغیانی بہت شدت سے تھی۔ راستہ میں والد صاحب کے دوستوں نے
طغیانی سے ڈرایا بھی مگر والد صاحب نے فرمایا کہ اب تو ارادہ کر لیا ہے۔ واقعی سمندر
میں بہت زیادہ طغیانی تھی اور حضرت کا جہاز حیدری نام بہت چھوٹا جہاز تھا جو طغیانی کا
تحمل نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی ادھر جھکتا کبھی ادھر۔ موج کا پانی جہاز کے اوپر کو گزرتا اور
سب سامان کو بھگو دیتا۔ لیکن اللہ کے فضل سے نہایت عافیت کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ
گئے۔ حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ جب اوّل بار بیت اللہ پر نظر پڑی ہے تو اس طرح
کیفیت انجذابیہ شوقیہ ہوئی کہ پھر عمر بھر بھی کبھی نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مہاجر مکی کو بھی
حضرت کی حاضری پر نہایت مسرت ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ تم چھ ماہ میرے پاس رہ
جاؤ۔ لیکن والد نے مفارقت گوارا نہ کی تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اب تو والد کی

اطاعت کرو پھر کبھی موقعہ ہوا تو چھ ماہ آ کر رہ جانا۔

اس سفر میں تجدید بیعت دست بدست بھی ہوگئی اور حضرت حکیم الامت کے والد بھی اسی سفر میں مشرف بہ بیعت ہوئے۔ باوجود اعلیٰ حضرت کی خواہش کے والد صاحب نے مفارقت گوارا نہ کی اس لئے واپس آنا پڑا لیکن باوجود یہ کہ حجاز سے واپسی پر جامع العلوم کان پور میں درس وتدریس کا سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن دن بدن طبیعت پر علوم باطنی کی طرف میلان بڑھتا رہا اور ۱۳۰۷ھ میں ذکر وشغل کی طرف جب زیادہ میلان بڑھ گیا تو حضرت حاجی صاحب سے ترک ملازمت کی اجازت چاہی لیکن حاجی صاحب نے منظور نہیں فرمایا جو مفصل تو ''مکتوبات امدادیہ'' میں ہے اور مختصر ''اشرف السوانح'' میں صفحہ ۱۷۳ پر فارسی میں بھی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ''ذوق وشوق کے حالات سے ترقی کا انداز ہوا۔ البتہ ملازمت کا ترک تعلق مناسب نہیں کہ یہ تجردانہ زندگی کے مناسب ہے۔ اہل وعیال کو مضطرب چھوڑنا نا عاقبت اندیشی ہے۔ یہ والا نامہ ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ کا ہے۔ اسی ذوق وشوق میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری کے عرائض بار بار لکھے اور چونکہ ۱۳۰۵ھ میں والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے اجازت کا مسئلہ بھی نہ تھا۔ ۱۳۱۰ھ کے آخر میں حج کیلئے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت کی تمنا کہ ''چھ ماہ میرے پاس رہو'' کو پورا کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔

وہاں جانے کے بعد اعلیٰ حضرت کے ایسے منظور نظر بنے کہ لوگوں کو رشک ہی نہیں حسد ہونے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ چاہا کرتا تھا کہ حضرت میرے اوپر سب کے سامنے اتنی شفقت نہ فرمایا کریں تو اچھا ہے۔ آخر میں حضرت تھانوی کو حاسدین سے اتنا اندیشہ ہو گیا تھا کہ پورے چھ ماہ کا ارادہ پورا نہ ہو سکا اور ہفتہ عشرہ پہلے ہی تشریف لے آئے کہ ابھی تو میں حضرت کے یہاں مقبول ہوں آئندہ کہیں لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین حضرت کو میری طرف سے مکدر نہ کر دیں۔ اس لئے انشراح کی حالت میں ہی رخصت ہو جانا چاہئے اور اسی سفر میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے

اجازت بیعت بھی حاصل ہوگئی۔ واپسی پر اپنے مشغلہ علمیہ میں مشغول رہے۔

اسی دوران میں حضرت کے ماموں پیر جی امداد علی جو عرصہ سے حیدر آباد میں مقیم تھے اور نہایت مغلوب الحال والقال حیدر آباد سے واپسی میں کان پور کو قصداً اس تمنا میں گزرے کہ بھانجے کو بھی جن کا شہرہ سن رہے تھے ملاقات کروں وہ کان پور میں آکر سرائے میں ٹھہرے اور حضرت کو اطلاع دی کہ اگر تم اپنی وضع کے خلاف نہ سمجھو تو مجھ سے سرائے میں آکر مل جاؤ۔ حضرت ملنے تشریف لے گئے اور باصرار اپنے مکان پر لے آئے۔ ماموں صاحب نے فرمایا بھی کہ میاں تم عالم باعمل ہو۔ مجھے اپنے یہاں نہ لے جاؤ کہ دیکھنے والے یہ کہیں گے کہ کس لچے کو لے آئے مگر حضرت کے اصرار پر پیر جی صاحب مع اپنے ساز وسامان کے جس میں آلات سماع بھی تھے مکان پر آگئے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ماموں صاحب میں اتنی سوزش تھی کہ کلمات سے آگ سی نکلا کرتی تھی جس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو ایک جوش پیدا ہوا کہ جس طرح بھی ہو ان سے عشق کی آگ لی جائے اور بے اختیار ماموں صاحب کی طرف رجوع کرلیا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ رجوع دوسری مرتبہ تھا۔ پہلی مرتبہ سفر حج ثانی ۱۰ھ سفر اجازت بیعت سے پہلے کا ہے۔ اس کا بیان ''اشرف السوانح'' ص ۲۱۵ پر ہے۔ بعض حضرت تھانوی کے سوانح لکھنے والوں نے دونوں کو خلط کردیا۔ اسی دوسرے رجوع پر حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کی وہ خط وکتابت ہے جو ''تذکرۃ الرشید'' میں مفصل موجود ہے۔ حضرت تھانوی کے اس رجوع پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے مولانا منور علی صاحب کے واسطے سے حضرت تھانوی سے شکوہ کیا۔ جس کا مختصر ذکر ''یاد یاراں'' میں بھی ہے۔ ''اشرف السوانح'' میں تو یہ قصہ بہت مختصر ہے اور خط کی طرف صرف اشارہ ہے لیکن ''تذکرۃ الرشید'' صفحہ ۱۱۴ جلد اوّل پر یہ تذکرہ حضرت گنگوہی و حضرت تھانوی کی مکرر سہ کرر مراسلت کے ذیل میں مذکور ہے۔ البتہ ''اشرف السوانح'' کی ترتیب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ وہنگامہ حضرت تھانوی کے دوسرے سفر حج اور

اجازت سے قبل کا ہے لیکن ''تذکرۃ الرشید'' میں ان خطوط پر جو تاریخیں درج ہیں۔ ان میں حضرت تھانوی کے سب سے پہلے خط پر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے جواب پر ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ ہے۔ اسی طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا دوسرا عریضہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کا ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا جواب ۵ محرم الحرام کا ہے اور تیسرا عریضہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ۸ محرم ۱۳۱۵ھ کا ہے اور اس پر حضرت گنگوہی کا جواب ۱۲ محرم ۱۳۱۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد کئی مکاتبتیں ہیں۔ آخری مکاتبت میں حضرت تھانوی کا رجوع اور حضرت گنگوہی کا اس پر تشکر ہے جو بہت طویل خط و کتابت ہے جو ''تذکرۃ الرشید'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

لیکن اس ناکارہ زکریا کے خیال میں ۱۱ھ میں مکہ مکرمہ سے واپسی پر اعلیٰ حضرت نے جو دو وصیتیں فرمائی تھیں میاں اشرف علی! ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی۔ عجلت نہ کرنا اور کبھی کان پور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا۔ (اشرف السوانح ۲۰۷)

توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ اس سفر حج سے واپسی کے بعد سے حضرت کا تبتل کا میلان تو بڑھتا ہی گیا۔ حضرت تھانوی کا خود ارشاد ہے کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت سے واپسی کے بعد ایک سال کے قریب میں نے وعظ نہیں کہا۔ لوگ بہت اصرار کرتے تھے مگر مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی کہ ایسے خراب شخص سے کیوں وعظ کیلئے کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ بہت اصرار کیا تو میں رونے لگا' اس کے بعد اصرار نہیں ہوا۔ (حسن العزیز ج اوّل ملفوظ ۳۰۶ ص ۱۶۶)

اس دوران میں حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ سے ترک ملازمت کی دو مرتبہ اجازت بھی چاہی جو مجھے ''تذکرۃ الرشید'' میں یاد ہے مگر حضرت گنگوہی نے دونوں مرتبہ اجازت نہیں فرمائی اور تیسری مرتبہ حضرت تھانوی نے ترک ملازمت کے بعد یہ لکھا کہ حضرت مجھ سے تحمل نہیں ہوا میں چھوڑ کر چلا آیا تو حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ

نے بہت دعائیں دیں۔ میرے والد صاحب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاتب خطوط نے پہلے دو خطوں پر بھی بہت سفارش کی کہ اللہ کا نام ایک شخص تو کلا علی اللہ بلا معاوضہ سکھانے کا ارادہ کرتا ہے تو حضرت کیوں منع فرماتے ہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ جو میں کہتا ہوں لکھ دو اور تیسرے جب حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے بہت دعائیں دیں تو میرے والد صاحب نے پھر عرض کیا کہ پہلے دو خطوں میں تو حضرت نے یہ لکھوایا تھا اور اب اظہار مسرت کیا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ آدمی مشورہ جب کیا کرتا ہے جب تردد ہو اور جب تک تردد ہو تو کل ٹھیک نہیں۔ یہ قصہ میں نے بڑی تفصیل سے اپنے والد صاحب سے بھی سنا تھا اور ''تذکرۃ الرشید'' میں بھی یاد ہے۔ مگر اس وقت مراجعت دشوار ہے۔

بہر حال! حضرت حکیم الامت اوائل ۱۳۱۵ھ میں کان پور سے ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون تشریف لائے جس کی تفصیل ''اشرف السوانح'' ص ۲۲۹ پر ہے۔ تھانہ بھون تشریف آوری کے بعد حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ پر کچھ قرضہ ہوا جس کی دعا کیلئے اعلیٰ حضرت کو مکہ مکرمہ اور قطب الارشاد کو گنگوہ لکھا۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا جواب تو یہ آیا کہ آپ کی استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ (مختصر مکتوب ۲۷ رجب ۱۳۱۵ھ) اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے تحریر فرمایا کہ اگر کہو تو مدرسہ دیوبند میں تمہارے لئے مدرسی کی تحریک کروں؟ اس پر حضرت تھانوی نے عرض کیا کہ میرا تو عرض کرنے کا مقصد صرف دعا ہے۔ باقی حضرت حاجی صاحب نے بعد ترک تعلق کان پور کسی اور جگہ کوئی تعلق کرنے کی ممانعت فرمادی ہے لیکن اگر حضرت کی یہی تجویز ہے تو میں اس کو بھی حضرت حاجی صاحب ہی کی تجویز سمجھوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ حضرت حاجی صاحب ہی نے اپنی پچھلی تجویز کو منسوخ فرما کر اب یہ صورت تجویز فرمادی ہے۔ یہ سن کر حضرت مولانا گنگوہی نے فوراً گھبرائے ہوئے سے لہجہ میں فرمایا کہ نہیں نہیں! اگر حضرت حاجی صاحب کی ممانعت ہے تو میں ہرگز اس کے خلاف مشورہ نہیں دیتا۔ میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ قرض سے سبکدوش فرمائے۔ چنانچہ دونوں حضرات کی دعا کی برکت سے

قرضہ سے جلدی سبکدوشی ہوگئی اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ کبھی تنگی نہیں ہوئی۔ (اشرف السوانح ۲۳۵)

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے دو نکاح ہوئے۔ پہلا طالب علمی کے دوران میں جس کو حضرت تھانوی نے ''یاد یاراں'' میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ جب احقر کا گنگوہ میں نکاح ہوا۔ غالباً ۱۲۹۸ھ تھا۔ والد صاحب مرحوم کی درخواست پر شیخ غلام محی الدین مرحوم رئیس اعظم چھاؤنی میرٹھ کہ والد مرحوم ان کی ریاست میں مختار تھے والد صاحب کی درخواست پر انہوں نے نکاح میں شرکت کی۔ نکاح حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے پڑھا تھا۔ جب حضرت قدس اللہ سرہ مجلس نکاح سے واپس ہوگئے تو شیخ صاحب بھی ساتھ ساتھ چلے گئے۔ شیخ صاحب نے خود مجھ سے ایک دفعہ کہا کہ میں نے بہت سے بزرگ دیکھے۔ بڑے بڑے حکام سے ملا۔ لیکن جو رعب و ہیبت حضرت کی دیکھی وہ کسی میں نہیں دیکھی۔ یہ حالت تھی کہ بات کرنا چاہتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی تھی۔ ان کی یہ شہادت ایک باوقعت شہادت تھی الخ۔

دوسرا نکاح اپنی ہمشیر زادہ مولانا سعید احمد صاحب رحمہ اللہ برادر بزرگ مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان کی بیوہ سے ہوا یہ نکاح وسط رمضان ۳۴ھ میں ابتداء وکالت کے ذریعہ ہوا تھا۔ لیکن ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کو ایک طلاق دینی پڑی اور اس پر اہلیہ اولی نے خود کیرانہ جا کر سب کو از سر نو راضی کر کے اور حضرت کو بلا کر تجدید نکاح کی۔ اس میں بھی بڑی ہنگامہ آرائیاں ہوئیں۔ حضرت قدس اللہ سرہ نے اس سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ بھی ''الخطوب المذیبۃ للقلوب المنیبۃ'' تحریر فرمایا۔ وصال کے وقت دونوں اہلیہ حیات تھیں۔ بڑی اہلیہ محترمہ کا چند سال بعد تھانہ بھون میں انتقال ہو چکا۔ دوسری اہلیہ محترمہ تقسیم ہند کے بعد اپنے داماد مفتی جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ کے ساتھ لاہور تشریف لے گئیں جو اس رسالہ کی تالیف تک بقید حیات ہیں۔

حضرت حکیم الامت اصلاح و رشد و ہدایت کے ساتھ خانقاہ امدادیہ کی زینت بنے رہے اور سلسلہ علالت تو کچھ دنوں پہلے سے شروع ہو گیا تھا اور بڑی اہلیہ کی

اجازت سے اہلیہ محترمہ صغری کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ علالت زور پکڑتی رہی۔ مختلف علاج تجویز ہوتے رہے کہ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء یوم دوشنبہ کی صبح ہی سے حضرت فرمانے لگے کہ آج ہاتھ پیروں کی جان سی نکل گئی ہے۔ ظہر کے بعد سے سوئے تنفس پیدا ہوگیا۔ فرمایا کہ اتنی تکلیف مجھے عمر بھر نہیں ہوئی لیکن بجائے کراہنے کے لفظ اللہ درد کے ساتھ زبان سے نکلتا تھا اور دوشنبہ کی درمیانی شب میں ساڑھے دس بجے وصال ہوا۔

مولانا شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت رحمہ اللہ جن کو حضرت قدس اللہ سرہ نے گویا متبنیٰ بھی بنا رکھا تھا پیر کی صبح کو سہارن پور دوائیں لینے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت قدس اللہ سرہ نے بار بار ان کو طلب کیا کہ کچھ معاملات فرمانا چاہتے تھے مگر مولانا شبیر علی صاحب مرحوم وصال کے بعد پہنچے اور ان ہی کی تجویز سے تدفین صبح کے بعد قرار پائی۔ منگل کی صبح نماز سے پہلے سہارن پور آدمی پہنچ گیا اور بھی قرب وجوار میں بجلی کی طرح سے اطلاعیں پہنچ گئیں۔ یہ ناکارہ تو خبر سنتے ہی فوراً اسٹیشن روانہ ہوگیا اور عین گاڑی کی روانگی کے وقت بلکہ چلتی گاڑی میں سوار ہوگیا اور دس بجے کے قریب تھانہ بھون حاضر ہوگیا لیکن گاڑی کوئی اور تھانہ بھون جانے والی نہیں تھی اس لئے اہل شہر کی مساعی سے تھانہ بھون کیلئے دو سپیشل یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے۔ پہلا سپیشل تو ۱۲ بجے کے بعد جبکہ جنازہ عیدگاہ میں تدفین کیلئے لایا جا چکا تھا پہنچ گیا تھا اور کچھ لوگ جو جلال آباد کے اسٹیشن سے اتر کر پاپیادہ تھانہ بھون بھاگ گئے تھے وہ تو نماز میں بھی شریک ہوگئے اور جو سپیشل ہی میں گئے وہ دفن میں تو شریک ہوگئے مگر جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔ لیکن دوسرا اسپیشل تدفین کے بعد پہنچا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون للہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء الی أجل مسمی کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** (۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ دوشنبہ)

❋❋❋

مضمون تاسع از اشرف السوانح

از رسالہ ذکر محمود یعنی مختصر تذکرہ
حضرت شیخ المحدثین مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز
مولفہ حضرت صاحب سوانح رحمہ اللہ

ذکر (۲۴) یہ میری کوتاہی ہے یا کم ہمتی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی کم اتفاق ہوا اور جو بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والا نامے محفوظ یاد آتے ہیں ایک تو تفسیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے جو تتمہ جلد رابع فتاوی امدادیہ ص ۳۳۶ میں مطبوع ہو گیا ہے وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے اور دو معمولی مضمون کے ہیں ان کو ذیل میں برکت کے لئے نقل کرتا ہوں۔ حضرت کے مذاق تواضع و شفقت پر دلالت کے لئے یہ بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں ہیں۔

سراپا فضل و کمال شرفکم اللہ تعالیٰ و جعلکم فوق کثیر من الناس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک دو دفعہ بعض آئندگان کی زبانی آپ کی خیریت معلوم بھی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے اس وقت ایک صاحب بنگالی مسمی عبدالمجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہو رہے ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لئے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔

بندہ مع رفقاء بحمداللہ اس وقت تک بالکل خیرت اور اطمینان سے ہے شروع

رجب میں مکہ معظمہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھ کو امید ہے کہ فلاح وحسن خاتمہ کی دعا سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرما دیں گے آئندہ قیام کی نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مولوی شبیر علی صاحب' مولوی محمد ظفر صاحب مولوی عبداللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام مسنون فرما دیجئے۔ مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب' مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس بر افسوس ہے۔ انا للہ' رحمہما اللہ تعالیٰ' والسلام علیکم وعلی من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہار شنبہ منشی رفیق احمد صاحب کی خدمت میں سلام خدا کرے ان کا رسالہ رو بترقی ہو۔

معدن حسنات وخیرات دام ظلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' نامہ سامی موجب مسرت وامتنان ہوا جو ہوا مکرمین ومخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم احقر اور رفقاء ومتعلقین بحمد اللہ خیریت سے ہیں سب کا سلام مسنون قبول ہو۔

والسلام علیکم وعلے من لدیکم فقط

بندہ: محمود عفی عنہ از دیوبند دویم شوال روز یکشنبہ

ذکر (۲۴)...... حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اور دیگر حضرات بھی وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیونکر ہوتی جب کہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا بر تجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے وہ اس میں توسع فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آ گیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔ خود اپنے ہی مجمع میں اس کا مختلف عنوانوں سے بڑا غوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کے ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب دیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجودیکہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل غور ہے وہ جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ عوام کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں اس لئے اس نے احتیاط کی حقیقت یہ ہے کہ ع بریں نکتہ گر جاں فشانم رواست۔ (ترجمہ: اگر میں اسی ایک نکتہ پر جان قربان کروں تو مناسب ہے۔) یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔

ذکر (۲۵)...... اسی قصہ مذکورہ متصلہ کی نظیر اسی انصاف اور حق پرستی اور رعایت کا نمونہ یہ قصہ بھی ہے (اور اس وقت اسی پر اس ذکر محمود کو ختم بھی کر دوں گا) کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو بعض خاص اسباب سے بعض خاص معاملات میں بعض خاص خیالات ظاہر فرمائے اور اعلاناً وعملاً ان میں حصہ لیا جس کا مبنیٰ محض خلوص کے ساتھ اسلام و اہل اسلام کی خدمت تھی چونکہ وہ مسائل اجتہادی تھے جن میں شرعاً گنجائش اختلاف کی ہوتی ہے اور ان میں بعضے پہلو دنیوی و دینی خطرات بھی رکھتے تھے جو شرعاً واجب التحرز تھے بعض اہل علم نے ان خطرات اور مضرات پر نظر کر کے ان تحریکات میں رایاً وعملاً شرکت نہیں کی اور احقر کا خیال بھی ان ہی علیحدگی رکھنے والوں کے موافق تھا اور اس علیحدگی کو اکثر اہل محبت مفرطہ نعوذ باللہ حضرت کی مخالفت سمجھتے تھے مگر خود حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرے ایک دوست بھی تھے جو ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اشرف اس وقت آیا ہوا ہے اگر ان امور میں گفتگو فرمالیجئے تو شاید رائے متفق ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں مناسب نہیں جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہے اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ نیز گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی واقعات سے بدلا کرتی ہے اللہ اکبر اس انصاف ورعایت کی کچھ حد ہے۔

نیز ایک صاحب اسی مضمون کے متعلق کہتے تھے کہ وہ دیو بند حاضر تھے بعض لوگ اس احقر کی شکایتیں ان معاملات میں کر رہے تھے۔

حضرت نے سن لیا فرمایا کہ افسوس تم ایسے شخص کی شکایتیں کرتے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں (یہاں بعض الفاظ میری شان سے بہت ارفع ہیں اس لئے میں نے ان کو نہیں لکھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ کر رہا ہوں کیا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے میری ایک رائے ہے سو اس کی (یعنی احقر کی) بھی ایک رائے ہے اس میں اعتراض و شکایت کی کیا بات ہے۔

نیز بعضے لوگوں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو ان ہی تحریکات کی تقویت کے لئے تھانہ بھون لانا چاہا اور درخواست کی تو ایک شخص کہتے تھے کہ حضرت نے یہ جواب دیا کہ وہاں فلاں شخص (یعنی احقر) موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہوگی کیونکہ موافقت تو اس کی رائے کے خلاف ہوگی اور عدم موافقت سے شرمائے گا۔ اس لئے وہاں نہیں جاتا۔ سبحان اللہ اللہ اکبر میں تو اکثر اوقات اپنے بزرگوں کے ایسے کمالات پیش کر کے دوسری جماعتوں کو خطاب کر کے کہا کرتا ہوں۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم　　اذا جمعتنا یاجریر المجامع

❋❋❋

شَقُّ الْغَیْنِ عَنْ حَقِّ عَلِیٍّ وَّحُسَیْنٍ

سوال: حضرت سیدنا ومولانا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
معروضات ذیل کا جواب ارقام فرما کر ممنون فرمایا جاوے۔

(۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب ومولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب (مدظلہما) کو حضرت والا کیسا سمجھتے ہیں اور کیا اپنے مخصوص ومعلوم سیاسی معتقدات کے باوجود یہ حضرات لائق احترام ہیں۔ (۲) جو افراد یا اخبارات ان حضرات کی شان میں بے باکانہ کلمات استعمال کرتے ہیں مثلاً شیخ الاصنام، شیخ الہنود، اجودھیا باشی اور لالہ اور مہاشہ وغیرہ وغیرہ ان کو حضرت کیسا سمجھتے ہیں اور وہ شرعی مجرم ہیں یا نہیں۔

(۳) حضرت والا ان حضرات کو سیاسیات میں اختلاف رائے کے باوجود نیک نیت اور دیانت دار سمجھتے ہیں یا بدنیت اور خائن، اوران حضرات کی سیاسی جدوجہد کیا حضرت کے نزدیک اخلاص وملت کی خیر طلبی پر مبنی ہے یا کسی خود غرضی اور خود مطلبی پر۔

والسلام محمد منظور نعمانی بریلی

الجواب: (المقلب بشق الغین عن حق علی و حسین) بعد الحمد و صلوٰۃ۔ اس قسم کے سوالات چند بار پہلے بھی مجھ سے کئے گئے ہیں لیکن چونکہ اب تک اکثر سائلین غیر اہل علم تھے جن کی غرض سوال بھی قابل اطمینان نہ تھی اور جوابات بھی واضح تھے اس لئے سوال میں اہمیت نہیں سمجھی گئی۔ نیز بعضے سوالات دوسری جانب سے بھی ایسے آئے جن میں واقعات اس کے خلاف ظاہر کئے گئے اوران کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہ تھا سوان کا جواب ان سوالوں کے جواب کا مضاد ہوتا ان اشکالات کی وجہ سے

دونوں قسم کے سوالوں میں اجمالی جواب پر اکتفا ہوتا رہا مگر اب اہل علم کی طرف سے سوال کیا گیا ہے جنکی غرض بھی متہم نہیں اس لئے ایک امر تو جو مفصل جواب سے مانع تھا مرتفع ہوگیا اور دوسرے مانع کے رفع کی یہ صورت ذہن میں مناسب معلوم ہوئی کہ جواب عمومات کے ساتھ دیا جاوے جو بلا تخصیص ہر قسم کے سوال پر اور ہر مسئول عنہ پر منطبق ہو سکے حتی کہ خود مسئول یعنی مجیب پر بھی جیسا کہ تحریر ہذا کے لقب میں اصل مسئول عنہ کے نام کے ساتھ خود مسئول کے نام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اب اس تمہید کے بعد وہ جواب عام عرض کرتا ہوں۔

الدلائل اما من الأيات فالاول قال الله تعالٰی والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا .

والثانی . قال الله تعالٰی والذين اذا اصابهم البغی هم ينتصرون الی قوله ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ما عليهم من سبيل .

والثالث. قال الله تعالٰی يايها الذين امنو لا يسخر قوم من قوم الی قوله تعالٰی و لا يغتب بعضكم بعضا..... واما من الروايات فالرابع. قال رسول الله صلی الله عليه واله وسلم سباب المسلم فسوق متفق عليه .

والخامس. قال صلی الله عليه واله وسلم ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش البذی. رواه الترمذی والبيهقی فی شعب الايمان.

والسادس. قال رسول الله صلی الله عليه واله وسلم فی علامات النفاق واذا خاصم فجر متفق عليه فی المرقاة ای شتم (كلها من المشكوة)

واما من الدرايات فالسابع فی احياء العلوم فلعن الاعيان فيه خطر لان الاعيان تنقلب فی الاحوال.

والثامن. فيه ايضا اعلم ان المرخص فی ذكر مساوی الغير هو غرض صحيح فی الشرح لا يمكن التوصل اليه الا به فيدفع ذلک

دونوں قسم کے سوالوں میں اجمالی جواب پر اکتفا ہوتا رہا مگر اب اہل علم کی طرف سے سوال کیا گیا ہے جنکی غرض بھی متہم نہیں اس لئے ایک امر تو جو مفصل جواب سے مانع تھا مرتفع ہو گیا اور دوسرے مانع کے رفع کی یہ صورت ذہن میں مناسب معلوم ہوئی کہ جواب عمومات کے ساتھ دیا جاوے جو بلا تخصیص ہر قسم کے سوال پر اور ہر مسئول عنہ پر منطبق ہو سکے حتی کہ خود مسئول یعنی مجیب پر بھی جیسا کہ تحریر ہذا کے لقب میں اصل مسئول عنہ کے نام کے ساتھ خود مسئول کے نام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اب اس تمہید کے بعد وہ جواب عام عرض کرتا ہوں۔

الدلائل اما من الأيات فالاول قال الله تعالٰى والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا .

والثانی . قال الله تعالیٰ والذين اذا اصابهم البغى هم ينتصرون الى قوله ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ما عليهم من سبيل .

والثالث. قال الله تعالیٰ يايها الذين امنو لا يسخر قوم من قوم الى قوله تعالیٰ و لا يغتب بعضكم بعضا..... واما من الروايات فالرابع. قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم سباب المسلم فسوق متفق عليه .

والخامس. قال صلى الله عليه واله وسلم ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش البذى. رواه الترمذى والبيهقى فى شعب الايمان.

والسادس. قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فى علامات النفاق واذا خاصم فجر متفق عليه فى المرقاة اى شتم (كلها من المشكوة)

واما من الدرايات فالسابع فى احياء العلوم فلعن الاعيان فيه خطر لان الاعيان تنقلب فى الاحوال.

والثامن. فيه ايضا اعلم ان المرخص فى ذكر مساوى الغير هو غرض صحيح فى الشرح لا يمكن التوصل اليه الا به فيدفع ذلک

اثم الغیبة وھی ستة امور الی قولہ تحذیر المسلم من الشر۔

والتاسع. فیہ ایضا وکل ھذا یرجع الی استحقار الغیر والضحک علیہ استھانة واستصغار الہ واما من الحکایات فالعاشر روی البخاری فی کتاب التفسیر عن سعد بن جبیر قال قلت لابن عباس ان نوفا البکالی یزعم ان موسی صاحب الخضر لیس ھو موسی صاحب بنی اسرائیل فقال ابن عباس کذب عدو اللہ الخ فی الحاشیة عن الکرمانی قالہ تغلیظاً فی حالة الغضب والافھو کان مومنا مسلما حسن الایمان والاسلام وایضا فی الحاشیة فی کتاب العلم باب ما یستحب العالم الخ علی قولہ عدو اللہ قال العلماء ھذا علی سبیل الزجر و الا لکون موسی اماما لا ھل دمشق قال ابن التین لم یرد ابن عباس اخراج نوف عن ولایة اللہ ولکن قلوب العلماء تنفر اذا سمعت غیر الحق فیطلقون امثال ھذا الکلام لقصدا لزجرو حقیقتہ غیر مرادة اھ۔

المسائل۔ان دلائل عشرہ سے یہ مسائل ثابت ہوئے۔

اوّل:بدون حجت شرعیہ کے کسی کی طرف خصوص مومن کی طرف کسی قول یا فعل قبیح کا منسوب کرنا بہتان اورصریح گناہ ہےاور خصوص درخصوص کسی امر مبطن مثل نیت وغیرہا پرحکم کرنا حدیث ھلا شققت قلبہ میں اسی پر تنبیہ ہے۔

دوم:بعد ثبوت شرعی بھی بدون ضرورت شرعیہ اُس کا تذکرہ کرنا جب کہ منسوب الیہ کو ناگوار ہو غیبت حرام اور معصیت ہے۔

سوم:البتہ ضرورت شرعیہ سے اس کی اجازت ہے اور منجملہ ان ضرورتوں کے کسی مسلمان یا مسلمانوں کو ضرر سے بچانا بھی ہے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا دینی۔

چہارم:لیکن اس ضرورت مذکورہ سے بھی تذکرہ میں یہ واجب ہے کہ لعن وطعن وتمسخر واستہزا اور دشنام اور فحش الفاظ سے خصوص ایسے کلمات سے جو عرفاً کفار وفجار کے

حق میں استعمال کئے جاتے ہیں احتراز کیا جاوے۔

اگر دلیل شرعی سے کسی قول وفعل پر رد اور نکیر کرنا ہو تو حدود شرعیہ کے اندر علمی عبارات کا استعمال کرے مثلاً فلاں امر بدعت ہے معصیت ہے باطل ہے وامثالہا جیسے میں کانگریس کی شرکت بہیئت کذائیہ کو معصیت اور اس کے اجتہادی ہونے کو باطل کہا کرتا ہوں جس کی بالکل اخیر میں کسی قدر تفصیل بھی معروض ہے۔

پنجم: البتہ انتقام میں یہ بھی جائز ہے دو شرط سے ایک یہ کہ بالمثل ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ امر مماثل کسی مستقل دلیل علی الاطلاق سے ناجائز نہ ہو مثلاً زید نے عمرو کے والد یا استاذ یا شیخ کو برا کہا تو عمرو کو انتقام کے وقت یہ جائز نہیں کہ وہ زید کے بزرگوں کو برا کہے۔

ششم: لیکن اگر غضب للدین کے غلبہ میں احیاناً بلا اختیار کوئی ایسا لفظ نکل جاوے تو معذور سمجھا جائے گا۔ جیسے حضرت ابن عباس نے نوف بکالی کو عدو اللہ کہہ دیا۔

ہفتم: معصیت ہر حال میں معصیت ہے حسن نیت دافع معصیت نہیں ہوتی یعنی تحسین نیت سے وہ مباح یا طاعت نہیں ہو جاتی۔ آیات و روایات مرقومہ بالا کا اطلاق اس کی کافی دلیل ہے۔ مگر اس کی تنویر کے لیے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ارشاد فرمودہ مثال یاد آ گئی کہ اگر کوئی شخص ناچ و رنگ کی محفل اس نیت سے منعقد کرے کہ نمازی اذان سن کر تو آتے نہیں ناچ دیکھنے کے واسطے جمع ہو جائیں گے پھر سب کو مجبور کر کے نماز پڑھوا دوں گا۔ تو کیا کوئی شخص اس نیت سے ناچ کرانے کو جائز کہہ سکتا ہے بلکہ معصیت میں طاعت کی نیت قواعد شرعیہ کی رو سے زیادہ خطرناک ہے جیسے حرام چیز پر بسم اللہ کہنے کو فقہاء نے قریب بکفر کہا ہے۔

تفریع: امید ہے کہ ان کلیات سے سب جزئی سوالات کا جواب ہو گیا۔ الحمد للہ ان جوابوں میں اس آیت پر عمل نصیب ہو گیا وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن الآیۃ.

ازالہ شبہ موعودہ مسئلہ چہارم: حامیان کانگریس میں سے بعض حضرات اس اشتراک کو استاذی حضرت مولانا دیوبندی کا اتباع سمجھتے ہیں اور بعض اصحاب اس اختلاف کو مثل

اختلاف حنفی شافعی کے خیال کرتے ہیں سو میرے نزدیک یہ دونوں خیال محض غلط ہیں۔ حضرت مولانا کا اشتراک مصالحت تھا نہ کہ متابعت یعنی اس وقت تحریک خلافت نہایت قوت پر تھی جس سے حضرت مولانا کو قوی امید تھی کہ حکم اسلام کا غالب ہوگا۔اور ہم لوگوں کا خیال قرائن اور وجدان سے اس کا عکس تھا سو یہ اختلاف محض رائے کا اختلاف تھا اور مثل اختلاف حنفی شافعی کے اجتہادی تھا۔اس اشتراک میں متابعت کے شائبہ کا وہم بھی نہ تھا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت کسی شعار اسلامی کے ضعیف یا کسی شعار کفر کی قوت کا ذرا شبہ بھی ہوتا تھا فوراً اس پر نکیر شدید فرماتے چنانچہ مشاہدہ متواترہ اس کا شاہد ہے بخلاف اس وقت کی حالت کے کہ اب کانگریس کی قوت سے کفر وشرک کا حکم غالب ہے۔اس کی ہر تجویز سے موافقت ومداہنت کی جاتی ہے اس وقت کا اشتراک بصورت ادغام بالکل متابعت ہے جو کہ ناجائز ہے اس لئے مسلمانوں کو اپنی تقویت اور تنظیم مستقل لازم ہے تا کہ اس کے بعد جو اشتراک ہو وہ مصالحت ہو متابعت نہ ہو خلاصہ یہ کہ اشتراک ایک لفظ مشترک ہے مگر اس کے دو فردوں کا یعنی مصالحت ومتابعت کا حکم جدا جدا ہے پس حقیقی امتیاز کے بعد محض لفظی اشتراک سے اشتباہ نہ ہونا چاہیے۔ **وفی مثل هذا قال العارف الرومی :**

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
ہر دوگوں زنبور خورد نداز محل — لیک شد زاں نیش وزاں دیگر عسل
ہر دوگوں آہو گیا خورد ندو آب — زیں یکے سرگیں شد وزاں مشک ناب
ہر دو نے خورد نداز یک آب خور — آں یکے خالی وآں پر از شکر
صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں — فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں
جز کہ صاحب ذوق نشناسد طعوم — شہد را نا خوردہ کے داند زموم

والسلام خیر ختام، تمت رسالہ شق الغین ۱۵، صفر ۱۳۵۷ ہجری۔

الحمدللہ! ''مقالات حکیم الامت کی جلد نمبر (92) '' اختتام کو پہنچی۔